حضور ﷺ کے فضائل ومحاسن پر مہکتا گلدستہ

شرح شمائل ترمذی

مؤلفہ امام المحدثین حافظ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

شارح: علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومحاسن پر مہکتا گلدستہ

شرح

شمائل ترمذی

مؤلفہ

امام المحدثین حافظ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

شارح:

علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح

نام کتاب	________	شرح شمائل ترمذی
تالیف	________	امام المحدثین حافظ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی
شارح:	________	علامہ ابوالتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری
ناشر	________	چوہدری غلام رسول
پرنٹرز	________	آر آر، پرنٹرز
قیمت		=/600 روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز

فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111

E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو

۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

  دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464

Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ

اُردو بازار ۰ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات | صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

☆☆☆☆☆

مقدمہ

بلاشبہ جتنے فضائل وکمالات خزانہ قدرت میں ہیں سب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوعطا فرمائے گئے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے:

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ

ترجمہ کنز الایمان: اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کریگا۔(پ ۱۲، یوسف:۶)

شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مَدَارِجُ النُّبُوَّہ میں فرماتے ہیں:

ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بر و تمام

(اللہ عزوجل نے اپنی تمام نعمتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تمام کردیں۔)(مدارج النبوۃ بیان عقل ودر علم، ج اول، ص ۳۶)

اس بات میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب، حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی ذات وصفات کا مظہر کامل بنا کر دنیا میں بھیجا اور دنیا میں اپنے حبیب وخلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعے اپنے جلووں کا ظہور فرمایا۔

الله جميل يحب الجمال چنانچہ اس نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سرتا پا ظاہری حسن وجمال سے بھی خوب نوازا یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یک نے یک بنایا اور پھر اس واحد یکتا رب عزوجل نے اپنے کلام پاک میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے محامد ومحاسن بیان فرمائے تاریخ گواہ ہے نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر جمیل صحابہ وتابعین وتبع تابعین آئمہ مفسرین محدثین بلکہ تمام ہی بزرگان دین کا شعار رہا ہے۔اس شمع رسالت کا ہر پروانہ اپنی اپنی معرفت وآگہی وادراک کے مطابق جمال مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بیان کرتا چلا آیا اور یہ سلسلہ صدیوں سے بلکہ عہد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی پہلے سے جاری ہے اور عاشقوں

کی روح کو تسکین اور قلب کے سرور کا سبب ہے ۔

بے شمار مقدس ہستیوں نے خصائل نبوی ﷺ سے اپنی تقریر وتحریر کو آراستہ کیا اور جمال نبوی ﷺ کو اس طرح اپنی تقریروں اور تحریروں میں سمویا کہ روشن و پرنور آقا ﷺ کے حسن و جمال، شمائل وخصائل کے جلوے تصور میں آشکار ہونے لگے اور بقائے حبیب ﷺ کا شوق جوش جنوں بن کر پورے وجود میں سرایت کر گیا۔

جمال مصطفےٰ ﷺ سے اپنی تحریروں کو منور کرنے والے بہت سے معتبر و معظم، محترم ومکرم نام قلب عاشق کے لئے فرحت وآسودگی کا سبب بنے ان مقدس ناموں میں سے تیسری صدی ہجری کا باعزت وکرامت نام امام المحدثین الحافظ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی علیہ رحمۃ متوفی ۲۷۷ ہجری کا بھی ہے جن کی مقبول اور معروف تالیف شمائل ترمذی بھی ہے۔

جو حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کے حلیہ مبارک معمولات وعادات، لباس وطعام، رفتار وگفتار جملہ شمائل وخصائل نبویہ ﷺ کا مستند وقدیم حسین وجمیل مجموعہ ہے جو نورِ ایمان کو جلا دینے والا لقائے حبیب ﷺ کی شوق کو بھڑکانے والا عشق رسول ﷺ کی شمع دل میں مزید فروزاں کرنے والا قلب کو راحت اور روح کو آسودگی بخشنے والا ہے۔

اس ایمان افروز مجموعہ کا ترجمہ اور اس کی شرح پیش کرنے کی سعادت فقیر کے حصے میں آئی یہ الگ بات ہے کہ یہ حقیر فقیر اس قابل نہیں کہ اپنے آقا ومولا ﷺ کے شمائل وخصائل بیان کرنے کا ذرا برابر بھی حق ادا کر سکے مگر رب عزوجل کی حکمت مرشد کی نگاہِ فیض کہ مجھ ناچیز کو اس قدر عظیم خدمت کے لئے چنا اور حضور باکمال سراپا حسن وجمال ﷺ کے محامد ومحاسن بیان کرنے کا موقع عنایت کیا ۔زیر نظر کتاب نہ صرف سرور عالم نور مجسم ﷺ کے حلیہ مبارک حسن وجمال سیرت وکردار، عادت واطوار،

خصائص وکمال پر مشتمل ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے معمولات مبارک پر بھی مبنی ہے جس کا سیر حاصل مواد احادیث کریمہ کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے رب کریم سے دعا ہے کہ وہ مجھ پر کئے گئے اس احسان عظیم کا بار اٹھانے کا حوصلہ وہمت، طاقت اور توفیق مرحمت فرمائے، مسلمانوں کو اس سے استفادے کا ذوق وشوق عطا فرمائے اور سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ صاحب معطر پسینہ کے وسیلہ جلیلہ سے اور اپنے پیاروں کے صدقے اس کتابِ مشک بار کو میرے لئے ذریعے نجات بنائے ۔ امین بجاہ النبی الامین۔

خاک پائے امیر اہل سنت

ابوتراب ناصر الدین ناصر المدنی

☆☆☆☆☆

شمائل ترمذی بنام فیضان جمال مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

شمائل وخصائل

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمال سیرت میں تمام اولین و آخرین سے ممتاز اور افضل و اعلیٰ بنایا اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمالِ صورت میں بھی بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا۔ ہم اور آپ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ بے مثال کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو دن رات سفر و حضر میں جمال نبوت کی تجلیاں دیکھتے رہے انہوں نے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمالِ بے مثال کے فضل و کمال کی جو مصوری کی ہے اس کو سن کر یہی کہنا پڑتا ہے جو کسی مداحِ رسول نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّهٗ لَا یَخْلُقٗ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی نہ پیدا کرے گا۔ (حیاۃ الحیوان الکبری، باب الہمزۃ، ج ۱، ص ۷۵)

صحابی رسول اور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرتبہر حال اس پر تمام امت کا ایمان ہے کہ تناسبِ اعضاء اور حسن و جمال میں حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل و بے مثال ہیں۔ چنانچہ حضرات محدثین و مصنفین سیرت نے روایات صحیحہ کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر ہر عضو شریفہ کے تناسب اور حسن و جمال کو بیان کیا ہے۔ ہم بھی اپنی اس مختصر کتاب میں حلیۂ مبارکہ کے ذکر جمیل سے حسن و جمال پیدا کرنے کے لئے اس عنوان پر حضرت مولانا محمد کامل

صاحب چراغ ربانی نعمانی ولید پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منظوم حلیہ مبارکہ کے چند اشعار نقل کرتے ہیں تا کہ اس عالم کامل کی برکتوں سے بھی یہ کتاب سرفراز ہو جائے۔

حضرت مولانا موصوف نے اپنی کتاب پنجہ نور میں تحریر فرمایا کہ

حلیۂ مقدسہ

روحِ حق کا میں سراپا کیا لکھوں
حلیہ نورِ خدا میں کیا لکھوں
پر جمالِ رحمۃٌ للعالمیں
جلوہ گر ہو گا مکانِ قبر میں
اس لئے ہے آگیا مجھ کو خیال
مختصر لکھ دوں جمالِ بے مثال
تا کہ یاروں کو مرے پہچان ہو
اور اس کی یاد بھی آسان ہو
تھا میانہ قد و اوسط پاک تن
پر سپید و سرخ تھا رنگ بدن
چاند کے ٹکڑے تھے اعضاء آپ کے
تھے حسین و گول سانچے میں ڈھلے
تھیں جبیں روشن کشادہ آپ کی
چاند میں ہے داغ وہ بے داغ تھی
دونوں ابرو تھیں مثالِ دو ہلال
اور دونوں کو ہوا تھا اِتصال
اِتصال دو مہ "عیدین" تھا

یا کہ ادنیٰ قرب تھا قوسین کا
تھیں بڑی آنکھیں حسین و سرگیں
دیکھ کر قربان تھیں سب حور عیں
کان دونوں خوب صورت ارجمند
ساتھ خوبی کے دہن بینی بلند
صاف آئینہ تھا چہرہ آپ کا
صورت اپنی اس میں ہر اک دیکھتا
تابہ سینہ ریش محبوبِ الٰہ
خوب تھی گنجان مو، رنگ سیاہ تھا
سپید اکثر لباسِ پاک تن
ہو ازار و جبہ یا پیر ہن
سبز رہتا تھا عمامہ آپ کا
پر کبھی سود و سپید و صاف تھا
میں کہوں پہچان عمدہ آپ کی
دونوں عالم میں نہیں ایسا کوئی
واحسن منك لم تر قط عینی
و اجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من کل عیب
کانك قد خلقت کما تشاء

ترجمہ:(۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین نہ کبھی میری آنکھوں نے دیکھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا۔

(۲) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہر عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تخلیق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواہش کے مطابق ہوئی۔

وشق له من اسمه كى يجله
فذو العرش محمود و هذا محمد
نبى اتانا بعد ياس و فترة
من الرسل والاوثان فى الارض تعبد
فامسىٰ سراجًا مستنيرًا وهاديا
يلوح كما لاح الصقيل المهند
وانذرنا نارا و بشر جنة
وعلمنا الاسلام فالله نحمد

ترجمہ: (۱) اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجلال واکرام کے لئے اپنے نام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مشتق کیا تو رب عرش عزوجل محمود ہے اور یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

(۲) یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بڑی ناامیدی اور رسولوں علیہم السلام کے ایک طویل وقفہ کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ زمین پر بتوں کی پرستش ہو رہی تھی۔

(۳) تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم روشن چراغ اور ہادی و رہبر بن کر اس طرح چمکے جیسے صیقل کردہ ہندی تلوار چمکتی ہے۔

(۴) ہمیں جہنم کا ڈر سنایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی تو ہم خداعزوجل ہی کی حمد بیان کرتے ہیں۔

هجوت محمدًا واجبت عنه
وعند الله فی ذاك الجزاء
اتهجوه ولست له بكفء
فشر كما لخيركما الفداء
هجوت مباركا برا حنيفا
امين الله شيمته الوفاء
امن يهجو رسول الله منكم
و يمدحه و ينصره سواء
فان ابی و والده و عرضی
لعرض محمد منكم وقاء

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، شعر حسان فی فتح مکۃ، ج ۴، ص ۳۵۹)

ترجمہ: (۱) تونے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجو کی تو میں نے ان کی طرف سے تمہیں جواب دیا اور خداعزوجل کے یہاں اس میں اجروثواب ہے۔

(۲) تو ان کی ہجو کرتا ہے جبکہ تو ان کے برابر نہیں تم میں کا برا (یعنی تو) بھلے پر (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر) قربان ہو۔

(۳) تونے ایسے کو برا کہا جو مبارک، پاکباز، حنیف، خداعزوجل کے امین ہیں جنکی خصلت وفاداری ہے۔

(۴) کیا تم میں کا جو رسول خداعزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجو کرے اور جو انکی مدح وستائش اور ان کی حمایت کرے دونوں برابر ہیں؟

(۵) میرے باپ دادا، میری عزت وآبرو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و حرمت کے لئے ڈھال ہے۔

و هل عدلت یوما رزیة هالك
رزیة یوم مات فیه محمد
فبورکت یا قبر الرسول و بورکت
بلاد ثوی فیها الرشید المسدد
وما فقد الماضون مثل محمد
و لا مثله حتی القیامة یفقد
ولیس هو ای نازعا عن ثنائه
لعلی به فی جنة الخلد اخلد
مع المصطفی ارجو بذاك جواره
وفی نیل ذاك الیوم اسعی و اجهد

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، شعر حسان بن ثابت فی مرثیتہ، ج ۴، ص ۵۵۹۔۵۶۱)

ترجمہ: (۱) کیا کسی مرنے والے کی مصیبت کا دن اس دن کے برابر ہے جس میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا۔

(۲) تجھے مبارکباد ہے اے قبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اور اس شہر کو بھی جس میں ہدایت ودرستی والے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آسودہ خاک ہیں۔

(۳) نہ زمانہ ماضی والوں کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسے (عظیم وجلیل) کی وفات کا صدمہ ہوا نہ قیامت تک کسی کو ایسا صدمہ ہوگا۔

(۴) میرا دل انکی نعت سے باز رہنے والا نہیں شاید اسی کے صدقے مجھے جنۃ الخلد میں دوام نصیب ہو۔

(۵) اسی کے سبب تو میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کا امیدوار ہوں اور وہی دن پانے کے لئے میں کوشش ومحنت کررہا ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشنے والا نہایت مہربان ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰی۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

قال حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی رحمته الله علیه

استاذ حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

1۔ بَابُ مَا جَاءَ فِيۡ خَلۡقِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مقدسہ کا بیان

❖ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قُتَيۡبَةُ بۡنُ سَعِيدٍ، عَنۡ مَالِكِ بۡنِ أَنَسٍ، عَنۡ رَبِيعَةَ بۡنِ أَبِي عَبۡدِ الرَّحۡمَنِ، عَنۡ أَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم . لَيۡسَ بِالطَّوِيلِ الۡبَائِنِ، وَلاَ بِالۡقَصِيرِ، وَلاَ بِالأَبۡيَضِ الأَمۡهَقِ، وَلاَ بِالآدَمِ، وَلاَ بِالۡجَعۡدِ الۡقَطَطِ، وَلاَ بِالسَّبۡطِ، بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى رَأۡسِ أَرۡبَعِينَ سَنَةً، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشۡرَ سِنِينَ، وَبِالۡمَدِينَةِ عَشۡرَ سِنِينَ، وَتَوَفَّاهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت لمبے تھے اور نہ چھوٹے قد کے (بلکہ میانہ قد، لمبائی کی طرف مائل تھے) اور آپ نہ تو بہت سفید تھے اور نہ ہی زیادہ گندم گوں، آپ کے بال مبارک نہ تو زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کا حکم دیا (اعلان کے بعد) آپ دس سال تک مکہ مکرمہ میں رہے اور پھر دس سال تک مدینہ طیبہ میں رہے، ۶۰ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا اور اس

اللهُ تَعَالٰى عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً، وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُوْنَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ.

وقت آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: بائن بنا ہے بون سے بمعنی دوری اسی سے ہے طلاق بائنہ، یہاں بائن سے مراد ہے بہت زیادتی جو حد اعتدال سے دور ہو یعنی حضور انور اتنے دراز قد نہ تھے کہ حد اعتدال سے دور ہوں اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور مائل بہ درازی تھے کیونکہ طویل کے ساتھ بائن کی قید بیان ہوئی اور قصیر مطلق بغیر قید کے فرمایا۔ اور آپ کا رنگ شریف سفید مائل بہ سرخی تھا یا سرخی پیلا ہوا سفید جو کہ بہت ہی حسین ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ حضور کے بال شریف نہ تو حبشہ والوں کی طرح بالکل چھلے دار مٹھے ہوئے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ بال سیدھے کناروں پر خم دار تھے ایسے بال بہت حسین معلوم ہوتے ہیں اور سرے سے مراد آخری کنارہ ہے۔ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا جب آپ کا سنہ شریف پورے چالیس سال کا ہو چکا تھا۔

تمام (علماء) کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا مرقات نے یہاں فرمایا کہ ساٹھ والی روایت میں دہائی لی گئی ہے تین جو کسر تھی وہ چھوڑ دی گئی۔

بعض روایات میں ہے کہ سر مبارک داڑھی شریف اور ریش بچی سب میں ملا کر بیس بال سفید تھے، بعض میں ہے کہ کل چودہ بال سفید تھے، یہ روایت چودہ بالوں والی ہے شمار میں اختلاف ہوسکتا ہے، اس روایت میں ہے کہ سر مبارک میں چودہ بال سفید

تھے، داڑھی شریف میں پانچ بال اور ریش بچی میں ایک بال سفید۔ پہلے گزر چکا کہ حضور انور درمیانہ قد تھے مائل بہ درازی یہ قد بہت حسین ہوتا ہے اور رنگت سفید جس میں سرخی پلائی ہوئی اور وہ جگمگاتی ہوتی تھی یہ حسن کی انتہا ہے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے — اس چمک دار رنگت پہ لاکھوں سلام

اور بالوں کی درازی میں چار روایتیں ہیں: نصف کان تک، کانوں کی گدیوں تک، کانوں اور کندھوں کے درمیانی تک، کندھوں تک، ان میں تعارض نہیں کبھی تا بگوش کبھی تا بدوش مختلف اوقات میں مختلف حالات تھے۔ حضور انور بال کٹواتے تھے اور سواء حج وعمرہ کے کبھی منڈواتے نہیں تھے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۸ ص۴۱)

ریشِ مبارک

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک گھنی اور گنجان ہوتے ہوئے بھی باریک اور خوبصورت تھی، ایسی بھری ہوئی نہ تھی کہ پورے چہرے کو ڈھانپ لے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا، سرخ و سفید چہرے کی خوبصورتی میں ریشِ مبارک مزید اِضافہ کرتی۔ عمر مبارک کے آخری حصہ میں کل سترہ یا بیس سفید بال ریش مبارک میں آ گئے تھے لیکن یہ سفید بال عموماً سیاہ بالوں کے ہالے میں چھپے رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریش مبارک کے بالوں کو کٹوا دیا کرتے تھے تاکہ بالوں کی بے ترتیبی سے شخصی وقار اور مردانہ وجاہت پر حرف نہ آئے۔

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ضخم الرأس و اللحية۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِعتدال کے ساتھ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے۔

(حاکم، المستدرک، 2:626، رقم: 4194) (احمد بن حنبل، المسند، 1:96) (بیہقی، دلائل النبوۃ،

(ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ (السیرۃ)، 6:17)(طبری، تاریخ الامم والملوک، 2:221)(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:411)(216:1

2۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أسود اللحية۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک سیاہ رنگ کی تھی۔

(بیہقی، دلائل النبوہ، 1: 217)(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1 : 433)(سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1:125، رقم:4194)

3۔ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا جنہیں سفرِ ہجرت میں والی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میزبانی کا شرفِ لازوال حاصل ہوا، اپنے تاثرات اِن الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كثيف اللحية۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریشِ اقدس گھنی تھی۔

(ابن جوزی، الوفا:397)(حاکم، المستدرک، 3:10)(ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 3:184)

(سیوطی، الجامع الصغیر، 1:38)(مناوی، فیض القدیر، 5:77)

4۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كث اللحية۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

(نسائی، السنن، 8:183، کتاب الزینہ، رقم:5232)(ترمذی، الشمائل المحمدیہ 1:36، رقم:8)

(احمد بن حنبل، المسند، 1: 101، رقم: 796)(بزار، المسند، 2: 253، 660)(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:422)

5- حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں یوں گویا ہوئے:

كان ... أسود اللحية حسن الشعر ... مفاض اللحيين

(حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) ریش مبارک سیاہ، بال مبارک خوبصورت، (اور ریش مبارک) دونوں طرف سے برابر تھی۔

(ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، 1:320) (ہیثمی، مجمع الزوائد، 8:280)

6- عمر مبارک میں اضافے کے ساتھ ریش مبارک کے بالوں میں کچھ سفیدی آ گئی تھی۔ حضرت وہب بن ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأيتُ النبی صلی الله عليه وآله وسلم، و رأيتُ بياضاً من تحت شفته السفلىٰ العنفقة

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبِ اقدس کے نیچے کچھ بال سفید تھے۔

(بخاری، الصحیح، 3:1302، کتاب المناقب، رقم: 3352) (احمد بن حنبل، المسند، 3:216)
(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:434)

7- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا پر قربان ہو ہو جاتے تھے، حیاتِ مقدسہ کی جزئیات تک کا ریکارڈ رکھا جا رہا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وليس فی رأسه ولحيته عشرون شعرة بيضاءَ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک اور سر مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی۔

(بخاری، الصحیح، 3:1302، کتاب المناقب، رقم: 3354) (مسلم، الصحیح، 4:1824، کتاب

الفضائل، رقم: 3347) (ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 592، کتاب المناقب، رقم: 3623) (امام مالک، الموطا، 2: 919، رقم: 1639) (احمد بن حنبل، المسند، 3: 130) (عبدالرزاق، المصنف، 3: 599، رقم: 6886) (ابن حبان، الصحیح، 14: 298، رقم: 6378) (ابویعلی، المعجم، 1: 55، رقم: 25) (طبرانی، المعجم الصغیر، 1: 205، رقم: 328) (شعب الایمان، 2: 148، رقم: 1412) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 2: 308)

8۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک میں لب اقدس کے نیچے اور گوش مبارک کے ساتھ گنتی کے چند بال سفید تھے جنہیں خضاب لگانے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب وغیرہ استعمال نہیں کیا اس حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

و لم یختضب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ، إنما کان البیاض فی عنفقته و فی الصَّدغین وفی الرأس نبذ.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی خضاب نہیں لگایا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نچلے ہونٹ کے نیچے، کنپٹیوں اور سر مبارک میں چند بال سفید تھے۔

(مسلم، الصحیح، 4: 1821، کتاب الفضائل، رقم: 2341) (بیہقی، السنن الکبریٰ، 7: 310، رقم: 14593) (بیہقی، دلائل النبوہ، 1: 232)

9۔ ریشِ اقدس طویل تھی نہ چھوٹی، بلکہ اِعتدال، توازُن اور تناسب کا اِنتہائی دلکش نمونہ اور موزونیت لئے ہوئے تھی۔

کان النبی صلی الله علیه وآله وسلم کان یأخذ من لحیته من عرضها وطولها

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریش مبارک کے طول وعرض کو برابر طور پر تراشا کرتے تھے۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 2: 100، ابواب الادب، رقم: 2762) (عسقلانی، فتح الباری، 10: 350) (زرقانی، شرح المؤطا، 4: 426) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 263) (محمد بن عبدالرحمن مبارکفوری، تحفۃ الاحوذی، 8:38) (قرطبی، تفسیر، الجامع الأحکام القرآن، 2:105) (ابن جوزی، الوفا: 609) (مقریزی، امتاع الاسماع، 2:161) (مبہانی، الانوار المحمدیہ: 214) (شوکانی، نیل الاوطار، 1:142)

❖ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم رَبْعَةً ، لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلا بِالْقَصِيرِ ، حَسَنَ الْجِسْمِ، وَكَانَ شَعَرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ ، وَلا سَبْطٍ أَسْمَرَ اللَّوْنِ ، إِذَا مَشَى يَتَكَفَّأُ .

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے، نہ زیادہ طویل نہ کچھ ٹھگنے، نہایت خوبصورت معتدل بدن والے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے) بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن تھا (نیز آپ گندمی رنگ کے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ چلتے تو آگے کو جھکے ہوئے چلتے۔

شرح حدیث: قد مبارک

اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہے کہ آپ میانہ قد تھے لیکن یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معجزانہ شان ہے کہ میانہ قد ہونے کے باوجود اگر آپ ہزاروں انسانوں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تھے تو آپ کا سر مبارک سب سے زیادہ اونچا نظر

آتا تھا۔

قد بے سایہ کے سایۂ مرحمت
ظل ممدود رافت پہ لاکھوں سلام
طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں
اُس سہی سروِقامت پہ لاکھوں سلام

مقدس بال

حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک نہ گھونگھر دار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ ان دونوں کیفیتوں کے درمیان تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس بال پہلے کانوں کی لو تک تھے پھر شانوں تک خوبصورت گیسو لٹکتے رہتے تھے مگر حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اپنے بالوں کو اتروا دیا۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قبلہ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے مقدس بالوں کی ان تینوں صورتوں کو اپنے دو شعروں میں بہت ہی نفیس ولطیف انداز میں بیان فرمایا ہے کہ

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش
کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو
آخرِ حج غمِ اُمت میں پریشاں ہو کر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موئے مبارک حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کیوں تقسیم فرمائے تھے؟ اس سلسلہ میں علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاِنَّما قسّم شعرَہ فی اصحابہ لِیکونَ برکۃً باقیۃً بینَھم وتذکرۃً لھم، وکأنّہ أشارَ بذلك الٰی اقترابِ الأجل

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، ص:۱۹۶، ج:۸، دار المعرفۃ، بیروت)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موئے مبارک اپنے اصحاب میں اس لیے تقسیم فرمائے، تاکہ وہ ان میں بطور برکت اور یادگار رہیں اور اسی سے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ وصال کی طرف اشارہ فرمادیا۔"

شوقِ دیدار

جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کی تلاوت اور اسلام کی تفسیر کررہے تھے حضرت ابوعبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طرف متوجہ ہوکر سن رہے تھے اس دوران جب بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر آتا تو ابوعبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا شوق دیدار چمک اٹھتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ملاقات کے لئے وہ بے چین ہوجاتے۔ ایک بار ابوعبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوکر کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت کا کس قدر اشتیاق ہے کب سال جائے گا اور موسم حج آئے گا اور ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں گے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے اور فرمایا: ابوعبدالرحمن! صبر کرو، دن جلد ہی گزر جائیں گے۔

ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دید کے بغیر مجھے سکون میسر نہیں کب یہ دن گزریں گے، پھر وہ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے میری ملاقات نہ ہوسکے اس لیے کیا آپ ہمارے سامنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سراپا ہی بیان کرسکتے ہیں، آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چہرہ اقدس کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ سبھی حاضرین نے بیک زبان کہا ابن مسلمہ تم نے ہمارے دل کی بات کہہ دی۔ ابن عمیر!

رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سراپا بیان کیجئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قعدہ سے (دوزانو ہوکر) بیٹھ گئے، اپنا سر جھکایا، نظریں نیچی کیں جیسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سراپا اپنے ذہن میں لا رہے ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے رنگ میں سفیدی و سرخی کا حسین امتزاج ہے، چشمان مبارک بڑی ہی خوبصورت ہیں، بھویں ملی ہوئی ہیں، بال سیدھے ہیں گھنگریالے نہیں ہیں، داڑھی گھنی ہے، دونوں مونڈھوں کے بیچ فاصلہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی گردن مبارک جیسے چاندی کی چھاگل، ہتھیلی اور قدم موٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جب چلتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اونچائی سے نیچے آ رہے ہوں اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کسی چٹان سے نکل پڑے ہوں، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کسی کی طرف رخ فرماتے تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چہرہ مبارک پر پسینہ موتی کے مانند ہوتا ہے، نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پست قد ہیں نہ دراز قامت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو یکایک دیکھتا ہے مرعوب ہو جاتا ہے اور جو آشنا ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی صحبت میں رہتا ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے محبت کرنے لگتا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جرأت مند ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا طرز تکلم سب سے سچا، ایفاء عہد میں سب سے پکے، سب سے نرم طبع، اور رہن سہن میں سب سے اچھے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جیسا کسی کو نہ پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں۔

جس وقت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان کررہے تھے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس جماعت پر سکوت چھایا ہوا تھا، وہ سبھی حضرات پوری توجہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اس سراپائے اقدس کو سماعت کررہے تھے ابھی حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا بیان مکمل بھی نہ کرسکے تھے کہ اہل محفل بیک زبان پکار اٹھے۔صلی اللہ علیک یارسول اللہ!

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۹۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، يَقُولُ : كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، رَجُلًا مَرْبُوعًا، بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، عَظِيمَ الْجُمَّةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ الْيُسْرَى ، عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ ، مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ .

حضرت ابواسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے براابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے تھے اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیاں فاصلہ تھا (یعنی سینہ مبارک کشادہ تھا) آپ کے بال گھنے اور کانوں تک پہنچتے تھے، آپ پر سرخ (دھاری دار) چادر تھی میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: یہ فرمان ترکیبی ہے یعنی قریبًا درمیانہ تھے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قدرے طویل قد تھے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔(مرقات)

دو کندھوں میں فاصلہ جب ہی زیادہ ہوگا جب کہ سینہ چوڑا ہو، حضور کا سینہ

مبارک بہت کشادہ تھا۔ چوڑا سینہ شجاعت وسخاوت، دل کی وسعت کی علامت ہے، اس سے دل کی وسعت کا پتہ لگتا ہے جس کا دل وسیع ہو وہ کینہ، غصہ، بغض وحسد سے پاک ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا بدلہ کسی سے نہ لیا بلکہ ہمیشہ درگزر کی معافی دی، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت قلبی۔ اور کبھی آپ کے بال شریف تا بگوش ہوتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بال شریف کندھوں تک تھے۔

یہاں سرخ سے مراد خالص سرخ نہیں کہ مردوں کے لیے خالص سرخ لباس ممنوع ہے بلکہ مخطط بالاحمر مراد ہے یعنی اس کپڑے میں سرخ خطوط بھی تھے اور ہرے بھی اور کپڑا اریشمی نہ تھا سوتی تھا۔ حلہ سوتی کپڑے کا بھی ہوتا ہے یہ حلہ یمنی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی لباس محبوب تھا۔

جو بال کانوں کی گدیوں تک ہوں انہیں وفرہ کہتے ہیں، جو کانوں اور کندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمہ کہا جاتا ہے اور جو کندھوں تک پہنچیں انہیں لمہ کہتے ہیں۔ حضور انور کے بال کبھی لمہ بھی ہوتے تھے اسی کا یہاں ذکر ہے۔ خیال رہے کہ عورتوں کی طرح بہت لمبے بال رکھنا مردوں کو ممنوع ہیں، کندھوں تک مردوں کے بالوں کی انتہا ہے۔

اور حضور کے جسم شریف میں وہ درازی یا پستی نہ تھی جو بری معلوم ہو۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۸ ص ۴۲)

نبی بے مثال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا ذکرِ جمیل حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اِن اَلفاظ میں کرتے ہیں:

وَ ما كان أحد أحبّ إلیّ مِن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و لا أجل فی عینی منه، و ما کنت أطیق أن أملأ عینی منه إجلالا له و لو

سئلت أن أصفه ما أطقت لأني لم أكن أملأ عيني منه

میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسین تر تھا، میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس چہرہ کو اُس کے جلال و جمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ اگر کوئی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد ومحاسن بیان کرنے کے لئے کہتا تو میں کیونکر ایسا کرسکتا تھا کیونکہ (حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ جہاں آرا کی چمک دمک کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنکھ بھر کر دیکھنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔

(مسلم، الصحیح، 1:112، کتاب الایمان، رقم: 121) (ابو عوانہ، المسند، 1:70، 71، رقم: 200)

(ابراہیم بن محمد الحسینی، البیان والتعریف، 1:157، رقم: 418) (ابن سعد، الطبقات الکبری، 4:259)

(ابو نعیم، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، 1:190، رقم: 315) (قاضی عیاض، الشفاء، 2:30)

اِنسانی آنکھ کی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں درُودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُوئے منوّر دیکھ کر اپنی آنکھیں ہتھیلیوں سے ڈھانپ لیا کرتے تھے، وہ خود فرماتے ہیں:

لما نظرتُ إلى أنوارہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضعتُ كفي على عيني خوفاً من ذهاب بصري

میں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَنوار وتجلیات کا مُشاہدہ کیا تو اپنی ہتھیلی اپنی آنکھوں پر رکھ لی، اِس لئے کہ (رُوئے منوّر کی تابانیوں

سے) کہیں میں بینائی سے ہی محروم نہ ہو جاؤں۔ (نبہانی، جواہر البحار، 2:450)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ حسن کو بڑے ہی دِلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ أَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ

وَ أَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ

كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسین تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور نہ کبھی کسی ماں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جمیل تر کو جنم ہی دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق بے عیب (ہر نقص سے پاک) ہے، (یوں دِکھائی دیتا ہے) جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربّ نے آپ کی خواہش کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت بنائی ہے۔) (حسان بن ثابت، دیوان: 21)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آنحضرت بتمام از فرق تا قدم ہمہ نور بود، کہ دیدۂ حیرت در جمالِ با کمالِ وی خیرہ میشد مثل ماہ و آفتاب تابان و روشن بود، و اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودی ہیچ کس را مجال نظر و اِدراکِ حسنِ اُو ممکن نبودی۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرِ انور سے لے کر قدمِ پاک تک نور ہی نور تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن و جمال کا نظارہ کرنے والے کی آنکھیں چندھیا جاتیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ اَطہر

چاند اور سورج کی طرح منوّر و تاباں تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوہ ہائے حسن لباس بشری میں مستور نہ ہوتے تو رُوئے منوّر کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا ناممکن ہو جاتا۔ (محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، 1:137)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علماء محققین کے حوالے سے فرماتے ہیں:

أنّ جمال نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان فی غایة الکمال لکن اللہ ستر عن أصحابه کثیرًا من ذالك الجمال الزاهر و الکمال البهر، إذ لو برز إلیهم لصعب النظر إلیه علیهم

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن و جمالِ اَوجِ کمال پر تھا۔۔۔ لیکن ربِ کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخفی رکھا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے تاباں کی طرف آنکھ اُٹھانا بھی مشکل ہو جاتا۔

(ملا علی قاری، جمع الوسائل، 2:9)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دُوسرے مقام پر 'قصیدہ بُردہ شریف' کی شرح میں لکھتے ہیں:

أنه إذا ذکر علی میت حقیقی صار حیاً حاضراً، و إذا ذکر علی کافر و غافل جعل مؤمنا و هول ذاکرًا لکن اللہ تعالیٰ ستر جمال هذا الدر المکنون و کمال هذا الجوهر المصون لحکمة بالغة و نکتة سابقة و لعلها لیکون الایمان غیبیًا و الأمور تکلیفیًا لا لشهود عینیا و العیان بدیهیا أولئلا یصیر مزلقة لأقدام العوام و مزلة لتضر الجمال بمعرفة الملك العلاّم

اگر خدائے رحیم و کریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ مبارک کی حقیقی برکات کو آج بھی ظاہر کردے تو اُس کی برکت سے مُردہ زندہ ہوجائے، کافر کے کفر کی تاریکیاں دُور ہوجائیں اور غافل دل ذکرِ الٰہی میں مصروف ہوجائے لیکن ربِ کائنات نے اپنی حکمتِ کاملہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس اَنمول جوہر کے جمال پر پردہ ڈال دیا ہے، شاید ربِ کائنات کی یہ حکمت ہے کہ معاملات کے برعکس اِیمان بالغیب پردہ کی صورت میں ہی ممکن ہے اور مشاہدۂ حقیقت اُس کے منافی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کو مکمل طور پر اِس لئے بھی ظاہر نہیں کیا گیا کہ کہیں ناسمجھ لوگ غلوّ کا شکار ہوکر معرفتِ اِلٰہی سے ہی غافل نہ ہو جائیں۔ (ملا علی قاری، الزبدۃ فی شرح البردۃ:60)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ ماجد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو اُنہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بعض لوگ اُنہیں دیکھ کر بیہوش بھی ہوجاتے تھے، لیکن کیا سبب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ایسی کیفیات طاری نہیں ہوتیں۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اللہ نے غیرت کی وجہ سے میرا جمال لوگوں سے مخفی رکھا ہے، اگر وہ کما حقہ آشکار ہوجاتا تو لوگوں پر محوِیت و بےخودی کا عالم اِس سے کہیں بڑھ کر طاری ہوتا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا کرتا تھا۔ (شہ ولی اللہ، الدرّ الثمین: 39)

اِمام محمد مہدی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ نے الشیخ ابومحمد عبدالجلیل القصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

و حسن یوسف علیه السلام وغیره جزء من حسنه، لأنه على صورة اسمه خلق، و لولا أن الله تبارك و تعالىٰ ستر جمال صورة محمد صلى الله عليه وآله وسلم بالهيبة و الوقار، و أعمىٰ عنه آخرين لما استطاع أحد النظر إليه بهذه الأبصار الدنياوية الضعيفة

حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر حسینانِ عالم کا حسن و جمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کے مقابلے میں محض ایک جز کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کی صورت پر پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کو ہیبت اور وقار کے پردوں سے نہ ڈھانپا ہوتا اور کفار و مشرکین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے اندھا نہ کیا گیا ہوتا تو کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ان دنیاوی اور کمزور آنکھوں سے نہ دیکھ سکتا۔ (محمد مہدی الفاسی، مطالع المسرات:394)

مولوی شرف علی تھانوی شیم الحبیب کے حوالے سے اِس بات کی تائید یوں کرتے ہیں:

أقول و أمَّا عَدَمُ تعشُّقِ العوام عليه كما كان على يوسف عليه السلام فلغيرة الله تعالىٰ حتى لم يظهر جماله كما هو على غيره، كما أنه لم يظهر جمال يوسف كما هو إلا على يعقوب أو زليخا

میں کہتا ہوں کہ (باوجود ایسے حسن و جمال کے) عام لوگوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُس طور پر عاشق نہ ہونا جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے بسبب غیرتِ الٰہی کے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا، جیسا خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔ (اشرف علی تھانوی، نشر الطیب: 217)

بقول شاعر:

خدا کی غیرت نے ڈال رکھے ہیں تجھ پہ ستر ہزار پردے
جہاں میں لاکھوں ہی طور بنتے جو اِک بھی اُٹھتا حجاب تیرا

حسنِ سراپا کے بارے میں حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کا قول

سرخیلِ قافلۂ عشق حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رِوایت منقول ہے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت گزاری کے باعث زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بالمشافہ زیارت کے لئے حاضر نہ ہو سکے، لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اپنے اُس عاشقِ زار کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ میرے وِصال کے بعد اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اُسے یہ خرقہ دے دینا اور اُسے میری اُمت کے لئے دعائے مغفرت کے لئے کہنا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وِصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے اُن کے آبائی وطن 'قرن' پہنچے اور اُنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنایا۔ اثنائے گفتگو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنھم سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دِیدار بھی کیا ہے؟ اُنہوں نے اِثبات میں جواب دِیا تو مسکرا کر کہنے لگے:

لَمْ تَرَيَا مِن رسولِ الله صلى الله عليه وآله وسلم اِلَّا ظِلَّه
تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا محض پرتو دیکھا ہے۔

(نبہانی، جواہر البحار، 67:3)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بعض صوفیا کرام کے حوالے سے فرماتے ہیں:

قال بعض الصوفية أكثر الناس عرفوا الله عزوجل و ما عرفوا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، لأنّ حجابَ البشريّة غطتْ أبصارَهم
بعض صوفیا فرماتے ہیں: اکثر لوگوں نے اللہ ربّ العزت کا عرفان تو حاصل کر لیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرفان اُنہیں حاصل نہ ہو سکا اِس لئے کہ بشریت کے حجاب نے اُن کی آنکھوں کو ڈھانپ رکھا تھا۔

(ملا علی قاری، جمع الوسائل، 10:1)

شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَ إنَّ مجموع نوره صلى الله عليه وآله وسلم لو وضع على العرش لذاب و لو جمعت المخلوقات كلّها و وضع عليها ذٰلِكَ النور العظيم لتهافتت و تساقطت
اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ کامل کو عرشِ عظیم پر ظاہر کر دیا جاتا تو وہ بھی پگھل جاتا۔ اِس طرح اگر تمام مخلوقات کو جمع کر کے اُن پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَنوارِ مقدسہ کو ظاہر کر دیا جاتا تو وہ فنا ہو جاتے۔

(عبدالعزیز دباغ، الابریز: 272)

سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟

شیخ عبدالحق محدّث دِہلوی رحمۃ اللہ علیہ اِسی بات کی نشاندہی کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

انبیاء مخلوق اند از اسماءِ ذاتیہ حق و اولیاء از اسماءِ صفاتیہ و بقیہ کائنات از صفاتِ فعلیہ و سید رسل مخلوق ست از ذاتِ حق و ظہورِ حق درو بالذات ست.

تمام انبیاء و رُسل علیہم السلام تخلیق میں اللہ ربّ العزت کے اَسمائے ذاتیہ کے فیض کا پرتو ہیں اور اولیاء (اللہ کے) اَسمائے صفاتیہ کا اور باقی تمام مخلوقات صفاتِ فعلیہ کا پَرتَو ہیں لیکن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ذاتِ حق تعالٰی کے فیض سے ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات میں اللہ ربّ العزت کی شان کا بالذات ظہور ہوا۔

(محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، 2:771)

اِسی مسئلے پر اِمام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لمّا تعلّقت إرادة الحق تعالی بإيجاد خلقه و تقدير رزقه، أبرز الحقيقة المحمدية من الأنوار الصمدية فی الحضرة الأحدية، ثم سلخ منها العوالم كلها علوها و سفلها علی صورة حكمه

جب خدائے بزرگ و برتر نے عالم خلق کو ظہور بخشنے اور اپنے پیمانۂ عطا کو جاری فرمانے کا ارادہ کیا تو اپنے انوارِ صمدیت سے براہ راست حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہِ احدیت میں ظاہر فرمایا اور پھر اس ظہور کے فیض سے تمام عالم پست و بالا کو اپنے امر کے مطابق تخلیق فرمایا۔

(قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 1:55)

اِسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا تھا:

يا أبابكر! والذی بعثنی بالحق! لم يعلمنی حقيقة غير ربی

اے ابوبکر! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میری حقیقت میرے پروردگار کے سوا کوئی دُوسرا نہیں جانتا۔

(محمد فاسی، مطالع المسرات:129)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مذکورہ بالا تمام اَقوال کی نہ صرف توثیق کرتا ہے بلکہ اُن پر مہرِ تصدیق بھی ثبت کرتا ہے۔

حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا راز دان

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کی حقیقت کو اپنی مخلوقات سے مخفی رکھا اور تجلیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پردوں میں مستور فرمایا، اِسی طرح آپ ا کے اوصافِ ظاہری کو بھی وہی پروردگارِ عالم خوب جانتا ہے۔ محدثین، مفسرین اور علمائے حق کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ ظاہری کی حقیقت بھی مکمل طور پر مخلوق کی دسترس سے باہر ہے۔ اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ بطور تمثیل ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو اُن کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے کہ

آں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

1۔ امام ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من وصفه صلى الله عليه وآله وسلم فإنما وصفه على سبيل التمثيل وإلا فلا يعلم أحد حقيقة وصفه إلا خالقه

جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَوصاف بیان کئے بطور تمثیل ہی کئے ہیں، اُن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

(بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ:19)

2۔ امام علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کانت صفاته صلى الله عليه وآله وسلم الظاهرة لا تدرك حقائقها

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ ظاہرہ کے حقائق کا اِدراک بھی ممکن نہیں۔ (حلبی، السیرۃ الحلبیہ، 3:434)

3۔ اِمام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذه التشبيهات الواردة في حقه عليه الصلوة والسلام إنما هي على سبيل التقريب والتمثيل وإلا فذاته أعلى

اَسلاف نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَوصاف کا جو تذکرہ کیا ہے یہ بطورِ تمثیل ہے، ورنہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور مقام اُس سے بہت بلند ہے۔ (قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 1:249)

4۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مرا در تکلم در اَحوال و صفاتِ ذاتِ شریفِ وی و تحقیق آں حرجے تمام است کہ آں مُتشابہ ترین مُتشابہات است نزدِ من کہ تاویلِ آں ہیچ کس بجز خدا نداند و ہر کسے ہر چہ گوید بر قدر و اندازۂ فہم و دانش گوید و اُو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از فہم و دانشِ تمام عالم برتر است.

میں نے حضور علیہ السلام کے محامد و محاسن پر اِظہارِ خیال کرتے ہوئے ہمیشہ ہچکچاہٹ محسوس کی ہے، کیونکہ (میں سمجھتا ہوں کہ) وہ ایسے اہم ترین متشابہات میں سے ہیں کہ اُن کی حقیقت پروردگارِ عالم کے سوا کوئی دُوسرا نہیں جانتا۔ جس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف بیان کی اُس نے اپنے فہم و فراست کے مطابق بیان کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی ذاتِ اقدس تمام اہلِ عالم کی فہم ودانش سے بالا ہے۔

(محدث دہلوی، شرح فتوح الغیب: 340)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، لَهُ شَعَرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ، بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيرِ، وَلا بِالطَّوِيلِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی زلفوں والا سرخ (دھاری دار) جوڑے میں حضور اکرم ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا آپ کے بال مبارک کندھوں تک پہنچتے تھے اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا، آپ نہ تو چھوٹے قد کے تھے اور نہ ہی آپ کا قد مبارک زیادہ لمبا تھا۔

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کیوں؟

اسلام کا مطالبہ ہے کہ ہر مؤمن کے نزدیک تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب ترین ذات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہونی چاہے، حتی کہ اسے اپنی جان سے بھی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہے اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

(بخاری: کتاب الایمان: باب حب الرسول من الایمان، رقم 15)

صحابی رسول انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

سوال یہ ہے کہ ہر مؤمن کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے اس کی کیا وجہ، مرکزی وجہ یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے پر آمادہ کرے، لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ صلی اللہ کی ذات میں بھی ایسی خوبیاں موجود ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کا فطری تقاضہ کرتی ہیں، ان خوبیوں کے تذکرہ سے قبل آیئے دیکھتے ہیں کہ کسی سے محبت کیوں کی جاتی ہے؟ اگر ہم اہل دنیا کی محبتوں کا جائزہ لیں اور ان کے واقعات پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر محبت کے پیچھے درج ذیل تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب ہوتا ہے:

☆ محبوب کا احسان

☆ محبوب کا کردار

☆ محبوب کا حسن وجمال

اہل دنیا کی محبتوں کے پیچھے ان اسباب میں سے کوئی ایک ہی سبب ہوتا ہے، یعنی کوئی صرف کسی کے احسان کے سبب اس سے محبت کرنے لگتا ہے، خواہ وہ عمدہ کردار اور حسن وجمال سے محروم ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح کوئی شخص کسی فن میں مہارت رکھتا ہے تو کچھ لوگ اس پر فداء ہوجاتے ہیں چاہے وہ احسان اور حسن وجمال کی خوبی سے عاری ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح کوئی حسین وجمیل ہے تو لوگ اس کے بھی گرویدہ ہوجاتے ہیں گرچہ وہ بداخلاق اور بدکردار ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن جب ہم جب ہم اہل ایمان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو دیکھتے ہیں تو پوری انسانیت میں صرف اور صرف یہی ایک ایسی محبوب ذات نظر آتی ہے جن کی

محبت کے پیچھے نہ صرف یہ کہ مذکوہ جملہ اسباب محبت بیک وقت پائے جاتے ہیں بلکہ یہ اسباب درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم الميل قد يكون لما يستلذه الانسان ويستحسنه كحسن الصورة والصوت والطعام ونحوها وقد يستلذه بعقله للمعانى الباطنة كمحبة الصالحين والعلماء وأهل الفضل مطلقا وقد يكون لاحسانه إليه ودفعه المضار والمكاره عنه وهذه المعانى كلها موجودة فى النبى صلى الله عليه و سلم لما جمع من جمال الظاهر والباطن وكمال خلال الجلال وأنواع الفضائل واحسانه إلى جميع المسلمين بهدايته اياهم إلى الصراط المستقيم ودوام النعم والابعاد من الجحيم۔ (شرح النووی علی مسلم:142)

کبھی کسی سے محبت اس لذت کی بنا پر ہوتی ہے جسے انسان کسی کی صورت وآواز یا کھانے وغیرہ میں محسوس کرتا ہے، کبھی ان اندورنی خوبیوں کی بنا پر ہوتی ہے جسے انسان اپنے شعور کے ذریعہ بزرگوں، اہل علم یا ہر قسم کے اہل فضل لوگوں میں محسوس کرتا ہے، اور کبھی محبت اپنے اوپر کئے گئے احسان یا اپنی مشکلات کا ازالہ کئے جانے کی بنا پر ہوجاتی ہے، اور یہ تمام اسباب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت ہر قسم کے ظاہری و باطنی جمال وکمال اور ہر قسم کے فضائل وکردار سے متصف ہیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراط مستقیم اور دائمی نعمتوں کی طرف تمام مسلمانوں کی رہنمائی کر کے اور جہنم سے انہیں دور کر کے احسان عظیم کیا ہے۔ (ایک مفکر کا خیال)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِالطَّوِيلِ، وَلَا بِالْقَصِيرِ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، ضَخْمُ الرَّأْسِ، ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ، طَوِيلُ الْمَسْرُبَةِ، إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا، كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ، لَمْ أَرَ قَبْلَهُ، وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ، صلى الله عليه وسلم۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نہ تو زیادہ لمبے قد کے تھے اور نہ پست قد، آپکی ہتھیلیاں اور پاؤں، گوشت سے پر تھے سر مبارک اور کاندھوں کے جوڑ بھاری اور مضبوط تھے اور سینہ مبارک سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک باریک اور لمبی) لکیر تھی جب آپ چلتے تو آگے کی جانب جھکاؤ ہوتا گویا بلندی سے (نشیب میں) اتر رہے ہیں میں نے نہ تو آپ سے پہلے آپ جیسا کوئی دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمٰن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: یعنی حضور انور کی داڑھی شریف نہ تو کچی تھی جو صرف ٹھوڑی پر ہوتی ہے بلکہ بھرا خط تھا اور نہ آپ کٹواتے تھے بلکہ پوری ایک مشت یعنی چار انگل رکھتے تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث شریف کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور انور داڑھی کو اطراف سے لیتے تھے۔اس کی تفسیر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا وہ عمل ہے کہ آپ اپنی داڑھی شریف مٹھی سے پکڑتے جو حصہ مٹھی سے باہر ہوتا اسے کٹوا دیتے تھے۔تمام انبیاء کرام گھنی داڑھی والے تھے،حضور انور کی داڑھی شریف بھی گھنی اور بڑی تھی ایک مشت۔اور ہتھیلیاں اور تلوے بھرے ہوئے یہ بڑا حسن ہے۔

مشرب باب افعال کا مفعول ہے جس کے معنی ہیں سفیدی میں کچھ تھوڑی سرخی پلائی ہوئی۔ بالکل سرخ رنگ بھی اچھا نہیں اور سرخی میں سفیدی کی جھلک بھی حسن نہیں بلکہ سفیدی میں سرخی کی جھلک اعلیٰ حسن ہے۔ اس حسن کا نام ملاحت ہے یعنی نمکین حسن، پچھلے دو حسنوں کو صباحت کہا جاتا ہے۔

کرادیس جمع ہے کردوس کی، اس کے معنی ہیں جوڑ جہاں دو ہڈیاں جڑتی ہیں جیسے کندھے، گھٹنے، کلائی، کہنی وغیرہ۔ ہڈیوں کے کناروں کو بھی کردوس کہتے ہیں، یہ اگر موٹے ہوں تو اعضاء میں طاقت وقوت پوری ہوتی ہے۔

مشربہ بالوں کی وہ پتلی دوڑی جو سینہ کے کنارہ سے ناف تک ہوتی ہے یہ کسی کے ہوتی ہے کسی کے نہیں۔ یہ ڈوری علامت ہے وفاداری کی اگر سینہ بالوں سے ننگا ہو تو آدمی اکثر بے وفا مطلبی ہوتا ہے۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چال میں ضعف بھی نہ تھا اور تکبر بھی نہیں، قوت والی تواضع والی چال تھی، سر جھکا ہوا قدم پوری طاقت سے اٹھتا پوری طاقت سے زمین پر پڑتا تھا۔ یہ لفظ بنا ہے کفو سے بمعنی قدم پر اعتماد۔

یہاں قبلہٗ سے مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اور بعدہٗ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیونکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے پہلے کا زمانہ دیکھا ہی نہیں آپ حضور انور سے قریبًا تیس سال چھوٹے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۸ ص۴۹)

ساقِ اصل قدم شاخ نخل کرم
شمع راہ اصابت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآن نے خاکِ گزر کی قسم
اُس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، وَأَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ وَهُوَ ابْنُ أَبِي حَلِيمَةَ ، وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ ، قَالُوا : حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ مَوْلَى غُفْرَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، قَالَ : كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، قَالَ : لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِالطَّوِيلِ الْمُمَّغِطِ ، وَلَا بِالْقَصِيرِ الْمُتَرَدِّدِ ، وَكَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ ، لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ ، وَلَا بِالسَّبْطِ ، كَانَ جَعْدًا رَجِلًا ، وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ ، وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ ، وَكَانَ فِي وَجْهِهِ تَدْوِيرٌ ، أَبْيَضُ مُشْرَبٌ ، أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ ، أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ ، جَلِيلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ ، أَجْرَدُ ، ذُو مَسْرُبَةٍ ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ آپ نہ بہت لمبے قد کے تھے اور نہ ہی زیادہ چھوٹے قد کے بلکہ درمیانہ قد کے تھے اور آپ کے بال مبارک نہ تو زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ بل دار سیدھے تھے۔ آپ کا جسم گوشت سے پر نہیں تھا بلکہ (چہرہ مبارک میں) کسی قدر گولائی تھی۔ آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ آنکھیں خوب سیاہ سرگیں اور پلکیں گھنی اور لمبی تھیں۔ جوڑ اور کندھوں کے درمیان کی جگہ مضبوط تھی، عام بدن بالوں سے خالی تھا البتہ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک اور لمبی لکیر تھی۔ آپ کی ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے جب آپ چلتے تو زور سے پاؤں اُٹھاتے گویا بلندی سے اُتر رہے ہیں جب آپ کسی کی طرف دیکھتے تو پوری طرح دیکھتے آپ کے کندھوں کے

وَالْقَدَمَيْنِ، إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ فِي صَبَبٍ ، وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا ، بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ ، وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ، أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا ، وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً ، وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً ، وَأَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً ، مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهُ ، وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ ، يَقُولُ نَاعِتُهُ : لَمْ أَرَ قَبْلَهُ ، وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صلى الله عليه وسلم۔

درمیان مہر نبوت تھی اور آپ آخری نبی ہیں۔ آپ دل کے بڑے سخی، زبان کے نہایت سچے، نہایت نرم طبیعت اور شریف ترین گھرانے والے تھے جو آپ کو یکدم دیکھتا اس پر ہیبت طاری ہو جاتی اور جو آپ کو جان پہچان سے دیکھتا محبت کرتا، آپ کی تعریف کرنے والا کہتا کہ میں نے نہ آپ سے پہلے آپ جیسا دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہاں وصف سے مراد ہے صورت پاک کی صفات بیان کرنا یعنی حلیہ شریف۔ حضور انور کی نعت شریف چند قسم پر ہے:

حضور کے نور کا بیان، صورت کا بیان، سیرت و اخلاق کا بیان، گھر والوں سے برتاوے کا بیان، مخلوق سے تعلق کا بیان، رب کی عبادات کا بیان، بندوں سے معاملات کا بیان، حضور کی جود و سخا و کرم نوازیوں کا بیان غرضکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حال ہر کمال لازوال کی تعریفیں دریا ناپیدا کنار ہیں۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

ممغط بمعنی ممدود ہے باب انفعال کا اسم مفعول ہے یعنی انتہائی دراز لمبے، اور

متردد بمعنی انتہائی ہے یعنی بہت ہی پستہ قد۔ (مرقات)

حضور انور کے بال شریف سیدھے اور کناروں پر خم دار تھے اسے اردو میں کنڈل والے بال کہتے ہیں۔ یہ بہت ہی حسین ہوتے ہیں حضور کے بال، کھال، خدو خال، رخسار، گفتار، کردار سب ہی حسین تھے، حضور حسن کے مرکز ہیں جہاں سے حسن تقسیم ہوتا ہے۔

مطھم بہت موٹے کو بھی کہتے ہیں اور بہت دبلے کو بھی یہ لفظ دوضدوں کے لیے وضع کیا گیا ہے یعنی جیسے حضور انور میانہ قد تھے نہ بہت دراز نہ بہت پستہ قد یوں ہی حضور میانہ جسم تھے نہ بہت بھاری نہ بہت پتلے جسم والے۔ (مرقات)

اذعج وہ آنکھ ہے جس کی سفیدی بھی تیز ہو اور پتلی کی سیاہی بھی خوب تیز ہو یہ آنکھ کا بہت حسن ہے، گدلی سفیدی یا بھوری پتلی حسن کے خلاف ہیں، لمبے پلک حسن ہے پلکوں کا چھوٹا ہونا یا بالکل نہ ہونا حسن کے خلاف ہے۔

جلیل بمعنی موٹے یا بھاری، مشاش ہڈیوں کا کنارہ کندھوں کا کنارہ یا کندھے۔

یعنی کلائیوں پنڈلیوں وغیرہ پر بہت بال نہ تھے۔ خیال رہے کہ یہ اعضاء شریفہ بالوں سے بالکل خالی نہ تھے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ (مرقات)

صبب بلندی کو بھی کہتے ہیں اور نشیبی زمین کو بھی، پہلے صبب بمعنی بلندی گزر چکا یہاں بمعنی گہرائی ہے۔ انسان چڑھتے اترتے دونوں حالتوں میں خوب طاقت سے چلتا ہے لہٰذا دونوں فرمان بالکل درست ہیں کہ سرکار کی رفتار بہت طاقت سے ہوتی تھی جیسے چڑھتے یا اترتے وقت چلا جاتا ہے۔

یعنی اپنے داہنے بائیں کنکھیوں سے نہ دیکھتے تھے بلکہ ادھر دیکھنا ہوتا تو ادھر گھوم کر دیکھتے تھے پوری توجہ سے۔

مہر نبوت کی تفصیل پہلے گزر گئی یہ مہر خاتم النبیین ہونے کی علامت تھی اسی لیے

کسی نبی کو یہ معجزہ عطا نہیں ہوا کیونکہ ان میں کوئی صاحب خاتم النبیین نہ تھے۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاوا اپنے پرایوں سے بہت ہی اچھا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کسی کو تکلیف نہ پہنچی، جب کسی پر سختی کہ تو اللہ کے لیے جیسے جہاد پر کفار مجرمین کو سزائیں۔

معلوم ہوا کہ چہرہ انور میں وقار رعب دبدبہ اور ہیبت تھی کہ جو اچانک دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا مگر اخلاق کریمانہ ایسے تھے کہ چند روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر رہتا تو آپ سے مانوس ہو جاتا، اب بھی روضہ انور پر ہیبت ہے پہلی بار حاضری پر دل تھرا جاتا ہے پھر وہاں سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا حتی کہ وداع کے وقت آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ شعر

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینے سے
ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے
روضہ اچھا زائر اچھے اچھی راتیں اچھے دن
سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

حضرات صحابہ کرام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کیا دیکھتے حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نہ دیکھا، دیکھتے کیسے خدا نے حضور کا مثل بنایا ہی نہیں۔ حضور انور کی بے مثالی کا مسئلہ ہم نے تفسیر نعیمی پارہ اول میں اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی تفسیر میں کچھ تفصیل سے عرض کیا ہے جسے کہتے ہیں مسئلہ امتناع النظیر۔ حضور کا مثل ناممکن ہے۔ خیال رہے کہ آیت کریمہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ سے مراد یہ ہے کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں اس چیز میں مثل کہ خالص بندہ ہوں مجھ میں الوہیت کا شائبہ نہیں، نہ خدا ہوں، نہ خدا کا جز، نہ خدا کا بیٹا بھائی وغیرہ بلکہ خالص بندہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں ایکم مثلی تم میں مجھ جیسا کون ہے یعنی کوئی نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۸ ص۵۰)

مسئلہ امتناع النظیر کی وضاحت از حضور غزالی ءزماں سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرات محترم! اللہ عزوجل کے قادر مطلق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز حق سبحانہ وتعالیٰ کے شایان شان ہے اس کی قدرت کے ماتحت ہے۔ اسی کو ممکن کہتے ہیں اور جو چیز محال ہے یعنی نہیں ہوسکتی وہ اپنی ذات میں عیب دار اور ناقص ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ تحت قدرت باری تعالیٰ ہو سکے اس سے اللہ عزوجل کا عاجز ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس امر محال کا فی نفسہ خراب اور ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے، پیشاب سے وضو نہیں ہوسکتا اس سے وضو کرنے والے کا عجز ثابت نہیں ہوتا بلکہ پیشاب کا عیب دار اور ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے کہ اس میں اس امر کی صلاحیت نہیں کہ اس سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کی جائے۔

جو باتیں شان الوہیت کے لائق نہیں ان کا تحت قدرت نہ ہونا عین کمال ہے مثلاً اپنے جیسا معبود پیدا کرنا اپنی ذات کو معاذ اللہ فنا کر دینا اپنے لئے بیوی اولاد بھائی رشتہ دار بنانا اسی طرح جھوٹ بولنا حضرت محمد عربی ﷺ کی نظیر پیدا کرنا۔ ان سب باتوں کے لئے ضروری ہے کہ تحت قدرت باری تعالیٰ نہ ہوں ورنہ اس کی توحید اس کی حیات لم یلد ولم یولد اس کا صدق، اس کے حبیب ﷺ کا خاتم النبیین ہونا، سب کی نفی ہو جائے گی حالانکہ ان تمام امور کا حق ہونا واجب اور ضروری ہے۔ نظیر حضرت محمد ﷺ سے مراد یہ ہے کہ وجود میں حضور سید عالم ﷺ کی طرح تمام مخلوق میں سب سے پہلے پیدا ہو اور بعثت دنیوی میں سب نبیوں کے بعد ہو اور ظاہر ہے کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ کائنات کی پیدائش ہو چکی اب اولیت ممکن نہیں اسی طرح تمام انبیاء مبعوث ہو چکے جن میں سید عالم ﷺ بھی شامل ہیں اگر کوئی نظیر حضرت محمد عربی ﷺ کی فرض کی جائے تو وہ ہمارے آقا تاجدار مدنی ﷺ کے بعد ہی ہوگا اس صورت میں

حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین نہ رہیں گے کیونکہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا مثل نبی بن کر آئے گا جو کہ محال ہے لہذا حضور سید عالم ﷺ کا نظیر پیدا ہونا محال ہے۔ بہر نوع تاجدار مدنی ﷺ ممتنع النظیر ہیں، آپ جیسا پیدا نہیں ہوسکتا رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور دیکھ کر اہل عرب بولے۔

محمد ﷺ دوسرا پیدا جہاں میں ہونہیں سکتا

بلکہ حضور ﷺ کا جس سے تعلق ہو گیا وہ بھی بے مثل ہو گیا اللہ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یا نساء النبی لستن کاحد من النساء

اے نبی کی (پاک) بیویوں! تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں۔

(پارہ ۲۲ الاحزاب آیت نمبر ۳۲)

یعنی اے میرے حبیب ﷺ کی بیویوں! تم جہاں بھر میں کسی کی مثل نہیں ہو۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کی ازواج مطہرات کو دنیا کی ہر عورت کے مقابلے میں بے مثل فرمایا حالانکہ وہ عورتیں تھیں اور دنیا میں اور عورتیں بھی تھیں مگر ازواج مصطفی ﷺ کی کوئی مثل نہیں۔ کیوں! اس لئے کہ ان کا تعلق اللہ عزوجل کے پیارے حبیب ﷺ سے ہوا کیونکہ آپ ﷺ بے مثل ہیں اس لئے آپ ﷺ کی پاک بیویاں بھی بے مثل ہوئیں۔ پس آپ ﷺ کے ساتھ جس کا تعلق ہو جائے وہ بھی بے مثل ہو جاتا ہے۔

شبہ

یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ جب حضور سید عالم ﷺ سے تعلق رکھنے والا بے مثل ہوسکتا ہے تو اسی تعلق کی وجہ سے سرکار ﷺ کی امت بھی بے مثل ہو گی اور قاعدہ ہے بے مثل، بے مثل کی مثل ہوتا ہے لہذا ہم سرکار ﷺ کی مثل ہوئے۔

شبہ کا ازالہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرتبہ میں بے مثل ہیں اور امت اپنے مرتبہ میں بے مثل ہے جس طرح قرآن کریم میں ہے:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس

تم بہترین امت ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں۔

(آل عمران آیت ۱۱۰)

یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلامو! تم ایسی بہترین امت ہو جو لوگوں کے واسطے نکالی گئی ہو گویا تم تمام امتوں میں بہترین امت ہو اور تم رسولوں کی امتوں میں بے مثل امت ہو۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء میں بے مثل ہیں۔ حدیث پاک میں ہے جب تک میں جنت میں نہ جاؤں گا کوئی نبی جنت میں نہ جائے گا اور جب تک میری امت جنت میں نہ جائے گی اور کوئی امت جنت میں نہ جائے گی۔ اب اس سے واضح ہو گیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل ہونا اپنے رتبہ کے لائق ہے اور امت کا بے مثل ہونا اپنے مرتبہ کے موافق ہے۔ واللہ اعلم!

حضور غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں؛

حضرات محترم! سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل اور نظیر محال بالذات ہے اور ممتنع ٹھہری ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول مخلوق اور آخری مبعوث ہیں۔ اب اگر دوسرے محمد کا وجود فرض کریں تو وہ اول نہ ہوا۔ کیونکہ ابتدائے خلق ہو چکی۔ جس کی واپسی عقلا محال بالذات ہے پس اگر دوسرا ہو بھی تو اول نہ ہو گا جب اول نہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل بھی نہ ہوا۔ دوسرے محمد کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کے منافی ہے جس وقت بھی اس کا وجود فرض کریں گے تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کے عدم کو بھی ماننا پڑے گا گویا دوسرے محمد کے وجود نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال خاتمیت

کو ختم کر دیا تو جو شخص اپنے مقابل کے کمال کو ختم کر دے وہ اس کی مثل نہ ہوگا بلکہ افضل ہوگا۔ لہٰذا دوسرے محمد کا وجود محال بالذات ہے۔ دوسرا محمد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال خاتمیت کے منافی ٹھہرا اور اس سے معاذ اللہ کلام الٰہی کا کذب بھی لازم آیا کیونکہ اللہ عزوجل نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔ دوسرے کا وجود اس کلام کی تکذیب کا موجب ہوگا اور کلام الٰہی کی تکذیب محال۔ لہٰذا دوسرے محمد کا پیدا ہونا بھی محال ہے۔ وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم!

(خطبات کاظمی جلد چہارم ص ۱۷۹۔۱۷۸)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعِجْلِيُّ، إِمْلاءً عَلَيْنَا مِنْ كِتَابِهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، مِنْ وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ، يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنٍ لأَبِي هَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ، وَكَانَ وَصَّافًا، عَنْ حِلْيَةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا أَتَعَلَّقُ بِهِ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَخْمًا

جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ کے زیادہ واصف تھے آپ کے حلیہ مبارکہ کے بارے میں سوال کیا اور میری خواہش تھی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مجھ سے بیان کریں تا کہ میں انہیں یاد رکھ سکوں تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذیشان معزز تھے آپ کے چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ نہایت متناسب قد رکھتے تھے۔ آپ کا سر مبارک بڑھا تھا اور بال مبارک قدرے بل کھائے ہوئے تھے، اگر سر کی مانگ خود بخود نکل

مُفَخَّمًا، يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ ، تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، أَطْوَلُ مِنَ الْمَرْبُوعِ، وَأَقْصَرُ مِنَ الْمُشَذَّبِ، عَظِيمُ الْهَامَةِ، رَجِلُ الشَّعْرِ، إِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيقَتُهُ فَرَّقَهَا ، وَإِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعَرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ ، إِذَا هُوَ وَفَّرَهُ، أَزْهَرُ اللَّوْنِ، وَاسِعُ الْجَبِينِ ، أَزَجُّ الْحَوَاجِبِ ، سَوَابِغَ فِي غَيْرِ قَرَنٍ، بَيْنَهُمَا عِرْقٌ، يُدِرُّهُ الْغَضَبُ ، أَقْنَى الْعِرْنَيْنِ، لَهُ نُورٌ يَعْلُوهُ ، يَحْسَبُهُ مَنْ لَمْ يَتَأَمَّلْهُ أَشَمَّ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، سَهْلُ الْخَدَّيْنِ، ضَلِيعُ الْفَمِ ، مُفْلَجُ الْأَسْنَانِ ، دَقِيقُ الْمَسْرُبَةِ، كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيدُ دُمْيَةٍ، فِي صَفَاءِ الْفِضَّةِ، مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ، بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ ، سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ، عَرِيضُ الصَّدْرِ، بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ ، ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ، أَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ، مَوْصُولُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعَرٍ يَجْرِي كَالْخَطِّ، عَارِي

آتی تو رہنے دیتے ورنہ خود نہ نکالتے جب آپ بالوں کو بڑھاتے تو کانوں کی لو سے تجاوز کر جاتے، آپ چمکدار رنگ والے کشادہ پیشانی والے تھے، ابرو مبارک خم دار، باریک گھنے اور جدا جدا تھے، ابروں کے درمیان ایک رگ تھی جو جلال کے وقت سرخ ہو جاتی، آپ کا ناک مبارک بلندی مائل نہایت خوبصورت اور روشن تھا، غور سے دیکھنے والا آپ کو بلند بینی خیال کرتا آپ کی داڑھی مبارکہ گھنی اور رخسار مبارک نرم اور ہموار تھے۔ دہن مبارک کشادہ تھا اور دانتوں میں بھی فراخی تھی، سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی باریک لکیر تھی۔ آپ کی گردن گویا مورت کی گردن تھی، چاندی کی طرح صاف، آپ کے اعضاء متناسب پر گوشت اور کسے ہوئے تھے، پیٹ مبارک اور سینہ ہموار تھا اور کشادہ اور دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا، مضبوط جوڑوں والے تھے، بدن کا کھلا رہنے والا حصہ بھی روشن تھا۔ سینہ سے ناف تک بالوں نے ایک باریک

الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوَى ذٰلِكَ، أَشْعَرُ الذِّرَاعَيْنِ، وَالْمَنْكِبَيْنِ ، وَأَعَالِي الصَّدْرِ ، طَوِيلُ الزَّنْدَيْنِ، رَحْبُ الرَّاحَةِ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ، سَائِلُ الأَطْرَافِ أَوْ قَالَ: شَائِلُ الأَطْرَافِ خَمْصَانُ الأَخْمَصَيْنِ، مَسِيحُ الْقَدَمَيْنِ، يَنْبُو عَنْهُمَا الْمَاءُ، إِذَا زَالَ، زَالَ قَلِعًا، يَخْطُو تَكَفِّيًا ، وَيَمْشِي هَوْنًا، ذَرِيعُ الْمِشْيَةِ ، إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ، وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيعًا ، خَافِضُ الطَّرْفِ ، نَظَرُهُ إِلَى الأَرْضِ، أَطْوَلُ مِنْ نَظَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ، جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ، يَسُوقُ أَصْحَابَهُ، وَيَبْدَأُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ.

خط بنایا ہوا تھا، اس لکیر کے سوا دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھیں البتہ دونوں کلائیوں، کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر قدرے بال تھے کلائیاں دراز اور ہتھیلی فراخ تھی، ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے، ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں مناسب طور پر لمبی تھیں، پاؤں کے تلوے قدرے گہرے تھے، قدم ہموار تھے اور ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔ جب چلتے تو قوت سے چلتے وقار سے پاؤں اٹھاتے اور پرسکون کشادہ قدم چلتے جب چلتے (تو یوں معلوم ہوتا) گویا بلندی سے اتر رہے ہیں، جب کسی کی طرح دیکھتے تو پوری طرح متوجہ ہوکر دیکھتے، آپ نیچی نگاہ والے تھے اور آسمان کا بجائے زمین کی طرف زیادہ نظر رکھتے۔ آپ کا زیادہ تر دیکھنا آنکھ کے کنارے سے ہوتا تھا، صحابہ کرام کو پہلے روانہ فرماتے پھر آپ تشریف لاتے اور جب کسی سے ملتے تو پہلے سلام کرتے۔

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب
میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

شرح حدیث: جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچانک دیکھتا وہ آپ کے رعب داب سے ڈر جاتا اور پہچاننے کے بعد آپ سے ملتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں سے بڑھ کر خوبرو اور سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث:۳۵۴۹، ج۲،ص۴۸۷)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے چہرہ انور کے بارے میں یہ کہا:

فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔

یعنی میں نے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو بغور دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، الحدیث:۱۹۰۷، ج۱،ص۳۶۲)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب کہا کہ ؎

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

عربی زبان میں بھی کسی مداح رسول نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور کے حسن و جمال کا کتنا حسین منظر اور کتنی بہترین تشریح پیش کی ہے ؎

نَبِيٌّ جَمَالٍ كُلُّ مَا فِيْهِ مُعْجِزٌ مِنَ
الْحُسْنِ لٰكِنْ وَجْهُهُ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى
يُنَادِيْ بَلَالُ الْخَالِ فِيْ صَحْنِ خَدِّهٖ
يُطَالِعُ مِنْ لَا لَاءِ غُرَّتِهِ الْفَجْرَا

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسن و جمال کے بھی نبی ہیں، یوں تو ان کی ہر ہر چیز حسن کا معجزہ ہے لیکن خاص کر ان کا چہرہ تو آیت کبریٰ (بہت ہی بڑا معجزہ) ہے۔ ان کے رخسار کے صحن میں ان کے تل کا بلال ان کی روشن پیشانی کی چمک سے صبح صادق کو دیکھ کر اذان کہا کرتا تھا۔

محراب اَبرو

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابروئے مبارک کی مدح میں فرماتے ہیں کہ ؎

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
اُن بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

اور حضرت محسن کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چہرہ انور میں محراب ابرو کے حسن کی تصویر کشی کرتے ہوئے یہ لکھا کہ ؎

مہ کامل میں مہ نور کی یہ تصویریں ہیں
یا کھنچی معرکۂ بدر میں شمشیریں ہیں

مقدس پیشانی

قدرتی طور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانی پر ایک نورانی چمک تھی۔ چنانچہ دربار رسالت کے شاعر مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حسین وجمیل نورانی منظر کو دیکھ کر یہ کہا ہے کہ ؎

مَتَی یَبْدُ فِی الدَّاجِی الْبَہِیْمِ جَبِیْنُہٗ!
یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَی الْمُتَوَقِّدِ

(شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری، ۱۵۷)

یعنی جب اندھیری رات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس پیشانی ظاہر ہوتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جس طرح رات کی تاریکی میں روشن

چراغ چمکتے ہیں۔

آواز مبارک

یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے خصائص میں سے ہے کہ وہ خوب صورت اور خوش آواز ہوتے ہیں لیکن حضورِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ خوبرو اور سب سے بڑھ کر خوش گلو، خوش آواز اور خوش کلام تھے، خوش آوازی کے ساتھ ساتھ آپ اس قدر بلند آواز بھی تھے کہ خطبوں میں دور اور نزدیک والے سب یکساں اپنی اپنی جگہ پر آپ کا مقدس کلام سن لیا کرتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، الفصل الاول فی کمال خلقتہ...الخ، ج۵، ص ۴۴۴۔۴۴۵)

جس میں نہریں ہیں شیر وشکر کی رواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

دستِ رحمت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم اور دیبا کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم و نازک نہیں پایا اور نہ کسی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بہتر اور بڑھ کر خوشبودار پایا۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۵۶۱، ج ۲، ص ۴۸۹)

جس شخص سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصافحہ فرماتے وہ دن بھر اپنے ہاتھوں کو خوشبودار پاتا۔ جس بچے کے سر پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا دست اقدس پھرا دیتے تھے وہ خوشبو میں تمام بچوں سے ممتاز ہوتا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر ادا کی پھر آپ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی نکلا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر چھوٹے چھوٹے بچے آپ کی طرف دوڑ پڑے تو آپ ان میں سے ہر

ایک کے رخسار پر اپنا دستِ رحمت پھیرنے لگے میں سامنے آیا تو میرے رخسار پر بھی آپ نے اپنا دستِ مبارک لگا دیا تو میں نے اپنے گالوں پر آپ کے دستِ مبارک کی ٹھنڈک محسوس کی اور ایسی خوشبو آئی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ کسی عطر فروش کی صندوقچی میں سے نکالا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، الحدیث: ۲۳۲۹،ص ۱۲۷۱)

اس دست مبارک سے کیسے کیسے معجزات وتصرفات عالم ظہور میں آئے ان کا کچھ تذکرہ آپ معجزات کے بیان میں پڑھیں گے۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام
جس کو بار دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام
کعبہ دین و ایماں کے دونوں ستون
ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام
جس کے ہر خط میں ہے موج نور کرم
اُس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی، ہر چند تلاش کی مگر اندھیرے کے سبب سے نہ ملی۔ پس حضور ماہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ کے رُخ انور کی روشنی سے سارا کمرا روشن ہو گیا اور سُوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتا

چل گیا۔ (ابن عساکر خصائص کبری)

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دہن مبارک فراخ، موزوں اور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضلیع الفم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دہنِ مبارک فراخ تھا۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 6: 33، ابواب المناقب، رقم: 3647) (ترمذی، الجامع الصحیح، 6: 33، ابواب لمناقب، رقم: 3646) (احمد بن حنبل، المسند، 5: 97، رقم: 20952) (ابن حبان، الصحیح، 14: 199، رقم: 6288) (طیالسی، المسند، 1: 104، رقم: 765) (طبرانی، المعجم الکبیر، 2: 220، رقم: 1904) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 416) (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، 6: 22) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 35، رقم: 24)

دہنِ اقدس چہرۂ انور کے حسن و جمال کو دوبالا کرتا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہنِ مبارک سے جو کلمہ ادا ہوتا حق ہوتا، حق کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ یہ علم و حکمت کا چشمۂ آبِ رواں تھا جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى O إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى O

اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے O وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) اُن پر وحی ہوتی ہے O

(القرآن، النجم، 53: 3، 4)

غصہ کی حالت میں بھی دہنِ اقدس سے کلمۂ حق ہی ادا ہوتا۔ چنانچہ حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات کو حیطۂ تحریر میں لے آیا کرتے تھے کیونکہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اُن سے فرمایا تھا:

أكتب، فوالذي نفسي بيده! ما يخرج منه إلا حق

لکھو (جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے)، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔

(ابوداؤد، السنن، 3:315، کتاب العلم، رقم:3646)(ابن ابی شیبہ، المصنف، 5:313، رقم: 26428)(بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، 1:415، رقم:756)(عسقلانی، فتح الباری، 1:207)

(حسن رامہرمزی، المحدث الفاصل، 1:366)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان، اللہ کا فرمان، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نطق، نطقِ الٰہی، جس میں خواہشِ نفس کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم سے کبھی کبھی دل لگی بھی فرمالیا کرتے تھے۔ خوش کلامی، مزاح اور خوش مزاجی کے جواہر سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو مزین ہوتی لیکن اُس خوش طبعی، خوش مزاجی یا خوش کلامی میں بھی شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا، مزاح اور دل لگی میں بھی جو فرماتے حق فرماتے

❖ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ضَلِيعَ الْفَمِ، أَشْكَلَ الْعَيْنِ، مَنْهُوسَ

سماک بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دہن مبارک کشادہ، آنکھیں فراخ اور سرخ مائل اور ایڑیاں مبارک دبلی پتلی تھیں۔

الْعَقِبِ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: حضرت سماک ابن حرب مشہور تابعی ہیں، کوفی ہیں، تیس صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے، بہت مقبول الدعا تھے، خود کہتے ہیں کہ میری بینائی جاتی رہی تھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس نے مجھے بینائی واپس فرمادی۔ (اشعہ)

منہ کی کشادگی حسن ہے اور منہ کی تنگی بدزیب مگر کشادگی زیادہ مراد نہیں کہ وہ بدزیب ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں کشادگی منہ سے مراد ہے فصاحت و بلاغت مگر یہ قوی نہیں کہ یہاں حلیہ شریف کا ذکر ہے فصاحت کو حلیہ شریف سے تعلق نہیں۔

اشکل بنا ہے **شکلہ** سے، **شکلہ** کے معنی ہوتے ہیں مخلوط رنگ جس میں سفیدی میں سرخ ڈورے ہوں یا آنکھ کی سفیدی مائل بہ سرخی ہو اسی سے بنا ہے اشکل۔

عربی میں **وجہ** کہتے ہیں چہرہ کو اور فم کہتے ہیں دہان یعنی منہ کو، کشادہ منہ سے مراد ہے ہونٹ قدرے دراز ہوں یہ بھی حسن و خوبی ہے۔

محدثین فرماتے ہیں کہ سماک نے جو اشکل العین کی تفسیر کی ہے وہ درست نہیں تمام محدثین کا اسی پر اتفاق ہے کہ اشکل کے معنی یہ نہیں، اس کے معنی وہ ہی ہیں جو ابھی مذکور ہوئے یعنی آنکھ کی تیز سفیدی میں سرخ باریک ڈورے یہ بھی حسن ہے۔

پتلی ایڑی بہت حسین ہوتی ہے موٹی و چوڑی ایڑی بھدی ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حسن کے تمام اوصاف جمع تھے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۸ ص ۴۳)

نورانی آنکھ

نیچی آنکھوں کی شرم وحیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں کا یہ اعجاز ہے کہ آپ بہ یک وقت آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے، دن رات، اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھا کرتے تھے۔ (الخصائص الکبریٰ للسیوطی، باب المعجزۃ والخصائص۔۔۔الخ، ج۱، ص ۱۰۴ والمواھب اللدنیۃ، وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی کمال خلقتہ۔۔۔الخ، ج۵، ص ۲۶۳، ۲۶۴)

چنانچہ بخاری و مسلم کی روایات میں آیا ہے کہ

اَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ بَعْدِیْ۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الرکوع، الحدیث ۸۶۸، ج۱، ص ۱۸۰)

یعنی اے لوگو! تم رکوع و سجود کو درست طریقے سے ادا کرو کیونکہ خدا کی قسم! میں تم لوگوں کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

صاحبِ مرقاۃ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ

وَھِیَ مِنَ الْخَوَارِقِ الَّتِیْ اُعْطِیَھَا عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، تحت الحدیث: ۸۶۸، ج۲، ص ۵۹۱)

یعنی یہ باب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان معجزات میں سے ہے جو آپ کو عطا کئے گئے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کا دیکھنا محسوسات ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ غیر مرئی و غیر محسوس چیزوں کو بھی جو آنکھوں سے دیکھنے کے لائق ہی نہیں ہیں دیکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ وَاللّٰهِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الخشوع فی الصلاۃ، الحدیث: ۷۴۱، ج۱، ص ۲۶۲)

یعنی خدا کی قسم! تمہارا رکوع و خشوع میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ سبحان اللہ! پیارے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانی آنکھوں کے اعجاز کا کیا کہنا؟ کہ پیٹھ

کے پیچھے سے نمازیوں کے رکوع بلکہ ان کے خشوع کو بھی دیکھ رہے ہیں۔

"خشوع" کیا چیز ہے؟ خشوع دل میں خوف اور عاجزی کی ایک کیفیت کا نام ہے جو آنکھ سے دیکھنے کی چیز ہی نہیں ہے مگر نگاہ نبوت کا یہ معجزہ دیکھو کہ ایسی چیز کو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جو آنکھ سے دیکھنے کے قابل ہی نہیں ہے۔ سبحان اللہ! چشمانِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعجاز کی شان کا کیا کوئی بیان کرسکتا ہے؟ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قبلہ بریلوی قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ؎

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم "والنجم" میں ہے آپ کی بینائی کی
فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے امی تری دانائی کی

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ أَشْعَثَ يَعْنِي ابْنَ سَوَّارٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ، فَلَهُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چودھویں رات میں (دھاری دار) سرخ یمنی جوڑا پہنے ہوئے دیکھا میں (کبھی) میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف تو آپ میرے نزدیک یقیناً چاند سے زیادہ حسین تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ: آپ کا نام جابر ابن سمرہ ہے، کنیت ابو عبداللہ ہے، قبیلہ بنی عامر ہے، حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں، کوفہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی، ۷۴ھ چوہتر میں وفات پائی۔ (اکمال)

اضحیان الف اور ح کے کسرہ سے وہ رات جس میں چاند رات بھر رہے یعنی چودھویں شب اور بادل بھی نہ ہو آسمان صاف ہو جب یہ دو شرطیں ہوں تو اسے اضحیان کہتے ہیں۔

اس طرح کہ کبھی تو آسمان کے چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی اپنے مدینہ کے چاند شمس الضحٰی بدرالدجی کو صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ حضور انور کا چہرہ دیکھنا بھی اعلٰی عبادت ہے جیسے قرآن مجید کا دیکھنا بھی عبادت ہے بلکہ قرآن کو دیکھنے سے چہرہ انور دیکھنا اعلٰی وافضل ہے کہ قرآن کو دیکھ کر مسلمان صحابی نہیں بنتا حضور کا چہرہ دیکھ کر صحابی بن جاتا ہے، ان کا نام مسلمان بنائے، ان کا چہرہ صحابی بنائے اور ان کا تصور عارف بناتا ہے۔ شعر

تجھی کو دیکھنا تیری ہی سننا تجھ میں گم ہونا
حقیقت معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

فرشتے قبر میں وہ چہرہ ہی دکھاتے ہیں پہچان کراتے ہیں قرآن مجید یا کعبہ معظمہ نہیں دکھاتے، انہیں کے چہرے کی شناخت پر قبر میں بیڑا پار ہوتا ہے، ہر مؤمن کی قبر مدینہ ہے بلکہ ہر مؤمن کا سینہ مدینہ ہے۔ ہم نے عرض کیا ہے ؎

بنادو میرے سینہ کو مدینہ نکالو بحر غم سے یہ سفینہ

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور انور نے خالص سرخ کپڑے کبھی نہ پہنے بلکہ اس

سے مردوں کو منع فرمایا، ان جیسی احادیث میں سرخ دھاریوں والا جوڑہ مراد ہوتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے۔

ان حضرات کی نگاہ حقیقت بین تھی، حقیقت میں چہرہ مصطفوی چاند سے کہیں زیادہ حسین ہے کہ چاند صرف رات میں چمکے یہ چہرہ دن رات چمکے، چاند صرف تین رات چمکے یہ چہرہ ہمیشہ ہر دن رات چمکے، چاند جسموں پر چمکے یہ چہرہ دلوں پر بھی چمکے، چاند نور ابدان دے یہ چہرہ نور ایمان دے، چاند گھٹے بڑھے یہ چہرہ گھٹنے سے محفوظ رہے، چاند کو گرہن لگے یہ کبھی نہ گہے، چاند سے عالم اجسام کا نظام قائم ہے حضور سے عالم ایمان کا۔ حضور انور کا چاند سے زیادہ حسین ہونا صرف ان کی عقیدت میں نہ تھا بلکہ واقعہ یوں ہی ہے۔ چاند دیکھ کر کسی نے اپنے ہاتھ نہ کاٹے، حسنِ یوسف دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور حسنِ یوسفی سے حسن محمد کہیں افضل ہے لہذا حضرت جابر کا یہ فرمان بالکل درست ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۸ ص ۵۳)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرُّؤَاسِيُّ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ: أَكَانَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِثْلَ السَّيْفِ؟ قَالَ: لَا، بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح شفاف تھا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ بدر کی طرح روشن گولائی لئے ہوئے تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: جیسے تلوار سفید اور چمکدار ہوتی ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

چہرہ انور چمکدار تھا مگر چونکہ اس تشبیہ میں دھوکہ ہوتا تھا کہ تلوار کی طرح لمبا ہو اس لیے اس کی تردید کردی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو تلوار سے تشبیہ نہ دو چاند سورج سے تشبیہ دو مگر حقیقت یہ ہے۔ شعر

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں ان کے چہرے کو
میں ان کے کفش پا پر چاند کو قربان کرتا ہوں

چہرہ انور مائل بہ گولائی تھا نہ بالکل گول نہ لمبا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ لیس بہ کلثم۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی ایک جھلک

۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا۔
(صحیح بخاری: ۳۵۴۹، صحیح مسلم ۹۳/ ۲۳۳۷)

۲: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند جیسا (خوبصورت اور پرنور) تھا۔
(صحیح بخاری: ۳۵۵۲)

۳: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسے چمک اٹھتا گویا کہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۵۵۶، صحیح مسلم: ۲۷۶۹)

٤: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی (خوبصورت) دھاریاں بھی چمکتی تھیں۔
(صحیح بخاری: ۳۵۵۵، صحیح مسلم: ۱٤۵۹)

۵: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند کی طرح (خوبصورت، ہلکا سا) گول تھا۔
(صحیح مسلم: ۱۰۹/ ۲۳٤٤)

٦: آپ صلی اللہ علیہ وسلم گورے رنگ، پرملاحت چہرے، موزوں ڈیل ڈول اور میانہ قد وقامت والے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳٤۰)

۷: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ نہ تو چونے کی طرح خالص سفید تھا اور نہ گندمی کہ سانولا نظر آئے بلکہ آپ کا رنگ گورا چمکدار تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۵۴۷، صحیح مسلم: ۲۳۴۷)

۸: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سورج کی روشنی آپ کے رخ انور سے جھلک رہی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۶۲۷۶، ۹: ۶۳ وسندہ صحیح علیٰ شرط مسلم)

۹: اہلِ ایمان کے نزدیک سب چہروں سے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۳۷۲)

آپ کے چہرے کی برکت سے بارش

ایک مرتبہ ملکِ عرب میں انتہائی خوفناک قحط پڑ گیا۔ اہلِ مکہ نے بتوں سے فریاد کرنے کا ارادہ کیا مگر ایک حسین و جمیل بوڑھے نے مکہ والوں سے کہا کہ اے اہلِ مکہ! ہمارے اندر ابو طالب موجود ہیں جو بانی کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین بھی ہیں۔ ہمیں ان کے پاس چل کر دعا کی درخواست کرنی چاہیے۔ چنانچہ سردارانِ عرب ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فریاد کرنے لگے کہ اے ابو طالب! قحط کی آگ نے سارے عرب کو جھلسا کر رکھ دیا ہے۔ جانور گھاس پانی کے لئے ترس رہے ہیں اور انسان دانہ پانی نہ ملنے سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہے ہیں۔ قافلوں کی آمد و رفت بند ہو چکی ہے اور ہر طرف بربادی و ویرانی کا دور دورہ ہے۔ آپ بارش کے لئے دعا کیجیے۔ اہلِ عرب کی فریاد سن کر ابو طالب کا دل بھر آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر حرم کعبہ میں گئے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کعبہ سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور دعا مانگنے میں مشغول ہو گئے۔ درمیان دعا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک کو

آسمان کی طرف اٹھا دیا ایک دم چاروں طرف سے بدلیاں نمودار ہوئیں اور فوراً ہی اس زور کا بارانِ رحمت برسا کہ عرب کی زمین سیراب ہوگئی۔ جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ چٹیل میدانوں کی زمینیں سرسبز و شاداب ہوگئیں۔ قحط دفع ہوگیا اور کال کٹ گیا اور سارا عرب خوش حال اور نہال ہوگیا۔

چنانچہ ابوطالب نے اپنے اس طویل قصیدہ میں جس کو انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں نظم کیا ہے اس واقعہ کو ایک شعر میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ ؂

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

یعنی وہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ ان کے رخ انور کے ذریعہ بدلی سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کا ٹھکانا اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

(شرح الزرقانی علی المواهب، ذکر وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۱، ص ۳۵۵)

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال

جب امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وصال آیا، تو حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں اور آپ نے یہ شعر پڑھا:

وَأَبْيَضَ يَسْتَسْقِى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
رَبِيْعُ الْيَتَامٰى عَصْمَةٌ لِلْاَ رَامل

ترجمہ: سفید رنگ والے جن کے چہرے کے سبب بادل برستے ہیں، آپ یتیموں کی بہار اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ تو نبیِ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی شان ہے۔(لبابُ الاحیاء ص ۳۹۵)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْمَصَاحِفِيُّ سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الأَخْضَرِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَبْيَضَ كَأَنَّمَا صِيغَ مِنْ فِضَّةٍ، رَجِلَ الشَّعْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سفید رنگ تھے گویا چاندی ڈھالی گئی ہو اور آپ کے بال کسی قدر سیدھے گھنگریالے تھے۔

شرح حدیث: حُسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تقاضائے اِیمان

اَقلیمِ رسالت کے تاجدار حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسندِ محبوبیت پر یکتا و تنہا جلوہ اَفروز ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطن بھی حسنِ بے مثال کا مرقع اور ظاہر بھی اَنوار و تجلیات کا آئینہ دار ہے۔ جہاں نقطۂ کمال کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِبتدا ہوتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کو بے مثل ماننا اِیمان و اِیقان کا بنیادی جزو ہے۔کسی شخص کا اِیمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ نبی بے مثال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باعتبار صورت و سیرت اِس کائناتِ ہست و بود کی تمام مخلوقات سے اَفضل و اَکمل تسلیم نہ کرلے۔

1۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من تمام الإيمان به اعتقادٌ أنه لم يجتمع فِي بَدَنِ آدمي من

المحاسن الظاهرة الدالة على محاسنه الباطنة، ما اجتمع فی بَدَنِه علیه الصلوة و السلام

کسی شخص کا اِیمان اُس وقت تک مکمل ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ یہ اِعتقاد نہ رکھے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وُجودِ اَقدس میں ظاہری و باطنی محاسن و کمالات ہر شخص کی ظاہری و باطنی خوبیوں سے بڑھ کر ہیں۔

(ملا علی قاری، جمع الوسائل، 1:10)

2۔ شیخ اِبراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و مِمَّا یتعیّن علی کلّ مکلّف أن یعتقد أنّ الله سبحانه تعالی أوجد خَلْقَ بدنه صلی الله علیه وآله وسلم علی وجه لم یُوجد قبله ولابعده مثله

مسلمانانِ عالم اِس بات پر متفق ہیں کہ ہر شخص کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ ربِ کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدنِ اطہر کو اِس شان سے تخلیق فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل نہ بنایا۔ (بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: 14)

3۔ اِمام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

إنّ من تمام الإیمان به صلی الله علیه وآله وسلم الإیمان بأنّ الله تعالیٰ جعل خلق بدنه الشریف علی وجه لم یظهر قَبْلَه و لا بعده خلق آدمی مثله صلی الله علیه وآله وسلم

یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ اِیمان کی تکمیل کے لئے (بندۂ مومن کا) یہ اِعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے پہلے اور نہ بعد میں ہی کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل حسین و جمیل بنایا۔ (قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 248:1)

4- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر اِیمان کی تکمیل کے موضوع پر اِمام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مِن تمامِ الإیمان به علیه الصلوة والسلام الإیمان به بأنّه سبحانه خلق جسده علی وجه لم یظهرُ قبله و لا بعده مِثله۔

اِیمان کی تکمیل کے لئے اِس بات پر اِیمان لانا ضروری ہے کہ ربِ کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وُجودِ اقدس حسن و جمال میں بے نظیر و بے مثال تخلیق فرمایا ہے۔ (سیوطی، الجامع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لصغیر، 27:1)

5- اِمام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قد صرّحوا بأنّ مِن کمال الإیمان إعتقاد أنه لم یجتمعْ فی بدن إنسان من المحاسن الظاهرة، ما اجتمع فی بدنه صلی الله علیه وآله وسلم۔

تمام علماء نے اِس اَمر کی تصریح کر دی ہے کہ کسی اِنسان کا اِیمان اُس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ یہ عقیدہ نہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اَقدس میں پائے جانے والے محامد و محاسن کا کسی دُوسرے شخص میں موجود ہونا ممکن ہی نہیں۔ (مناوی، شرح الشمائل برحاشیہ جمع الوسائل، 22:1)

6- مذکورہ عقیدے پر پختہ یقین رکھنے کے حوالے سے حافظ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

انه یجب علیك أن تعتقد أنّ من تمام الإیمان به علیه الصلوة و السلام الإیمان بأن الله تعالیٰ أوجد خلق بدنه الشریف علی

وجه، لم يظهر قبله و لا بعده في آدمي مثله صلی الله علیه وآله وسلم

(اے مسلمان!) تیرے اُوپر واجب ہے کہ تو اِس اِعتقاد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اِیمانِ کامل کا تقاضا سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کو حسین وجمیل اور کامل بنایا ہے اُس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے یا بعد میں کسی بھی شخص کو نہیں بنایا۔ (نبہانی، جواہر البحار، 2:101)

7۔ پیکر مقدس کی رنگت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ مبارک کی رنگت سفید تھی، لیکن یہ دودھ اور چونے جیسی سفیدی نہ تھی بلکہ ملاحت آمیز سفیدی تھی جو سُرخی مائل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کی رنگت کو چاندی اور گلاب کے حسین امتزاج سے نسبت دی ہے، کسی نے سفید مائل بہ سُرخی کہا ہے اور کسی نے سفید گندم گوں بیان کیا ہے۔

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا روایت کرتی ہیں:

كان أنورهم لوناً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگ روپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ پُرنور تھے۔ (بیہقی، دلائل النبوہ، 1:300)

2۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ جسمِ اطہر کی رنگت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم أحسن الناس لوناً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگت کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

(ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 1: 321) (یہی روایت ابن سعد نے 'الطبقات الکبریٰ (1: 9415)' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے)

3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أزھر اللون

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید چمکدار تھا۔

(مسلم، الصحیح، 4: 1815، کتاب الفضائل، رقم: 2330) (دارمی، السنن، 1: 45، رقم: 61) (احمد بن حنبل، المسند، 3: 228)

4۔ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے:

ولا بالأبیض الأمھق ولیس بالادم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ نہ تو بالکل سفید اور نہ ہی گندمی تھا۔

(بخاری، الصحیح، 3: 1303، کتاب المناقب، رقم: 3355) (مسلم، الصحیح، 4: 1824، کتاب الفضائل، رقم: 2347) (ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 592، ابواب المناقب، رقم: 3623) (ابن حبان، الصحیح، 14: 298، رقم: 6387) (نسائی، السنن الکبریٰ، 5: 409، رقم: 9310) (طبرانی، المعجم الصغیر، 1: 205، رقم: 328) (بیہقی، شعب الایمان، 2: 148، رقم: 1412) (ابن سعد، الطبقات الکبری، 1: 413، 418) (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 6: 569، رقم: 3354) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 31، رقم: 17) (طبری، تاریخ، 2: 221)

5۔ حضرت جریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ کو جب یہ کہتے سنا:

رأیتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ما علی وجہ الأرض رجل رأہ غیری

میں نے رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے اور آج

میرے سوا پوری دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہو۔

تو میں عرض پرداز ہوا:

فکیف رأیته؟

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسا دیکھا؟

تو اُنہوں نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا:

کان أبیض ملیحا مقصّدا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سفید، جاذبِ نظر اور قد میانہ تھا۔

(مسلم، الصحیح، 4:1820، کتاب الفضائل، رقم: 2340)(احمد بن حنبل، المسند، 5:454)(بزار، المسند، 7:205، رقم: 2775)(بخاری، الادب المفرد، 1:276، رقم: 790)(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:417، 418)(فاکہی، اخبار مکہ، 1:326، رقم: 664)

7۔ امام ترمذی حضرت ابو طفیل رحمۃ اللہ علیہ ہی سے روایت کرتے ہیں:

کان أبیض ملیحا مقصّدا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سفید، جاذب نظر اور قد میانہ تھا۔

(ترمذی، الشمائل المحمدیہ: 26)(خطیب بغدادی، الکفایہ فی علم الروایہ، 1:137)

8۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم أبیض مُشرباً بِحُمْرة

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفیدی اور سُرخی کا حسین امتزاج تھا۔

(احمد بن حنبل، المسند، 1:116، رقم: 944)(ابن عبدالبر، التمہید، 3:8)(ابن حبان، الثقات، 7:448، رقم: 10865)(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:419)(مناوی، فیض القدیر، 5:70)(سیوطی، الجامع الصغیر، 1:23)(امام صالحی، سُبل الہدیٰ والرشاد، 2:10)

9۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان أبیض تعلوہ حمرۃ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفیدی اور سُرخی کا حسین مرقع تھا۔

(رویانی، مسند الرویانی، 2: 318، رقم: 1280) (طبرانی، المعجم الکبیر، 10: 183، رقم: 10397) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 416) (ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 1: 323)

10۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان لونُ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أسمر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنگت (کی سفیدی) گندم گوں تھی۔

(ابن حبان، الصحیح، 14: 197، رقم: 2686) (مقدسی، الأحادیث المختارہ، 5: 309، رقم: 1955) (ہیثمی، موارد الظمآن، 1: 521، رقم: 2115) (ابن جوزی، الوفا: 410)

11۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أبیض کأنّما صیغ مِن فضّۃ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید رنگت والے تھے گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔

(ترمذی، الشمائل المحمدیہ: 25، رقم: 11) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 22)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اما لونِ آنحضرت روشن و تاباں بود و اتفاق دارند جمہور اصحاب بر بیاض لونِ آں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، و وصف کردند او را بابیض و بعضے گفتند کان ابیض ملیحا و در روایتے ابیض ملیح الوجہ و ایں احتمال دارد کہ مراد وصف کہ بیاض و ملاحت و صفت زائدہ برائے بیان حسن و جمال و لذت بخشی و دلربائی دیدار

جان افزای وی باشد. (عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، 26:1)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک رنگ خوب روشن اور چمکدار تھا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اس پر متفق ہیں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید تھا، اسی چیز کو احادیثِ نبوی میں لفظ ابیض سے تعبیر کیا گیا ہے اور بعض روایات میں کان ابیض ملیحا اور بعض روایات میں ابیض ملیح الوجہ جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ ان سے مراد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ کی سفیدی بیان کرنا مقصود ہے، باقی ملاحت کا ذکر بطور صفتِ زائدہ ہے اور اس لئے اس کا ذکر کیا گیا ہے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے جو لذت اور تسکینِ روح وجاں حاصل ہوتی ہے، اس پر دلالت کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حُسن و جمال بے مثال تھا۔ جسمِ اطہر کی رنگت، نور کی کرنوں کی رِم جھم اور شفق کی جاذبِ نظر سُرخی کا حسین امتزاج تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن و جمال کو کائنات کی کسی مخلوق سے بھی تشبیہ نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی الفاظ میں جلوہ ہائے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقشہ کھینچا جاسکتا ہے، اس لئے کہ ہر لفظ اور ہر حرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس سے فروتر ہے۔ یہاں جذبات واحساسات کی بیساکھیاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔

روایات میں تطبیق

امام عبدالروف مناوی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام روایات کو بیان فرمانے کے بعد رقمطراز ہیں:

فثبت بمجموع هذه الروايات أن المراد بالسمرة حمرة تخالط البياض، و بالبياض المثبت مايخالط الحمرة، و أما وصف لونه

فی أخبار بشدة البیاض فمحمول علی البریق و اللمعان کما یشیر
إلیه حدیث کأن الشمس تحرك فی وجهه

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ جن میں لفظ سمرہ کا ذکر ہے، وہاں اس سے مراد وہ سُرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو، اور جن میں سفیدی کا ذکر ہے اس سے مُراد وہ سفید رنگ ہے جس میں سُرخی ہو اور بعض روایات میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک رنگ کو بہت زیادہ سفید بیان کیا گیا ہے، اس سے مراد اس کی چمک دمک ہے، جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور میں آفتاب محوِ خرام رہتا ہے۔ (مناوی، حاشیہ برجمع الوسائل، 1:13)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ 'جمع الوسائل' میں امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

قال العسقلانی تبین من مجموع الروایات أنّ المراد بالبیاض المنفی ما لا یخالطه الحمرة، و المراد بالسمرة الحمرة التی یخالطها البیاض

امام عسقلانی نے فرمایا: ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ صرف سفیدی سے مراد وہ سفید رنگت ہے جس میں سرخی کی آمیزش نہ ہو اور سمرہ سے مراد وہ سرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو۔

(ملا علی قاری، جمع الوسائل، 1:13)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: پیکرِ نظافت و لطافت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی وجاہت اور حسن و رعنائی قدرت کا ایک عظیم شاہکار تھی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفاست پسندی اور نظافت و

طہارت کی عادت شریفہ نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرتا پا پاکیزگی کا پیکر تھے۔ جسم اطہر ہر طرح کی آلائشوں سے پاک وصاف تھا۔

1۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رقیق البشرۃ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ اقدس نہایت نرم و نازک تھا۔

(ابن جوزی، الوفا:409)

2۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم حضرت ابوطالب فرماتے ہیں:

واللہ ما ادخلتہ فراشی فاذا ھو فی غایۃ اللین

خدا کی قسم! جب بھی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ بستر میں لٹایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو نہایت ہی نرم و نازک پایا۔ (رازی، التفسیر الکبیر، 214:31)

3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ما مَسِسْتُ حریرًا ولا دیباجا ألین من کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں نے کسی ایسے ریشم یا دیباج کو مَس نہیں کیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو۔

(بخاری، الصحیح، 3: 1306، کتاب المناقب، رقم: 3368) (مسلم، الصحیح، 4: 1815، کتاب الفضائل، رقم: 2330) (ترمذی، الجامع الصحیح، 4: 368، ابواب البر والصلۃ، رقم: 2015) (احمد بن حنبل، المسند، 1: 230، رقم: 13823) (ابن حبان، الصحیح، 14: 211، رقم: 6303) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 6: 315، رقم: 31718) (ابویعلی، المسند، 6: 128، رقم: 3400) (عبد بن حمید، المسند، 1: 378، رقم: 1268)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری صفائی و پاکیزگی کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے، نفاست پسندی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اگرچہ جسمِ اطہر ہر قسم کی آلائش سے پاک تھا اور قدرت نے اس پاکیزگی کا خصوصی اہتمام فرمایا تھا، تاہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لباس اور جسم کی ظاہری پاکیزگی کو بھی خصوصی اہمیت دیتے تھے۔

شبِ میلاد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اس وقت بھی ہر لحہ پاکیزگی اور طہارت کا مظہر بن گیا، عام بچوں کے برعکس جسمِ اطہر ہر قسم کی آلائش اور میل کچیل سے پاک تھا۔

4۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ولدته نظیفاً ما به قذر

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پاک صاف جنم دیا کہ آپ کے جسم پر کوئی میل نہ تھا۔ (خفاجی، نسیم الریاض، 1:363)

5۔ ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

ولدته أمّه بغیر دمٍ ولا وجعٍ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر خون اور تکلیف کے جنم دیا۔ (ملا علی قاری، شرح الشفا، 1:165)

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی سی شانِ نظافت اللہ رب العزت نے آج تک کسی کو عطا نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں حسن و جمال کے پیکر اتم تھے وہاں نظافت و طہارت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے انبیائے کرام دکھلائے گئے، جب میں

اللهِ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، قَالَ : عُرِضَ عَلَيَّ الأَنْبِيَاءُ، فَإِذَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلامُ، ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ، كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ، وَرَأَيْتُ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلامُ، فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ، وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلامُ ، فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ ، يَعْنِي نَفْسَهُ، وَرَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلامُ ، فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا دِحْيَةُ۔

نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ درمیانہ قد قبیلہ شنوءہ کے مردوں سے معلوم ہوتے تھے اور میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا اسلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے افراد میں سے ان سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ تمھارے صاحب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ مشابہ تھے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو جن کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے وہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشابہ تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

یہ واقعہ شبِ معراج کا ہے کہ بیت المقدس میں بھی اور آسمان پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے نبیوں سے ملاقات کی، رب فرماتا ہے: فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ۔

شنوءہ یمن میں ایک مشہور قبیلہ ہے جس کے لوگ بہت خوبصورت اور خوش اخلاق ہوتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کا حسن صورۃً بتانے کے لیے حضور نے ان کا ذکر

فرمایا۔اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی کے مقام ان کی قبور سے بھی خبردار ہیں اور تمام نبیوں سے ملاقات کی ہے انہیں جانتے پہچانتے ہیں۔

بعض شارحین نے سمجھا کہ یہ عروہ بھائی ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود کے یہ غلط ہے، یہ مسعود دوسرے ہیں جن کے بیٹے عروہ ہیں، آپ صحابی ثقفی ہیں، جب حضور انور طائف کی فتح سے مدینہ منورہ واپس ہوئے تو آپ مدینہ منورہ آکر مسلمان ہوئے پھر اپنی کافر قوم کو اسلام کی دعوت دی، آپ نے اپنی گھر کی چھت پر کھڑے ہوکر بہ آواز بلند اذان دینے لگے کسی نے اسی حالت میں آپ کو تیر مارا جس سے آپ اذان دیتے ہوئے شہید ہوئے، حضور انور نے فرمایا کہ یہ اس اسرائیلی مؤمن کی طرح ہیں جو گزشتہ زمانہ میں اپنی قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے شہید کیا گیا تھا۔(اشعہ) یہ بہت حسین تھے۔

یعنی میں بالکل حضرت ابراہیم کی ہم شکل ہوں جو انہیں دیکھنا چاہے وہ مجھے دیکھ لے، حضور سیرت طیبہ طاہرہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتے جلتے تھے۔اور دحیہ ابن خلیفہ کلبی بڑے مشہور صحابی ہیں، بہت ہی حسین و جمیل تھے، اکثر جبریل امین آپ کی شکل میں حاضر ہوتے تھے، حضرات صحابہ سمجھتے تھے کہ دحیہ کلبی آئے جبریل جب شکل انسانی میں آتے تو اس شکل میں آتے تھے، ان کی اپنی شکل و صورت تو ایسی ہے کہ کسی میں انکے دیکھنے کی تاب نہیں حضور انور نے صرف دوبار آپ کو اصلی شکل میں دیکھا جیسا کہ روایات میں ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۷ ص ۵۴۵)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، قَالَ:

سعید جریری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر

سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ ، يَقُولُ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَمَا بَقِيَ عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ أَحَدٌ رَآهُ غَيْرِي ، قُلْتُ : صِفْهُ لِي ، قَالَ : كَانَ أَبْيَضَ ، مَلِيحًا ، مُقَصَّدًا ۔

میرے سوا کوئی نہیں رہا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے حضور گورے نمکین حسن والے میانہ قد تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے، لیثی ہیں، کنانی ہیں، کنیت ابو طفیل اسی کنیت میں مشہور ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے آٹھ سال پائے، روئے زمین میں سب سے آخری صحابی آپ ہیں جن کی وفات سب صحابہ سے آخر میں ہوئی، آپ کی وفات کے بعد کوئی صحابی دنیا میں نہ رہے دور صحابہ آپ کی وفات پر ختم ہوا، ۱۰۲ھ سنہ ایک سو دو میں وفات پائی، مکہ معظمہ میں وفات ہوئی وہاں ہی دفن ہوئے۔

(مرقات، اکمال وغیرہ)

حسن دو قسم کا ہوتا ہے: ملیح اور صبیح۔ ملیح جس کا ترجمہ ہے نمکین حسن اگرچہ صباحت بھی حسن ہے مگر ملاحت حسن کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اس میں فرق بیان سے معلوم نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی چھانٹ عاشق کی نگاہ کرتی ہے اس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔ (اشعۃ) اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔ شعر

نمکین حسن والا ہمارا نبی ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو

یوں سمجھو کہ سفید رنگ صبیح ہے اور سفیدی میں سرخی کی جھلک ہو اور اس میں کشش ہو کہ دل ادھر کچھ اور دیدہ اس کے دیدار سے سیر نہ ہو وہ ملیح ہے یعنی نمکین حسن حضور

ایسے ہی حسین تھے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۴۴)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ الزُّهْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنُ أَخِي مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ، إِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دانت مبارک کشادہ تھے، جب آپ گفتگو فرماتے تو ان سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

آگے والے اوپر نیچے کے چار دانتوں کو رباعیہ کہتے ہیں، ان سے متصل ایک ایک دانت ثنائی کہلاتے ہیں، کیلوں کو انیاب کہتے ہیں، داڑھوں کو اضراس۔ حضور کی ثنائیہ دانت رباعیہ سے بالکل ملے ہوئے نہ تھے بلکہ ان کے درمیان باریک کھڑکیاں تھیں۔ یہ بھی حسن کا بہترین مرقع ہے یہ کھڑکی اوپر نیچے والے دونوں ثنایا میں تھیں۔ (اشعہ)

یہ نور دن میں بھی دیکھا جاتا تھا مگر رات میں تو دانتوں کے اس نور سے سوئی تلاش

کرلی جاتی تھی۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا ؎

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
رات کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۸ ص۵۶)

دہن شریف

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسار نرم و نازک اور ہموار تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منہ فراخ، دانت کشادہ اور روشن تھے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے دونوں اگلے دانتوں کے درمیان سے ایک نور نکلتا تھا اور جب کبھی اندھیرے میں آپ مسکرا دیتے تو دندانِ مبارک کی چمک سے روشنی ہوجاتی تھی۔

(الخصائص الکبری للسیوطی، باب الایات فی فمہ...الخ، ج۱، ص۱۰۶ ملخصاً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی جمائی نہیں آئی اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے کہ ان کو کبھی جمائی نہیں آتی کیونکہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوا کرتی ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام شیطان کے تسلط سے محفوظ و معصوم ہیں۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الرابع ما اختص بہ...الخ، ج۷، ص۹۸)

زبان اقدس

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس وحی الٰہی کی ترجمان اور سرچشمہ آیات ومخزن معجزات ہے اس کی فصاحت و بلاغت اس قدر حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے کہ بڑے بڑے فصحاء و بلغاء آپ کے کلام کو سن کر دنگ رہ جاتے تھے۔ ؎

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زبان کی حکمرانی اور شان کا یہ اعجاز تھا کہ زبان سے جو فرما دیا وہ ایک آن میں معجزہ بن کر عالم وجود میں آ گیا۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اسکی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اسکی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

لعابِ دہن

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعابِ دہن (تھوک) زخمیوں اور بیماریوں کے لئے شفاء اور زہروں کے لئے تریاقِ اعظم تھا۔ چنانچہ آپ معجزات کے بیان میں پڑھیں گے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں غارِ ثور کے اندر سانپ نے کاٹا۔ اس کا زہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن سے اتر گیا اور زخم اچھا ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آشوبِ چشم کے لئے یہ لعاب دہن شفاء العین بن گیا۔ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں جنگ بدر کے دن تیر لگا اور پھوٹ گئی مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے ایسی شفا حاصل ہوئی کہ درد بھی جاتا رہا اور آنکھ کی روشنی بھی برقرار رہی۔ (زاد المعاد غزوۂ بدر)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر تیر لگا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعابِ دہن لگا دیا فوراً ہی خون بند ہو گیا اور پھر زندگی بھر ان کو کبھی تیر و تلوار کا زخم نہ لگا۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ابوقتادۃ بن ربعی الانصاری، ج ۷، ص ۲۷۲)

شفاء کے علاوہ اور بھی لعاب دہن سے بڑی بڑی معجزانہ برکات کا ظہور ہوا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا تو اس کا پانی اتنا شیریں ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر

کوئی شیریں کنواں نہ تھا۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الاول فی کمال خلقتہ...الخ، ج۵، ص۲۸۹)

امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عاشوراء کے دن دودھ پیتے بچوں کو بلاتے تھے اور ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے تھے۔ اور ان کی ماؤں کو حکم دیتے تھے کہ وہ رات تک اپنے بچوں کو دودھ نہ پلائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی لعاب دہن ان بچوں کو اس قدر شکم سیر اور سیراب کر دیتا تھا کہ ان بچوں کو دن بھر نہ بھوک لگتی تھی نہ پیاس۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الاول فی کمال خلقتہ...الخ، ج۵، ص۲۸۹)

جس کے پانی سے شاداب جان و جناں
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام
جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنے
اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

2-بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ النُّبُوَّةِ
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا ذکر

❖ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ: ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ،

حضرت جعد بن الرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے (سائب بن یزید) میری خالہ حضور اکرم ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، (یہ) میرا بھانجا بیمار ہے تو حضور اکرم ﷺ نے میرے سر پر

إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ ، وَتَوَضَّأَ ، فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى الْخَاتَمِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ، فَإِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ ۔

وست مبارک پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا فرمائی ، پھر آپ نے وضو فرمایا تو میں نے آپ کے وضو مبارک کا بچا ہوا پانی پیا، پھر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ کے پیچھے کھڑے ہوکر مہر نبوت کو یکھا جو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی، وہ (مہر نبوت) مسہری کی گھنڈی کی مثل تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

حضرت سائب ابن یزید ازدی ہیں، خذلی، ۲ھ میں پیدا ہوئے، اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اس وقت سات سال کے تھے، نوعمر صحابی ہیں، عہد فاروقی میں بازار مدینہ کے حاکم تھے۔

غالبًا آپ کے سر میں درد ہی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی برکت سے جاتا رہا اس ہاتھ کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت سائب کی عمر سو ۱۰۰ سال ہوئی لیکن نہ کوئی بال سفید ہوا اور نہ دانت گرا۔ (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ بیماروں کو بزرگوں کے پاس دم درود کے لیے لے جانا اور بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ پھیرنا سنت سے ثابت ہے۔

فضالہ شریف (بچا ہوا پانی) یا غسالہ (دھوون شریف) دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ صحابہ کرام اس غسالہ شریف کو حاصل کرنے کے لئے لڑتے تھے۔ خیال رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو یا غسل کا غسالہ نجس ہے مگر ہمارا غسالہ نہ کہ

حضور کا، وہ تو تبرک اور نور ہے حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات شریف امت کے لئے پاک ہیں۔ (مرقاۃ واشعۃ)

مہر نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن کے نیچے دو کندھوں کے درمیان ایک پارۂ گوشت تھا جس پر کچھ تل تھے۔ کبوتری کے انڈے یا مسہری کی گھنڈی کے برابر پارۂ گوشت نہایت چمکیلا اور نورانیت تھا، تل سیاہ آس پاس بال، ان کے اجتماع سے یہ جگہ نہایت بھلی ہوتی تھی نیچے سے دیکھو تو پڑھنے میں آتا تھا اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ اوپر سے دیکھو تو پڑھا جاتا ہے تَوَجَّهْ حَيْثُ كُنْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ اسے مہر نبوت اس لیے کہتے تھے کہ گزشتہ آسمانی کتب میں اس مہر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم النبیین ہونے کی علامت قرار دیا گیا تھا وفات کے وقت یہ مہر شریف غائب ہوگئی تھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ بوقت ولادت موجود تھی یا نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ شق صدر کے بعد فرشتوں نے جو ٹانکے لگائے تھے ان سے یہ مہر پیدا ہوگئی تھی۔ صحیح یہ ہے کہ بوقت ولادت اصل مہر موجود تھی مگر اس کا ابھار ان ٹانکوں کے بعد ہوا۔ ان شاء اللہ اس کی زیادہ تحقیق آخر کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے بیان میں کی جائے گی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۱ ص ۴۵۱)

ولادتِ مبارک اور مہر مبارک

حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ارشاد فرماتی ہیں: جب تک آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم میرے شکم میں تشریف فرما رہے میں نے کبھی درد والم، بوجھ یا پیٹ میں مروڑ محسوس نہ کیا۔ حمل ٹھہرنے کے کامل نو (9) ماہ بعد آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کی ولادت باسعادت ہوگئی۔ جب وقتِ ولادت قریب آیا تو عام عورتوں کی طرح مجھ پر بھی گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ میرے خاندان والے میری اس کیفیت سے واقف نہ تھے، میں گھر میں تنہا تھی۔ حضرت سیدنا عبدالمطلب طوافِ خانۂ کعبہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا

وَّ تَعْظِیْمًا میں مشغول تھے۔ لہٰذا میں نے دستِ طلب اس ذات کے سامنے دراز کر دیا جس پر کوئی پوشیدہ چیز بھی مخفی نہیں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میری غم گُسار بہن فرعون کی بیوی حضرت سیِّدَتُنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لے آئیں۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا جس سے سارا مکان روشن ہو گیا۔ یہ حضرت سیِّدَتُنا مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ پھر میں نے چودھویں کے چاند جیسے چمکتے دمکتے چہرے دیکھے، یہ حوروں کا قافلہ تھا۔ جب دردِ زِہ کی تکلیف زیادہ ہوئی تو میں نے ان خواتین سے ٹیک لگا لی۔ پھر عالمُ الغیب والشہادہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھ پر ولادت آسان فرما دی اور میرے بطن سے حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تشریف لے آئے اور عالَم یہ تھا کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اپنے ہاتھوں پر سہارا دیئے ہوئے ٹکٹکی باندھے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضرت سیِّدَتُنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر شفقت کرنے لگیں، حضرت سیِّدَتُنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی جلدی جلدی حاضر ہو گئیں۔ حوروں نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے قدمینِ شریفین کے بوسے لئے۔

حضرت سیِّدُنا جبرائیل علیہ السلام بھی کاشانۂ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ حضرت سیِّدُنا میکائیل علیہ السلام نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیا، حضرت سیِّدُنا اسرافیل علیہ السلام بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ پھر فرشتے آقائے نامدار، مدینے کے تاجدار، حبیبِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو نگاہوں سے اوجھل لے گئے اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ساری کائنات کی سیر کرانے لگے، تمام جنّتی نہروں کو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے غسل فرمانے سے فیض یاب کیا اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا اسمِ گرامی جنّتی درختوں کے پتّوں پر رقم کر دیا۔ پھر لمحہ بھر میں آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو واپس بھی لے

آئے۔ اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ساری کائنات پر فضیلت دی گئی۔ حضرت سیِّدَتُنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو سرمہ لگانا چاہا تو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی چشمانِ کرم میں اچھی طرح سرمہ لگا ہوا تھا۔ حضرت سیِّدَتُنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ناف مبارک کاٹنا چاہی تو دیکھا کہ وہ پہلے سے کٹی ہوئی تھی اور اس سے اضافی حصہ زائل ہو چکا تھا۔ پھر حورِ عین (یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی حور) نے حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو مختلف خوشبوئیں لگائیں۔ اس کے بعد تین فرشتے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے چہرۂ اقدس کی جانب جلدی جلدی بڑھے۔ ایک کے پاس سرخ سونے کا تھال، دوسرے کے پاس موتیوں سے بنا ہوا جگ اور تیسرے کے پاس سبز ریشمی رومال تھا۔ انہوں نے حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے نورانی مکھڑے کو جگ کے پانی سے دھویا۔ پھر چوغے سے ختمِ نبوت وتصدیق کی مہر نکالی جو انتہائی روشن وچمک دار تھی اور اس مہربان نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پشت مبارک پر لگادی۔ پس یوں آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر سعادت وتوفیق کی تکمیل ہوئی۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی والدۂ ماجدہ حضرت سیِّدَتُنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم ہوا: مقرَّب فرشتوں سے پہلے دُنیا میں سے کسی کو محبوبِ کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی زیارت کے لئے نہ بلائیں۔

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ولادت پر عرش خوشی سے جھوم اٹھا اور کرسی بھی خوشی سے اِترانے لگی اور جنّوں کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: بے شک ہمیں اپنے راستے میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے۔ اور فرشتے انتہائی خوشی ورعب سے تسبیح خوانی کرنے لگے، ہوائیں جھوم جھوم کر چلنے لگیں اور انہوں نے بادلوں کو ظاہر کر دیا، باغات میں ٹہنیاں جُھکنے لگیں اور کائنات کے گوشے

گوشے سے اَھْلًا وَّسَھْلًا مَرْحَبًا کی صدائیں آنے لگیں۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے محبوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی فیروز بختیوں کے ستارے کائنات میں ظاہر فرمائے تو کائنات روشن ہو گئی اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی جود و عطا کی بجلیوں کو چمکایا تو وہ چمکنے دَمکنے لگیں۔ اور رسالتِ مصطفوی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے چاند نما دلائل کے انوار کو پھیلایا تو وہ خوب جگمگانے لگے۔ اور کفار کی امیدوں کو ختم کر دیا پس وہ خاک میں مل گئیں۔ اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو غلبہ عطا فرما کر کفار بادشاہوں کو ذلت و رسوائی سے دوچار کیا پس آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے رعب و دبدبے سے ان کے سرپست ہو گئے اور انہیں گردنیں جھکانی پڑیں۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی تشریف آوری سے انسانیت مانوس ہو گئی اور اس نے رفعت و بلندی پالی۔ جن چوری چھپے سننے سے روک دیئے گئے۔ آسمانی فرشتے رکوع و سجود کرنے لگے۔ حضرت سیِّدَتُنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسین و جمیل حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو جنم دے کر کامیابی و کامرانی کے مقام پر فائز ہو گئیں اور حضرت سیِّدَتُنا حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی دانش مند خاتون آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو دُودھ پلانے سے مشرَّف ہوئی اور کائنات بھر میں مدّاحین (یعنی تعریف کرنے والوں) کی زبانیں شکر ادا کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی تعریف و توصیف میں مگن ہو گئیں۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ص ۲۴۷)

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اس عظیم الشان نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی دنیا میں تشریف آوری پر ساری کائنات خوشی سے جھوم اٹھی۔ اس ماہِ مبارک کی پہلی رات حضرتِ سیِّدَتُنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عجیب کیف و سرور حاصل ہوا۔ دوسری رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

حصولِ مطلوب کا مژدہ ملا۔ تیسری رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا کہ آپ کے شکمِ اطہر میں جو ہستی ہے وہ ہماری حمد بجالانے اور شکر ادا کرنے والی ہے۔ چوتھی رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ملائکہ کی تسبیح سنی جو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی آمد کا اعلان کر رہے تھے۔ پانچویں رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب میں حضرتِ سیّدُ نا ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو دیکھا جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نور والے اور بلندیوں کے مالک نبیٔ کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بشارت دے رہے تھے۔ چھٹی رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسا دائمی فرحت و سرور حاصل ہوا کہ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ کمزور پڑیں، نہ آپ کو کبھی تھکاوٹ ہوئی۔ ساتویں رات اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے اپنی رضا کا نور پھیلایا تو وہ ہر طرف پھیل گیا۔ آٹھویں رات ولادت شہِ دیں کا وقت قریب آنے کی وجہ سے ملائکہ نے حضرتِ سیّدَتُنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانۂ اقدس کا چکر لگایا۔ نویں رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سعادتوں اور تونگری کی ابتداء ہوئی۔ دسویں رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تھکاوٹ و تکلیف جاتی رہی۔ گیارہویں رات حضور سیّدُ المُبَلِّغِین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس جہانِ فانی میں تشریف لائے تو سارا گھر نور سے منوّر ہو گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شک و شبہ اور ڈر ختم ہو گیا، صفا و مروہ پہاڑ خوشی سے جھوم اٹھے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دُنیا میں جلوہ گر ہوتے ہی اپنے پروردگارِ حقیقی عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور اپنی انگلی آسمان کی جانب اس طرح بلند کی جیسے کوئی شخص عاجزی وانکساری سے اپنے مالک کے سامنے ہاتھ بلند کرتا ہے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خوشبو کائنات میں بکھر گئی، ملائکہ نے تکبیر و تہلیل (اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ) کے نعرے لگائے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے عظمت و جلالت والے چہرۂ اقدس کے مبارک نور سے ساری زمین بُقعۂ نور (یعنی نور کا ٹکڑا) بن گئی۔

حضرتِ سیِّدَتُنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سفید بادلوں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا جنہوں نے نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو مجھ سے چھپالیا پھر میں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: اے فرشتو! انہیں مشرق ومغرب کا طواف کراؤ، انہیں تمام سمندری مخلوق، جنگلوں، جانوروں اور خالی جگہوں میں رہنے والے جنوں کے پاس سے گزارو اور انہیں ہر ذی روح پر پیش کرو تا کہ وہ انہیں ان کے نام اور اوصاف کے ساتھ پہچان لیں، نیز انہیں سب انبیاء علیہم السلام کی جائے ولادت کا بھی چکر لگواؤ تا کہ اِن کی برکت کے آثار ونشانات اُن کو بھی عام ہوں۔

حضرتِ سیِّدَتُنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید فرماتی ہیں: پھر وہ بادل آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے دور ہو گئے تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور نیچے سبز ریشم بچھا ہوا تھا۔ تین افراد بڑی تیزی سے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی جانب بڑھے ایک کے پاس سرخ سونے کا طشت، دوسرے کے پاس موتیوں سے جڑا ہوا کوزہ اور تیسرے کے پاس سبز ریشم کا رومال تھا۔ انہوں نے چہرۂ حبیب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو کوزے کے پانی سے دھویا پھر رومال سے تصدیق کی مہر نکال کر پشتِ نبوی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر ثبت کر دی۔ اس کے ساتھ ہی آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی سعادت اور توفیق مکمل ہوگئی، پھر کسی کی آواز آئی: انہیں لوگوں کی نگاہوں سے چھپادو اور انہیں حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برگزیدگی، حضرتِ سیِّدُنا شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت، حضرتِ سیِّدُنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رِقّت ونرمی، حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گہری دوستی، حضرتِ سیِّدُنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری، حضرتِ سیِّدُنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صبر، حضرتِ سیِّدُنا یعقوب علیہ

الصلٰوۃ والسلام کی بردباری، حضرتِ سیّدُنا یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کا حسن وجمال، حضرتِ سیّدُنا داؤد علیہ الصلٰوۃ والسلام کی سُریلی آواز، حضرتِ سیّدُنا سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام کا حکم، حضرتِ سیّدُنا لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمت، حضرتِ سیّدُنا موسیٰ علیہ الصلٰوۃ والسلام کی طاقت، حضرتِ سیّدُنا یحییٰ علیہ الصلٰوۃ والسلام کا زہد اور حضرتِ سیّدُنا عیسیٰ علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خندہ پیشانی عطا کردو، بلکہ ان کو تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلٰوۃ والسلام کے اخلاقِ حمیدہ سے متصف کردو۔

(رسائلِ میلادِ مصطفی، باب مولد النبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم لابن حجر مکی علیہ الرحمۃ، ص ۲۴، مختصرًا) (المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، ولادتہ...الخ، ج 1، ص 215) (اَلرَّوْضُ الفائق فی المَوَاعِظِ وَالرَّقائق ص ۵۷۳)

وُضو کے بچے ہوئے پانی میں 70 بیماریوں سے شِفا

لوٹے وغیرہ سے وضو کرنے کے بعد بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پینا سنّت بھی ہے اور شِفا بھی چُنانچہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ جلد 4 صَفْحہ 575 تا 576 پر فرماتے ہیں: بَقِیَّہ وُضو (یعنی وضو کے بچّے ہوئے پانی) کے لیے شَرعاً عَظَمت واحترام ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہ وسلم سے ثابت کہ حُضور نے وُضو فرما کر بقِیَّہ آب (یعنی بچے ہوئے پانی) کو کھڑے ہوکر نوش فرمایا اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا ستَّر مَرَض سے شفا ہے۔ (اَلْفِرْدَوْس ج ۲ ص ۳۶۲ حدیث ۳۶۱۷) تو وہ اِن اُمُور میں آبِ زمزم سے مُشابَہَت رکھتا ہے ایسے (یعنی وُضو کے بچے ہوئے) پانی سے اِستِنجا مناسِب نہیں۔ تنویر کے آدابِ وضو میں ہے: وضو کے بعد وُضو کا پَسماندہ (یعنی بچا ہوا پانی) قبلہ رُخ کھڑے ہوکر پیئے۔ (تَنوِیرُ الابصار ج ۱ ص ۲۷۵)

علامہ عبدُ الغَنی نابُلُسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے تجرِبہ کیا ہے کہ

جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وُضو کے بقیہ (بَ۔قِی۔یَہ) پانی سے شِفا حاصِل ہو جاتی ہے۔ نبیِّ صادِق صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اس صحیح طبِّ نبوی میں پائے جانیوالے ارشادِ گرامی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔(رَدُّ الْمُحتار ج ا ص ۲۷۷) وَاللّٰهُ سُبحٰنَهٗ وَتعالیٰ اَعلَم بِالصَّواب۔

❖ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالْقَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ الْخَاتَمَ بَيْنَ كَتِفَيْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، غُدَّةً حَمْرَاءَ، مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی طرح سرخ غدود دیکھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مہر نبوت جسم شریف کے ہمرنگ تھی برص کی طرح بہت چٹی نہ تھی، یہ بہت ہی حسین معلوم ہوتی تھی حضور کا حسن اسی شعر میں مذکور ہے۔ شعر

خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

کس نیست در جہاں کہ زحسنت عجب نہ ماند

ای درکمال حسن عجب تر زہر عجب

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۸ ص ۳۸)

بُحیرٰی راہب اور مہر نبوت

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس کی ہوئی تو اس وقت

ابوطالب نے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کیا۔ ابوطالب کو چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بہت ہی والہانہ محبت تھی اس لیے وہ آپ کو بھی اس سفر میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل تین بار تجارتی سفر فرمایا۔ دو مرتبہ ملک شام گئے اور ایک بار یمن تشریف لے گئے، یہ ملک شام کا پہلا سفر ہے اس سفر کے دوران بُصریٰ میں بُحیریٰ راہب (عیسائی سادھو) کے پاس آپ کا قیام ہوا۔ اس نے توراۃ وانجیل میں بیان کی ہوئی نبی آخرالزماں کی نشانیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بہت عقیدت اور احترام کے ساتھ اس نے آپ کے قافلہ والوں کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ سارے جہان کے سردار اور رب العالمین کے رسول ہیں، جن کو خدا عزوجل نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شجر وحجران کو سجدہ کرتے ہیں اور ابران پر سایہ کرتا ہے اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ اس لئے تمہارے اور ان کے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ اب تم ان کو لے کر آگے نہ جاؤ اور اپنا مال تجارت یہیں فروخت کر کے بہت جلد مکہ چلے جاؤ۔ کیونکہ ملک شام میں یہودی لوگ ان کے بہت بڑے دشمن ہیں۔ وہاں پہنچتے ہی وہ لوگ ان کو شہید کر ڈالیں گے۔ بحیرٰی راہب کے کہنے پر ابوطالب کو خطرہ محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ انہوں نے وہیں اپنی تجارت کا مال فروخت کر دیا اور بہت جلد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ بُحیریٰ راہب نے چلتے وقت انتہائی عقیدت کے ساتھ آپ کو سفر کا کچھ توشہ بھی دیا۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۶۴۰، ج۵، ص ۳۵۶ والسیرۃ النبویۃ لابن ھشام، قصۃ بحیری، ص ۷۳)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يُوسُفُ

حضرت عاصم بن عمر قتادہ رضی اللہ عنہ اپنی دادی حضرت رمیثہ رضی اللہ عنہا

بْنُ الْمَاجِشُونِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ جَدَّتِهِ رُمَيْثَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَوْ أَشَاءُ أَنْ أُقَبِّلَ الْخَاتَمَ الَّذِي بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِنْ قُرْبِهِ لَفَعَلْتُ، يَقُولُ لِسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ يَوْمَ مَاتَ: اهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ۔

سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (رمیثہ نے) فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا (دراں حالیکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب تھی کہ اگر چاہتی تو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو بوسہ دے دیتی) آپ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا (جس دن ان کا انتقال ہوا) ان (حضرت سعد) کے لیے اللہ تعالیٰ کا عرش حرکت میں آگیا (یعنی خوشی سے جھوم اُٹھا)۔

شرح حدیث: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن معاذ بن النعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے بہت ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے پہلے ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ بھیج دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دیں اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دامن اسلام میں آگئے اور خود اسلام قبول کرتے ہی یہ اعلان فرمادیا کہ میرے قبیلہ بنو عبد الاشہل کا جو مرد یا عورت اسلام سے منہ موڑے گا میرے لئے حرام ہے کہ میں اس سے کلام کروں۔ آپ کا یہ اعلان سنتے ہی قبیلہ بنو عبد الاشہل کا ایک ایک بچہ دولت اسلام سے مالا مال ہوگیا۔ اس طرح آپ کا مسلمان ہوجانا مدینہ

منورہ میں اشاعت اسلام کے لیے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔

(اسد الغابۃ، سعد بن معاذ، ج ۲، ص ۴۴۱)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور انتہائی نشانہ باز تیر انداز بھی تھے۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں خوب خوب دادِ شجاعت دی، مگر جنگ خندق میں زخمی ہو گئے اور اسی زخم میں شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے نیزہ لیکر جوش جہاد میں لڑنے کے لئے میدان جنگ میں جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام اکحلہ کٹ گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے دو مرتبہ ان کے زخم کو داغا اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا لیکن انہوں نے شوق شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی:

یا اللہ! عزوجل تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے مجھے جنگ کرنے کی اتنی تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا، اے اللہ! عزوجل میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے زندہ رکھنا تاکہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جنگ کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو تو میرے اس زخم کو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے شہادت عطا فرما دے۔

خدا کی شان کہ آپ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہہ کر مسجد نبوی میں بنی غفار کے خیمے کے اندر پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہاری طرف سے بہ کر ہماری طرف آ رہا ہے؟

جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم سے خون جاری تھا اسی زخم میں ان کی شہادت ہوگئی۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من احزاب...الخ، الحدیث: ۴۱۲۲، ج ۳، ص ۵۷)

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جان کنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمال نبوت کا دیدار کیا اور کہا: السلام علیک یارسول اللہ! پھر بلند آواز سے کہا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج ۲، ص ۱۸۱)

آپ کا سال وصال ۵ ہجری ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ۳۷ برس کی تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کو دفنا کر واپس آرہے تھے تو شدت غم سے آپ کے آنسوؤں کے قطرات آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۶ واسد الغابۃ، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۴۴۳)

جنازہ میں ستر ہزار فرشتے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کی موت سے عرش الٰہی ہل گیا اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، غزوۃ بنی قریظۃ، ج ۳، ص ۹۲ وحجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ...الخ، ص ۶۱۷)

مٹی مشک بن گئی

حضرت محمد بن شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص نے

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی مٹی ہاتھ میں لی تو اس میں سے مشک کی خوشبو آنے لگی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں سے خوشبو آنے لگی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے سبحان اللہ! سبحان اللہ! فرمایا اور مسرت کے آثار آپ کے رخسار انور پر نمودار ہو گئے۔ (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ، غزوۃ بنی قریظۃ، ج ۳، ص ۹۸-۹۹)

فرشتوں سے خیمہ بھر گیا

حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمہ میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی بھی آدمی موجود نہ تھا مگر پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لمبے لمبے قدم رکھ کر پھلانگتے ہوئے خیمہ میں تشریف لے گئے اور ان کی لاش کے پاس تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ خیمہ میں لمبے لمبے قدم کے ساتھ پھلانگتے ہوئے داخل ہوئے حالانکہ خیمہ میں کوئی شخص بھی موجود نہ تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیمہ میں اس قدر فرشتوں کا ہجوم تھا کہ وہاں قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی اس لئے میں نے فرشتوں کے بازوؤں کو بچا بچا کر قدم رکھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء...الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ ...الخ، ص ۶۱۷)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا : حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے) فرماتے ہیں جب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف

مَوْلَى غُفْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ، إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ، وَقَالَ: بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ، وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ.

بیان کرتے (پھر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے پوری حدیث بیان کی اور فرمایا) آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔

شرح حدیث: شان خاتم الانبیاء

خالقِ کائنات نے اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو امتیازاتِ نبوت عطا کر کے انہیں عام انسانوں سے ممتاز پیدا کیا جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ ربّ العزت نے عظمت و رِفعت کا وہ بلند مقام عطا کیا کہ جس تک کسی فردِ بشر کی رسائی ممکن نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی جو اس حکمِ ایزدی کی تصدیق کرتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ان کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے مقفل کر دیا گیا ہے۔ یہ مہرِ نبوت دونوں کندھوں کے درمیان ذرا بائیں جانب تھی۔

1۔ حضرت عبداللہ بن سرجیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فنظرتُ إلی خاتمِ النبوۃ بین کتفیه عند ناغض کتفه الیسریٰ

میں نے مہرِ نبوت دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے قریب دیکھی۔ (مسلم، الصحیح، 4:1823، کتاب الفضائل، رقم: 2346)

2۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابراہیم بن محمد کہتے ہیں:

کان علی إذا وصف رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ، فذکر الحدیث بطوله، وقال بین کتفیه خاتم النبوة وهو خاتم النبیین صلی الله علیه وآله وسلم

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات گنواتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور کہتے کہ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین تھے۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 599، ابواب المناقب، رقم: 3638)(ابن ابی شیبہ، المصنف، 6: 328، رقم: 31805)(ابن عبدالبر، التمہید، 3: 30)(ابن ہشام، السیرة النبویہ، 2: 248)

3۔ مہرِ نبوت خوشبوؤں کا مرکز تھی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فالتقمتُ خاتم النبوة بفیّ، فکان ینمّ علیّ مسکاً

پس میں نے مہرِ نبوت اپنے منہ کے قریب کی تو اُس کی دلنواز مہک مجھ پر غالب آرہی تھی۔ (صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، 2: 53)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہرِ نبوت کی ہیئت اور شکل وصورت کا ذکر مختلف تشبیہات سے کیا ہے: کسی نے کبوتر کے انڈے سے، کسی نے گوشت کے ٹکڑے سے اور کسی نے بالوں کے گچھے سے مہرِ نبوت کو تشبیہ دی ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ تشبیہ ہر شخص کے اپنے ذوق کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

1۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان خاتم رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یعنی الذی بین کتفیه غدّة حمراء مثل بیضة الحمامة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہرِ

نبوت تھی، جو کبوتر کے انڈے کی مقدار سرخ ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 5:602، ابواب المناقب، رقم: 3644) (احمد بن حنبل، المسند، 5:104، رقم: 21036) (ابن حبان، الصحیح، 14:209، رقم: 6301) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 6:328، رقم: 31808) (طبرانی، المعجم الکبیر، 2:220، رقم: 1908) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:425)

2۔ حضرت ابو زید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس مہرِ نبوت کو بالوں کے گچھے جیسا کہا۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں اپنے پشتِ مبارک پر مالش کرنے کی سعادت بخشی تو اُس موقع پر اُنہوں نے مہرِ اقدس کا مشاہدہ کیا۔ حضرت علیاء (راوی) نے عمرو بن اخطب سے اُس مہرِ نبوت کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا:

شعر مجتمع علی کتفه

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کندھوں کے درمیان چند بالوں کا مجموعہ تھا۔

(احمد بن حنبل، المسند، 5:341، رقم: 22940) (حاکم، المستدرک، 2:663، رقم: 4198) (ابویعلی، المسند، 12:240، رقم: 6846) (ہیثمی، موارد الظمآن، 1:514، رقم: 2096) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:426)

3۔ حضرت ابو نضرۃ عوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سألتُ أبا سعید الخدری عن خاتم رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم یعنی خاتم النبوة، فقال کان فی ظهره بضعة ناشزة

میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر یعنی مہرِ نبوت کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا: وہ (مہرِ نبوت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشتِ اقدس میں ایک

اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔ (ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1:46، رقم: 22) (بخاری، التاریخ الکبیر، 4:44، رقم: 1910) (طبری، تاریخ الامم والملوک، 2:222)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عِلْبَاءُ بْنُ أَحْمَرَ الْيَشْكُرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو زَيْدٍ عَمْرُو بْنُ أَخْطَبَ الأَنْصَارِيُّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: يَا أَبَا زَيْدٍ، ادْنُ مِنِّي فَامْسَحْ ظَهْرِي، فَمَسَحْتُ ظَهْرَهُ، فَوَقَعَتْ أَصَابِعِي عَلَى الْخَاتَمِ قُلْتُ: وَمَا الْخَاتَمُ؟ قَالَ: شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ.

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اسے ابو زید! میرے قریب ہو اور میری پشت پر ہاتھ پھیرا میں نے آپ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرا تو میری انگلیاں مہر نبوت پر جا لگیں۔ میں (عمر و بن اخطب کے شاگرد) نے پوچھا مہر نبوت کیا ہے؟ تو فرمایا کچھ اکٹھے بال تھے۔

شرح حدیث: مہر نبوت

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مہر نبوت کبوتر کے انڈے کے برابر تھی اور اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ

اَللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ بِوَجْهِ حَيْثُ كُنْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ

یعنی ایک اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں (اے رسول!) آپ جہاں بھی رہیں گے آپ کی مدد کی جائے گی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

كَانَ نُوْرًا يَتَلَأْلَأُ یعنی مہر نبوت ایک چمکتا ہوا نور تھا۔ راویوں نے اس کی ظاہری

شکل وصورت اور مقدار کو کبوتر کے انڈے سے تشبیہ دی ہے۔

(حاشیۃ جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی خاتم النبوۃ، حاشیۃ: ۲، ج ۲، ص ۲۰۶)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، حَدَّثَنِي أَبِي ، قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ ، يَقُولُ : جَاءَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ بِمَائِدَةٍ عَلَيْهَا رُطَبٌ ، فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، فَقَالَ : يَا سَلْمَانُ مَا هَذَا ؟ فَقَالَ : صَدَقَةٌ عَلَيْكَ ، وَعَلَى أَصْحَابِكَ ، فَقَالَ : ارْفَعْهَا ، فَإِنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ ، قَالَ : فَرَفَعَهَا ، فَجَاءَ الْغَدَ بِمِثْلِهِ ، فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، فَقَالَ : مَا هَذَا يَا سَلْمَانُ ؟ فَقَالَ : هَدِيَّةٌ لَكَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد مکرم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ آئے تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے پاس تازہ کھجوروں کا ایک خوان تھا جو آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ کے لیے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے لیے صدقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے اٹھالو، ہم صدقے نہیں کھایا کرتے راوی کہتے ہیں حضرت سلمان فارسی نے خوان اٹھالیا، دوسرے دن پھر اسی طرح کی کھجوریں لاکر بارگاہ بے کس پناہ میں پیش کیں تو آپ نے فرمایا اے سلمان یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ آپ کے لیے تحفہ ہے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا ہاتھ برھاؤ (یعنی کھاؤ) پھر حضرت

عليه وسلم لأَصْحَابِهِ: ابْسُطُوا ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْخَاتَمِ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَآمَنَ بِهِ، وَكَانَ لِلْيَهُودِ فَاشْتَرَاهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، بِكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا عَلَى أَنْ يَغْرِسَ لَهُمْ نَخْلًا، فَيَعْمَلَ سَلْمَانُ فِيهِ، حَتَّى تُطْعِمَ، فَغَرَسَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، النَّخلَ إِلا نَخْلَةً وَاحِدَةً، غَرَسَهَا عُمَرُ فَحَمَلَتِ النَّخْلُ مِنْ عَامِهَا، وَلَمْ تَحْمِلْ نَخْلَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مَا شَأْنُ هَذِهِ النَّخْلَةِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَا غَرَسْتُهَا، فَنَزَعَهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَغَرَسَهَا فَحَمَلَتْ مِنْ عَامِهَا۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کے پشت مبارک پر مہر نبوت کو دیکھا اور آپ پر ایمان لائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک یہودی کے غلام تھے، پھر حضور اکرم ﷺ نے آپ کو کچھ درہموں سے اس شرط پر خریدا کہ آپ ان کے (یہودیوں کے) لیے کھجور کے درخت لگائیں اور ان کے پھل دار ہونے تک حفاظت کریں، پھر حضور اکرم ﷺ نے تمام درخت اپنے دستِ مبارک سے لگائے، صرف ایک درخت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لگایا اس ایک کھجور کے علاوہ باقی تمام درخت اسی سال پھل لائے۔ اس پر حضور اکرم اقدس ﷺ نے فرمایا اس درخت کو کیا ہوا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ درخت میں نے لگایا ہے اس پر آپ نے وہ درخت اکھیڑ دیا اور (دوبارہ) خود لگایا تو وہ اسی سال پھل دار ہوگیا۔

شرح حدیث: مہرِ نبوت آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ہے

مہرِ نبوت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی علامت ہے، سابقہ الہامی کتب میں مذکور تھا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک علامت اُن کی پشتِ اقدس پر مہرِ نبوت کا موجود ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ کتاب جنہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا اس نشانی کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشتِ اقدس پر مہرِ نبوت کی تصدیق کر لینے کے بعد ہی ایمان لائے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کتبِ تاریخ وسیر میں تفصیل سے درج ہے۔ آتش پرستی سے توبہ کر کے عیسائیت کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ پادریوں اور راہبوں سے حصولِ علم کا سلسلہ بھی جاری رہا، لیکن کہیں بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔

اسی سلسلے میں اُنہوں نے کچھ عرصہ عموریا کے پادری کے ہاں بھی اس کی خدمت میں گزارا۔ عموریا کا پادری الہامی کتب کا ایک جید عالم تھا۔ اس کا آخری وقت آیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب میں کس کے پاس جاؤں؟ الہامی کتب کے اُس عالم نے بتایا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ قریب ہے۔ یہ نبی دینِ ابراہیمی کے داعی ہوں گے۔ اور پھر عموریا کے اُس پادری نے مدینہ منورہ کی تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بتا دیں کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے کھجوروں کے جھنڈ والے اس شہرِ دلنواز میں سکونت پذیر ہوں گے۔ عیسائی پادری نے اللہ کے اس نبی کے بارے میں بتایا کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے البتہ ہدیہ قبول کر لیں گے اور یہ کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ پادری اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا، تلاشِ حق کے مسافر نے عموریا کو خدا حافظ کہا اور سلمان فارسی شہرِ نبی کی تلاش میں نکل پڑے۔ سفر کے دوران

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چند تاجروں کے ہتھے چڑھ گئے لیکن تلاشِ حق کے مسافر کے دل میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی تڑپ ذرا بھی کم نہ ہوئی بلکہ آتشِ شوق اور بھی تیز ہوگئی، یہ تاجر اُنہیں مکہ لے آئے، جس کی سرزمین نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولد پاک ہونے کا اِعزاز حاصل کر چکی تھی۔ تاجروں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنا غلام ظاہر کیا اور اُنہیں مدینہ جو اُس وقت یثرب تھا، کے بنی قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اُنہوں نے یہودی کی غلامی قبول کر لی۔۔۔ یہودی آقا کے ساتھ جب وہ یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ گئے تو گویا اپنی منزل کو پالیا۔

عموریا کے پادری نے یثرب کے بارے میں انہیں جو نشانیاں بتائی تھیں وہ تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیں، وہ ہر ایک سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے بارے میں پوچھتے رہتے لیکن ابھی تک قسمت کا ستارا۔۔ ثریا پر نہ چمک پایا تھا اور وہ بے خبر تھے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے اس شہرِ خنک میں تشریف لانے والے ہیں۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے یہودی مالک کے کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے، کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے تھے کہ اُنہوں نے سنا کہ اُن کا یہودی مالک کسی سے باتیں کر رہا تھا کہ مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں آنے والی ہستی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی داعی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا دل مچل اٹھا، اور تلاشِ حق کے مسافر کی صعوبتیں لمحۂ مسرت میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ وہ ایک طشتری میں تازہ کھجوریں سجا کر والیءِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ صدقے کی کھجوریں ہیں۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھجوریں واپس کر دیں کہ

ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ عموریا کے پادری کی بتائی ہوئی ایک نشانی سچ ثابت ہو چکی تھی۔ دوسرے دن پھر ایک خوان میں تازہ کھجوریں سجائیں اور کھجوروں کا خوان لے کر رسولِ ذی حشما کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یہ ہدیہ ہے، قبول فرما لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تحفہ قبول فرما لیا اور کھجوریں اپنے صحابہ میں تقسیم فرما دیں۔

دو نشانیوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔ اب مُہرِ نبوت کی زیارت باقی رہ گئی تھی۔ تاجدارِ کائنات اجنت البقیع میں ایک جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور ایک جگہ جلوہ افروز ہوئے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آقائے دوجہاں اکی پشت کی طرف بے تابانہ نگاہیں لگائے بیٹھے تھے۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نورِ نبوت سے دیکھ لیا کہ سلمان کیوں بے قراری کا مظاہرہ کر رہا ہے، مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از رہِ محبت اپنی پشت انور سے پردہ ہٹا لیا تا کہ مہرِ نبوت کے دیدار کا طالب اپنے من کی مراد پالے۔ پھر کیا تھا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کیفیت ہی بدل گئی، تصویر حیرت بن کے آگے بڑھے، فرطِ محبت سے مہرِ نبوت کو چوم لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر ہمیشہ کیلئے دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہو گئے۔

(حاکم، المستدرک، 3:698، رقم:6544)(بزار، المسند، 6:463-465، رقم:2500)(طبرانی، معجم الکبیر، 6:222-224، رقم:6065)(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 4:75-80)(ابونعیم اصبہانی، دلائل النبوۃ، 1:40)(شواہد النبوۃ، رکن رابع، ص ۸۴)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْوَضَّاحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الدَّوْرَقِيُّ،

حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کی مہر نبوت

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ الْعَوَقِيِّ ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ ، عَنْ خَاتَمِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَعْنِي خَاتَمَ النُّبُوَّةِ ، فَقَالَ : كَانَ فِي ظَهْرِهِ بَضْعَةٌ نَاشِزَةٌ۔

کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا آپ کی پشت مبارک پر اُبھرا ہوا گوشت تھا۔

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ أَبُو الأَشْعَثِ الْعِجْلِيُّ الْبَصْرِيُّ ، قَالَ : أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ ، قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ، فَدُرْتُ هٰكَذَا مِنْ خَلْفِهِ ، فَعَرَفَ الَّذِي أُرِيدُ ، فَأَلْقَى الرِّدَاءَ عَنْ ظَهْرِهِ ، فَرَأَيْتُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ عَلَى كَتِفَيْهِ ، مِثْلَ الْجُمْعِ حَوْلَهَا خِيلَانٌ ، كَأَنَّهَا ثَآلِيلُ ، فَرَجَعْتُ حَتَّى اسْتَقْبَلْتُهُ ، فَقُلْتُ : غَفَرَ اللهُ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ ، فَقَالَ : وَلَكَ فَقَالَ الْقَوْمُ : أَسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صلى الله

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ میں آپ کے پیچھے گھوما تو حضور اکرم ﷺ میری مراد سمجھ گئے اور چادر مبارک اپنی پشت سے ہٹائی، میں نے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جو مٹھی کی طرح تھی جس کے گرد تل ہوں گویا کہ وہ مسے ہیں (پستان کا سرا) پھر میں نے مہر نبوت کو بوسہ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ نے فرمایا اور تمھارے لئے بھی، صحابہ کرام نے فرمایا (اے عبداللہ بن سرجس) حضور اکرم ﷺ نے تیرے لیے بخشش کی دعا فرمائی آپ نے

علیہ وسلم ؟ فَقَالَ : نَعَمْ ، وَلَکُمْ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾۔ (پ۲۶، محمد: ۱۹)

فرمایا ہاں! اور تمہارے لیے بھی اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مَردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

شرح حدیث: معرفت کی باتیں

اللہ ربُّ العزّت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ

ترجمہ کنز الایمان: اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مَردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (پ26، محمد:19)

اس آیت کریمہ میں خود خدائے بزرگ و برتر حکم فرما رہا ہے: اے محبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو خود کسی کام کا حکم فرمائے اور پھر اس کی بجا آوری پر انہیں اَجر نہ دے، یا جو اس نے وعدہ کیا ہے اسے پورا نہ کرے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ وہ پاک پروردگار عزوجل تو وعدوں کو پورا کرنے والا ہے جو اس سے اُمید رکھتا ہے وہ کبھی بھی مایوس نہیں ہوتا۔ جب کسی بندے سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے اور اسے اپنے گناہ پر شرمندگی بھی ہو پھر نبی مکرّم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اس کی شفاعت فرمائیں اور جس ذات کی نافرمانی اس گناہ گار شخص سے ہوئی وہ ذات بھی ایسی کریم کہ بڑے بڑے گناہوں کو محض اپنے لُطف وکرم سے بخش دے اور جو اس کے سامنے صدقِ دل سے تائب ہوجائے اور دو قطرے آنسوؤں کے بہالے تو زمین وآسمان کے برابر گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔ کیا وہ پاک پروردگار

عزوجل ہمارے گناہوں کو معاف نہیں فرمائے گا؟ ضرور فرمائے گا ہمیں اس کی پاک ذات پر کامل یقین ہے۔

3- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

موئے مبارک

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى نِصْفِ أُذُنَيْهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں کے نصف تک پہنچتے تھے۔

شرح حدیث: گوش مبارک

آپ کی آنکھوں کی طرح آپ کے کان میں بھی معجزانہ شان تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان اقدس سے ارشاد فرمایا کہ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ (الخصائص الکبری للسیوطی، باب الایۃ فی سمعہ الشریف، ج۱، ص۱۱۳)

یعنی میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں دیکھتا اور میں ان آوازوں کو سنتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں سنتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سمع و بصر کی قوت بے مثال اور معجزانہ شان رکھتی تھی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دور و نزدیک کی آوازوں کو یکساں طور پر سن لیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے حلیف بنی خزاعہ نے، جیسا کہ فتح مکہ کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں، تین دن کی مسافت سے آپ کو اپنی امداد و نصرت کے لئے پکارا تو آپ نے ان کی فریاد سن لی۔ علامہ زرقانی نے اس

حدیث کی شرح میں فرمایا کہ لَا بُعْدَ فِیْ سَمَاعِہٖ صَلَی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَدْ کَانَ یَسْمَعُ اَطِیْطَ السَّمَاءِ یعنی اگر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین دن کی مسافت سے ایک فریادی کی فریاد سن لی تو یہ آپ سے کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ آپ تو زمین پر بیٹھے ہوئے آسمانوں کی چرچراہٹ کو سن لیا کرتے تھے بلکہ عرش کے نیچے چاند کے سجدہ میں گرنے کی آواز کو بھی سن لیا کرتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۳۸۱ والخصائص الکبری للسیوطی، باب الایۃ فی سمعہ الشریف، ج ۱، ص ۱۱۳)

دور ونزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَكَانَ لَهُ شَعَرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ، وَدُونَ الْوَفْرَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے (درمیان میں پردہ ہوتا تھا) اور آپ کے بال مبارک کندھوں سے کچھ اوپر اور کانوں سے قدرے نیچے ہوتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قَطَنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كَانَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میانہ قد تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا (یعنی سینہ مبارک

رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم مَرْبُوعًا ، بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمِنْكَبَيْنِ ، وَكَانَتْ جُمَّتُهُ تَضْرِبُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ۔

کشادہ تھا) اور آپ کے بال مبارک کانوں کی لوتک پہنچتے تھے۔

شرح حدیث: عورتوں کی طرح کندھے سے نیچے بال رکھنا کیسا؟

اعلی حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ، میں ارشادفرماتے ہیں:

حرام ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال، رواه الائمة احمد -و البخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجة عن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔

اللہ کی لعنت ان مردوں پر کہ کسی بات میں عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر کہ مردوں سے، (ائمہ حدیث مثلا امام احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے روایت کیا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۴)(صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبھین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۴)(سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰)(جامع الترمذی کتاب الآداب باب ماجاء فی المتشبہات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۲)

ایک عورت مردوں کی طرح کمان کندھے پر لگائے جاتی تھی اسے دیکھ کر یہ فرمایا۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت فرمایا۔

(مجمع الزوائد کتاب الادب باب فی المتشبہین الخ دار الکتاب بیروت ۸/ ۰۳۔ ۱۰۲)

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ خود پہنتی ہے فرمایا:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرجلة من النساء.

رواہ ابوداؤد۔ عن ابن ابی ملکیة عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر کہ کوئی وضع مردانی اختیار کرے۔ (امام ابوداؤد نے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرمائی۔

کمان یا جوتا اجزائے بدن نہیں۔ جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ اجزائے بدن ہیں ان میں مشابہت اور کس درجہ سخت تر ہوگی۔ ولہذا عورت کو حرام ہے کہ اپنے بال تراشے کہ اس میں مردوں سے مشابہت ہے یوہیں مردوں کو حرام ہے کہ اپنے بال عورتوں کی طرح بڑھائیں اور وجہ دونوں جگہ وہی مشابہت ہے کہ حرام وموجب لعنت ہے۔

درمختار میں ہے:

قطعت شعر راسها اثمت ولعنت و المعنى المؤثر التشبه۔

کسی عورت نے اپنے سر کے بال کاٹے تو وہ اس کام کی وجہ سے گناہگار ہوگی اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور اس میں معنی موثر تشبہ ہے۔

(درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰)

ردالمحتار میں ہے:

ای العلۃ المؤثرۃ فی اثمھا التشبہ بالرجال فانہ لایجوز کالتشبہ بالنساء حتی قال فی المجتبٰی یکرہ غزل الرجل علی ھیأۃ غزل النساء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

عورت کے گناہگار ہونے میں اَثر انداز ہونے والی علت مردوں سے مشابہت ہے اس لئے کہ وہ جائز نہیں۔ جیسے مردوں کی عورتوں سے مشابہت درست نہیں۔ یہاں تک کہ المجتبٰی میں فرمایا کہ مردوں کا عورتوں کی ہیئت پر سوت کاتنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(ردالمحتار کتاب الحظر ولاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱)(فتاوی رضویہ، جلد ۲۴ ص ۶۸۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ لأَنَسٍ: كَيْفَ كَانَ شَعَرُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ، وَلا بِالسَّبْطِ، كَانَ يَبْلُغُ شَعَرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ پوچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہ تو زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے اور آپ کے بال مبارک کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بنکے تمھارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپش محشر میں
سایہ افگن ہو تیرے پیارے کے پیارے گیسو

شرح حدیث: دیوبندی حکیم الامت کی عجیب منطق

بلاتبصرہ

حکیم الامت حضرت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا بالِ مبارک تقسیم کرنا، اپنی تعظیم وعبادت کے لیے نہ تھا؛ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت پر نظر کرتے ہوئے ان کے نزاع وقتال کے رفع دفع کرنے کے لیے تھا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو دفن کراتے، تو یقینا صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین زمین سے ان کو نکالنے کی کوشش کرتے، اور عجب نہیں کہ قتال کی نوبت آجاتی۔ (ملفوظات حکیم الامت، ص: ۱۷۱، ج: ۲۳، ملفوظ: ۵۰۱)

صحابہ اکرام کا عمل

امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا:

انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فخرج لحاجۃ فاتبعتہ باداوۃ فکسانی احد ثوبیہ الذی یلی جسدہ فخبأتہ لھذا الیوم، واخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اظفارہ وشعرہٖ ذات یوم فاخذتہ، فخباتہ لھذا الیوم فاذا انا مت فاجعل ذلک القمیص دون کفنی ممایلی جسدی وخذ ذلک الشعر والاظفار فاجعلہ فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی۔

(کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی ہامش الاصابۃ ترجمہ معاویہ بن سفیان مطبوعہ دارصادر بیروت ۳/۳۹۹)

یعنی میں صحبتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شرف یاب ہوا ایک دن حضور اقدس صلی للہ تعالیٰ وسلامہ علیہ، حاجت کے لئے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ میں لوٹا لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہُوا۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جوڑے سے کُرتا کہ بدنِ اقدس سے متصل تھا مجھے انعام فرمایا، وہ کُرتا میں نے آج کے لئے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک روز حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ناخن و مُوئے مبارک تراشے وہ میں نے لے کر اس دن کے لئے اٹھا رکھے، جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا، وموئے مبارک وناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔

موئے مبارک

مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بال بنوا کر تمام بال مبارک ایک سبز درخت پر ڈال دیئے۔ تمام اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی درخت کے نیچے جمع ہو گئے اور بالوں کو ایک دوسرے سے چھیننے لگے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتی ہیں کہ میں نے بھی چند بال حاصل کر لئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی میں ڈبو کر پانی مریض کو پلاتی تو رب العزت اسے صحت عطا کر دیتا۔

(مدارج النبوت، قسم سوئم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۱۷)

نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ عدیم بن طاہر علوی کے پاس چودہ موئے مبارک تھے انہوں نے ان کو امیر حلب کے دربار میں پیش کیا۔ امیر حلب نے خوش ہو کر اس مقدس تحفہ کو قبول کیا اور علوی صاحب کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے ان کو انعام و

اکرام سے مالا مال کر دیا لیکن اس کے بعد جب دوبارہ علوی صاحب امیر حلب کے دربار میں گئے تو امیر نے تیوری چڑھا کر بہت ہی ترش روئی کے ساتھ بات کی اور ان کی طرف سے نہایت ہی بے التفاتی کے ساتھ منہ پھیر لیا۔ علوی صاحب نے اس بے توجہی اور ترش روئی کا سبب پوچھا تو امیر حلب نے کہا کہ میں نے لوگوں کی زبانی یہ سنا ہے کہ تم جو موئے مبارک میرے پاس لائے تھے ان کی کچھ اصل اور کوئی سند نہیں ہے۔ علوی صاحب نے کہا کہ آپ ان مقدس بالوں کو میرے سامنے لائیے۔ جب وہ آ گئے تو انہوں نے آگ منگوائی اور موئے مبارک کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا پوری آگ جل جل کر راکھ ہو گئی مگر موئے مبارک پر کوئی آنچ نہیں آئی بلکہ آگ کے شعلوں میں موئے مبارک کی چمک دمک اور زیادہ نکھر گئی۔ یہ منظر دیکھ کر امیر حلب نے علوی صاحب کے قدموں کا بوسہ لیا اور پھر اس قدر انعام و اکرام سے علوی صاحب کو نوازا کہ اہل درباران کے اعزاز و وقار کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ (الکلام المبین ص ۱۰۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ ، قَالَتْ : قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَكَّةَ قَدْمَةً ، وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ .

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مکہ مکرمہ میں ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے (تو میں نے دیکھا) کہ آپ کے چار گیسو مبارک تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: غالباً فتح مکہ کے دن کی تشریف آوری مراد ہے جب حضور نے ام

ہانی کے گھر میں غسل بھی کیا اور نماز چاشت بھی پڑھی تھی بعد ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار بار مکہ معظمہ تشریف لے گئے عمرہ قضا کے لیے، فتح مکہ کے لیے، عمرہ ہجرانہ کے لیے اور حجۃ الوداع کے لیے۔ حضور انور نے چار عمرے کیے ہیں اور ایک حج، تین عمرے ذیقعدہ ہی میں ایک عمرہ جو حج الوداع کے ساتھ کیا وہ ذی الحجہ میں۔ یہ واقعہ جو آپ بیان فرمارہی ہیں وہ فتح مکہ کے دن کا ہے۔

بٹے ہوئے بالوں کو غدیرہ ضفیرہ کہا جاتا ہے جس کی جمع غدائر اور ضفائر ہے یعنی اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں مبارک کو چار حصوں میں کیا ہوا تھا دو حصے بٹ کر داہنے ہاتھ کی طرف لٹکے ہوئے تھے اور دو حصے بائیں جانب۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج٦ ص٢٨٩)

❖ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ شَعَرَ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم، كَانَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں کے درمیان تک تھے۔

❖ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ نُللعَبْدِ اَللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم كَانَ يُسْدِلُ شَعَرَهُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (شروع شروع میں) اپنے بالوں کو بغیر مانگ کے چھوڑتے تھے (کیونکہ) مشرکین اپنے سروں کی مانگ نکالتے تھے جبکہ اہل کتاب اپنے بالوں کو بغیر مانگ

الزُّهْرِيِّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْوكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرِقُونَ رُؤُوسَهُمْ ، وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يُسْدِلُونَ رُؤُوسَهُمْ ، وَكَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ ، ثُمَّ فَرَقَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم رَأْسَهُ.

کے چھوڑتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان امور میں اہل کتاب کے موافق کام کرتے تھے جن میں کوئی (مستقل) حکم نازل نہ ہوتا بعد میں آپ اپنے سر مبارک کی مانگ نکالتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: موافقت اور مشابہت میں بڑا فرق ہے کفار سے مشابہت بہر حال حرام ہے موافقت جائز ہے مگر جائز چیزوں میں۔ مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں سے حضور انور کو منع نہیں فرمایا گیا ان میں ایسے کام اختیار فرماتے تھے جو مشرکین کے مخالف ہوں اہلِ کتاب کے موافق۔

سر کے بالوں میں مانگ نہ نکالتے تھے یوں ہی کھلے ہوئے چھوڑ دیتے تھے اور پیشانی سے مراد سر ہے، بعض روایات میں راسہ ہے یعنی حضور انور نے مانگ نہ نکالی بلکہ بال شریف کھلے رکھے۔

جبریل امین نے حضور انور سے یہ ہی عرض کیا کہ مانگ نکالا کریں، چنانچہ اب مسلمانوں کو یہ ہی سنت ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۶ ص ۲۶۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم دیکھے۔

الْمَكِّيِّ ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ ، قَالَتْ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم ذَا ضَفَائِرَ أَرْبَعٍ .

4-بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرَجُّلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرنے کا بیان

❖ حدثنا إسحاق بن موسى الأنصاري ، حدثنا مَعْن بن عيسى ، حدثنا مالك بن أنس ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَأَنَا حَائِضٌ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو کنگھی کیا کرتی تھی اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: جب حضور انور اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر مبارک گھر کی کھڑکی میں داخل فرما دیتے تھے ام المؤمنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھو بھی دیتیں تھیں تیل کنگھی بھی کر دیتی تھیں۔ معلوم ہوا کہ بحالت حیض عورت کا جسم پاک ہوتا ہے وہ ناپاکی حکمی ہے اور بحالت اعتکاف اپنے بعض اعضاء مسجد سے باہر نکال دینا جائز ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۶ ص ۲۶۲)

❖ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى ، قَالَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، قَالَ :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سر

حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ صَبِيحٍ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ هُوَ الرَّقَاشِيُّ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهِ وَتَسْرِيحَ لِحْيَتِهِ ، وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتَّى كَأَنَّ ثَوْبَهُ ، ثَوْبُ زَيَّاتٍ .

مبارک میں کنگھی کیا کرتے تھے تیل لگاتے اور ڈاڑھی مبارک میں کنگھی کیا کرتے تھے اور اکثر دستار مبارک کے نیچے ایک (چھوٹا سا) رومال رکھتے تھے یہاں تک وہ کپڑا تیل سے تر رہتا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رات کو حضور کے سرہانے مسواک اور کنگھی رکھی جاتی تھی جب شب اٹھتے تو یہ دونوں چیزیں استعمال فرماتے، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات چیزیں سفر و حضر میں نہ چھوڑتے تھے: پیشاب کا برتن، آئینہ، سرمہ دانی، مسواک، قینچی، سرمہ کی سلائی۔ (مرقات)

قناع ق کے کسرہ سے وہ کپڑا جو ٹوپی کے نیچے پہنا جائے تا کہ تیل ٹوپی و عمامہ میں نہ لگے وہ کپڑا ہی تیل میں تر رہے یعنی چونکہ آپ سر میں تیل زیادہ استعمال کرتے تھے اس لیے ٹوپی شریف کے نیچے ایک کپڑا تیل سے بچاؤ کے لیے استعمال فرماتے تھے۔

یعنی یہ قناع تیل میں ایسا بھیگا رہتا تھا جیسے تیل والے کے کپڑے تیل سے تر رہتے ہیں دوسرے کپڑے مراد نہیں کیونکہ حضور کے کپڑے بہت صاف اور چٹے رہتے تھے آپ سفید کپڑے پسند فرماتے تھے جو صاف ہوں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۶ ص۲۸۸)

❖ عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَائِشَةَ ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی

قَالَتْ : إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَيُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ إِذَا تَطَهَّرَ ، وَفِي تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ ، وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ .

ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرمانے، کنگھی استعمال فرمانے اور جوتا پہننے میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا، ناخن و بغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتی کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔ (اشعۃ اللمعات) علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایاں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضۂ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضۂ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھوکو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۱ ص۳۸۱)

پیارے بھائیو! ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی طرف سے وضو کرنا پسند فرماتے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وضو کرتے وقت پہلے سیدھا ہاتھ مبارک دھوتے پھر بایاں۔ اسی طرح پاؤں مبارک دھوتے وقت بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھا

کرتے۔ نیز اس حدیث پاک میں کنگھا اور نعلین شریفین کے بارے میں بھی سیدھی ہی جانب سے شروع کرنا منقول ہوا۔ یعنی سر اقدس اور داڑھی مبارک میں جب کنگھا فرماتے تو پہلے سیدھی جانب سے شروع کرتے، پھر بائیں جانب۔ نیز نعلین شریفین پہنتے وقت بھی پہلے سیدھے قدم مبارک کو نعل پاک میں داخل فرماتے پھر بائیں قدم مکرم کو۔ صرف ان تین کاموں ہی کی تخصیص نہیں، جتنے بھی تکریم کے کام ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی جانب سے ہی شروع کرنا پسند فرماتے۔ چنانچہ لباس پہننا، مسجد میں داخل ہونا، سر اور مونچھ وغیرہ کے بال تراشنا، مسواک کرنا، ناخن کاٹنا، آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، کسی کو کوئی چیز دینا یا کسی سے لینا، کھانا پینا وغیرہ وغیرہ کام سیدھے ہاتھ سے سیدھی جانب سے کرنے چاہیں۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ التَّرَجُّلِ، إِلا غِبًّا۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: یہ حکم مرد کے لیے سر کے بالوں میں کنگھی کرنے کے متعلق ہے یعنی جس مرد کے سر پر بال ہوں وہ روزانہ ان میں تیل و کنگھی نہ کرے کہ اسی میں لگا رہے بلکہ کبھی کرے کبھی نہ کرے، ایک دن کرے ایک دن نہ کرے۔ خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ ہفتہ میں ایک دن کرے۔ غب غین کے کسرہ سے ب کے شد سے، اس

کے معنی ہیں اونٹ کو ایک دن پانی پلانا ایک دن ناغہ کرنا تجارت کو بھی غب کہا جاتا ہے۔اس ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان ظاہری آرائش میں مشغول ہوکر رب کو نہ بھول جائے اس حکم سے عورتیں مستثنیٰ ہیں وہ چاہیں تو روزانہ مانگ چوٹی کریں، یوں ہی اگر مرد ڈاڑھی میں روزانہ کنگھی کرے تو مضائقہ نہیں دیکھو مرقات۔اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ وضو کے بعد ڈاڑھی میں کنگھی کرنا فقیری کو دور کرتا ہے،امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روز ڈاڑھی میں دوبار کنگھی کرتے تھے۔(اشعہ)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۱ ص ۳۸۱)

بال بکھرے ہوئے بھی نہ رکھیں

حضرت سیدنا عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار دوعالم ،شاہ بنی آدم، رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ہمارے میٹھے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے اس کی طرف اس انداز پر اشارہ کیا جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم اس کو بال درست کرنے کا حکم فرمارہے ہیں۔وہ شخص بال درست کر کے واپس آیا، سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ کوئی شخص بالوں کو اس طرح بکھیر کر آتا ہے گویا وہ شیطان ہے۔

(مؤطا امام مالک، کتاب الشعر، باب اصلاح الشعر، الحدیث ۱۸۱۹، ج ۲، ص ۴۳۵)

❖ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم : أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، كَانَ يَتَرَجَّلُ غِبًّا.

صحابہ رسول میں سے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار کنگھی فرمایا کرتے تھے۔

5-بَابُ مَا جَاءَ فِي شَيْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

موئے مبارک

❖ عَنْ قَتَادَةَ ، قَالَ : قُلْتُ لأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : هَلْ خَضَبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ : لَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ، إِنَّمَا كَانَ شَيْبًا فِي صُدْغَيْهِ وَلَكِنْ أَبُو بَكْرٍ ، خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب استعمال فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا آپ (کے بال) خضاب کی حد کو پہنچے ہی نہ تھے، صرف آپ کی کنپٹیوں میں کچھ سفیدی تھی لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہندی اور وسمہ سے خضاب لگایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: آپ کا نام ثابت ابن اسلم بنانی ہے، کنیت ابو محمد، بصرہ کے مشہور بڑے عابد تابعی ہیں، حضرت انس کے ساتھ چالیس سال تک رہے، چھیاسی سال عمر پائی، ۱۲۳ھ ایک سو تیئس میں وفات ہوئی، آپ اکثر حضرت انس سے روایات لیتے ہیں۔

سر شریف اور ڈاڑھی مبارک میں چند گنتی کے بال سفید تھے جو شمار میں آجاتے پھر خضاب کیسے ہوتا۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے پکا لال رنگ کا خضاب کیا جو مہندی اور تھوڑے وسمہ سے حاصل ہوتا ہے اتنا وسمہ شامل نہ کیا کہ سیاہ ہو جاوے کہ سیاہ خضاب مطلقاً ممنوع ہے اور حضرت عمر نے خالص مہندی کا سرخ خضاب کیا لہذا خضاب سنت صحابہ

ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۶ ص۳۱۹)

سیاہ خضاب حرام ہے

میرے آقا اعلیٰحضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولیٔ نعمت، عظیم البَرَکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین ومِلَّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، عالِمِ شَرِیعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر وبَرَکت، حضرتِ علامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں؛

صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقا حرام ہے جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ ومعتبرہ ناطق۔

فاقول: وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ت):

حدیث اول: احمد ومسلم وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے والد ماجد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی داڑھی خالص سپید دیکھ کر ارشاد فرمایا:

غیروا ھذا بشیئ واجتنبوا السواد۔

اس سپیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹۹)

حدیث دوم: امام احمد اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غیروا الشیب ولا تقربوا السواد۔

پیری تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے پاس نہ جاؤ۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۴۷)

حدیث سوم: امام احمد ابوداؤد ونسائی وابن حبان وحاکم بافادہ تصحیح اور ضیا مختارہ اور بیہقی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون قوم فی اٰخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لا یجدون رائحۃ الجنۃ۔

آخر زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۷۳)

جنگلی کبوتروں کے سینے اکثر سیاہ نیلگوں ہوتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے بالوں اور داڑھیوں کو ان سے تشبیہ دی۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۳، ص ۴۹۵۔۴۹۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مَا عَدَدْتُ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَلِحْيَتِهِ، إِلا أَرْبَعَ عَشْرَةَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک اور ڈاڑھی میں صرف چودہ بال سفید شمار کیے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے سنا کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حَرْبٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ ، وَقَدْ سُئِلَ عَنْ شَيْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ، فَقَالَ : كَانَ إِذَا دَهَنَ رَأْسَهُ لَمْ يُرَ مِنْهُ شَيْبٌ، وَإِذَا لَمْ يَدْهِنْ رُئِيَ مِنْهُ شَيْءٌ۔

کے سفید بالوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب آپ سر مبارک میں تیل لگاتے تو سفیدی نظر نہ آتی اور جب تیل نہ لگاتے تو کچھ (سفیدی) نظر آتی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: آپ کے بالوں کا ملا ہوا ہونا جب ظاہر ہوتا تھا جب کہ بال شریف بکھرے ہوئے ہوتے ورنہ ظاہر نہ ہوتا تھا جس سے معلوم ہوا کہ بہت تھوڑے بال سفید تھے۔

حضور کی ڈاڑھی شریف پورا خط گھنے بال تھے۔حق یہ ہے کہ ایک مشت رہتی تھی، ایک مشت سے داڑھی کم کرنا ممنوع ہے، مشت سے زیادہ میں بہت اختلاف ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی سینہ تک رہتی تھی، حضور غوث پاک کی داڑھی لمبی تھی، حضرت ابن عمر ایک مشت رکھتے تھے۔(اشعۃ اللمعات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۸ ص ۳۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ ، عَنْ شَرِيكٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ، قَالَ : إِنَّمَا كَانَ شَيْبُ رَسُولِ اللهِ صلى الله

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً بیس بال سفید تھے۔

علیه وسلم نَحْوًا مِنْ عِشْرِينَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ۔

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَدْ شِبْتَ، قَالَ: شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَالْوَاقِعَةُ، وَالْمُرْسَلَاتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ، وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلات، یَتَسَآءَلُوْنَ اور تکویر (کی تلاوت) نے بوڑھا کر دیا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: یعنی ان سورتوں میں عذابِ الٰہی کا ذکر ہے جن سے مجھے اپنی امت کی فکر ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۷ ص ۲۰۱)

امت کا غم خوار

میرے آقا اعلیحضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولیٔ نعمت، عظیم البَرَکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین وملّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر وبَرَکت، حضرتِ علامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں؛

جب وہ جانِ راحت کان رافت پیدا ہوا بارگاہ الٰہی میں سجدہ کیا اور رب ھب لی امتی اسے فرمایا، جب قبر شریف میں اتارا لبِ جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے

کان لگا کر سنا آہستہ آہستہ امتی امتی ۲ے فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے، باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، مَلِکِ قہار کا سامنا، عالَم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمانِ بے یار دامِ آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سوا نفسی نفسی اذھبوا الی غیری ۳ے کچھ جواب نہ پائیں گے،

(اے تا ۳ے صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱)

اس وقت یہی محبوبِ غمگسار کام آئے گا، قفل شفاعت اس کے زورِ بازو سے کُھل جائے گا، عمامہ سرِ اقدس سے اتاریں گے اور سربسجود ہوکر یارب امتی اے فرمائینگے۔

(اے صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱)

وائے بے انصافی! ایسے غم خوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور مدح وستائش ونشرِ فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کی حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور ان روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔

مانا کہ ہمیں احسان شناسی سے حصہ نہ ملا، نہ قلب عشق آشنا ہے کہ حُسن پسند یا احسان دوست، مگر یہ تو وہاں چل سکے جس کا احسان اگر نہ مانئے، اس کی مخالفت کیجئے تو کوئی مَضرت نہ پہنچے اور یہ محبوب تو ایسا ہے کہ بے اِس کی کفش بوسی کے جہنم سے نجات میسر، نہ دنیا وعقبٰی میں کہیں ٹھکانا متصور، پھر اگر اس کے حسن واِحسان پر والہ وشیدانہ ہو تو اپنے نفع وضرر کے لحاظ سے عقیدت رکھو۔

اے عزیز! چشمِ خِرد میں سرمۂ انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبہ انکار نکال، پھر تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب وملت کے عقلاء سے پُوچھتا پھر عُشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولٰی کے ساتھ کیا کرنا چاہیے، آیا نشرِ فضائل وتکثیرِ مدائح اور ان کی خوبیِ حسن سن کر باغ باغ ہوجانا، جامے میں پُھولا نہ سمانا یا

رَدِ محاسن، نفیِ کمالات اور ان کے اوصافِ حمیدہ سے بہ انکار وتکذیب پیش آنا، اگر ایک عاقل منصف بھی تجھ سے کہہ دے کہ نہ وہ دوستی کا مقتضی نہ یہ غلامی کے خلاف ہے تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا اور رسول سے شرما اور اس حرکت بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے سے نہ مٹیں گی۔

جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، خدائے قہار وجبار جل جلالہ، سے لڑائی نہ باندھ، وہ تیرے اور تمام جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا تھا ورفعنا لك ذكرك ۔ (القرآن الکریم ۹۴/۴)

یعنی ارشاد ہوتا ہے اے محبوب ہمارے! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہوگی تمہارا بھی چرچا ہوگا اور ایمان بے تمہاری یاد کے ہرگز پورا نہ ہوگا،

آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نام نامی سے گونجیں گے، مؤذن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس اور واعظین اپنے منابر پر ہمارے ذکر کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے۔ اشجار واحجار، آہو وسوسمار ودیگر جاندار واطفال شیر خوار ومعبودان کفار جس طرح ہماری توحید بتائیں گے ویسا ہی بہ زبان فصیح وبیان صحیح تمہارا منشور رسالت پڑھ کر سنائیں گے، چار اکناف عالم میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا غلغلہ ہوگا، جز اشقیائے ازل ہر ذرہ کلمہ شہادت پڑھتا ہوگا، مسبحانِ ملاء اعلیٰ کو ادھر اپنی تسبیح وتقدیس میں مصروف کروں گا اُدھر تمہارے محمود درودِ مسعود کا حکم دوں گا۔ عرش وکرسی، ہفت اوراق سدرہ، قصور جناں، جہاں پر اللہ لکھوں گا۔ محمد رسول اللہ بھی تحریر فرماؤں گا، اپنے پیغمبروں اور اولوالعزم رسولوں کو ارشاد کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں۔ جو کتاب نازل کروں گا اس میں تمہاری مدح وستائش

اور جمال صورت وکمال سیرت ایسی تشریح وتوضیح سے بیان کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمہاری طرف جھک جائیں اور نادیدہ تمہارے عشق کی شمع ان کے کانوں، سینوں میں بھڑک اٹھے گی۔ ایک عالم اگر تمہارا دشمن ہوکر تمہاری تنقیص شان اور محو فضائل میں مشغول ہوتو میں قادر مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چلے گا۔ آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صدہا برس سے اپنی کتابوں سے ان کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں تو اہل ایمان اس بلند آواز سے ان کی نعت سناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے بے ساختہ پکار اٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے ان کے محو فضائل پر کمر باندھی، مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اور ان کی خوبی روز بروز مترقی رہی، پھر اپنے مقصود سے تو یاس ونا امیدی کرلینا مناسب ہے ورنہ برب کعبہ ان کا کچھ نقصان نہیں، بالآخر ایک دن تو نہیں، تیرا ایمان نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، ص ۱۵ے رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، نَرَاكَ قَدْ شِبْتَ. قَالَ: قَدْ شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَأَخَوَاتُهَا.

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کیا وجہ ہے کہ) ہم آپ میں بڑھاپے کے آثار دیکھتے ہیں آپ نے فرمایا مجھے سورہ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کردیا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: اس طرح کہ حضور پر ضعف کے آثار نمودار ہیں حتی کہ اکثر نماز بھی بیٹھ کر پڑھتے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بال سفید یا نگاہ کمزور ہوگئی کیونکہ حضور

انور کے سر مبارک داڑھی شریف اور ریش شریف میں بیس سے کم بال سفید تھے۔ (از مرقات) حتی کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے شمار کی ہے آپ کے کل چودہ بال سفید تھے۔ (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ چودہ بال سر شریف میں، پانچ بال داڑھی میں، ایک بال ریش بچی میں۔

یعنی جن سورتوں میں عذاب الٰہی کا ذکر ہے ان کے عذاب سے مجھے اپنی امت پر خوف ان کی فکر اس قدر ہے کہ اس فکر نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ ایک بزرگ نے خواب میں حضور کی زیارت کی یہ ہی حدیث پیش کی، فرمایا حدیث صحیح ہے ہم نے یہ فرمایا ہے اس نے پوچھا کون سی آیت نے حضور کو بوڑھا کیا، فرمایا فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ۔ (مرقات) امت کی استقامت بڑی مشکل چیز ہے جس کی فکر حضور کو ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۷ ص۲۰۰)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ الْعِجْلِيِّ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ التَّيْمِيِّ، تَيْمِ الرَّبَابِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، وَمَعِي ابْنٌ لِي، قَالَ: فَأُرِيتُهُ، فَقُلْتُ لَمَّا رَأَيْتُهُ: هَذَا نَبِيُّ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ، وَلَهُ شَعَرٌ قَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ، وَشَيْبُهُ أَحْمَرُ۔

حضرت ابو رمثہ تمیمی (قبیلہ تیم رباب سے) فرماتے ہیں کہ میں میرا لڑکا حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جب میں نے آپ کو دیکھا تو کہا یہ اللہ کے نبی ﷺ ہیں، آپ پر (اس وقت) دو سبز کپڑے تھے اور آپ کے بالوں پر سفیدی نمایاں تھی جو سرخ رنگ کی تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تمیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔

(لمعات ومرقات واشعۃ اللمعات)

قمیض اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے اگر اس عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔

یعنی سر مبارک میں ایک آدھ بال شریف سفید تھا، شعر کی تنکیر کمی بیان کرنے کے لیے ہے۔ حضور اقدس کے سفید بالوں کے متعلق تین روایات ہیں: چودہ بال شریف سفید تھے، سترہ تھے، بیس تھے، ہو سکتا ہے کہ اولاً چودہ بال شریف سفید ہوئے ہوں پھر آخر میں سترہ سر مبارک میں اور تین داڑھی شریف میں کل بیس لہذا تینوں روایات درست ہیں۔

اس عبارت کے تین مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ وہ سفید بال مہندی سے سرخ کیے گئے تھے۔ دوسرے یہ کہ عطر یا خوشبودار تیل کے رنگ سے سرخ تھے یا یہ کہ وہ خالص سفید نہ تھے بلکہ مائل بہ سرخی تھے جب بال سفید ہونے والا ہوتا ہے تو پہلے سرخ ہوتا ہے پھر سفید یا اولاً جڑ کی طرف سے سفید ہوتا ہے نوک کی طرف سے سرخ۔

سر کے بال جو کان کی لَو تک پہنچیں وفرہ کہلاتے ہیں اور جو کان و کندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمہ کہا جاتا ہے اور اگر کندھوں تک پہنچ جائیں تو لمہ ہیں۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف کبھی وفرہ ہوتے تھے کبھی جمہ، کبھی لمہ۔ کندھوں سے نیچے بال مردوں کے لیے بہتر نہیں۔ اس کی تحقیق ان شاء اللہ حلیہ شریف کی احادیث میں ہوگی۔

یعنی ان چند سفید بالوں کو مہندی سے سرخ کیا گیا تھا مگر یہ ان کا اپنا خیال ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب نہ لگایا نہ سرخ نہ کسی اور رنگ کا، آپ کے بال شریف خضاب کی حد تک سفید ہوئے ہی نہیں، جب سرکار سر میں تیل ڈالتے تو وہ سفید بال ظاہر ہوتے تھے ورنہ نہیں چند سفید بال ظاہر نہیں ہوا کرتے، ہاں یہ ثابت ہے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈک کے لیے سر شریف میں مہندی لگائی ہے۔ (اشعہ) نیز داڑھی شریف بھی مہندی سے دھوئی ہے یعنی صفائی کے لیے مہندی لگا کر دھوڈالی ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج٦ ص ٢٠٤)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: قِيلَ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: أَكَانَ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم شَيْبٌ؟ قَالَ: لَمْ يَكُنْ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، شَيْبٌ إِلا شَعَرَاتٌ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ، إِذَا ادَّهَنَ وَارَاهُنَّ الدُّهْنُ.

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں سفید بال تھے؟ انہوں نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی مانگ میں صرف چند بال سفید تھے، جب آپ تیل لگاتے تو وہ چھپ جاتے۔

6-بَابُ مَا جَاءَ فِيْ خِضَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب فرمانے کا ذکر

❖ حدثنی أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ ، عَنِ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو رِمْثَةَ ، قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَعَ ابْنٍ لِي ، فَقَالَ : ابْنُكَ هَذَا ؟ فَقُلْتُ : نَعَمْ ، أَشْهَدُ بِهِ ، قَالَ : لا يَجْنِي عَلَيْكَ، وَلا تَجْنِي عَلَيْهِ ، قَالَ: وَرَأَيْتُ الشَّيْبَ أَحْمَرَ۔

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے لڑکے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا تمھارا بیٹا یہ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ گواہ رہیں، آپ نے فرمایا اس کا وبال تجھ پر نہیں اور تیرا وبال اس پر نہیں (یعنی عربوں کی جاہلانہ رسم کے مطابق بیٹے کے جرم میں باپ اور باپ کے جرم میں بیٹا نہیں پکڑا جائیگا) راوی نے کہا کہ میں نے آپ پر سرخ بڑھاپا دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہا شھد صیغہ مخاطب امر ہے یعنی حضور گواہ رہیں یا اشھد متکلم مضارع ہے یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میری پشت سے ہے۔ انکا مقصد یہ تھا کہ میں اور یہ چونکہ باپ بیٹے ہیں اس لیے میرے جرم کا یہ ذمہ دار ہوگا اور اس کے جرم کا میں ذمہ دار جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا جو آگے مذکور ہے۔

یعنی تمہارے جرم میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے جرم میں تم نہ پکڑے جاؤ

گے، اس کا قصاص تم سے اور تمہارا قصاص اس سے نہ لیا جائے گا یا کل قیامت میں تمہارے گناہ میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے گناہ میں تم گرفتار نہ ہو گے اپنی کرنی اپنی بھرنی ہوگی۔ خیال رہے کہ بچہ کے گناہ پر باپ کی پکڑ جب ہوگی جب باپ نے بچہ کی تربیت میں کوتاہی کر کے اسے مجرم بنایا ہو لہذا یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵ ص ۳۸۳)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَ: سُئِلَ أَبُو هُرَيْرَةَ: هَلْ خَضَبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: نَعَمْ.

حضرت عثمان بن موهب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

❖ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَنْبَأَنَا النَّضْرُ بْنُ زُرَارَةَ، عَنْ أَبِي جَنَابٍ، عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ، عَنِ الْجَهْدَمَةِ، امْرَأَةِ بِشْرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَّةِ، قَالَتْ: أَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ يَنْفُضُ رَأْسَهُ وَقَدِ اغْتَسَلَ، وَبِرَأْسِهِ رَدْعٌ مِنْ حِنَّاءٍ أَوْ قَالَ: رَدْغٌ شَكَّ فِي هَذَا الشَّيْخُ.

بشیر بن خصاصیہ کی زوجہ حضرت جہذمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھا آپ نے غسل فرمایا تھا اور (آپ) سر مبارک جھاڑ رہے تھے اور آپ کے سر مبارک میں خوشبو کا اثر تھا یا مہندی کا، اس میں (راوی کے) استاد کو شک ہوا۔

شرح حدیث: مہندی لگانا مستحب ہے

تنہا مہندی مستحب ہے اور اس میں کتم کی پتیاں ملا کر کہ ایک گھاس مشابہ برگ زیتون ہے جس کا رنگ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے اس سے بہتر اور زرد رنگ سب سے بہتر، اور سیاہ وسمے کا ہو خواہ کسی چیز کا مطلقا حرام ہے۔ مگر مجاہدین کو۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

مر علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن هذا قال فمر اخر قد خضب بالحناء و الکتم فقال هذا احسن من هذا ثم مر اخر قد خضب بالصفر فقال هذا احسن من هذا کله۔

(سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی خضاب الصفرة آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۲۲۴)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب مہندی کا خضاب کئے گزرے فرمایا یہ کیا خوب ہے۔ پھر دوسرے گزرے انھوں نے مہندی اور کتم ملا کر خضاب کیا تھا فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے، پھر تیسرے زرد خضاب کئے گزرے فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔

معجم کبیر طبرانی ومستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرة خضاب المومن والحمرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر عبداللہ بن عمرو بن العاص دار الفکر بیروت ۳/ ۵۲۶)(کنز العمال بحوالہ طب وک عن ابن عمر حدیث ۱۷۳۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۶۲۸)

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اہل اسلام کا اور سیاہ خضاب کافروں کا

ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد ۲۳، ص ۴۸۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ شَعَرَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَخْضُوبًا ۔ قال حماد: وأخبرنا عبد الله بن محمد بن عقيل قال: رأيت شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم عند أنس بن مالك مخضوبا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول ﷺ کے بال مبارک خضاب لگے ہوئے دیکھے، حضرت حماد فرماتے ہیں مجھے حضرت محمد بن عقیل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حضور اکرم ﷺ کا خضاب لگا ہوا بال مبارک دیکھا۔

7-بَابُ مَا جَاءَ فِي كُحْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سُرمہ مقدسہ کا بیان

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: اكْتَحِلُوا بِالإِثْمِدِ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اثمد سرمہ لگایا کرو کیونکہ وہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے اور پلکوں کے بال پیدا کرتا ہے اور انہوں نے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اس میں سے آپ ہر رات تین مرتبہ ایک آنکھ

وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم، كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ، ثَلَاثَةً فِي هَذِهِ، وَثَلَاثَةً فِي هَذِهِ.

میں اور تین مرتبہ دوسری میں سرمہ لگاتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ؛یعنی ہمیشہ اثمد سرمہ لگایا کرو۔اثمد الف اور میم کے کسرہ ث کے سکون سے ایک خاص سرمہ کا نام ہے جسے اصفہانی سرمہ کہا جاتا ہے یہ ہلکے سرخ رنگ کا سرمہ ہوتا ہے اس بار حج کے موقعہ پر یہ سرمہ مجھے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے ملا۔بعض شارحین کا قول ہے کہ عام سیاہ سرمہ کو ہی اثمد کہتے ہیں۔بعض نے کہا کہ تیہ کا نام اثمد ہے،بعض نے کہا کہ جس سرمہ میں تھوڑا مشک حل کرلیا جائے وہ اثمد ہے مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے،عرب میں اب بھی اسی خاص لال سرمہ کو اثمد کہا جاتا ہے۔

یعنی اثمد سرمہ آنکھوں کی روشنی زیاہ کرتا ہے،پلک کے بال دراز کرتا ہے اگر نہ ہوں تو اگاتا ہے۔مرقات میں ہے کہ یہ آنکھ کا پانی خشک کرتا ہے،آنکھ کے زخم اچھے کرتا ہے،نگاہ قائم رکھتا ہے غرضکہ اس میں بہت فائدے ہیں مگر اس کے لیے جسے موافق آجاوے بعض لوگوں کو موافق نہیں آتا۔غرضکہ طبیب کی رائے سے اسے استعمال کرنا چاہیے۔

اس طرح کہ پہلے داہنی آنکھ میں دو سلائیاں پھر بائیں آنکھ میں تین پھر داہنی میں ایک اس طرح کہ ابتداء بھی داہنی سے ہو انتہاء بھی داہنی پر،ہمیشہ رات کو سوتے وقت اس طرح سرمہ لگانا فقیری اور ضعف بصر کو دور کرتا ہے۔بعض روایات میں ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سوتے وقت داہنی آنکھ میں تین سلائیاں اور بائیں میں دو لگایا کرتے تھے ہوسکتا ہے کہ کبھی یہ عمل ہو کبھی وہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

یہاں زعم کا فاعل حضرت ابن عباس ہیں اور زعم بمعنی قول ہے نہ کہ بمعنی وہم، عربی میں بہت دفعہ زعم بمعنی قول استعمال ہوتا ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ زعم کا فاعل محمد ابن حمید ہیں جو امام ترمذی کے شیخ ہیں مگر پہلا احتمال قوی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۶ ص ۳۱۳)

❖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَكْتَحِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ بِالإِثْمِدِ، ثَلاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ، وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، فِي حَدِيثِهِ: إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا عِنْدَ النَّوْمِ، ثَلاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ ہر رات سونے سے قبل دونوں آنکھوں میں تین تین مرتبہ اثمد سرمہ لگاتے تھے اور یزید بن ہارون نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ نبی پاک ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین مرتبہ سرما لگایا کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ؛ حکم استحبابی ہے کہ زندوں اور مُردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے ریشمی، سوتی، سرخ، پیلا ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔

یہاں سرمہ سے زندوں کا سرمہ مراد ہے کیونکہ مردے کو سرمہ لگانا سنت نہیں، اثمد سرمہ سے مراد سادہ اصفہانی سرمہ ہے یعنی پتھر والا۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ شب کو سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائی لگاتے تھے، اس سے پلک کے بال بڑھتے ہیں اور آنکھوں میں روشنی ہوتی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۲ ص ۸۶۲)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جَابِرٍ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : عَلَيْكُمْ بِالإِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوتے وقت اثمد سرمہ ضرور لگایا کرو کیونکہ یہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔

شرح حدیث: سرمگیں آنکھیں

پیدائش کے بعد حضرت سیِّدَتُنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو سرمہ لگانا چاہا تو دیکھا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی چشمانِ کرم میں اچھی طرح سرمہ لگا ہوا تھا۔ حضرت سیِّدَتُنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ناف مبارک کاٹنا چاہی تو دیکھا کہ وہ پہلے سے کٹی ہوئی تھی اور اس سے اضافی حصہ زائل ہو چکا تھا۔ پھر حورِ عین (یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی حور) نے حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو مختلف خوشبوئیں لگائیں۔ اس کے بعد تین فرشتے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے چہرۂ اقدس کی جانب جلدی جلدی بڑھے۔ ایک کے پاس سرخ سونے کا تھال، دوسرے کے پاس موتیوں سے بنا ہوا جگ اور تیسرے کے پاس سبز ریشمی رومال تھا۔ انہوں نے حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے نورانی مکھڑے کو جگ کے پانی سے دھویا۔ پھر چوغے سے ختمِ نبوت وتصدیق کی مہر نکالی جو انتہائی روشن وچمک دار تھی اور اس مہربان نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پشت مبارک پر لگا دی۔ پس یوں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلّم پر سعادت و توفیق کی تکمیل ہوئی۔ (اَلرَّوْضُ الْفَائِق فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِق ص ۳۷۴ مُبَلِّغِ اسلام الشیخ شُعَیب حَرِیْفِیش رَحْمۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیہا لمتوفّٰی ۸۱۰ھ)

سرمہ بھی سنت کی نیت سے لگائیں

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالٰی عنہُ) سے روایت ہے کہ حضور پر نور، شافع یوم نشور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) کا ارشاد گرامی قدر ہے:

اِنَّ الْعَبْدَ لَیُسْئَلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَنْ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی عَنْ کُحْلِ عَیْنَیْہِ وَ عَنْ فِتَاتِ الطِّیْنَۃِ بِاِصْبَعِہٖ ثَوْبَ اَخِیْہِ

ترجمہ: یعنی بروز قیامت بندے سے ہر چیز کے بارے میں سوال ہوگا یہاں تک کہ آنکھ کے سرمے، انگلی سے مٹی کریدنے اور اپنے بھائی کے کپڑے کو چھونے کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔

(الفردوس بماثور الخطاب، ج ۵، ص ۲۸۳، حدیث ۸۱۹۲)

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

مَنْ تَطَیَّبَ لِلّٰہِ تَعَالٰی جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَ رِیْحُہٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ وَمَنْ تَطَیَّبَ لِغَیْرِ اللہِ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَ رِیْحُہٗ اَنْتَنُ مِنَ الْجِیْفَۃِ

ترجمہ: یعنی جو اللہ (عزوجل) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی اور جو غیر اللہ (کو راضی کرنے) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی بدبو مردار سے زیادہ ہوگی۔

(مصنف عبد الرزاق، ج ۴، ص ۳۱۹، حدیث ۷۹۳۲)

❖ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک (تمہارا) سب سے

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمُ الإِثْمِدُ، يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ۔

اچھا سرمہ، اثمد سرمہ ہے جو آنکھوں کو روشن کرتا اور بال اگاتا ہے۔

❖ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُسْتَمِرِّ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: عَلَيْكُمْ بِالإِثْمِدِ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اثمد سرمہ ضرور لگایا کرو کیونکہ یہ آنکھوں کو روشن کرتا اور بال اگاتا ہے۔

8-بَابُ مَا جَاءَ فِي لِبَاسِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لباس مبارک

❖ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْقَمِيصُ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ پسند لباس قمیص (کرتہ) تھا۔

❖ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَلْبَسُهُ، الْقَمِيصُ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ پسندیدہ ترین لباس جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنا کرتے تھے، قمیص تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ثیاب جمع ہے ثوب کی، پہننے کے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے خواہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا لہذا بے سلا تہبند بھی ثوب ہے اور سلا ہوا پائجامہ کرتا بھی ثوب۔

قمیص سے مراد سوتی قمیص ہے حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور نے کبھی اونی قمیص نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چبھتی ہے اور پسینہ میں بو دیتی ہے۔ قمیص کے پسند ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے بدن سے سرکتی نہیں، نماز میں اسے بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ حضور کی قمیص میں گریبان نہ ہوتا تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۷۳)

❖ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ: كَانَ كُمُّ قَمِيصِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى الرُّسْغِ.

حضرت اسماء بن یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص مبارک کی آستین کلائی تک تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لہٰذا سنت یہ ہی ہے کہ قمیض کی آستینیں نہ تو کلائی سے اوپر ہوں نہ نیچے یعنی ہتھیلی یا انگلیوں تک۔ جن روایات میں ہے کہ حضور انور کی آستینیں انگلیوں تک

ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ جبہ کی آستینیں دراز ہوتی تھیں قمیض کی آستینیں چھوٹی، آج کل قمیض کی آستینیں آدھی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ شلوکے یا واسکٹ کی آستینیں بازو تک ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں یہ بھی جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج٦، ص ١٧٤)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُشَيْرٍ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ لِنُبَايِعَهُ ، وَإِنَّ قَمِيصَهُ لَمُطْلَقٌ ، أَوْ قَالَ : زِرُّ قَمِيصِهِ مُطْلَقٌ قَالَ : فَأَدْخَلْتُ يَدِي فِي جَيْبِ قَمِيصِهِ ، فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ .

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور (وہ فرماتے ہیں) میں قبیلہ مزینہ کے ایک گروہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیعت کے لیے حاضر ہوا (تو میں نے دیکھا کہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قمیص کا گھنڈی (بٹن) کھلی تھی، فرماتے ہیں پھر میں نے اپنا ہاتھ آپ کے کرتے کے گریبان میں ڈال کر مہر نبوت کو چھوا۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

قمیص مبارک نیم ساق تک تھا۔

مواہب شریف میں ہے:

کان ذیل قمیصہ وردانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی انصاف الساقین۔

(المواہب اللدینہ المقصد الثالث النوع الثانی مکتب اسلامی بیروت ۲ /۴۲۸)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبار کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبند یہ دونوں آدھی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔

حاکم نے بتصحیح اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبس قمیصا وکان فوق الکعبین۔ (المستدرک للحاکم کتاب اللباس دارالفکر بیروت ۴ /۱۹۵)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک ایسا کرتہ زیب تن فرمایا جو ٹخنوں سے اوپر تک زرا لمبا تھا۔

اور کم طول کا بھی وارد ہے بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

کان لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیص من قطنٍ قصیر الطول قصیرا لکم۔ (شعب الایمان حدیث ۶۱۶۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵ /۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک ایسا سوتی کرتہ تھا جس کا طول کم اور آستین مختصر تھی۔

گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر سینہ مبارک وے بود چنانکہ احادیث بیسار براں دلالت دارد وعلمائے حدیث تحقیق ایں نمودہ اند۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳ /۵۴۴)

جضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے

سینہ مبارک پر تھا۔ چنانچہ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے۔

اسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر سینہ بود۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۴۴)

تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک کرتے کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔

دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

انها اخرجت جبة طيالسة كسروانية لها لبنة ديباج وفرجيها مكفوفين بالديباج۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۱۹۰ و سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۰۵)

سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک طیاسی کسروانی جبہ (لوگوں کو دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف ریشم گھری ہوئی تھیں۔

اس زمانہ میں گھنڈی تکمے ہوتے جن کو زر وعروہ کہتے بٹن ثابت نہیں۔ نہ ان میں کوئی حرج ہے۔ رنگ سبز و سرخ بھی ثابت ہے۔ اور محبوب تر سفید۔

حدیث میں ہے:

البسوالثیاب البیض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم۔ رواہ احمد ۔ والاربعة الاعن سمرة بن جندب رضی الله تعالیٰ عنه۔ (مسند امام احمد بن حنبل حدیث سمرہ بن جندب المکتب الاسلامی بیروت ۱۷/۵)

سفید کپڑے پہنو کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور خوب ہیں۔ اور اپنے اموات کو سفید کفن دو۔ (امام احمد اور دیگر ائمہ اربعہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔)(فتاوی رضویہ، جلد ۲۲ ص ۱۷۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم خَرَجَ وَهُوَ يَتَّكِئُ عَلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ، قَدْ تَوَشَّحَ بِهِ، فَصَلَّى بِهِمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور آپ پر یمنی منقش چادر تھی جسے آپ نے دونوں کندھوں پر ڈالا ہوتا تھا، پھر آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ غالبًا مرض وفات مراد ہے جس میں حضور انور کا وصال شریف ہوگیا۔ قطری یمنی اعلیٰ درجہ کا کپڑا ہوتا ہے جو سوتی ہوتا ہے مائل بہ سرخی، حاشیہ پر اعلی درجہ کا کام ہوتا ہے۔قطر ایک بستی کا نام ہے یمن یا بحرین میں وہاں کا تیار کردہ ہوتا ہے جیسے ہمارے ہاں ڈھاکہ کی ململ۔

جیسے محرم احرام کی چادر میں لپٹا ہوتا ہے کہ چادر کے دونوں کنارے کندھوں

پر پڑے تھے۔ توشح بنا ہے وشاح سے بمعنی کنگن، چونکہ کنگن کلائی سے لپٹ جاتا ہے اس لیے کپڑے میں لپیٹنے کو توشح کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آخری نماز پڑھائی تھی۔ اس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں آئے گا۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲۰۵)

❖ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ : قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ : سَأَلَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، أَوَّلَ مَا جَلَسَ إِلَيَّ ، فَقُلْتُ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، فَقَالَ : لَوْ كَانَ مِنْ كِتَابِكَ ، فَقُمْتُ لأُخْرِجَ كِتَابِي فَقَبَضَ عَلَى ثَوْبِي ثُمَّ ، قَالَ : أَمْلِهِ عَلَيَّ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ لا أَلْقَاكَ ، قَالَ : فَأَمْلَيْتُهُ عَلَيْهِ ، ثُمَّ أَخْرَجْتُ كِتَابِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ۔

عبد بن حمید محمد بن الفضل کا قول نقل کرتے ہیں کہ جب یحیی بن معین سب سے پہلے میرے پاس آکر بیٹھے تو انھوں نے مجھ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا میں نے کہا ہم سے یہ حدیث حماد بن سلمہ نے بیان کی ہے یحیی نے کہا تمھارے پاس لکھا ہوا موجود ہے میں مسودہ لانے کے لئے کھڑا ہوا یحیٰی نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور کہا مجھ سے حدیث بیان کرو کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میں تم سے دوبارہ نہ مل سکوں میں نے اولا انھیں حدیث سنائی پھر کتاب لے کر آیا اور اس میں سے وہ حدیث پڑھی۔

❖ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا پہنتے تو اس کا خاص نام لیتے پگڑی، کرتہ یا چادر، پھر فرماتے اے اللہ! اس

بِاسْمِهٖ عِمَامَةً أَوْ قَمِيصًا أَوْ رِدَاءً، ثُمَّ يَقُولُ : اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيهِ ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ۔

کپڑے کے پہنانے پر تیری ثنا کرتا ہوں میں تجھ سے اس کی اور جس کے لیے یہ بنایا گیا اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور تجھ سے اس کے شر اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے، اس چیز کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور انور حتی الامکان نیا کپڑا جمعہ کو پہنتے تھے اور نیا کپڑا پہن کر پرانا خیرات فرمادیتے تھے۔ (مرقات) پھر پہلے اس کا نام معین فرماتے کہ یہ چادر اوڑھتا ہوں یا قمیض پہنتا ہوں یا تہبند پھر اسے زیب تن فرماتے، ان کی ہر ہر ادا پر کروڑوں درود۔

کپڑے کی خیر یہ ہے کہ کپڑا پہن کر نیک اعمال کی توفیق ملے اور کپڑے کی شر یہ ہے کہ کپڑے پہن کر گناہ کرے، کپڑے پہن کر نماز پڑھنا خیر ہے اور کپڑے پہن کر چوری کرنا اس کی شر ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ ہی کے کرم سے خیر کرسکتا ہے شر سے بچ سکتا ہے، نیز کپڑا پہن کر حمد و شکر کرنا کپڑے کی خیر ہے اس پر فخر کرنا اس کپڑے کی شر۔

یہ حدیث احمد، نسائی، ابن حبان نے اور حاکم نے مستدرک میں ان ہی راوی سے روایت کی۔ شرح سنہ بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سفید قمیض پہنے دیکھا تو فرمایا کہ نئی ہے یا دھلی ہوئی عرض کیا نئی، فرمایا البس جدیدا عش حمیدا و مت شھیدا یعنی نیا لباس پہنو اچھے جیو شہید مرو رضی اللہ عنہ۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۸۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ

قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ : كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، يَلْبَسُهُ الْحِبَرَةُ۔

ترین کپڑا جسے آپ پہنتے تھے، یمنی منقش چادریں تھیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یمن کے تیار کردہ کپڑوں میں سے ایک قسم کے سوتی کپڑے کا نام حیرہ ہے ح کے کسرہ سے، یہ بہترین قسم کا کپڑا ہوتا ہے، سادہ سفید بھی ہوتا ہے اور سبز و سرخ دھاری والا بھی۔ حیر کے معنی ہیں سجاوٹ آراستگی، یہ کپڑا بڑا اچھا ہوتا ہے جس سے دولہنوں کو آراستہ کیا جاتا تھا اس لیے اسے حیرہ کہتے ہیں، قرآن کریم میں ہے فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ۔ یہ کپڑا میل خوردہ ہوتا ہے، میل کو چھپالیتا ہے جلد جلد دھونا نہیں پڑتا اس لیے محبوب تھا۔ (مرقات واشعہ) (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۵۱)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَرِيقِ سَاقَيْهِ قَالَ سُفْيَانُ: أُرَاهَا حِبَرَةً۔

حضرت عون اپنے والد ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں (حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا، میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ پر سرخ جوڑا تھا گویا کہ میں اب بھی آپ کی پنڈلیوں کی چمک دیکھ رہا ہوں، حضرت سفیان کہتے ہیں کہ میرے خیال میں وہ یمنی چادریں تھیں۔

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ،

حضرت براء بن عازب رضی اللہ

قَالَ : حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ، قَالَ : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، إِنْ كَانَتْ جُمَّتُهُ لَتَضْرِبُ قَرِيبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ۔

عنہ فرماتے ہیں میں نے (دھاری دار) سرخ جوڑے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں کے قریب تک پہنچتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کبھی آپ کے بال شریف تا بگوش ہوتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بال شریف کندھوں تک تھے۔

یہاں سرخ سے مراد خالص سرخ نہیں کہ مردوں کے لیے خالص سرخ لباس ممنوع ہے بلکہ مخطط بالاحمر مراد ہے یعنی اس کپڑے میں سرخ خطوط بھی تھے اور ہرے بھی اور کپڑا ریشمی نہ تھا سوتی تھا۔حلہ سوتی کپڑے کا بھی ہوتا ہے یہ حلہ یمنی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی لباس محبوب تھا۔

جو بال کانوں کی گدیوں تک ہوں انہیں وفرہ کہتے ہیں، جو کانوں اور کندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمہ کہا جاتا ہے اور جو کندھوں تک پہنچیں انہیں لمہ کہتے ہیں۔حضور انور کے بال کبھی لمہ بھی ہوتے تھے اسی کا یہاں ذکر ہے۔

خیال رہے کہ عورتوں کی طرح بہت لمبے بال رکھنا مردوں کو ممنوع ہیں، کندھوں تک مردوں کے بالوں کی انتہا ہے۔(مراۃ المناجیح، ج ۸،ص ۴۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ إِيَادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ۔

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ پر دو سبز چادریں تھیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تمیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔

(لمعات ومرقات واشعۃ اللمعات)

قمیض اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے اگر اس عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۰۴)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، عَنْ جَدَّتَيْهِ دُحَيْبَةَ، وَعُلَيْبَةَ، عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ،

حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پر دو پرانی چادریں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں اور اب رنگ کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ اس حدیث میں مزید

قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَعَلَيْهِ أَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ، كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ، وَقَدْ نَفَضَتْهُ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ.

لمبا واقعہ موجود ہے۔

شرح حدیث: شوق علم

حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا جب بیوہ ہوگئیں تو بچوں کو ان کے چچا نے لے لیا۔ اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھاتی رہیں۔

(الطبقات الکبری، تذکرۃ قیلۃ بنت مخرمۃ، ج۸، ص۲۴۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ، لِيَلْبِسْهَا أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ، فَإِنَّهَا مِنْ خِيَارِ ثِيَابِكُمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم سفید کپڑے ضرور پہنو، تمہارے زندہ بھی پہنیں اور مردوں کو بھی یہی کفن دو کیونکہ یہ بہترین کپڑے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے کہ زندوں اور مُردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے ریشمی، سوتی، سرخ پیلا ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۶۳)

❖ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم اِلْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خود بھی سفید کپڑے پہنو اور مردوں کو بھی انہیں میں کفن پہناؤ کیونکہ یہ کپڑے زیادہ پاکیزہ اور ستھرے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اطیب بنا ہے طیب سے اگر طیب خبیث کا مقابل ہو تو بمعنی حلال ہوتا ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: لَا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ ورنہ اس کے معنی ہوتے پسندیدہ شرعًا یا عقلًا یا طبعًا یہاں اس ہی آخری معنی میں ہے یعنی سفید کپڑا پاکیزہ بھی ہے کہ ذرا سا دھبہ دور سے معلوم ہو جاتا ہے اور دھو لیا جاتا ہے، رنگین کپڑے کے داغ دھبے نظر نہیں آتے، نیز رنگین کپڑے کے دھونے میں رنگ دھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے سفید کپڑے میں یہ خطرہ نہیں، نیز سفید کپڑا اپنے پیدائشی رنگ پر ہے رنگین کپڑے کا رنگ عارضی۔ اطیب کے معنی میں دل پسند، جتنا حسن و زیبائش سفید کپڑے میں ہے اتنا دوسرے میں نہیں۔ وہ جو وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا یا سرخ جوڑا یعنی سرخ دھاری والا جوڑا پہنا یا عورت کا کپڑا رنگین ہو وہ سب بیان جواز کے لیے ہے یہ فرمان عالی بیان استحباب کے لیے۔ بعض طلباء صوفیاء رنگین کپڑے پہنتے ہیں وہ محض اس لیے کہ جلد جلد دھونا نہ پڑیں ورنہ مسلمان کے لیے سفید کپڑا بہت ہی بہتر

ہے۔

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ عورت کو رنگین کفن دو غلط ہے ہر مردہ کو سفید کفن دینا بہتر ہے کہ اب اس کی گفتگو اور ملاقات فرشتوں سے ہونے والی ہے تو اچھے کپڑوں میں ہونی چاہیے اچھے کپڑے سفید ہیں۔ یہاں مرقات نے سفید رنگت پر بہت اعلیٰ گفتگو کی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۶۳)

❖ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پر کالی اون کی مخلوط چادر تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب کہ آیتِ کریمہ یُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا نازل ہوئی۔

خیال رہے کہ یہ آیت کریمہ ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اوپر سے انہیں کا ذکر ہے اور خود اس آیت کے اول میں انہیں سے خطاب ہے اور بعد میں بھی انہیں سے خطاب، اگر اتنے ٹکڑے میں یہ حضرات مراد ہوں تو آیاتِ بلکہ ایک آیت کے اجزاء میں سخت بے ربطی ہو جاوے گی مگر چونکہ انہیں ازواج پاک اہلِ بیت کے لفظ سے یاد فرمایا گیا لہٰذا یطہر کم ضمیر جمع مذکر ارشاد ہوئی کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے جیسے فرشتوں نے حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا: اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللهِ رَحْمَتُ اللهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وہاں بھی علیکم جمع مذکر کی ضمیر ارشاد ہوئی ہے۔ حضور انور نے چاہا کہ ان حضرات کو بھی اس میں داخل فرمالیں لہٰذا دعا فرمائی

کہ الٰہی یہ بھی میرے گھر والے ہی ہیں انہیں بھی خوب پاک فرمادے اسی لیے روایات میں ہے کہ جناب ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی اس کمبل شریف میں داخل فرمالیں فرمایا انت علی خیر تم تو اس آیت خیر میں ہو ہی تمہارے لیے دعا کر کے داخل کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہم تو ان کو داخل کرنے کی دعا کر رہے ہیں جو اس میں داخل نہیں۔

ان ساری آیات میں حضور کی ازواج پاک سے خطاب ہے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ فرما کر انہیں حکم دیا گیا کہ پردے میں رہو، تلاوت قرآن کرو، نماز کی پابندی کرو۔ اس جملہ یعنی لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الخ میں ان احکام کی حکمت کا ذکر ہے کہ ہم نے تم کو یہ احکام اس لیے دیئے کہ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے زمانہ جاہلیت کی گھنونی عادات کی گندگی دور رکھے اور تم کو پاک وصاف رکھے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے یہ حضرات پاک و صاف نہ تھے اب پاک ہوں گے۔ خیال رہے کہ سواء انبیاء کرام اور فرشتوں کے معصوم کوئی نہیں ہاں حضرت صحابہ اور بعض اولیاء اللہ محفوظ ہیں۔ اس آیت سے ان حضرات کی معصومیت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ روافض نے سمجھا۔ مصوم وہ جو گناہ نہ کر سکے، محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے حضور سے اس موقعہ پر عرض کیا حضور میں بھی آپ کی اہل بیت ہوں فرمایا تم بھی اہلِ بیت ہو، بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے ام سلمہ کو بھی کمبل میں لے لیا پھر یہ دعا فرمائی۔ (مرقات) خیال رہے کہ لفظ پنجتن پاک اس حدیث سے لیا گیا ہے اور یہ واقعہ بہت بار ہوا کبھی ام سلمہ کو کمبل شریف میں داخل نہیں کیا اور کبھی داخل فرمالیا ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۳۷۷)

❖ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صلی

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنے والد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت

الله عليه وسلم لَبِسَ جُبَّةً رُومِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ۔

کرتے ہیں، انہوں نے (حضرت مغیرہ نے) فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا رومی جبہ پہنا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے شامی جبہ پہنا، چونکہ اس زمانہ میں شام روم کا ماتحت تھا اس لیے ملک شام کو بھی روم کہہ دیا جاتا تھا یا مطلب ہے کہ بنا ہوا روم کا تھا سلا ہوا شام کا بہر حال احادیث میں تعارض نہیں۔ یہ کپڑا اونی ہوتا تھا موٹا بنا ہوا بہت سادہ۔ حضرات صوفیاء کرام بھی اکثر صوف یعنی اونی کپڑے پہنتے ہیں اس لیے انہیں صوفی کہا جاتا ہے یعنی صوف پہننے والے حضرت آدم وحوا نے زمین پر آکر پہلے اونی کپڑا پہنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اکثر صوف پہنتے اور درختوں کے پھل وغیرہ کھاتے تھے، جہاں شام آجاتی سو رہتے تھے۔ خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ سے ملاقات کی سب کا لباس صوف یعنی اون کا تھا، فقہاء فرماتے ہیں کہ سفر میں تنگ آستین کی قمیض افضل ہے اور گھر کھلی آستین کی قمیض بہتر ہے۔ صحابہ کرام کی آستین ایک بالشت چوڑی ہوتی تھیں۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۱۵۲)

9- بَابُ مَا جَاءَ فِي عَيْشِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آپ کی معیشت

❖ حدثنا قتيبة بن سعيد قال: حدثنا حماد بن زيد، عن أيوب، عن محمد بن سيرين قال: كنا عند أبي هريرة، وعليه

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ ان پر گیرو سے رنگے ہوئے کتان کے دو کپڑے تھے

ثوبان ممشقان من كتان فتمخط في أحدهما، فقال: »بخ بخ يتمخط أبو هريرة في الكتان، لقد رأيتني وإني لأخر فيما بين منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم وحجرة عائشة مغشيا على فيجيء الجائي فيضع رجله على عنقي يرى أن بي جنونا، وما بي جنون، وما هو إلا الجوع.

آپ نے ایک کپڑے سے ناک صاف کیا اور فرمایا واہ واہ! ابو ہریرہ کتان میں ناک صاف کرتا ہے (پھر فرمایا) میں نے دیکھا کہ میں منبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کے درمیان غش کھائے ہوئے گرا پڑا ہوں، ایک آدمی آیا اور اس نے مجنون سمجھ کر میری گردن پر پاؤں رکھ دیا حلانکہ میں مجنون نہ تھا بلکہ وہ حالت صرف بھوک کی وجہ سے تھی۔

شرح حدیث: پیارے بھائیو! حضرتِ سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عِلمی ذوق تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر سرورِ کونین، رَحْمتِ دارَین، راحتِ قلب بے چین، نانائے حَسَنَین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدمَینِ شریفَین میں پڑے رہتے تھے۔ فاقوں پر فاقے سہتے اور علم حاصل کرتے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے زیادہ احادیثِ مبارکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہیں۔

❖ حدثنا قتيبة قال: حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي، عن مالك بن دينار قال: ما شبع رسول الله صلى الله عليه وسلم من خبز قط

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی روٹی یا گوشت پیٹ بھر کر نہیں کھایا البتہ جماعت کے ساتھ ضرور کھایا۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ولا لحم، إلا على ضفف. قال مالك: سألت رجلا من أهل البادية: ما الضفف؟ قال: أن يتناول مع الناس.

میں نے ایک دیہاتی سے پوچھا کہ ضغف کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا۔

شرح حدیث: سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمتیں

حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: (۱) بروز قیامت کوئی عمل ضرورت سے زیادہ کھانے کو ترک کرنے سے افضل نہ ہوگا کیونکہ یہ سنت نبوی ہے (۲) سمجھدار لوگ دین ودنیا میں بھوک کو بہت زیادہ نفع بخش قرار دیتے ہیں (۳) آخرت کے طلبگاروں کے لیے کھانے سے زیادہ کسی چیز کو میں نقصان دہ نہیں سمجھتا (۴) علم وحکمت کو بھوک میں اور گناہ وجہالت کو شکم سیری میں رکھا گیا ہے (۵) جو اپنے نفس کو بھوکا رکھتا ہے اس سے وسوسے ختم ہو جاتے ہیں (۶) بندہ جب بھوکا، بیمار اور امتحان میں مبتلا ہوتا ہے اس وقت اللہ عزوجل کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے مگر جسے اللہ عزوجل چاہے۔ (احیاء العلوم، ج۳، ص۹۱)

جاندار بدن کی آفتیں

حضرت سیدنا یحیی معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جو پیٹ بھر کر کھانے کا عادی ہو جاتا ہے اس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے اور جس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے وہ شہوت پرست ہو جاتا ہے اور جو شہوت پرست ہو جاتا ہے اس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور جس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور جس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ دنیا کی آفتوں اور رنگینیوں میں غرق ہو جاتا ہے۔

(المنبہات للعسقلانی، باب الخماسی، ص۵۹)

10-بَابُ مَا جَاءَ فِي خُفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

موزہ مبارک

❖ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، خُفَّيْنِ، أَسْوَدَيْنِ، سَاذَجَيْنِ، فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا نجاشی (شاہ حبشہ نے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو سیاہ اور سادہ موزے تحفۃً بھیجے، آپ نے ان کو پہنا پھر وضو کیا اور ان پر مسح فرمایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں ابوہریدہ ہے مگر غلط ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ ابوبریدہ کنیت ہے عبداللہ ابن مریدہ کی، بریدہ ابن خصیب اسلمی صحابی ہیں، عبداللہ ابن بریدہ مرو کے حاکم تھے سلیمان ابن بریدہ کے بھائی ہیں دونوں بھائی ثقہ ہیں مگر حضرت عبداللہ بہت شاندار ہیں۔ (اشعۃ اللمعات)

اصحمہ یعنی نجاشی جو شاہ حبشہ تھے پہلے عیسائی تھے پھر حضرت عبداللہ ابن جعفر وغیرہم صحابہ کرام کی تبلیغ پر مسلمان ہوئے، انہوں نے خالص سیاہ رنگ کے چمڑے کے موزے حضور انور کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجے حضور نے انہیں پہنے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ موزے سیاہ رنگ کے بہتر ہیں اور جوتے پیلے رنگ کے افضل۔ بہتر یہ ہے کہ موزے سادہ ہوں ان پر دھاگے وغیرہ کے نقش و نگار نہ ہوں۔

یہاں مرقات نے فرمایا کہ جناب نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور قمیص پاجامہ چادر اور موزوں کا جوڑا بھیجا خط میں لکھا تھا کہ میں نے آپ کا نکاح بی بی ام حبیبہ سے کردیا ہے آپ کی قوم سے ہیں میرے ملک میں ہیں

حضور قبول فرمائیں اور یہ حقیر سے ہدایا تحفے میں منظور کریں سرکار نے منظور فرمائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے یا جوتے اگرچہ کفار نے بنائے ہوں بغیر تحقیق کیے پہنے جاسکتے ہیں۔ظاہر یہ ہے کہ وہ پاک ہوں گے بلاوجہ ناپاک نہ سمجھو۔(مرقات)

(مراۃ المناجیح،ج۶،ص۲۶۱)

موزے

فتاوٰی دیداریہ جلد اول ص 665 پر ہے: فرعون کے موزے سرخ رنگ کے تھے،ہامان کے موزے سفید رنگ کے تھے اور سیاہ رنگ کے موزے علماء کے موزے ہوتے ہیں۔(فتاوٰی عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۴)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: أَهْدَى دِحْيَةُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم خُفَّيْنِ، فَلَبِسَهُمَا وَقَالَ إِسْرَائِيلُ: عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عَامِرٍ، وَجُبَّةً فَلَبِسَهُمَا حَتَّى تَخَرَّقَا لَا يَدْرِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، أَذَكِيٌّ هُمَا أَمْ لَا.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور تحفہ دو موزے پیش کیے،آپ نے انہیں پہنا اور اسرائیل نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضرتِ عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک جبہ بھی (پیش کیا) آپ نے انہیں پہنا یہاں تک کہ وہ (پرانے ہوکر) پھٹ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا نہیں گیا تھا کہ وہ ذبح کیے ہوئے جانوروں کے ہیں یا نہیں۔

شرح حدیث: حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بہت ہی بلند مرتبہ صحابی ہیں۔ جنگ احد اور اس کے بعد کے تمام اسلامی معرکوں میں کفار سے لڑتے رہے۔ ٦ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو روم کے بادشاہ قیصر کے دربار میں اپنا مبارک خط دے کر بھیجا اور قیصر روم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نامۂ مبارک پڑھ کر ایمان لے آیا مگر اس کی سلطنت کے ارکان نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں چمڑے کا موزہ بطور نذرانہ پیش کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا۔ یہ مدینہ منورہ سے شام میں آکر مقیم ہو گئے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الدال، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۳ واسد الغابۃ، دحیۃ بن خلیفۃ، ج ۲، ص ۱۹۰)

11- بَابُ مَا جَاءَ فِیْ نَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نعلین مبارک

❖ قَالَ : قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ؟ قَالَ: لَهُمَا قِبَالَانِ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کیسے تھے انہوں نے فرمایا کہ ان میں دو تسمے لگے ہوئے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی پاک مثل چپلی کے تھی اور اس کے دونوں چمڑے کے فیتے آپ کے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان سے ہو کر پنجے مبارک

کے دائیں بائیں جڑے ہوئے تھے جس طرح نقشہ نعلین پاک ہے وہ شکل نہیں بلکہ جس طرح آج کل سپنج کی چپل بناتے ہیں، نقشہ پاک والی چپل نبی کریم نے اکثر پہنی ہے مگر یہ چپل کبھی کبھی۔ (مراۃ المناجیح، ج۶،ص ۲۵۲)

نعلین اقدس

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین اقدس کا تسمہ ٹوٹ گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے اس کو درست فرمانے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے دیجئے میں اس کو درست کردوں، میری اس درخواست پر ارشاد فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ تم اس کو ٹھیک کردو گے مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تم لوگوں پر اپنی برتری اور بڑائی ظاہر کروں، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی کام میں مشغول دیکھ کر بار بار درخواست عرض کرتے کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ خود یہ کام نہ کریں اس کام کو ہم لوگ انجام دیں گے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی فرماتے کہ یہ سچ ہے کہ تم لوگ میرا سب کام کردو گے مگر مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کے درمیان کسی امتیازی شان کے ساتھ رہوں۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ... الخ، ج۶،ص ۴۹)

❖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قِبَالَانِ، مَثْنِيٌّ شِرَاكُهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نعلین مبارک میں دو تسمے تھے جو دوہرے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ قبال اور شراك دونوں کے معنی ہیں تسمہ مگر شراک اکہرے تسمہ کو کہتے ہیں قبال بٹے ہوئے کو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جوتا شریف میں دو تسمہ ہوتے تھے ہر تسمہ بٹا ہوا، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کے نعلین پاک کا حال تھا ایک تسمہ کا جوتا سب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے پہنا بیان جواز کے لیے اب مروجہ جوتوں میں تسموں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں چپل کا رواج عام تھا وہ بھی تسمہ والی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۷)

❖ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ، قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ، لَهُمَا قِبَالَانِ فَقَالَ: فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ بَعْدُ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُمَا كَانَتَا نَعْلَيِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عیسیٰ بن طہمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو پاپوش (جوتے) جن پر بال نہیں تھے، نکال کر دکھائے (یعنی کسی صندوق وغیرہ سے) راوی کہتے ہیں مجھ سے حضرت ثابت نے بیان کیا اور ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک تھے۔

شرح حدیث: مرشد کامل کے نعلین کا ادب

حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ کو اپنے مرشد سے بہت عقیدت و محبت تھی، بلکہ کمال درجہ کا عشق بھی تھا۔ اس کی ایک نادر مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ کسی درویش نے خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آکر سوال کیا۔

اتفاق سے لنگر خانے میں کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جو اسے دی جاتی۔ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے درویش سے کہا کہ اتفاق سے آج کوئی شے نہیں آئی۔ البتہ کل کی فتوح تمہیں دیدی جائے گی، مگر دوسرے دن بھی کوئی شے نہ آئی۔ تب خواجہ صاحب

علیہ الرحمۃ نے اپنے پاؤں سے نعلین شریف (یعنی جوتیاں) اتار کر درویش کو دے دیں اور رخصت کیا۔

مرشد کی خوشبو اتفاق سے اس وقت امیر خسرو علیہ الرحمۃ بادشاہ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں وہی درویش مل گیا۔آپ علیہ الرحمۃ کو جب پتا چلا کہ یہ شہرِ مرشد سے آرہا ہے تو،آپ نے درویش سے اپنے پیرو مرشد (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ) کی خبر پوچھی ۔ جب درویش گفتگو کرنے لگا تو امیر خسرو علیہ الرحمۃ بے ساختہ بول اٹھے ۔ مجھے اپنے پیر روشن ضمیر کی خوشبو آرہی ہے۔شاید ان کی کوئی نشانی تیرے پاس ہے۔ درویش نے یہ سن کر خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی نعلین شریف سامنے کر دی اور کہا یہ مجھے عنایت کی گئی ہیں۔

نعلین شریف امیر خسرو علیہ الرحمۃ اپنے مرشد کامل کے نعلین شریف دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور درویش سے کہا کیا تم انہیں فروخت کرنے کو تیار ہو۔درویش آمادہ ہو گیا۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے پاس اس وقت پانچ لاکھ نقرئی ٹنکے تھے۔جو سلطان نے دیئے تھے۔آپ نے وہ سب کے سب درویش کو دے کر اپنے مرشد کامل کے نعلین شریف لے لئے ۔اور اپنے سر پر رکھ کر چل پڑے۔

پھر مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ درویش نے نعلین کے بدلے میں پانچ لاکھ پر ہی اکتفا کر لیا۔ورنہ وہ ان نعلین شریف کے بدلہ میں میری جان بھی مانگتا تو بھی میں دینے سے دریغ نہ کرتا۔(انوار الاصفیاء ص ۳۳۵)

فتاوی رضویہ اور تبرک آثار شریفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تبرک آثار شریفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیسا اور اس کے لئے ثبوت یقینی درکار ہے۔ یا صرف شہرت کافی ہے

اور نعلین شریفین کی تمثال کو بوسہ دینا کیسا ہے اور اس سے توسل جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ تمثال نعل شریف کے اوپر بعد بسم اللہ کے لکھتے ہیں: اللھم ارنی برکۃ صاحب ہذین النعلین الشریفین۔ یا اللہ! مجھے ان نعلین پاک کی برکت سے نواز۔ اور اس کے نیچے دعائے حاجت لکھتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: فی الواقع آثار شریفہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تبرک سلفا وخلفا زمانہ اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے آج تک بلانکیر رائج ومعمول اور باجماع مسلمین مندوب ومحبوب بکثرت احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما صحاح وسنن وکتب حدیث اس پر ناطق جن میں بعض کی تفصیل فقیر نے کتاب البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ الشارقۃ میں ذکر کی۔ اور ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلا حاجت نہیں اس کی تحقیق وتنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم وتبرک سے باز رہنا سخت محرومی کم نصیبی ہے ائمہ دین نے صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام سے اس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

من اعظامه واكباره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اعظام جميع اسبابه واكرام مشاهده وامكنته من مكة والمدينة ومعاهده ومالمسه عليه الصلوٰة والسلام اواعرف به۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۴۴)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تمام متعلقات کی تعظیم اور آپ کے نشانات اور مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کے مقامات اور آپ کے محسوسات اور آپ کی طرف منسوب ہونے کی شہرت والی اشیاء کا احترام یہ سب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم وتکریم ہے۔

اسی طرح طبقۃ فطبقۃ شرقا غربا عربا عجما علمائے دین وائمہ معتمدین نعل مطہر حضور

سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفع امراض وحصول اغراض میں اس سے توسل فرمایا کئے، اور بفضل الٰہی عظیم وجلیل برکات وآثار اس سے پایا کئے۔

علامہ ابوالیمن ابن عساکر وشیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف کیں اور علامہ احمد مقتری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجمع وانفع تصانیف سے ہے۔ محدث علامہ ابوالربیع سلیمن بن سالم کلاعی وقاضی شمس الدین ضیف اللہ رشیدی وشیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقتری وسید محمد موسی حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح وشیخ محمد بن فرج سبتی وشیخ محمد بن رشید فہری سبتی وعلامہ احمد بن محمد تلمسانی موصوف وعلامہ ابوالیمن ابن عساکر وعلامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمن بن علی مغربی وامام ابوبکر احمد ابومحمد عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے نقشہ نعل مقدس کی مدح میں قصائد عالیہ تصنیف فرمائے ان سب میں اسے بوسہ دینے سر پر رکھنے کا حکم واستحسان مذکور اور یہی مواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی وشرح مواہب علامہ زرقانی وغیرہما کتب جلیلہ میں مسطور وقد لخصنا اکثر ذٰلک فی کتابنا المزبور (اور ہم نے اکثر کا خلاصہ اپنی مذکور کتاب میں ذکر کیا ہے۔)

علماء فرماتے ہیں جس کے پاس یہ نقشہ متبرکہ ہو ظلم ظالمین وشر شیطان وچشم زخم حاسدین سے محفوظ رہے عورت دردزہ کے وقت اپنے داہنے ہاتھ میں لے آسانی ہو، جو ہمیشہ پاس رکھے نگاہ خلق میں معزز ہو زیارت روضہ مقدس نصیب ہو یا خواب میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہو، جس لشکر میں ہو نہ بھاگے جس قافلہ میں ہو نہ لٹے، جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے جس مال میں ہو نہ چُرے، جس حاجت

میں اس سے توسل کیا جائے پوری ہو جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں حاصل ہو، موضع درد و مرض پر اسے رکھ کر شفائیں ملی ہیں، مہلکوں مصیبتوں میں اس سے توسل کر کے نجات و فلاح کی راہیں کھلی ہیں، اس باب میں حکایت صلحاء و روایات علماء بکثرت ہیں کہ امام تلسمانی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں اور بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجئے کہ نعل مقدس قطعا تاج فرق اہل ایمان ہے مگر اللہ عزوجل کا نام و کلام ہر شے سے اجل و اعظم و ارفع و اعلٰی ہے۔ یوہیں تمثال میں بھی احتراز چاہئے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نام الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور کی نعل مقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالت استعمال و تمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت بدیہی ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جانوران صدقہ کی رانوں پر جیس فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں وقف ہے۔ ت) داغ فرمایا تھا حالانکہ ان کی رانیں بہت محل بے احتیاطی ہیں۔

بلکہ سنن دارمی شریف میں ہے:

اخبرنا مالك بن اسمعيل ثنا مندل بن على الغزى حدثنى جعفر بن ابى المغيرة عن سعيد بن جبير قال كنت اجلس الى ابن عباس فاكتب فى الصحيفة حتى تمتلى ثم اقلب نعلى فاكتب فى ظهورهما؛ والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

(سنن الدارمی باب من اخص فی کتابۃ العلم حدیث ۵۰۷ دار المحاسن قاہرہ ۱/۱۰۵)

مالک بن اسمٰعیل نے خبر دی کہ مندل بن علی الغذی نے بیان کیا کہ مجھے جعفر بن ابی مغیرہ نے سعید بن جبیر کے حوالے سے فرمایا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس بیٹھا ایک کاغذ پر لکھ رہا تھا کہ وہ کاغذ

پر ہو گیا پھر میں نے اپنا جوتا الٹا کر کے لکھا، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم! (فتاوی رضویہ، جلد ۲۱ ص ۴۱۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ ، أَنَّهُ قَالَ لابْنِ عُمَرَ : رَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ ، قَالَ : إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ ، وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا ، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا .

حضرت عبید بن جریج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا (کیا وجہ ہے) میں دیکھتا ہوں کہ آپ بغیر بالوں والی جوتیاں پہنے ہوئے ہیں، انہوں نے فرمایا میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے نعلین پاک پر بال نہیں ہوتے تھے اور آپ انہی میں وضو فرماتے تھے اور میں بھی وہی نعلین پہننا پسند کرتا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، آپ کا نام عبداللہ ہے، فقہاء صحابہ میں سے ہیں، عبادلہ ثلاثہ میں سے ایک ہیں۔

کھال اچھی طرح صاف کر کے سب بال اتار دیئے ہوں جس طرح ہمارے ملک میں رواج ہے اس طرح بہت خوبصورت جوتا بنتا ہے، ایسا جوتا بھی زینت انسانی میں شامل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرد کو زینت کرنی جائز ہے جب کہ اس میں شرعی ممانعت نہ ہو نہ اس میں کفر سے مشابہت ہو نہ عورتوں سے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۱)

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قِبَالانِ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے نعلین مبارک میں تسمے لگے ہوئے تھے۔

شرح حدیث: فتاوی رضویہ اور نقش نعل پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قاضی شمس الدین صیف اللہ رشیدی فرماتے ہیں:ـ

لمن قدمس شکل نعال طه
جزیل الخیر فی یوم الحسان
وفی الدنیا یکون بخیر عیش
وعز فی النهاء بلا ارتیاب
فبادروا لثم الاثار منها
بقصد الفوز فی یوم حسان

نقش نعل طٰہٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مس کرنے والے کو قیامت میں خیر کثیر ملے گی اور دنیا میں یقینا نہایت اچھے عیش وعزت وسرور میں رہے گا تو روز قیامت مراد ملنے کی نیت سے جلد اس اثر کریم کو بوسہ دے)

شیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری نعل مقدس سے عرض کرتے ہیں ـ

فی مثلك یانعال اعلی النجبا
اسرار بیمنها شهدنا العجبا
من مرع خده به مبتهلا
قدقام له ببعض ماقدوجب

(اے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک! تیرے نقشہ میں وہ اسرار ہیں جن کی عجیب برکتیں ہم نے مشاہدہ کیں جو اظہار عجز ونیاز کے ساتھ اپنا رخسار اس پر رگڑے وہ بعض حق اس نقشہ مقدسہ کے جو اس پر واجب ہیں ادا کرے)

وہی فرماتے ہیں:ـ

مثال نعل بوطی المصطفی سعدا
فامد الی لثمه بالذل منك یدا
واجعله منك علی العینین معترفا
بحق توقیره بالقلب معتقدا
وقبله واعلن بالصلاۃ علی
خیرالانام وکرر ذاك مجتهدا

(یہ نقشہ اس نعل مبارک کا جو مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم سے ہمایوں ہوئے تو اس کے بوسہ دینے کو تذلل کے ساتھ ہاتھ بڑھا اور زبان سے اس کے وجوب وتوقیر کا اقرار اور دل سے اعتقاد کرتا ہوا اسے آنکھوں پر رکھ اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر باعلان درود بھیج اور کوشش کے ساتھ اسے بار بار بجالا)

سید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح فرماتے ہیں: ؎

مثال نعال المصطفی اشرف الوری
به مورد لاتبغی عنه مصدرا
فقبله لثماوامسح الوجه موقنا
بنیت صدق تلق ماکنت مضما

(مصطفی اشرف الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشہ نعل اقدس میں وہ مقام حضور ہے جس سے تو نے رجوع نہ چاہے تو اسے یقین اور سچی نیت کے ساتھ چہرہ سے لگا دل کی مراد پائے گا)

محمد بن سبتی فرماتے ہیں: ؎

فمی قبلتها مثل نعل کریمة
بتقبیلها یشفی سقام من اسمه استشفی

(اے میرے منہ اسے بوسہ دے یہ نعل کریم کا نقشہ ہے اس کے بوسہ
سے شفا طلب کر مرض دور ہوتا ہے)

علامہ احمد بن مقری تلمسانی صاحب فتح المتعال میں فرماتے ہیں: ؎

اکرم بتمثال حکی نعل من
فاق الوری بالشرف الباذخ
طوبی لمن قبله منباء
یلثمه عن حبه الراسخ

(فتح المتعال)

(کس قدر معزز ہے ان کی نعل مقدس کا نقشہ جو اپنے شرف عظیم میں تمام
عالم سے بالا ہیں خوشی ہو اسے جو اسے بوسہ دے اپنی راسخ محبت ظاہر
کرتا ہوا)

علامہ ابوالیمن ابن عساکر فرماتے ہیں: ؎

الثم ثری الاثر الکریم فحبذا
ان غزت منه بلثم ذا التمثال

(نعل مبارک کی خاک پر بوسہ دے کر اس کے نقشے ہی کا بوسہ دینا تجھے
نصیب ہو تو کیا خوب بات ہے)

علامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمن بن علی مغربی جنھیں علامہ عبدالباقی زرقانی نے
شرح مواہب شریف میں احد الفضلاء المغاربة (فضلائے مغرب میں سے ایک۔
ت) کہا۔ اپنی مدحیہ میں فرماتے ہیں:

مثل نعل من احب هویته
فها انا فی یوم ولیلی الثمه

(شرح الزرقانی علی المواہب نعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مصر ۵ / ۵۷)

(میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعلین مبارک دوست رکھتا اور رات دن اسے بوسہ دیتا ہوں)

امام ابوبکر احمد ابن امام ابومحمد بن حسین انصاری قرطبی فرماتے ہیں:

ونعل خضعنا هيبة لبهائها وانا
متى نخضع لها ابدا نعلو
فضعها على اعلى المفارق انها
حقيقتها تاج وصورتها نعل

(المواہب اللدنیۃ بحوالہ القرطبی لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۴۷۰)

(اس نعل مبارک کے جلال انور سے ہم نے اس کے لئے خضوع کیا اور جب تک ہم اس کے حضور جھکیں گے بلند رہیں گے تو اسے بالائے سر رکھ کہ حقیقت میں تاج اور صورت پر نعل ہے)

شرح مواہب میں ان امام کا ترجمہ عظیمہ جلیلہ مذکور اور ان کا فقیہ محدث وماہر وضابط ومتین الدین وصادق الودع وبے نظیر ہونا مسطور امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری نے مواہب اللدنیہ ومنح محمدیہ میں ان امام کے یہ اشعار ذکر نقشہ نعل اقدس میں انشاد کئے اور مدحیہ علامہ ابوالحکم مغربی کو ما احسنها۱؎ (کیا ہی اچھا ہے۔ت) اور نظم علامہ ابن عساکر سے لله دره ۲؎ (اللہ اکیلے اس کی بھلائی ہے) فرمایا۔

(۱؎ المواہب اللدنیہ بحوالہ القرطبی لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۴۶۸)

(۲؎ المواہب اللدنیہ بحوالہ القرطبی لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۴۶۷)

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

الثم التراب الذی حصل له النداوۃ من اثر النعل الکریمۃ ان امکن ذٰلك والا فقبل مثالها۔

(شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۵/۴۸)

اگر ہو سکے تو اس خاک کو بوسہ دے جسے نعل مبارک کے اثر سے نم حاصل ہوئے ورنہ اس کے نقشہ ہی کو بوسہ دے۔

علامہ تاج الدین فاکہانی نے فجر منیر میں ایک باب نقشہ قبور لامعۃ النور کا لکھا اور فرمایا:

من فوائد ذٰلك ان من لم یمکنه زیارۃ الروضۃ فلیزر مثالها ولیلثمه مشتاقا لانه ناب مناب الاصل کما قدناب مثال نعله الشریفۃ مناب عینها فی المنافع والخواص بشهادۃ التجربۃ الصحیحۃ ولذا جعلواله من الاکرام ولااحترام مایجعلون للمنوب عنه۔ الخ۔ (الفجر المنیر)

یعنی اس نقشہ کے لکھنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضہ عالیہ کی زیارت نہ ملی وہ اس کی زیارت کرلے اور شوق سے اسے بوسہ دے کہ یہ مثال اس اصل کے قائم مقام ہے جیسے نعل مقدس کا نقشہ منافع وخواص میں یقینا یہ اس کا قائم مقام ہوا جس پر تجربہ صحیحہ گواہ ہے ولہذا علمائے دین نے نقشہ اعزاز واحترام وہی رکھا ہے جو اصل کا رکھتے ہیں الخ۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۲ ص ۳۴۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ سَمِعَ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ، يَقُولُ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يُصَلِّي فِي نَعْلَيْنِ مَخْصُوفَتَيْنِ۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دو (دوہرے سلے ہوئے جوتوں میں نماز پڑھتے تھے۔)

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: لَا يَمْشِيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ، لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا، أَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایک جوتے میں نہ چلے، یا تو دونوں جوتے پہنے یا دونوں اتار دے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی ہے اسی حکم میں کرتہ اچکن وغیرہ کا پہننا ہے کہ کرتے اچکن کی ایک آستین پہن لینا دوسری یوں ہی لٹکتی رکھنا ممنوع ہے۔ یہاں مرقاۃ میں اس حکم کی بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں: ایک یہ ہے کہ یہ طریقہ شیطان کا ہے کہ وہ ایک جوتہ پہن کر چلتا ہے، نیز اس طرح چلنا کچھ دشوار بھی ہوتا ہے خصوصا جب کہ جوتی کچھ اونچی ہو اور جگہ ناہموار ہو، نیز یہ طریقہ شرفاء کا نہیں اور یہ کم عقلی کی علامت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں جو آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک جوتا شریف میں چلتے دیکھا وہ یا تو اس حکم سے منسوخ ہے یا وہ عمل شریف گھر کے اندر کا ہے اور یہ حکم شریف یا باہر سڑک کا یا وہ حکم بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حکم بیان استحباب کے لیے یا وہ اتفاقًا نادر تھا، یہ ممانعت ہمیشگی اور عادت ڈال لینے سے ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس کی پوری تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۲۵۵)

❖ عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَى أَنْ يَأْكُلَ، يَعْنِي الرَّجُلَ، بِشِمَالِهِ، أَوْ يَمْشِيَ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے کھانا کھانے اور ایک جوتے میں چلنے سے منع فرمایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عربی میں خف چمڑے کے موزے کو کہتے ہیں جس پر مسح ہو سکے اور جوراب سوتی اونی ریشمی موزے کو کہا جاتا ہے جو قابلِ مسح نہیں۔ اہلِ عرب کبھی چمڑے کے موزے کو جوتے کی طرح استعمال کرتے ہیں، صرف ایک موزہ پہننا کہ دوسرا پاؤں کھلا رہے ممنوع ہے خواہ موزہ چمڑے کا ہو یا سوتی اونی۔

کیونکہ داہنا ہاتھ افضل ہے اور کھانا اعلیٰ کام ہے تو اعلیٰ کام افضل ہاتھ سے کرنا بہتر ہے۔ عرب میں مالدار سردار لوگ اظہار فخر کے لیے بائیں ہاتھ سے کھاتے تھے اور غرباء مساکین داہنے ہاتھ سے۔ اسلام نے سب کے لیے داہنا ہاتھ معین فرمایا کہ اس سے کھایا پیا جاوے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۶)

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ، وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ، فَلْتَكُنِ الْيَمِينُ أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ، وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو پہلے دایاں پہنے اور جب اتارے تو پہلے بایاں اتارے، پس دایاں، پہننے میں اول اور اتارنے میں آخر ہونا چاہیے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے۔ اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اچھا و اعلیٰ کام داہنی طرف سے شروع کیا جاوے اور ادنی اور گھٹیا کام بائیں طرف سے، مسجد میں داخل ہو تو داہنا پاؤں پہلے داخل کرے بایاں پاؤں پیچھے، جب نکلے تو اس کے برعکس کرے کہ بایاں پاؤں پہلے نکالے داہنا پاؤں پیچھے اور پاخانہ جاتے وقت بایاں پاؤں پاخانہ میں داخل کرے بعد میں داہنا مگر وہاں سے نکلتے وقت اس کے برعکس۔ جوتے پہننا اعلیٰ

کام ہے اور اتارنا ادنی کام لہٰذا یہ حکم دیا گیا۔اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جوتے یکدم اوتارنا پہننا بھی سنت کے خلاف ہے، اولاً داہنے پاؤں میں پہنے پھر بائیں میں۔

اسلام میں داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اس لیے یہ حکم دیا گیا حتی کہ وضو میں داہنے ہاتھ پاؤں پہلے دھو لیے جائیں بائیں بعد میں یہ ترتیب بہت جگہ ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۲۵۴)

❖ عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي تَرَجُّلِهِ ، وَتَنَعُّلِهِ وَطُهُورِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے جوتا پہننے اور وضو کرنے میں حتی الامکان دائیں (سے ابتدا) کو پسند فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا، ناخن وبغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتی کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔(اشعۃ اللمعات) علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایاں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضۂ مطہرہ سے قریب ہے۔روضۂ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ

نماز میں داہنی جانب نہ تھوکو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۳۸۱)

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قِبَالَانِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَأَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَاحِدًا عُثْمَانُ رضى الله عنه۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نعلین مبارک میں دو تسمے تھے اور ایک تسمہ لگانے والے پہلے شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

شرح حدیث: جوتا پہننے کی سنتیں اور آداب

نعلین پہننا سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ جوتے پہننے سے کنکر، کانٹے وغیرہ چبھنے سے پاؤں کی حفاظت رہتی ہے۔ نیز موسم سرما میں سردی سے بھی پاؤں محفوظ رہتے ہیں اور گرمیوں میں دھوپ میں چلنے کے لئے جوتے نہایت ہی کارآمد ہیں۔ جوتا پہننے کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) کسی بھی رنگ کا جوتا پہننا اگرچہ جائز ہے لیکن پیلے رنگ کے جوتے پہننا بہتر ہے کہ مولا مشکل کشا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو پیلے جوتے پہنے گا اس کی فکروں میں کمی ہوگی۔ (کشف الخفاء، الحدیث ۲۵۹۵، ج ۲، ص ۲۴۶)

(۲) پہلے سیدھا جوتا پہنیں پھر الٹا اور اتارتے وقت پہلے الٹا جوتا اتاریں پھر سیدھا۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، دانائے غیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: (کوئی شخص) جب جوتا پہنے تو پہلے داہنے پاؤں میں پہنے اور جب اتارے تو پہلے بائیں پاؤں کا اتارے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب لبس النعال وخلعہا، الحدیث ۳۶۱۶، ج ۴، ص ۱۶۶)

(۳) جب بیٹھیں تو جوتے اتار لینا سنت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ بیٹھے تو سنّت ہے کہ اپنے جوتے اتار لے۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الانتعال، الحدیث ۴۱۳۸، ج ۴، ص ۹۵)

12-بَابُ مَا جَاءَ فِيْ ذِكْرِ خَاتَمِ رسول الله صلى الله عليه وسلم

انگوٹھی مبارک

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِنْ وَرِقٍ، وَكَانَ فَصُّهُ حَبَشِيًّا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبش کا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہاں مرقات میں ہے کہ اس انگوٹھی کا نگینہ عقیق کا تھا جس کا رنگ مائل بہ سیاہی تھا یعنی سرخ مائل بہ سیاہی، یہ عقیق تو یمنی تھا مگر اس کو بنایا گیا تھا حبشہ میں اس لیے اسے حبشی کہا گیا۔ پیداوار یمنی صنعت حبشی عقیق کا نگینہ بہت مبارک ہے، حدیث شریف میں ہے تختم بالعقیق فانہ مبارك چاندی کی انگوٹھی عقیق سیاہ کا نگینہ بہت اعلیٰ ہے۔ (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ پیلے یاقوت کی انگوٹھی طاعون سے محفوظ رکھتی ہے، بعض میں ہے کہ عقیق کی انگوٹھی فقیری دور کرتی ہے، یہ احادیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں لہذا اقوی ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۳۳)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ نَافِعٍ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ ، فَكَانَ يَخْتِمُ بِهِ وَلَا يَلْبَسُهُ.

کی ایک انگھوٹھی بنوائی۔ آپ اس سے مہر لگاتے تھے اور پہنتے نہیں تھے۔

شرح حدیث: خواب میں انگوٹھی علم کی نشانی

حضرت سیِّدُنا امام دَرَاوَرْدِی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں نے خواب میں اپنے آپ کو مسجدِ نبوی میں یوں حاضر پایا کہ میں نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے جلوہ نُور بار سے ضیا بار ہو رہا ہوں اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم لوگوں کے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ اسی دوران حضرت سیِّدُنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضرِ خدمت ہوئے۔ جب نبیِّ پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا: اِدھر میرے پاس آؤ۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ قریب ہوئے تو سرکارِ دوعالم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اُتاری اور آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی چھنگلیا میں پہنا دی۔ میرے خیال میں اس سے مراد علم ہے جو حضور نبیِّ پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے انہیں عطا فرمایا۔ علم کے سبب علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی پیروی کرتے۔ امراء آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رائے سے روشنی پاتے۔ عام لوگ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فرمان دل وجان سے تسلیم کرتے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حکم بغیر دلیل کے نافذ ہوتا۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ جب کسی سوال کا جواب ارشاد فرما دیتے تو اس میں مزید مشورے کی ضرورت نہ رہتی۔

(سیر اعلام النبلاء، الرقم ۱۱۸۰، مالک الامام، ج۷، ص۴۰۲، بتغیر۔ حلیۃ الاولیاء، مالک بن انس، الحدیث ۸۸۶۳، ج۶، ص۳۴۸)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ خَاتَمُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، مِنْ فِضَّةٍ، فَصُّهُ مِنْهُ.

حضرت انس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگھوٹھی اور اس کا نگینہ (دونوں) چاندی کے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھیاں مختلف رہی ہیں۔ کبھی ایسی انگوٹھی پہنی ہے جس کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا اور کبھی ایسی کہ اس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا یہاں اس دوسری قسم کی انگوٹھی کا ذکر ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ انگوٹھی خالص چاندی کی تھی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ انگوٹھی لوہے کی تھی اس پر چاندی کا خول تھا اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ یہ روایت مرقات نے مکحول اور ابراہیم نخعی سے کی اور کہیں نہیں ملتی۔ واللہ اعلم! حق یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی کبھی نہیں پہنی۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲۳۲)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الْعَجَمِ قِيلَ لَهُ: إِنَّ الْعَجَمَ لا يَقْبَلُونَ إِلا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ، فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي كَفِّهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عجمی بادشاہوں کی طرف خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو بتایا گیا کہ عجمی لوگ صرف اسی خط کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر لگی ہو، آپ نے ایک انگوٹھی بنوائی گویا کہ میں (راوی) آپ کی ہتھیلی مبارک میں اس کی سفید (اب بھی دیکھ رہا ہوں۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے شاہ روم قیصر اور شاہ فارس کسرٰی وغیرہم کو دعوت نامہ لکھنے کا ارادہ فرمایا کہ انہیں دعوت اسلام دیں تو واقف کار صحابہ کرام نے عرض کیا یہ بادشاہ بغیر مہر والے خط کو نہیں پڑھا کرتے تب حضور انور نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں نقش کروایا محمد رسول اللہ یوں کہ پہلے محمد پھر اس کے اوپر رسول پھر اس کے اوپر اللہ اور ان سلاطین کو فرامین لکھے جیسا کہ ابھی احادیث میں آرہا ہے۔ مہر والی انگوٹھی بادشاہ، قاضی اور مفتی کے لیے سنت ہے۔ (از مرقات) (مراۃ المناجیح، ج۵، ص۸۲۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُولٌ سَطْرٌ، وَاللهُ سَطْرٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا۔ ایک سطر محمد ایک سطر رسول اور ایک سطر اللہ۔

❖ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ أَبُو عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسرٰی، قیصر اور نجاشی کی طرف خط لکھا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ (عجمی بادشاہ) مہر کے بغیر خط قبول نہیں کرتے تو آپ نے ایک

وسلم كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لا يَقْبَلُونَ كِتَابًا، إِلا بِخَاتِمٍ، فَصَاغَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم، خَاتَمًا حَلْقَتُهُ فِضَّةٌ، وَنُقِشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ۔

انگوٹھی بنوائی جس کا حلقہ (گھیرا) چاندی کا تھا اور اس میں محمد رسول اللہ نقش کیا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ دعوت اسلام دینے کے لیے فرمان عالیہ، کسریٰ لقب تھا شاہ فارس کا اور قیصر لقب تھا شاہ روم کا اور نجاشی شاہ حبشہ کا، وہ نجاشی جو پہلے ہی اسلام لا چکا تھا اس کا نام اصحمہ تھا، یہ ۶ ھ میں اسلام لائے اور ۹ ھ میں ان کی وفات ہوئی، حضور انور نے مدینہ منورہ میں ان کا جنازہ پڑھا ان کے بعد جو نجاشی تخت پر بیٹھا اسے حضور انور نے دعوتِ اسلام دی اس کا نام اس کا اسلام لانا معلوم نہ ہو سکا۔ اصحمہ نجاشی کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ کے ساتھ اپنے نکاح کی قبولیت کا فرمان لکھا تھا انہیں دعوتِ اسلام نہ دی گئی تھی۔ (مرقات)

یعنی ان بادشاہوں کا قانون یہ ہے کہ جس خط پر بھیجنے والے کے نام کی مہر نہ ہو اسے نہ قبول کرتے ہیں نہ سنتے ہیں وہ لوگ دنیاوی وجاہت والوں کے خطوط ہی پڑھتے سنتے ہیں عوام کے نہیں اور ان کے ہاں وجاہت کی علامت مہر ہے۔

ان علامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انگوٹھی شریف کا صرف حلقہ چاندی کا تھا نگینہ کسی اور چیز کا تھا مگر حضور نے ایسی انگوٹھی بھی پہنی ہے جس کا حلقہ بھی چاندی کا تھا۔

اس انگوٹھی کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا جس پر صرف یہ ہی عبارت لکھی تھی اس سے زیادہ عبارت نہ تھی۔ جن روایات میں ہے کہ حضور کی انگوٹھی کا نقش پورا کلمہ طیبہ تھا وہ ضعیف

ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۳۱)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار لیتے۔

شرح حدیث: میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ مخرَّ جہ جلد ۴ صَفْحہ ۵۸۲ پر فرماتے ہیں: کیونکہ امام ابوداؤد اور ترمذی رحمہا اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے وقت انگوٹھی اتار لیتے کیونکہ اس میں محمد رسول اللہ کا منقش تھا اھ میں کہتا ہوں بلکہ اسے چاروں محدثین (امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ) ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی بعض سندیں صحیح ہیں۔ پھر امام طحطاوی نے فرمایا: طیبی نے کہا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ استنجا کرنے والا اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی نیز قرآن پاک کو الگ کردے اھ اور ابہری نے کہا اسی طرح باقی تمام رسولوں کے نام الگ کردے۔ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کا ارادہ کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ہر وہ چیز الگ کردے جس میں کوئی قابلِ تعظیم بات مثلاً اللہ تعالیٰ، کسی نبی یا فرشتے کا نام ہو اگر اس کے خلاف کرے گا تو ترکِ تعظیم کی وجہ سے مکروہ ہوگا اھ یہی بات ہمارے مذہب کے موافق ہے جیسا کہ شرح مشکوۃ میں ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب خانہ کراچی ص ۳۰) (حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب خانہ کراچی

ص ۳۰) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۴ ص ۵۸۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: اتَّخَذَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم، خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ، فَكَانَ فِي يَدِهِ ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ، وَيَدِ عُمَرَ، ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ عُثْمَانَ، حَتَّى وَقَعَ فِي بِئْرِ أَرِيسٍ، نَقْشُهُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جو آپ کے دست مبارک میں رہی، پھر (بالترتیب) حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں رہی اور بعدازاں اریس کے کنوئیں میں گر گئی۔ اس کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔

شرح حدیث: مرد کو چاندی کا چھلا پہننا کیسا؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مردوں کو چاندی کا چھلا ہاتھ یا پاؤں میں پہننا کیسا ہے؟ بینوا تروجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔)

الجواب: حرام ہے، فقد قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی الذهب والفضة انهما محرمان علی ذکور امته ۱؎ قلت ولایجوز القیاس علی خاتم الفضة لانه لایختص بالنساء بخلاف مانحن فیه فینهی عنه الاتری الی مافی ردالمحتار عن شرح النقایة انما یجوز التختم بالفضة لو علی هیئة خاتم الرجال امالو له فصان اواکثر حرم ۲؎ انتهی ولان الخاتم یکون للتزین وللختم اما هذا فلاشیئ فیه الاالتزین وقد قال فی الدر المختار لایتحلی الرجل

بفضة الا بخاتم اذا لم یرد به التزین ۳؎ اھ ملخصا۔ وفی الکفایۃ قولہ الا بالخاتم ھذا اذا لم یرد به التزیین ۴؎ اھ انتھی، واللہ تعالیٰ اعلم

(۱؎ حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ دارالمعرفۃ بیروت ۴ /۱۷۲)(۲؎ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۳۱)(۳؎ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۴۰)(۴؎ الکفایۃ مع فتح القدیر کتاب الکراھیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸ /۴۵۷)

سونے چاندی کے متعلق حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں میں کہتا ہوں اس کو چاندی کی انگوٹھی پر قیاس کرنا جائز نہیں (کہ یہ جائز ہے تو وہ بھی جائز ہونا چاہئے) کیونکہ چاندی کی انگوٹھی عورتوں کے ساتھ مختص نہیں بخلاف اس کے جس کی ہم بحث کرر ہے ہیں (یعنی چاندی کا چھلا) کہ اس سے مردوں کو منع کیا جا ئے گا کیا تم اس کی طرف نہیں دیکھتے جو فتاوٰی شامی میں شرح نقایہ کے حوالے سے آیا ہے کہ چاندی کی انگوٹھی پہننا اگر مردانہ ہیئت کے مطابق ہو تو جائز ہے لیکن اگر اس کے دو یا نگینے ہوتو حرام ہے اور اس لئے کہ انگوٹھی زیب وزینت اور مہر کے لئے ہوا کرتی ہے لیکن چھلے میں زیب وزینت کے علاوہ کوئی مقصد باقی نہیں رہتا حالانکہ درمختار میں فرمایا کہ مرد سوائے انگوٹھی کے چاندی کا کوئی زیور نہ پہنے اور اس سے بھی زیب وزینت مراد نہ ہو، تلخیص پوری ہوگئی، کفایہ میں ہے کہ مصنف کا یہ کہنا الا بالخاتم اس استشہاد کا جواز اس وقت ہے جبکہ انگوٹھی پہننے سے زیب وزینت کا ارادہ نہ ہو، عبارت پوری ہوگئی اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۲ ص ۱۴۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

13- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَخَتُّمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَمِينِهِ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

شرح حدیث: انگوٹھی کون سے ہاتھ میں پہنے؟

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقہاء کا اجماع ہے کہ (انگوٹھی) سیدھے ہاتھ میں پہننا جائز ہے اور بائیں ہاتھ میں بھی پہننا جائز ہے۔ نیز کسی ایک ہاتھ میں پہننا بھی مکروہ نہیں ہے۔ البتہ انگوٹھی پہننے میں کونسا ہاتھ افضل ہے؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کیونکہ سلف صالحین کی ایک بڑی تعداد سیدھے ہاتھ میں پہنتی تھی اور ایک بڑی تعداد بائیں ہاتھ میں پہنتی تھی؛ لہذا اس سلسلے میں دونوں کی گنجائش ہے۔

(شرح مسلم: جلد ۷: ۱۴/ ۹۵)

❖ حدثنا أحمد بن منيع، حدثنا يزيد بن هارون، عن حماد بن سلمة، قَالَ رأيت ابن أبي رافع يتختم في يَمِينِهِ وقَالَ عَبْدِ اللهِ بن جعفر: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يتختم فِي يَمِينِهِ۔

حضرت حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابو رافع کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو اس کی وجہ پوچھی، انھوں نے فرمایا میں نے عبداللہ بن جعفر کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی کبھی اپنے داہنے ہاتھ میں بھی پہنتے تھے بیان جواز کے لیے۔

(مراۃ المناجیح، ج٦، ص٢٣٦)

❖ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ.

حضرت ابو الصلت بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور میرا ایسا ہی خیال ہے کہ انہوں (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ، وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، وَنَهَى أَنْ يَنْقُشَ أَحَدٌ عَلَيْهِ وَهُوَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ تھا اور آپ نے دوسروں کو یہ نقش کھدوانے سے منع فرمایا اور یہی وہ انگوٹھی تھی جو معیقیب (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم) کے ہاتھ سے اریس

الَّذِی سَقَطَ مِنْ مُعَیْقِیبٍ فِی بِئْرِ أَرِیسٍ۔ کے کنویں میں گر گئی۔

شرح حدیث: بیر اریس

یہ کنواں مسجد قبا سے متصل پچھم کی جانب ہے اس کو بیرِ خاتم بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مہر نبوت کی انگوٹھی اس کنوئیں میں گر گئی اور بڑی تلاش و جستجو کے باوجود نہیں ملی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کنوئیں کا پانی پیا اور اس سے وضو فرمایا اور اس میں اپنا لعاب دہن بھی ڈالا تھا۔

❖ حَدَّثَنَا قتیبة بن سعید حدثنا حاتم بن إسماعیل عن جَعْفَرِ بن محمد عن أبیه قَالَ: کان الحسن والحسین یتختمان فی یسارهما۔

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّهُ صلی الله علیه وسلم کَانَ یَتَخَتَّمُ فِی یَمِینِهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

شرح حدیث: دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کیسا؟

درمختار میں ہے:

یجعله لبطن کفّه فی یده الیسریٰ، وقیل الیمنیٰ الا انه من شعار الروافض فیجب التحرز عنه، قهستانی وغیره، قلت ولعله کان وبان فتبصر۔

(درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۶۱)

(مرد) انگوٹھی بائیں ہاتھ میں ہتھیلی کی طرف کرے، اور کہا گیا دائیں ہاتھ میں پہنے، مگر یہ رافضیوں کا شعار ہے، تو اس سے بچنا ضروری ہے، (قہستانی وغیرہ) میں نے کہا یہ کسی زمانے میں رہا ہوگا پھر ختم ہو گیا، تو اس پر غور کرلو۔

ردالمحتار میں ہے:

ای کان ذلك من شعارهم فی الزمن السابق ثم انفصل وانقطع فی هذه الازمان فلا ینهٰی عنه کیفما کان۔

(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۶۱)

یعنی وہ گزشتہ زمانے میں ان کا شعار تھا پھر ان زمانوں میں نہ رہا اور ختم ہو گیا تو اب اس سے ممانعت نہ ہوگی، جیسے بھی ہو۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۸ ص ۱۴۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ النبی صلی الله علیه وسلم كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَسَارِهِ وَهُوَ حَدِيثٌ لَا يَصِحُ أَيضًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلا شبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

❖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ : اتَّخَذَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ ، فَكَانَ يَلْبَسُهُ فِي يَمِينِهِ ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَطَرَحَهُ صلی الله علیه وسلم ، وَقَالَ : لَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، آپ اسے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے (آپ کو دیکھ کر) لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اتار دیا اور

أَلْبَسُهُ أَبَدًا فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ۔ فرمایا کہ اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا چنانچہ اورلوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں اتار دیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جب کہ سونا پہننا مرد کو حرام نہ تھا حرام ہوجانے پر یہ عمل ممنوع ہوگیا۔خیال رہے کہ عورتوں کو چاندی سونے کی انگوٹھی جائز ہے،مردوں کو ساڑھے چار ماشہ سے کم چاندی کی انگوٹھی جائز ہے جس میں نگینہ صرف ایک ہو۔تانبہ پیتل،لوہا وغیرہ کی انگوٹھی چھلا مرد و عورت دونوں کو حرام ہے۔اس کی پوری بحث کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔

یہ حکم منسوخ ہے حضور کا آخری عمل یہ ہے کہ حضور نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہے اب یہ ہی سنت ہے اگرچہ سیدھے ہاتھ میں پہننا بھی جائز ہے۔

کیونکہ سونا پہننا مردوں کے لیے اب حرام ہوگیا۔

اس طرح کہ محمد ایک سطر،رسول دوسری سطر،اللہ تیسری سطر سب سے اوپر۔اس طرح محمد رسول اللہ،یہ انگوٹھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ شریف تک خلفاء کی انگلیوں میں رہی،حضرت عثمان کے ہاتھ سے بیر ازیس میں گرگئی جسے بیر خاتم بھی کہتے ہیں،مسجد قبا کے سامنے ہے۔

یعنی آپ لوگ ایسی انگوٹھی بنوا کر پہن سکتے ہو مگر نگینہ میں یہ نقش نہیں کھود سکتے کیونکہ بادشاہوں کے فرمان نامے اور احکام نبوی اس مہر سے مزین کرکے بھیجے جاتے ہیں۔اگر دوسروں کی انگوٹھی پر بھی یہ نقش ہو تو بڑے فساد پھیلیں گے۔مفتی صاحبان آج بھی اپنی مہر والی انگوٹھی بڑی احتیاط سے رکھتے ہیں کہ اور کوئی شخص ان کے نام کی مہر سے غلط فتویٰ یا فیصلہ صادر نہ کردے،حکومت کی مہریں بڑی محفوظ رکھی جاتی ہیں ان

سب کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔یہ ممانعت اس زمانہ میں تھی اب اگر کوئی یہ نقش اپنی انگوٹھی میں کندہ کرے اور تبرک کے لیے اپنے پاس رکھے تو بالکل جائز ہے کہ وجہ ممانعت اب باقی نہیں۔

اس بات کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انگوٹھی نہ پہنتے تھے جب پہنتے تو نگینہ ہتھیلی سے متصل رکھتے۔دوسرے یہ کہ پہنتے تو ہمیشہ تھے مگر بعض اوقات استنجاء وغیرہ کے وقت اتار دیتے تھے پھر جب پہنتے تو اس طرح پہنتے۔خیال رہے کہ اس طرح پہننے سے معلوم ہوا کہ حضور زینت کے لیے نہیں بلکہ ضرورت کے لیے پہنتے ورنہ زینت کی چیز تو نگینہ ہے وہ ہی چھپایا جاتا تھا۔اس وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ سوا بادشاہوں، قاضیوں، مفتیوں کے اور لوگ انگوٹھی نہ پہنیں تو اچھا ہے کہ انگوٹھی کی ضرورت ان ہی لوگوں کو رہتی ہے دوسروں کو ضرورت نہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲۲۸)

تشریعی امور میں اختیارات مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

نھانا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن خاتم الذھب۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذھب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۸۸)(صحیح البخاری کتاب اللباس باب خواتیم الذھب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۱)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

بایں ہمہ خود براء رضی اللہ تعالٰی عنہ انگشتری طلائی (سونے کی) پہنتے۔ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح ابواسحٰق اسفرائنی سے روایت کی:

قال رأیت علی البراء خاتما من ذھب ۔وروی نحوہ البغوی فی

الجعدیات عن شعبۃ عن ابی اسحٰق۔

(المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب اللباس الخ نمبر ۶۲ حدیث ۲۵۱۴۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵ / ۱۹۵)

فرمایا: میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔ (ایسے ہی بغوی نے جعدیات میں شعبہ سے انہوں نے ابی اسحٰق سے روایت کیا۔ت)

امام احمد مسند میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابوعبدالرحمٰن ثنا ابورجاء ثنا محمد بن مالک قال رأیت علی البراء خاتماً من ذہب وکان الناس یقولون لہ لم تختم بالذہب وقد نہی عنہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبین یدیہ غنیمۃ یقسمہا سبی وخرثی قال فقسمہا حتی بقی ہذا الخاتم فرفع طرفہ فنظر الی اصحابہ ثم خفض ثم رفع طرفہ، ثم خفض ثم طرفہ، فنظر الیہم قال ای براء فجئتہ حتی قعدت بین یدیہ فاخذ الخاتم فقبض علی کرسوعی ثم قال خذ البس ماکساک اللہ ورسولہ۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴ / ۲۹۴)

یعنی محمد بن مالک نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ براء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے اموال غنیمت غلام ومتاع حاضر تھے حضور تقسیم فرما رہے تھے سب اونٹ بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی رہ

گئی حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر انظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء! میں حاضر ہو کر حضور کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا پہن لے جو کچھ تجھے اللہ ورسول پہناتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضرت براء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے: تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے پہن لے جو کچھ اللہ ورسول نے پہنایا، جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۳۰ ص ۵۳۶۔ ۵۳۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

14-بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ سَيْفِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تلوار مبارک

❖ عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ فِضَّةٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کا قبضہ چاندی کا بنا ہوا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ قبیعہ بروزن سیکنہ تلوار کے قبضہ کا کنارہ جو پکڑتے وقت مٹھی سے باہر رہتا ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلوار کے دستے وغیرہ کو چاندی سے آراستہ کرنا جائز ہے، بعض علماء نے اس حدیث کے بناء پر فرمایا کہ گھوڑے کی کاٹھی اور زین کو چاندی سے آراستہ کر سکتے ہیں، بعض علماء نے اس کا انکار فرمایا، وہ فرماتے ہیں کہ

تلوار اور چیز ہے کاٹھی دوسری چیز، کاٹھی میں چاندی استعمال کرنا جانور کو آراستہ کرنا ہے۔(مرقات)(مراۃ المناجیح، ج۵،ص۷۷۸)

❖ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ فِضَّةٍ.

حضرت سعید بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا۔

❖ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا طَالِبُ بْنُ حُجَيْرٍ، عَنْ هُودٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى سَيْفِهِ ذَهَبٌ، وَفِضَّةٌ، قَالَ طَالِبٌ: فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِضَّةِ، فَقَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ السَّيْفِ فِضَّةً.

حضرت عبداللہ بن سعید کے لڑکے حضرت ہود اپنے دادا حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ کی تلوار پر سونا اور چاندی چڑھے ہوئے تھے، طالب (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے (ہود سے) چاندی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ھودھ کے پیش واؤ کے سکون سے ہے حضرت ہود نبی کے نام پر نام ہے، بعض نسخوں میں ہوذہ ذال کے ساتھ ہے یہ صحیح نہیں مزیدہ بروزن مسعدہ حضرت ہود کے نانا ہیں صحابی ہیں اور ہود تابعی ہیں بعض نے مزیدہ بروزن سبعیہ کہا۔(مرقات)

یعنی جب حضور انور فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی تلوار میں

سونے چاندی کا زیور تھا۔اسی حدیث کی بنیاد پر بعض لوگوں نے تلوار میں سونے کا زیور بھی جائز فرمایا مگر یہ درست نہیں اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔حق یہ ہے کہ تلوار میں سونے کا استعمال حرام ہے۔(اشعہ ومرقات)

استیعاب میں فرمایا کہ یہ حدیث مزیدہ کی اسناد قوی نہیں بہر حال اس سے استدلال درست نہیں۔(مراۃ المناجیح،ج۵،ص۷۷۹)

❖ حَدَّثَنَا محمد بن شجاع البغدادی حَدَّثَنَا أبو عبيدة الحداد عن عثمان بن سعد، عن ابن سيرين قال: صنعت سيفي على سيف سمرة بن جندب: وزعم سمرة أنه صنع سَيْفِه على سيف رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وكان حنيفيا۔

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار سمرہ بن جندب کی تلوار کی طرح بنوائی اور سمرہ نے کہا کہ میں نے اپنی تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز پر بنوائی ہے اور وہ تلوار بنوحنیف قبیلہ (کی تلواروں) کی ساخت پر تھی۔

شرح حدیث: البتّار

یہ تلوار سرکارِ دوعالم نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینے کے یہودی قبیلے (بنوقینقاع) سے مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔اس تلوار کو (سیف الانبیاء) نبیوں کی تلوار بھی کہا جاتا ہے۔اس تلوار پر حضرت داؤد علیہ السلام،سلیمان علیہ السلام، ہارون علیہ السلام،یسع علیہ السلام،زکریا علیہ السلام،یحیٰ علیہ السلام،عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارکہ کندہ ہیں۔یہ تلوار حضرت داؤد علیہ السلام کو اس وقت مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی جب ان کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔اس تلوار پر ایک تصویر بھی بنی ہوئی ہے جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو جالوت کا سر قلم

کرتے دکھایا گیا ہے جو کہ اس تلوار کا اصلی مالک تھا۔ مزید تلوار پر ایک ایسا نشان بھی بنا ہوا ہے جو بتراء شہر کے قدیم یعرب باشندے (البادیون) اپنی ملکیت یا اشیاء پر بنایا کرتے تھے۔ بعض روایات میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ یہ وہ تلوار ہے جس سے حضرت عیسٰی علیہ السلام دنیا میں واپس آنے کے بعد اللہ کے دشمن 'کانے دجال' کا خاتمہ کریں گے اور دشمنانِ اسلام سے جہاد کریں گے۔

اس تلوار کی لمبائی 101 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار ترکی کے مشہورِ زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی۔ استنبول' میں محفوظ ہے۔

الماثور

یہ تلوار حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والد ماجد کی وراثت کے طور پر نبوت کے اعلان سے قبل ملی تھی۔ یہ تلوار ایک اور نام 'ماثور الفجر' سے بھی مشہور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی معیت میں جب یثرب کی طرف ہجرت فرمائی تو یہ تلوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تلوار بمع دیگر چند آلاتِ حرب حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو عطا فرما دیئے تھے۔ اس تلوار کا دستہ سونے کا بنا ہوا ہے اور دونوں اطراف سے مڑا ہوا ہے۔ مزید خوبصورتی کیلئے اس پر زمرد اور فیروزے جڑے ہوئے ہیں۔ اس تلوار کی لمبائی 99 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہورِ زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی۔ استنبول' میں محفوظ ہے۔

الحتف

یہ تلوار بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یثرب کے یہودی قبیلے بنو قینقاع سے مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ یہ تلوار حضرت داؤد علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے بنی ہوئی ہے جنہیں اللہ تعالٰی نے لوہے کے ساز و سامان خاص طور پر ڈھالیں،

تلواریں اور دیگر آلالتِ حرب بنانے میں خصوصی مہارت عطا فرمائی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس تلوار کو 'بتّار' سے ملتا جلتا لیکن سائز میں اُس سے بڑا بنایا۔ یہ تلوار یہودیوں کے قبیلے لاوی کے پاس اپنے آباء واجداد بنواسرائیل کی نشانیوں کے طور پر نسل در نسل محفوظ چلی آرہی تھی حتیٰ کہ آخر میں یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں مالِ غنیمت کے طور پر پہنچی۔ اس تلوار کی لمبائی 112 سینٹی میٹر اور چوڑائی 8 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہورِ زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی۔ استنبول' میں محفوظ ہے۔

الذوالفقار

یہ تلوار ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوہِ بدر میں مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ تاریخی مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تلوار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمادی تھی۔ غزوہِ اُحد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی تلوار کے ساتھ میدانِ جنگ میں اُترے اور مشرکینِ مکہ کے کئی بڑے بڑے سرداروں کو واصلِ جہنم کیا۔ اکثر حوالے اس بات کا اشارہ دیتے ہیں کہ تلوار خاندانِ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں باقی رہی۔ اس تلوار کی وجہِ شہرت یا تو دودھاری ہونے کی وجہ سے ہے یا پھر اس پر بنے ہوئے دو نوک نقش ونگار کی وجہ سے ہے۔ اور آجکل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہورِ زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی۔ استنبول' میں محفوظ ہے۔

لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

علی کرم اللہ وجہہ کے بغیر کوئی بہادر جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں۔ (الاسرار المرفوعۃ حدیث ۱۰۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۶۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تلوار ذوالفقار حضرت زین العابدین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد وہ مدینہ منورہ واپس آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا مجھے یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ بنوامیہ آپ سے اس تلوار کو چھین لیں گے۔ اس لئے آپ مجھے وہ تلوار دے دیجئے جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی اِس کو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی... الخ، الحدیث: ۳۱۱۰، ج ۲، ص ۳۴۴)

الرسوب

یہ تلوار ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیتی 9 تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ تلوار بالکل ویسے ہی محفوظ منتقل ہوتی رہی جس طرح 'تابوت العہد' بنواسرئیل میں خاندان در خاندان محفوظ رہا اور نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔ تلوار پر سنہری دائرے بنے ہوئے ہیں جن پر حضرت جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی کندہ ہے۔ اس تلوار کی لمبائی 140 سینٹی میٹر ہے۔ اور آجکل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہورِ زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی۔ استنبول' میں محفوظ ہے۔

المخذم

اس تلوار کے حوالے سے دو مختلف آراء سامنے آتی ہیں۔ اول یہ تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی اور بعد میں اولادِ علی میں وراثت کے طور پر نسل در نسل چلتی رہی۔ دوئم یہ تلوار سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلِ شام کے ساتھ ایک معرکہ میں مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ اس تلوار پر 'زین الدین العابدین' کے الفاظ کندہ ہیں۔ اس تلوار کی لمبائی 97 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہورِ زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی۔ استنبول' میں محفوظ ہے۔

القضیب

یہ تلوار نحیف اور بہت کم چوڑائی والی ہے بلکہ اسی طرح جس طرح کسی تنگ راستے کی مثال دی جاتی ہے۔ یہ تلوار سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ دفاعی رفیقِ سفر کے طور پر تو ضرور موجود رہی مگر اس تلوار سے کبھی کوئی جنگ نہیں لڑی گئی۔ تلوار پر چاندی کے ساتھ 'لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب' کے الفاظ کندہ ہیں۔ کوئی ایسا تاریخی حوالہ اس بات کی طرف اشارہ نہیں دیتا کہ تلوار کسی طور سے بھی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں کسی جنگ میں استعمال ہوئی۔ تلوار ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں موجود رہی۔ لیکن فاطمیوں کے عہدِ خلافت میں اس تلوار کو استعمال کیا گیا۔ اس تلوار کی لمبائی 100 سینٹی میٹر ہے اور اس تلوار کی میان کسی جانور کی کھال کی بنی ہوئی ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہورِ زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی۔ استنبول' میں محفوظ ہے۔

العضب

یہ تلوار (العضب یعنی تیز دھاروالی) پیارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے صحابی حضرت سعد بن عبادہ الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے غزوہ اُحد سے قبل تحفہ دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد والے دن یہ تلوار حضرت ابودجانہ الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو عطا فرما دیتا کہ وہ میدانِ جنگ میں اُتر کر اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں پر اسلام کی قوت وعظمت کا مظاہرہ کریں۔ آج کل یہ تلوار مصر کے شہر قاہرہ کی مشہور جامع مسجد الحسین بن علی میں محفوظ ہے۔

القلعی

لفظ قلعی کا تعلق یا تو شام کے کسی علاقہ سے دکھائی دیتا ہے یا پھر ہندوستان اور چین کے کسی سرحدی علاقے سے ہے۔ جب کہ ایک طبقہ کے علماء یہ بھی دلیل دیتے ہیں

کہ کیونکہ قلعی ایک قسم کی دھات کا نام ہے جو دیگر دھاتی چیزوں کو چمکاتے یا ان پر پالش چڑھانے کے کام آتی ہے اس تلوار کی وجہ تسمیہ ہو سکتی ہے۔ یہ تلوار ان تین تلواروں میں سے ایک ہے جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یثرب کے یہودی قبیلے بنوقینقاع سے جنگ میں مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ اس تلوار کے بارے میں یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اس تلوار اور سونے کے بنے ہوئے دو ہرنوں کو زمزم کے کنویں سے نکلوایا تھا جو کہ قبیلہ جرہم الحمیر یہ (حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سسرالی قبیلہ) نے یہاں پر ایک زمانہ قبل دفن کئے تھے۔ بعد میں حضرت عبدالمطلب نے اس تلوار کو بمعہ دیگر قیمتی سامان (سونا) بیت اللہ میں حفاظت سے رکھوا دیا۔ تلوار پر دستہ کے قریب یہ الفاظ کندہ ہیں (ھذہ السیف المشفیل بیت محمد رسول اللہ: یہ تلوار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے کی عزت کی علامت ہے)۔ تلوار کی خوبصورت میان اس کو دوسری تلواروں میں ایک نمایاں مقام دیتی ہے۔ اس تلوار کی لمبائی 100 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہورِ زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی۔ استنبول' میں محفوظ ہے۔

لکڑی کی تلوار

جنگِ بدر کے دن حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک درخت کی ٹہنی دے کر فرمایا کہ تم اس سے جنگ کرو وہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں آتے ہی ایک نہایت نفیس اور بہترین تلوار بن گئی جس سے وہ عمر بھر تمام لڑائیوں میں جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت امیرالمؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں وہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگِ اُحد کے دن ٹوٹ گئی تھی تو ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کھجور کی شاخ دے کر ارشاد فرمایا کہ تم اس سے لڑو وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں آتے ہی ایک برّاق تلوار بن گئی۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تلوار کا نام عرجون تھا یہ خلفاء بنو العباس کے دور حکومت تک باقی رہی یہاں تک کہ خلیفہ معتصم باللہ کے ایک امیر نے اس تلوار کو بائیس دینار میں خریدا اور حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کا نام عون تھا، یہ دونوں تلواریں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کے تصرفات کی یادگار تھیں۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۲۳ ملخصا)

15-بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ دِرْعِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

زِرہ مبارک

❖ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، قَالَ: كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ، فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَأَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهُ، وَصَعِدَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الصَّخْرَةِ ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم ، يَقُولُ : أَوْجَبَ طَلْحَةُ ـ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو زرہیں تھیں آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے لیکن (زخموں کی کثرت کے سبب) آپ نہ چڑھ سکے چنانچہ آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو نیچے بٹھایا اور اوپر چڑھے یہاں تک کہ چٹان پر جا بیٹھے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہ نے (اپنے لیے جنت) واجب کرلی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ زرہ لوہے کی قمیض ہے جو جنگ میں پہنی جاتی تھی، یہ بہت وزنی ہوتی تھی، دو زرہ بہت بڑا طاقت ور ہی پہن سکتا تھا کہ اتنے وزن کو پہن کر چلنا دوڑنا معمولی کام نہ تھا۔

یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے تھے آپ اونچی جگہ کھڑے ہوکر جنگ کا حال اور مسلمانوں میں دوڑنے والے اور کھڑے رہنے والوں کو دیکھنا چاہتے تھے، اسی جنگ میں عتبہ ابن ابی وقاص نے آپ کے دانت پر تیر مارا جس سے آپ کا دانت شہید ہوا اور نیچا ہونٹ زخمی ہوگیا، عبداللہ ابن شباب نے آپکا چہرہ زخمی کردیا، ابن حمیہ نے حضور کی کنپٹی زخمی کردی اس زرہ کے دو حلقے آپ کے سر میں گڑھ گئے، عامر نے ایک خفیہ گڑھا کھودا ہوا تھا اس میں حضور گر گئے، ابوسعید خدری نے حضور کے چہرہ کا خون چوسا حضور نے فرمایا کہ جو میرا خون اپنے خون سے ملادے وہ جنتی ہے۔ (مرقات)

یہ حضرت طلحہ کی انتہائی ہمت وقوت ہے کہ بار نبوت مع دو زرہوں کے اپنی پشت پر اٹھالیا یہ طاقت رب نے عطا فرمائی حضور انور دو زرہوں کا بوجھ لے کر اس چٹان پر نہ چڑھ سکے ابو طلحہ سیڑھی بن کر نیچے بیٹھ گئے اور حضور انور چٹان پر چڑھ گئے آپ کی پیٹھ پر قدم رکھ کر۔

یہ خدمت پسند آگئی فرمایا طلحہ کے لیے جنت واجب ہوگئی اسی خدمت کی وجہ سے۔ معلوم ہوا کہ لاکھوں نماز روزے سجدے سجود جہاد سے حضور کی خدمت افضل ہے، اسی غزوہ میں حضرت طلحہ نے اپنے جسم کو حضور کی ڈھال بنا کر اسی ۸۰ زخم کھائے، یہ جنتی نہ ہوں تو کون ہو آپ اتنے زخم کھا چکنے کے بعد حضور انور کے نیچے سیڑھی بن کر بیٹھے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج۸، ص ۳۶۲)

❖ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم، كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ، قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن دو زرہیں ایک دوسری کے اوپر پہنی ہوئی تھیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ بہت کم عمر صحابہ میں سے ہیں، چنانچہ آپ کی پیدائش ۲ھ میں ہے، آپ کی کنیت ابو یزید ہے، کندی ہیں، اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اس وقت آپ کی عمر صرف سات سال تھی، ۸۰ھ میں وفات پائی آپ کے والد یزید ابن سعید ہیں۔

ظاہر بنا ہے مظاہرۃ سے، و تظاہر سے جس کے معنی ہیں تعاون یعنی ایک دوسرے سے مدد لینا، چونکہ غازی زرہ سے جہاد ہی میں مدد لیتا ہے اس لیے زرہ کے استعمال کو تظاہر یا مظاہر کہہ دیتے ہیں یہاں جمع کرنا مراد ہے یعنی حضور انور نے احد کے دن دو زرہیں اوپر تلے پہنی تھیں کہ اوپر والی کو ظہار (ابرہ) بنایا تھا نیچے والی کو بطانہ (استر) اس میں حضور انور کی کمال شجاعت کا ذکر ہے کیونکہ زرہ بہت بھاری ہوتی ہے دو زرہ پہن کر چلنا پھرنا جہاد کرنا آسان نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کا استعمال توکل کے خلاف نہیں، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں پھر بھی ہتھیار زرہ وغیرہ استعمال فرماتے ہیں، زرہ لوہے کا لباس ہے قمیص کی طرح اس سے تلوار وغیرہ اثر نہیں کرتی۔ (مراۃ المناجیح، ج۵، ص۸۰۷)

16- بَابُ مَا جَاءَ فِیْ صِفَةِ مِغْفَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خود مبارک

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ مِغْفَرٌ، فَقِيلَ لَهُ : هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ : اقْتُلُوهُ..

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ آپ سے عرض کیا گیا یہ ابن خطل (مرتد) کعبہ شریفہ کے پردوں کو پکڑے کھڑا ہے، آپ نے فرمایا اسے قتل کردو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی آپ بغیر احرام مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ورنہ سر مبارک کھلا ہوتا، آج چونکہ زمین حرم حضور انور کے لیے حلال ہوگئی تھی کہ وہاں قتال حلال ہوگیا تھا اس لیے آج بغیر احرام داخلہ بھی حضور انور کا درست ہوگیا لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں کہ کسی نیت سے مکہ معظمہ جائے احرام وعمرہ ضروری ہے اور نہ یہ حدیث شوافع کی دلیل ہے کہ جو کسی اور کام کے لیے مکہ معظمہ جائے وہ بغیر احرام جا سکتا ہے۔

یہ خبر دینے والے فضل ابن عبید یعنی ابو برزہ اسلمی تھے، ابن خطل کا نام عبد اللہ اور لقب غالب تھا، یہ پہلے مسلمان ہوا پھر اپنے ایک خادم مسلمان کو قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ معظمہ بھاگ آیا تھا، آج ڈر کے مارے غلاف کعبہ میں چھپ گیا، چونکہ آج زمین حرم

میں قتال جائز تھا اس لیے اسے قصاصًا یا مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کرادیا گیا یا تو حرم شریف میں یا وہاں سے باہر نکال کر ورنہ باہر کا مجرم اگر حرم میں آجائے تو اسے قتل نہیں کیا جاتا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا بعض امام حرم شریف میں حدو قصاص جائز مانتے ہیں اس حدیث کی بنا پر مگر یہ استدلال ضعیف ہے، ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میقات سے آگے بغیر احرام نہ بڑھو، نیز فرماتے ہیں کہ میرے لیے ایک ساعت کے واسطے یہ حرم کی زمین حلال کردی گئی تھی اب پھر اس کی حرمت لوٹ آئی۔

(مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۲۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہے کی دو خود [جنگی ٹوپیاں] تھیں۔

(۱) الموشح:

(۲) السبوغ یا ذو السبوغ: یہ خود فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تھا۔

❖ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَحْمَدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ، وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، قَالَ: فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس وقت آپ کے سر پر خود تھا (راوی کہتا ہے) جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص نے آکر بتایا یہ ابن خطل کعبہ کے پردوں کو پکڑے کھڑا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے قتل کردو ابن شہاب

فَقَالَ لَهُ : ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ: اقْتُلُوهُ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا.

کہتے ہیں اسے قتل کردو۔ ابن شہاب کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن احرام نہیں باندھا ہوا تھا۔

شرح حدیث: چند نا قابل معافی مجرمین

جب مکہ فتح ہوگیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرمادیا۔ مگر چند ایسے مجرمین تھے جن کے بارے میں تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمان جاری فرمادیا کہ یہ لوگ اگر اسلام نہ قبول کریں تو یہ لوگ جہاں بھی ملیں قتل کردیئے جائیں خواہ وہ غلاف کعبہ ہی میں کیوں نہ چھپے ہوں۔ ان مجرموں میں سے بعض نے تو اسلام قبول کرلیا اور بعض قتل ہوگئے ان میں سے چند کا مختصر تذکرہ تحریر کیا جاتا ہے:

1- عبدالعزیٰ بن خطل یہ مسلمان ہوگیا تھا اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے جانور وصول کرنے کے لئے بھیجا اور ساتھ میں ایک دوسرے مسلمان کو بھی بھیج دیا کسی بات پر دونوں میں تکرار ہوگئی تو اس نے اس مسلمان کو قتل کردیا اور قصاص کے ڈر سے تمام جانوروں کو لے کر مکہ بھاگ نکلا اور مرتد ہوگیا۔ فتح مکہ کے دن یہ بھی ایک نیزہ لے کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ لیکن مسلم افواج کا جلال دیکھ کر کانپ اٹھا اور نیزہ پھینک کر بھاگا اور کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا۔ حضرت سعید بن حریث مخزومی اور ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مل کر اس کو قتل کردیا۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب ہفتم، ج ۲، ص ۲۹۶)

2- حویرث بن نقید یہ شاعر تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو لکھا کرتا تھا اور خونی مجرم بھی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا۔

3- مقیس بن صبابہ اس کو نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا۔ یہ بھی خونی تھا۔

4- حارث بن طلاطلہ یہ بھی بڑا ہی موذی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا۔

5- قریبہ یہ ابن خطل کی لونڈی تھی۔ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھی یہ بھی قتل کی گئی۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب ہفتم، ج ۲، ص ۳۰۰، ۳۰۴ ملخصا)

آپ ﷺ کی زرہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات زرہیں تھیں۔

(۱) ذات الفضول۔ یہ لمبی زرہ تھی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ابوالشحم یہودی کے پاس اپنے اہل وعیال کے لیے جو کے بدلے رہن رکھی تھی۔

(۲) ذات الوشاح۔

(۳) ذات الحواشی۔

(۴) السعدیہ۔ یہ سعد نامی ایک علاقے کی طرف منسوب ہے جہاں زرہیں بنتی تھیں بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جو آپ نے جالوت کو قتل کرتے وقت پہن رکھی تھی۔

(۵) فضہ۔

(٦) البترا۔

(۷) الخزیق۔

17- بَابُ مَا جَاءَ فِي عِمَامَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دستار مبارک

❖ عَنْ جَابِرٍ ، قَالَ : دَخَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ، مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے (اس وقت) آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یا تو حدود حرم میں داخلہ کے وقت حضور انور نے خود بھی پہنا ہوا تھا یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی یا حدود حرم شریف میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے تھے اور بیت اللہ شریف میں یعنی مسجد حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ پہن لیا تھا لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ لباس سفید افضل ہے مگر عمامہ سیاہ بھی جائز ہے، خصوصاً خطبہ کے وقت سارے کپڑے کالے پہننا خصوصاً محرم میں روافض سے تشبیہ ہے۔ (از مرقات مع زیادت) (مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۲۸)

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ ، وَعَلَيْهِ

حضرت جعفر اپنے والد حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ایک یہ کہ خطبہ ونماز عمامہ سے بہتر ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے۔دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے۔تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے،شملہ ضرور چاہیئے۔چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ،امیر معاویہ اور حضرت ابودرداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے،اسی سنت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔(مراۃ المناجیح،ج۲،ص۶۳۶)

❖ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، خَطَبَ النَّاسَ ،وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ۔

اور حضرت جعفر ہی سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آپ (کے سر) پر سیاہ عمامہ تھا۔

شرح حدیث: جمعہ کے دن عمامہ

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کر کے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! فرمایا: اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا،اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے

ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج ۶، ص ۲۱۵)

❖ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم، إِذَا اعْتَمَّ، سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ. قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، يَفْعَلُ ذَلِكَ. قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، وَسَالِمًا يَفْعَلَانِ ذَلِكَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ باندھتے تو دونوں کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے، حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی عمامہ شریف کا کنارہ مبارکہ جسے فارسی میں شملہ اور عربی میں عذبہ کہتے ہیں نصف پیٹھ تک ہوتا تھا اور دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رہتا تھا خواہ پیٹھ پر یا سینہ پر مگر سینہ پر ہونا افضل ہے یعنی سامنے۔ (مرقات ولمعات)

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۸۴)

❖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی پاک نے خطبہ دیا اور اس وقت آپ پر سیاہ عمامہ تھا۔

شرح حدیث: عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سرِ اقدس پر اپنی مبارک ٹوپی پر عمامہ مبارکہ کو سجا کر رکھا۔ امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان

علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنتِ متواترہ دائمہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۶،ص۲۰۸،۲۰۹)

تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آٹھ ۸ ارشادات

(۱) عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر (۷۰) رکعتوں سے افضل ہیں۔

(فردوس الاخبار، باب الراء، فصل رکعتان، الحدیث ۳۰۵۴، ج۱،ص۴۱۰)

(۲) عمامہ کے ساتھ نماز دس ۱۰ ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب الصاد، الحدیث ۳۶۲۱، ج۲،ص۳۱)

(۳) بے شک اللہ عزوجل اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

(الجامع الصغیر، حرف الھمزۃ، الحدیث ۱۸۱۷،ص۱۱۳)

(۴) ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ پر کہ مسلمان اپنے سر پر دیگا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائیگا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح شکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الحدیث ۴۳۴۰، ج۸،ص۱۴۷)

(۵) عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔

(المستدرک، کتاب اللباس، باب اعتموا تزدادوا احلما، الحدیث ۷۴۸۸، ج۵،ص۲۷۲)

(۶) عمامہ مسلمانوں کا وقار اور عرب کی عزت ہے تو جب عرب عمامہ اتار دینگے اپنی عزت اتار دینگے۔ (فردوس الاخبار، باب العین، الحدیث ۴۱۱۱، ج۲،ص۹۱)

(۷) تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات، باب آداب التعمم، الحدیث ۴۱۹۰۶، ج۱۵،ص۲۰۵)

(۸) عمامہ کیساتھ ایک جمعہ بغیر عمامہ کے ستر (۷۰) جمعہ کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب الجیم، الحدیث ۲۳۹۳، ج۱،ص۳۲۸)

عمامہ کے آداب

عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہونے چاہیں چنانچہ امام اہلسنت اعلیحضرتمولٰینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارکہ سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اسی سے ہر پیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلی حضرت علیہ الرحمۃ، ج ۱، ص ۱۴۴)

(۱) عمامہ سات ۷ ہاتھ (ساڑھے تین گز) سے چھوٹا نہ ہو اور بارہ ۱۲ ہاتھ (چھ گز سے بڑا نہ ہو)۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس تحت الحدیث ۴۳۴۰، ج ۸، ص ۱۴۸)

(۲) عمامہ کے شملے کی مقدار کم از کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶ عمامہ کا بیان، ج ۳، ص ۵۵)

(۳) عمامہ اتارتے وقت بھی ایک ایک کر کے پیچ کھولنا چاہے۔ عمامہ قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے باندھے۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الکراھیۃ، باب التاسع فی اللباس... الخ، ج ۵، ص ۳۳۰)

اے ہمارے پیارے اللہ! عزوجل ہمیں عمامہ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

عمامہ شریف کی سنت کے طبی فوائد

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت مبارکہ ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سر اقدس پر ٹوپی مبارک پر عمامہ شریف سجا کر رکھا اور ہمیں اس کی ترغیب بھی دلائی۔ سنت پر عمل کرنے سے جہاں دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہاں جسمانی فوائد بھی کثیر تعداد میں ہیں۔

فزیالوجی کی تحقیق اور ریسرچ کے مطابق جب حرام مغز محفوظ رہے گا تو جسم کا اعصابی نظام اور عضلاتی نظام درست اور منظم رہے گا اور ایسا عمامہ کے شملے میں ممکن ہے۔ عمامہ کا شملہ نچلے دھڑ کے فالج سے بچاتا ہے کیونکہ عمامے کا شملہ حرام مغز کو سردی گرمی اور موسمی تغیرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس لئے ایسے آدمیوں کو سرسام کے خطرات بہت کم رہتے ہیں۔ عمامہ کا شملہ ریڑھ کی ہڈی کے ورم سے بھی بچاتا ہے۔ دردسر کے لئے عمامہ شریف بہت مفید ہے۔ جو عمامہ باندھے گا اسے دردسر کا خطرہ بہت کم ہو جائے گا۔ عمامہ شریف دماغی تقویت اور یادداشت بڑھانے میں عجیب الاثر ہے۔ عمامہ باندھنے سے دائمی نزلہ نہیں ہوتا اگر ہو بھی جائے تو اس کے اثرات کم ہوتے ہیں۔ جو آدمی عمامہ باندھے گا وہ لو لگنے سے بچ جائے گا۔ جمالیاتی نقطہ نظر سے بھی عمامہ چہرہ کو بارعب اور پرکشش بنا دیتا ہے۔ جنگ اور زلزلوں کے دھماکوں کے فلک شگاف آوازوں یا طوفانی بادوباراں کی کڑک سے کانوں کو صدموں سے بچانے کے لئے عمامہ کا استعمال نہایت مفید رہتا ہے۔ چنانچہ ہوائی حملوں سے بچاؤ کے لئے منہ کے بل لیٹ کر سر اور چہرے کو ڈھانپنے کے احکام دیئے جاتے ہیں۔ اگر سر پر شملہ کی سنت ہے تو ہم ان تمام خطرات سے بیک وقت بچ سکتے ہیں۔ غرضیکہ اس پیاری سنت میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہے۔ مشہور روسی ماہر نے بالوں کے گرنے سے متعلق لکھا ہے کہ پگڑی اور اوڑھنی یا بغیر ٹوپی کے ننگے سر چلنا بالوں کے لئے مضرت رساں ہے۔ ننگے سر بالوں پر براہراس تدھوپکی گرمیسر دیکے اثرات سے نہ صرف بال بلکہ پورا چہرہ اور دماغ بھی متاثر ہوتا ہے۔ جس سے صحت بھی متاثر ہو سکتی ہے۔

18- بَابُ مَا جَاءَ فِیْ صِفَةِ إِزَارِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

تہبند مبارک

❖ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا، وَإِزَارًا غَلِيظًا، فَقَالَتْ: قُبِضَ رُوحُ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم، فِي هَذَيْنِ.

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ہمیں دکھانے کے لیے) ایک پیوند لگی چادر اور ایک موٹا تہبند نکال لائیں اور فرمایا ان دونوں کپڑوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض حضرات ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضور کے تبرکات کی زیارت کرنے آیا کرتے تھے اور آپ انہیں زیارت کراتی تھیں۔ملبد کے معنی ہیں لبادہ کیا ہوا یعنی پیوند پر پیوند لگتے لگتے نمدہ کے لباس کی طرح موٹا ہو چکا تھا۔

یہ اس دعا کا اثر ہے اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا کہ میری زندگی و موت مسکین ہو کر ہو۔شعر

بوریا ممنوں خواب راحتش　　　　تاج کسریٰ زیر پائے امتش

ہم جیسے کمینے غلام ان کے نام پر عیش کر رہے ہیں اور وہ خود اس حالت میں دنیا سے پردہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ و عمدہ لباس بھی پہنے ہیں مگر ان کی عادت نہ ڈالی، ہر قسم کا لباس بے تکلف پہن لیتے تھے، آخر وقت یہ لباس جسم اطہر پر تھا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ سہری اثر

نعمة ربك عليك۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۱۵۳)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّتِي، تُحَدِّثُ عَنْ عَمِّهَا، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي بِالْمَدِينَةِ، إِذَا إِنْسَانٌ خَلْفِي يَقُولُ: ارْفَعْ إِزَارَكَ، فَإِنَّهُ أَتْقَى وَأَبْقَى فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا هِيَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ، قَالَ: أَمَا لَكَ فِيَّ أُسْوَةٌ؟ فَنَظَرْتُ فَإِذَا إِزَارُهُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ۔

حضرت اشعت بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنی بھوپھی سے سنا اورانہوں نے اپنے چچا سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی نے پیچھے سے کہا اپنا تہبند اونچا کر کیونکہ یہ نہایت پرہیزگاری ہے اور پھر کپڑا ابھی دیر تک باقی رہتا ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ تو ایک معمولی چادر ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تیرے لیے میرا عمل نمونہ نہیں ہے پھر میں نے دیکھا تو آپ کا تہ بند پنڈلیوں کے نصف تک تھا۔

شرح حدیث: بہترین نمونہ

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی زندگی قابلِ تقلید نمونہ ہے اور کیوں نہ ہو کہ خود ربِّ کائنات عَزَّ وَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کیکی زندگی کو بہترین نمونہ قرار دیا۔ چنانچہ، اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید، فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ترجمہ کنزالایمان: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

(پ۲۱، الاحزاب:۲۱)

اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خود ادب کے بارے میں ارشاد فرمایا: مجھے میرے رب نے اچھا ادب سکھایا۔

(الجامع الصغیر لسیوطی، باب الھمزہ، الحدیث ۳۱۰، ص ۲۵)

علامہ عبد الرؤف مناوی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فیض القدیر میں اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے میرے رب نے ریاضتِ نفس اور ظاہری وباطنی اخلاق کی تعلیم فرمائی اس طرح کہ مجھ پر ایسے علومِ کسبیہ ووھبیہ (۱) کے ذریعے لطف وکرم فرمایا جن کی مثل کسی انسان کو عطا نہیں کئے گئے۔

(فیض القدیر، حرف الھمزہ، تحت الحدیث ۳۱۰، ج۱، ص ۲۹۰)

رسولِ کریم، صاحبِ خُلقِ عظیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی شان میں اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدد دین وملت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:ـ

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا — تری خِلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا — ترے خالقِ حُسن وادا کی قسم

❖ عَنِ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، يَأْتَزِرُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، وَقَالَ: هٰكَذَا كَانَتْ إِزْرَةُ صَاحِبِي، يَعْنِي النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم۔

حضرت ایاس اپنے والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں (حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پنڈلی کے نصف تک تہبند باندھتے تھے اور فرمایا اسی طرح میرے آقا یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہبند مبارک تھا۔

❖ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، بِعَضَلَةِ سَاقِي أَوْ سَاقِهِ، فَقَالَ : هَذَا مَوْضِعُ الإِزَارِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَلا حَقَّ لِلإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی یا اپنی پنڈلی کا موٹا گوشت پکڑا اور فرمایا یہ تہبند کی جگہ ہے اگر یہ نہیں تو کچھ نیچے اور اگر یہ بھی نہیں تو تہبند کو ٹخنوں پر لٹکانے کا کوئی حق نہیں۔

شرح حدیث: میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ جلد ۲۲ صَفْحہ ۱۶۶ پر فرماتے ہیں: حدیث بخاری ونسائی میں کہ:

ما اسفل الکعبین من الازار ففی النار۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۱)

ازار کا جو حصہ لٹک کا ٹخنوں سے نیچے ہو گیا وہ آگ میں ہوگا۔

اور حدیث طویل مسلم وابوداؤد میں:

ثلثة لایکلمھم اللہ یوم القیمة ولاینظر الیھم ولایزکیھم ولھم عذاب الیم المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۱)(سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۹)

تینِ شخص (یعنی تین قسم کے لوگ) ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن نہ تو انھیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: (۱) ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم

کھا کر اپنے اسباب کو رائج کرنیوالا (یعنی فروغ دینے والا ہے)۔
علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بتکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔ مگر علماء درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں:

فی الفتاوٰی العالمگیری اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب۔

(فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۳۳)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے مرد کا اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔

بالجملہ اسبال اگر براہ عجب وتکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولٰی، نہ حرام مستحق وعید، اور یہ بھی اسی صورت میں ہے کہ پائچے جانب پاشنہ نیچے ہوں، اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح کا لٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

روی ابو داؤد فی سننہ قال حدثنا مسدد نا یحیٰی عن محمد بن ابی یحیٰی حدثنی عکرمۃ انہ رای ابن عباس یاتزر فیضع حاشیۃ ازارہ من مقدمہ علی ظہر قدمہ ویرفعہ مؤخرہ قلت لم تاتزر ھذہ الازارۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتزرھا [۱]۔ قلت ورجال الحدیث کلھم ثقات عدول ممن یروی عنھم البخاری کما لایخفی علی الفطن الماھر بالفن۔

([۱] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی الکبر آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۲۱۰)

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سنن ابوداؤد میں روایت فرمائی ہے کہ ہم سے مسدد نے بیان کیا اس سے یحیٰی نے اس نے محمد بن ابی یحیٰی سے روایت کی ہے اس نے کہا مجھ سے عکرمہ تابعی نے بیان فرمایا اس نے ابن عباس کو دیکھا کہ جب ازار باندھتے تو اپنی ازار کی اگلی جانب کو اپنے قدم کی پشت پر رکھتے اور پچھلے حصہ کو اونچا اور بلند رکھتے۔ میں نے عرض کی آپ اس طرح تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اسی طرح ازار باندھتے دیکھا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) حدیث کے تمام روای ثقہ (معتبر) اور عادل ہیں۔ ان سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ذہین۔ فہیم اور ماہر فن پر پوشیدہ نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ جدید، ج ۲۲، ص ۱۶۶)

19-بَابُ مَا جَاءَ فِيْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رفتار مبارک

❖ عَنْ أَبِي يُونُسَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : وَلا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ، وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِي مِشْيَتِهِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَأَنَّمَا الأَرْضُ تُطْوَى لَهُ إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی۔ آپ کے چہرہ انور میں سورج چلتا ہوا معلوم ہوتا تھا اور میں نے آپ سے زیادہ تیز چلنے والا کوئی نہیں دیکھا، گویا کہ آپ کے لیے زمین سمیٹی جاتی تھی، ہم اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے اور آپ

لَغَیْرُ مُکْتَرِثٍ۔ بے تکلف چلتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کوئی چیز میں چاند سورج تارے اور تمام حسین انسان سب ہی داخل ہیں حضور ان سب سے بہتر ہیں۔

یعنی نور اور نورانی کرنیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے انور میں ایسی چکر کاٹتی معلوم ہوتی تھیں جیسے سورج اپنے فلک میں گردش کرتا ہے۔(مرقات) اور اگر تجری کے معنی کر لیے جائیں جگمگا رہا ہے تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کی تیزی رستہ طے ہونے کے لحاظ سے تھی نہ کہ سرکار کے چلنے کے لحاظ سے حضور انور نہایت وقار سے آہستہ چلتے تھے، رب فرماتا ہے: وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ مگر آپ کے آہستہ چلنے کے باوجود راستہ جلد اور بہت زیادہ طے ہوتا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

یہ بھی حضور انور کا معجزہ تھا کہ آہستہ چلنے پر زمین زیادہ طے ہوتی تھی، بعض صوفیاء کو بھی یہ کرامت عطا ہوتی ہے اسے طے الارض کہتے ہیں، معراج میں جو حضور انور نے طی الارض ہی نہیں کی بلکہ زمین و آسمان، عرش و کرسی، لوح و قلم سب ہی طے فرمالیے، آصف ابن برخیا کی طی الارض تو قرآن مجید سے ثابت ہے، رب فرماتا ہے: اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ میں ملکہ بلقیس کا تخت یمن سے آپ کے پاس پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

رب کا منشا یہ تھا کہ کوئی شخص میرے محبوب سے آگے نہ چل سکے لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ پر عمل خود رب تعالٰی نے ان سے کرالیا تھا۔

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص ۵۴)

❖ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ، وَغَیْرُ حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما

وَاحِدٍ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: كَانَ إِذَا مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ.

(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے) فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کیے اور فرمایا جب حضور اکرم ﷺ چلتے تو (یوں معلوم ہوتا) گویا آپ بلندی سے اتر رہے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چال میں ضعف بھی نہ تھا اور تکبر بھی نہیں، قوت والی تواضع والی چال تھی، سر جھکا ہوا قدم پوری طاقت سے اٹھتا پوری طاقت سے زمین پر پڑتا تھا۔ یہ لفظ بنا ہے کفو سے بمعنی قدم پر اعتماد۔ (مراۃ المناجیح، ج۸، ص۴۹)

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا مَشَى، تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا، كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ چلتے تو کسی قدر آگے جھک کر چلتے۔ گویا بلندی سے اتر رہے ہیں۔

20- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقَنُّعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رومال مبارک

❖ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُكْثِرُ الْقِنَاعَ، كَأَنَّ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زَيَّاتٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اکثر عمامہ مبارک کے نیچے چھوٹا رومال مبارک رکھتے تھے اور وہ کپڑا تیل سے بھیگا ہوا ہوتا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے روایت ہے کہ رات کو حضور کے سرہانے مسواک اور کنگھی رکھی جاتی تھی جب شب اٹھتے تو یہ دونوں چیزیں استعمال فرماتے، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات چیزیں سفر وحضر میں نہ چھوڑتے تھے: پیشاب کا برتن، آئینہ، سرمہ دانی، مسواک، قینچی، سرمہ کی سلائی۔ (مرقات)

قناع ق کے کسرہ سے وہ کپڑا جو ٹوپی کے نیچے پہنا جاوے تا کہ تیل ٹوپی وعمامہ میں نہ لگے وہ کپڑا ہی تیل میں تر رہے یعنی چونکہ آپ سر میں تیل زیادہ استعمال کرتے تھے اس لیے ٹوپی شریف کے نیچے ایک کپڑا تیل سے بچاؤ کے لیے استعمال فرماتے تھے۔

یہ قناع تیل میں ایسا بھیگا رہتا تھا جیسے تیل والے کے کپڑے تیل سے تر رہتے ہیں دوسرے کپڑے مراد نہیں کیونکہ حضور کے کپڑے بہت صاف اور چٹے رہتے تھے آپ سفید کپڑے پسند فرماتے تھے جو صاف ہوں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۸۸)

21- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ جِلْسَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نشست مبارک

❖ عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ، أَنَّهَا رَأَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي الْمَسْجِدِ، وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ، قَالَتْ: فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ، أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ۔

حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں بغلوں میں ہاتھ دبائے دو زانو بیٹھے دیکھا (آپ فرماتی ہیں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر عاجزی سے بیٹھا دیکھ کر میں ہیبت اور خوف سے کانپ اٹھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ قرفصاء ایک خاص بیٹھک کا نام ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی پنڈلیاں زمین سے لگائے اور دونوں ران پنڈلیوں سے پیٹ رانوں سے ملا ہوا ہو اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر ہوں یہ بیٹھک انتہائی عاجزی اور تواضع کی ہے،قرفصاء کی اور صورتیں بھی بیان کی گئیں ہیں۔(مرقات واشعہ)اشعہ نے فرمایا کہ یہ بیٹھک عرب کے چرواہوں اور غریب لوگوں کی ہے یا ان لوگوں کی جو کسی خاص اہم کام میں غور وفکر کر رہے ہوں بہر حال اس بیٹھک میں عجز وانکسار یا فکر کا اظہار ہے۔

کیونکہ میں نے یہ خیال کیا کہ جب سید المرسلین امام الاولین والاخرین کی یہ نشست ہے اور آپ کے انکسار کا یہ حال ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں یہ خیال کر کے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔

پیش او گیتی جبین فرسودہ است   خویشتن را عبدہ فرمودہ است

بوریا ممنوں خواب راحتش   تاج کسریٰ زیر پائے امتش

اپنی تواضع کا یہ حال ہے اور دنیا ان کے آستانہ کی خاک چاٹ رہی ہے ان کی چوکھٹ پر پیشانی رگڑ رہی ہے۔(مراۃ المناجیح،ج٦،ص٥٥١)

❖ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ ، عَنْ عَمِّهِ ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى .

حضرت عباد ابن تمیم سے روایت ہے وہ اپنے چچا سے راوی فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپ اپنا ایک قدم دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عباد ابن تمیم ابن زید ابن عاصم تابعی ہیں،انصاری مازنی ہیں،ان

کے چچا کا نام عبداللہ ابن زید انصاری ہے وہ غزوہ حرہ میں ۶۳ھ ترسیٹھ میں شہید ہوئے۔

قدم کا قدم پر رکھنا یہ ہے کہ دونوں پاؤں پورے پھیلے ہوئے ہیں اور قدم قدم پر رکھا ہو اس صورت میں ستر نہیں کھل سکتا۔ پاؤں پر پاؤں رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک پاؤں کھڑا ہو اور دوسرا پاؤں کھڑے ہوئے گھٹنے پر رکھا ہو۔ پہلی صورت جائز یہ دوسری صورت ممنوع لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں پاؤں پر پاؤں رکھنے میں ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے خصوصاً جب کہ تہبند بندھا ہوا ہو، آئندہ حدیث میں پاؤں پر پاؤں رکھنے سے ممانعت آرہی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں لیٹنا جائز ہے خصوصاً ضرورت کے وقت یا یہ بحالت اعتکاف۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۵۴۵)

❖ عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ، احْتَبَى بِيَدَيْهِ۔

حضرت ربیح اپنے والد عبدالرحمٰن کے واسطے سے اپنے دادا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں (حضرت ابوسعید خدری) نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھتے تو دونوں ہاتھوں سے گھٹنے باندھ لیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ احتباء کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ دونوں زانوں کھڑے ہوں سرین زمین پر لگے ہوں اور دونوں ہاتھوں سے زانو پکڑے ہوئے کہ ہاتھوں کے حلقے میں انہیں لے لیا جاوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے علاوہ اور وقت میں مسجد میں اس طرح بیٹھتے تھے وہ بھی کبھی کبھی۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۵۵۰)

22- بَابُ مَا جَاءَ فِي تُكَأَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تکیہ مبارک

❖ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ عَلَى يَسَارِهِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ پر اپنی بائیں جانب سہارا لیے ہوئے دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ گاؤ تکیہ پر بائیں ہاتھ کی ٹیک لگا کر بیٹھنا سنت ہے بلکہ اگر سادہ تکیہ پر ٹیک لگائی جاوے تو وہ بھی اس میں داخل ہے۔اس حدیث کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ حضور انور تکیہ پر سر مبارک رکھے بائیں کروٹ پر لیٹے تھے۔(مرقات واشعہ)حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ بہت پسند تھا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تم کو تکیہ دے تو اسے رد نہ کرو۔(اشعہ)(مراۃ المناجیح،ج۶،ص۵۴۹)

❖ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ،

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے بھی کبیرہ گناہوں میں سے بھی کبیرہ گناہ نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایئے! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی

وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ قَالَ: وَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَكَانَ مُتَّكِئًا ، قَالَ: وَشَهَادَةُ الزُّورِ ، أَوْ قَوْلُ الزُّورِ، قَالَ : فَمَا زَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم، يَقُولُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ۔

نافرمانی کرنا۔ راوی کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا اور جھوٹی گواہی بھی۔ یا فرمایا جھوٹی بات راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواتر یہی کلمہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم کہہ اٹھے کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔

شرح حدیث: جھوٹی گواہی

کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دینا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، اس کی مذمت کرتے ہوئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین مرتبہ فرمایا: جھوٹی گواہی، شرک کے برابر ہے، پھر یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ

(پ۱۷، الحج: ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تو دور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے۔

ایک مقام پر تین مرتبہ ارشاد فرمایا: سن لو! تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں بتاتا ہوں۔ (۱) شرک (۲) والدین کی نافرمانی (۳) جھوٹی گواہی

(صحیح البخاری، کتاب الادب، رقم: ۵۹۷۶، ج ۴، ص ۹۵)

ماں باپ کی ایذا رسانی

ماں باپ کی نافرمانی حرام، سخت حرام، اور گناہ کبیرہ ہے۔ بلکہ ہر ایک پر فرض ہے کہ اپنے ماں باپ کا فرماں بردار ہو کر اُنکے ساتھ بہترین سلوک کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ

وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا O وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا O

ترجمہ کنزالایمان: اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کیلئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔ (پ15، بنی اسرائیل:23،24)

حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم نے گناہ کبیرہ کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وعقوق الوالدین یعنی ماں باپ کی نافرمانی وایذارسانی گناہ کبیرہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب الیمین الغموس، الحدیث ۶۶۷۵، ج۴،ص۲۹۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے، اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے اِن الفاظ کو سن کر کسی صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم! کس کی ناک مٹی میں مل جائے؟ تو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو پائے کہ ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے میں ہوں پھر وہ اُن کی خدمت کر کے جنت میں نہیں داخل ہوا تو اس کی ناک مٹی میں مل جائے۔ (یعنی وہ ذلیل وخوار اور نامراد ہو جائے۔)

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب رغم من ادرک... الخ، الحدیث ۲۵۵۱، ص۱۳۸۱)

❖ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے

قَالَ : حَدَّثَنَا شَرِيكٌ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الأَقْمَرِ ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : أَمَّا أَنَا ، فَلا آكُلُ مُتَّكِئًا۔

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تکیہ لگا کر (کھانا) نہیں کھاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے یعنی سواء ابن عامہ سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایات لی ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں ۷۴ھ میں فوت ہوئے، آپ سے آپ کے بیٹے عوذ نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔

(اشعہ ومرقات)

کھاتے وقت تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک پہلو زمین سے قریب کر کے بیٹھے، دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھے، تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے یہ چاروں تکیے مناسب نہیں۔ دوزانو یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا اچھا ہے طبی لحاظ سے بھی مفید ہے، کھڑے ہو کر کھانا اچھا نہیں۔ (اشعۃ اللمعات) (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲۰)

پیارے بھائیو! ٹیک لگا کر کھانا سنّت نہیں۔ اِس سنّت پر عمل نہ کرنے میں تین طبّی نقصانات بھی ہیں:

(۱) کھانا اچّھی طرح چبایا نہیں جاسکے گا اور اس میں لُعاب جس مقدار میں ملنا چاہئے اُتنا نہیں ملے گا جو کہ مِعدے میں جا کر نشاستہ دار غذاؤں کو ہَضم کر سکے اور یوں

نِظامِ اِنہضام (یعنی ہاضِمہ) متأثر ہوگا۔

(۲) ٹیک لگا کر بیٹھنے سے مِعدہ پھیل جاتا ہے لہٰذا اس طرح غیر ضَروری خوراک مِعدے میں چلی جائے گی اور ہاضِمہ خراب ہوگا۔

(۳) ٹیک لگا کر کھانے سے آنتوں اور جگر کو نقصان پہنچتا ہے۔

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرت سیّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں، ٹیک لگا کر پانی پینا بھی مِعدے کیلئے نقصان دہ ہے۔ (اِحیاء العُلُوم ج ۲ ص ۵)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الأَقْمَرِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: لَا آكُلُ مُتَّكِئًا.

حضرت علی بن اقمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تکیہ لگا کر (کھانا) نہیں کھاتا۔

شرح حدیث: ٹیک لگا کر کھانے کی چار صُورَتیں

کھاتے وَقت تکیہ (یعنی ٹیک) لگانے کی چار صُورَتیں ہیں:۔(۱) ایک پہلو زمین کی طرف کر کے (یعنی دائیں یا بائیں جھکے ہوئے) بیٹھنا (۲) چار زانو (یعنی چوکڑی مار کر) بیٹھنا (۳) ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر (اُس پر) ٹیک لگا کر بیٹھنا (۴) دیوار (یا کرسی کی پشت) وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھنا۔ یہ چاروں صورَتیں مناسِب نہیں۔ دوزانو یا اُکڑوں (یعنی دونوں گھٹنے کھڑے کر کے) بیٹھ کر کھانا اچّھا ہے، طِبّی لحاظ سے بھی مفید ہے۔ کھڑے ہوکر کھانا اچّھا نہیں۔ (مِرْاٰۃ شَرحِ مشکوٰۃ ج ٦ ص ١٢)

ٹیک لگا کر کھانے کے طِبّی نقصانات

ٹیک لگا کر کھانا سنّت نہیں۔ اِس سنّت پر عمل نہ کرنے میں تین طِبّی نقصانات بھی ہیں:۔(۱) کھانا اچّھی طرح چبایا نہیں جاسکے گا اور اس میں لُعاب جس مقدار میں ملنا

چاہئے اُتنا نہیں ملے گا جو کہ معدے میں جا کر نشاستہ دار غذاؤں کو ہضم کر سکے اور یوں نظامِ اِنہضام (یعنی ہاضِمہ) متاثر ہوگا (۲) ٹیک لگا کر بیٹھنے سے معدہ پھیل جاتا ہے لہٰذا اس طرح غیر ضروری خوراک معدے میں چلی جائے گی اور ہاضِمہ خراب ہو گا (۳) ٹیک لگا کر کھانے سے آنتوں اور جگر کو نقصان پہنچتا ہے۔

حُجَّۃُ الاِسلام حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں، ٹیک لگا کر پانی پینا بھی معدے کیلئے نقصان دہ ہے۔ (اِحیاء العُلوم ج ۲ ص ۵)

❖ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکیہ لگائے ہوئے دیکھا۔

23- بَابُ مَا جَاءَ فِي اِتِّكَاءِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تکیہ مبارک لگانا

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ شَاكِيًا، فَخَرَجَ يَتَوَكَّأُ عَلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ، قَدْ تَوَشَّحَ بِهِ فَصَلَّى بِهِمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض کی حالت میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگائے گھر سے باہر تشریف لائے اس وقت آپ نے یمنی منقش چادر دونوں کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی پھر آپ نے نماز پڑھائی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ غالبًا مرض وفات مراد ہے جس میں حضور انور کا وصال شریف ہو گیا۔

قطری یمنی اعلیٰ درجہ کا کپڑا ہوتا ہے جو سوتی ہوتا ہے مائل بہ سرخی، حاشیہ پر اعلیٰ درجہ کا کام ہوتا ہے۔قطر ایک بستی کا نام ہے یمن یا بحرین میں وہاں کا تیار کردہ ہوتا ہے جیسے ہمارے ہاں ڈھاکہ کی ململ۔

جیسے محرم احرام کی چادر میں لپٹا ہوتا ہے کہ چادر کے دونوں کنارے کندھوں پر پڑے تھے۔توشح بنا ہے وشاح سے بمعنی کنگن، چونکہ کنگن کلائی سے لپٹ جاتا ہے اس لیے کپڑے میں لپیٹنے کو توشح کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آخری نماز پڑھائی تھی۔اس کا تفصیلی بیان ان شاءاللہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں آئے گا۔(مراۃ المناجیح، ج۶،ص۲۰۵)

❖ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، وَعَلَى رَأْسِهِ عِصَابَةٌ صَفْرَاءُ ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ: يَا فَضْلُ قُلْتُ : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ : اشْدُدْ بِهَذِهِ الْعِصَابَةِ رَأْسِي قَالَ : فَفَعَلْتُ ، ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ كَفَّهُ عَلَى مَنْكِبِي، ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ ـ

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے مرض وصال میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور (اس وقت) آپ کے سر مبارک پر زرد رنگ کی پٹی (لپٹی ہوئی) تھی، میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے فضل! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حاضر ہوں! آپ نے فرمایا یہ پٹی میرے سر پر زور سے باندھ دو! حضرت فضل فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا پھر آپ بیٹھ گئے اور اپنا دست مبارک میرے کندھے پر رکھ کر کھڑے ہوئے اور مسجد میں داخل

ہو گئے۔ اس حدیث میں اور بھی لمبا قصہ

ہے۔

شرح حدیث: سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال

اور وہی ذات ہے جس نے حضرت سیّدنا محمدِ مصطفی، احمدِ مجتبیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو نبی عربی، امین و مامون، صاحبِ عزت و مرتبہ اور محافظِ عزت ہونے کی حیثیت سے منتخب فرمایا اور چن لیا۔ باوجود یہ کہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو ایسا قرب و مرتبہ عطا فرمایا جس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا، آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے نفسِ کریمہ کو بھی وصالِ ظاہری کی خبر دی، آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہو آلہ وسلّم کو حوادثِ زمانہ سے آگاہ فرمایا، اور ماقبل وصال فرمانے والے حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام (کی ظاہری وفات) سے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو تسلّی واطمینان بخشا۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنی محفوظ کتاب میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (پ ۲۳، الزمر: ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

24- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ أَكْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کھانا مبارک

❖ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ ثَلاثًا۔

حضرت کعب بن مالک کے ایک صاحبزادے آپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانا

النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ۔

کھاتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹتے۔

شرح حدیث: کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کی سنت کے طبی فوائد

کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے 14 صدی پہلے دیا اور اس میں جو حکمت کارفرما ہے اس کی تصدیق طبی سائنسداں اس دور میں کر رہے ہیں۔ انگلیاں چاٹنے میں کیا فائدہ مضمر ہے اس کی ایک حالیہ سائنسی تحقیق میں شائع کی گئی خبر میں ملاحظہ کیجئے: جرمن کے طبی ماہرین نے تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ انسان کی انگلیوں کے پوروں پر موجود خاص قسم کی پروٹین اسے دست، قے اور ہیضے جیسی بیماریوں سے بچاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق وہ بیکٹیریا جنہیں ایکولائی کہتے ہیں، جب انگلیوں کے پوروں پر آتے ہیں تو پوروں پر موجود پروٹین ان مضر صحت بیکٹیریا کو ختم کر دیتی ہے۔ اس طرح یہ جراثیم انسانی جسم پر رہ کر مضر اثرات پیدا نہیں کرتے، خاص طور پر جب انسان کو پسینہ آتا ہے تو جراثیم کش پروٹین متحرک ہو جاتی ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اگر یہ پروٹین نہ ہوتی تو بچوں میں ہیضے، دست اور قے کی بیماریاں بہت زیادہ ہوتیں۔

حدیث شریف: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی کھانا کھائے تو سیدھے دائیں ہاتھ سے کھائے اور پانی پیئے تو سیدھے ہاتھ سے پیئے۔ (مسلم شریف راوی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ) جدید سائنسی تحقیق: سیدھے ہاتھ سے غیر مرئی شعائیں نکلتی ہیں اور الٹے ہاتھ سے بھی نکلتی ہیں لیکن سیدھے ہاتھ کی شعائیں فائدہ مند ہیں اور الٹے ہاتھ والی شعائیں نقصان دہ ہیں یعنی سیدھے ہاتھ سے شفاء ہے اور اُلٹے ہاتھ سے کھانے میں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں لہٰذا سیدھے ہاتھ سے کھانا کھانا شفاء کو اپنے

اندر ڈالتا ہے۔

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: أَمَّا أَنَا فَلا آكُلُ مُتَّكِئًا.

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے یعنی سواء ابن عامہ سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایات لی ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں ۷۴ھ میں فوت ہوئے، آپ سے آپ کے بیٹے عوذ نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔ (اشعہ و مرقات)

کھاتے وقت تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک پہلو زمین سے قریب کر کے بیٹھے، دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھے، تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے یہ چاروں تکیے مناسب نہیں۔ دو زانو یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا اچھا ہے طبی لحاظ سے بھی مفید ہے، کھڑے ہو کر کھانا اچھا نہیں۔ (اشعۃ اللمعات) (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲۰)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنِ ابْنٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَأْكُلُ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ وَيَلْعَقُهُنَّ.

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے آپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا کھایا کرتے تھے اور پھر ان کو چاٹتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ روٹی کا لقمہ تین انگلیوں سے کھاتے تھے انگوٹھا، کلمہ کی انگلی بیچ کی انگلی۔سنت یہ ہی ہے کہ روٹی ان تینوں انگلیوں سے ہی کھائے بلاضرورت زیادہ انگلیاں استعمال نہ کرے، چاول تو بغیر پانچ انگلیوں کے کھائے جاسکتے ہی نہیں اس لیے پانچوں انگلیوں سے ان کا لقمہ بنایا جائے۔عموماً اہل عرب فرنی چاولوں کا سلیقہ چار انگلیوں سے کھاتے ہیں۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انگلیاں چاٹتے تھے پھر رومال سے پونچھتے تھے، پھر دھوتے تھے اب بھی ایسا کرنا سنت ہے، سنی ہوئی انگلیاں صرف دھوڈالنا طریقہ منکرین ہے۔جن روایات میں پانچ انگلیوں سے کھانا برا ہے وہاں یا پتلی چیز کا کھانا مراد ہے یا وہ عمل کبھی کبھی تھا یہاں جواز کے لیے، بہر حال سنت یہ ہے جو یہاں بیان ہوا۔(مرقات)(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۱۶)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ سُلَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ : أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِتَمْرٍ فَرَأَيْتُهُ يَأْكُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوعِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک کھجور پیش کی گئی، میں نے دیکھا کہ آپ بھوک کی وجہ سے اکڑوں بیٹھے ہوئے تناول فرمارہے تھے۔

شرح حدیث: تواضع

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ تواضع بھی سارے عالم سے نرالی تھی، اللہ

تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو شاہانہ زندگی بسر فرمائیں اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں تو ایک بندے کی زندگی گزاریں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بندہ بن کر زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تواضع دیکھ کر فرمایا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کی اس تواضع کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے اٹھائے جائیں گے اور میدانِ حشر میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، فصل واما تواضعہ، ج ۱، ص ۱۳۰)

25- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ خُبْزِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روٹی مبارک

❖ يُحَدِّثُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صلی الله علیه وسلم مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں نے (کبھی) دو دن متواتر پیٹ بھر کر جو کی روٹی (بھی) نہیں کھائی یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہمارے تو گھروں کا یہ حال تھا کہ کسی گھر میں مسلسل دو دن تک گیہوں کی روٹی کافی نہیں پکی کہ ہم لوگ شکم سیر ہو کر کھا لیتے، ایک دن روٹی ایک دن چھوہارے۔ گندم کی قید اس لیے لگائی کہ جو کی روٹی مسلسل پک جاتی تھی خصوصاً فتح خیبر کے بعد کہ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج پاک کو ایک ایک سال کے جو اور چھوہارے عطا فرما دیتے تھے جیسا کہ احادیث شریفہ میں آتا ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ٦، ص ٤٣)

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ، يَقُولُ: مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم خُبْزُ الشَّعِيرِ.

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے جو کی ایک روٹی بھی نہیں بچا کرتی تھی (یعنی روٹی کم ہوتی تھی۔)

شرح حدیث: اہل بیت نبوت کی سخاوت

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما بچپن میں ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت فضہ رضی اللہ عنہم نے ان شاہزادوں کی صحت کے لئے تین روزوں کی منت مانی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں شاہزادوں کو شفا دے دی۔ جب نذر کے روزوں کو ادا کرنے کا وقت آیا تو سب نے روزے کی نیت کر لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور تینوں روزہ داروں کے سامنے روٹیاں رکھی گئیں تو ایک دن

مسکین ،ایک دن یتیم ، ایک دن قیدی دروازے پر آگئے اور روٹیوں کا سوال کیا تو تینوں دن سب روٹیاں سائلوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ حضرت فضہ رضی اللہ عنہا حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی خادمہ تھیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۰۴۳، پ۲۹، الدھر: ۸-۹)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی کے گھر کی اس سرگزشت کو ان لفظوں میں بیان فرمایا:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝ (پ29، الدھر:8-9)

ترجمہ کنزالایمان: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکرگزاری نہیں مانگتے۔

سبحان اللہ! اس واقعہ سے اہل بیت نبوت کی سخاوت کا عجیب وغریب اور عدیم المثال حال معلوم ہوتا ہے۔ مسلسل تین روزے اور سحری وافطار میں صرف پانی پی کر روزے رکھنا اور خود بھوکے رہ کر روٹیاں سائلوں کو دے دینا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اللہ اکبر کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

بھوکے رہتے تھے خود اَوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھرانے والے

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کئی راتیں متواتر بھوکے گزارتے تھے (اور) شام کا کھانا نہ

عَبَّاسٍ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم ، يَبِيتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا هُوَ وَأَهْلُهُ ، لا يَجِدُونَ عِشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ ، خُبْزَ الشَّعِيرِ .

پاتے اور عام طور پر آپ کے ہاں جو کی روٹی ہوتی تھی۔

شرح حدیث: اہل بیت کی فیاضی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے انتہا فیاض تھیں جو کچھ مال آتا اسے غریبوں میں تقسیم کر دیتی تھیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے اور وہ ان سے بہت محبت فرماتی تھیں۔ انھوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر کہ خود تکلیفیں اٹھاتیں اور جو آئے فوراً خرچ کر دیتیں ایک مرتبہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کس طرح روکنا چاہیے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا۔ اس پر ناراض ہو گئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالہ کی ناراضگی سے بہت صدمہ ہوا، بہت لوگوں سے سفارش کرائی مگر انھوں نے اپنی قسم کا عذر فرما دیا۔

آخر جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ننھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے وہ دونوں حضرات اجازت لیکر اندر گئے یہ بھی چھپ کر ساتھ ہو لئے جب وہ دونوں سے پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرمانے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جا کر خالہ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اس کی آئی ہے وہ سناتے رہے جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی تاب نہ لا سکیں اور رونے لگیں آخر معاف فرمادیا اور بولنے لگیں، لیکن اپنی قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں، حتی کہ چالیس غلام آزاد کئے اور جب بھی اس قسم کے توڑنے کا خیال آجاتا اتنا روتیں کہ دوپٹا تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الهجرة، الحدیث ۶۰۷۳، ج ۳، ص ۱۱۹)

جو کے طبی فوائد

Health Benefits of Barley

Barley Controls Blood Sugar Better:

Dutch researchers used a crossover study with 10 healthy men to compare the effects of cooked barley kernels and refined wheat bread on blood sugar control. The men ate one or the other of these grains at dinner, then were given a high glycemic index breakfast (50g of glucose) the next morning for breakfast. When they had eaten the barley dinner, the men had 30% better insulin sensitivity the next morning after breakfast.

American Journal of Clinical Nutrition, January 2010; 91(1):90-7. Epub 2009 Nov 4.

Barley Lowers Glucose Levels:

White rice, the staple food in Japan, is a high glycemic index food. Researchers at the University of Tokushima found that glucose levels were lower after meals when subjects switched from rice to barley.

Rinsho Byori, August 2009;57 (8):797-805

Barley Beta-Glucan Lowers Glycemic Index:

Scientists at the Functional Food Centre at Oxford Brookes University in England fed 8 healthy human subjects chapatis (unleavened Indian flatbreads(made with either 0g, 2g, 4g, 6g or 8g of barley beta-glucan fiber. They found that all amounts of barley beta-glucan lowered the glycemic index of the breads, with 4g or more making a significant difference.

Nutrition Research, July 2009;29(7):4806

Insulin Response better with Barley Beta-Glucan:

In a crossover study involving 17 obese women at increased risk for insulin resistance, USDA scientists studied the effects of 5 different breakfast cereal test meals on subjects, insulin response. They found that

consumption of 10g of barley beta-glucan significantly reduced insulin response.

European Journal of Nutrition, April 2009 ;48(3):170-5. Epub 2009 Feb 5.

Barley Beats Oats in Glucose Response Study:

USDA researchers fed barley flakes, barley flour, rolled oats, oat flour, and glucose to 10 overweight middle-aged women, then studied their bodies. responses. They found that peak glucose and insulin levels after barley were significantly lower than those after glucose or oats. Particle size did not appear to be a factor, as both flour and flakes had similar effects.

Journal of the American College of Nutrition, June 2005; 24(3):182-8

Barley Reduces Blood Pressure:

For five weeks, adults with mildly high cholesterol were fed diets supplemented with one of three whole grain choices: whole wheat/brown rice, barley, or whole wheat/brown rice/barley. All three whole grain combinations reduced blood pressure, leading USDA researchers to conclude that "in a healthful diet,

increasing whole grain foods, whether high in soluble or insoluble fiber, can reduce blood pressure and may help to control weight".

Journal of the American Dietetic Association, September 2006;106 (9):1445-9

Barley Lowers Serum Lipids:

University of Connecticut researchers reviewed 8 studies evaluating the lipid-reducing effects of barley. They found that eating barley significantly lowered total cholesterol, LDL bad cholesterol, and triglycerides, but did not appear to significantly alter HDL good cholesterol.

Annals of Family Medicine, March-April 2009;7 (2):157-63

Cholesterol and Visceral Fat Decrease with Barley:

A randomized double-blind study in Japan followed 44 men with high cholesterol for twelve weeks, as the men ate either a standard white-rice diet or one with a mixture of rice and high-beta-glucan pearl barley. Barley intake significantly reduced serum cholesterol and visceral fat, both accepted markers of

cardiovascular risk.

Plant Foods and Human Nutrition, March 2008 ;63 (1):21-5. Epub 2007 Dec 12.

Barley Significantly Improves Lipids:

25 adults with mildly high cholesterol were fed whole grain foods containing 0g, 3g or 6g of barley beta-glucan per day for five weeks, with blood samples taken twice weekly. Total cholesterol and LDL bad cholesterol significantly decreased with the addition of barley to the diet.

American Journal of Clinical Nutrition, November 2004 ;80 (5):1185-93

Barley Pasta Lowers Cholesterol:

University of California researchers fed two test meals to 11 healthy men, both containing beta-glucan. One meal was a high-fiber (15.7g) barley pasta and the other was lower-fiber (5.0g) wheat pasta. The barley pasta blunted insulin response, and four hours after the meal, barley-eaters had significantly lower cholesterol concentration than wheat-eaters.

American Journal of Clinical Nutrition, January 1999 ;69

(1):55-63

Barley's Slow Digestion may help Weight Control:

Barley varieties such as Prowashonupana that are especially high in beta-glucan fiber may digest more slowly than standard barley varieties. Researchers at USDA and the Texas Children's Hospital compared the two and concluded that Prowashonupana may indeed be especially appropriate for obese and diabetic patients. Journal of Nutrition, September 2002;132 (9):2593-6

Greater Satiety, Fewer Calories Eaten with Barley:

In a pilot study not yet published, six healthy subjects ate a 420-calorie breakfast bar after an overnight fast, then at lunch were offered an all-you-can-eat buffet. When subjects ate a Prowashonupana barley bar at breakfast they subsequently ate 100 calories less at lunch than when they ate a traditional granola bar for breakfast.

❖ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ، أَنَّهُ قِيلَ لَهُ:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

أَكَلَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم النَّقِيَّ ؟ يَعْنِي الْحُوَّارَى فَقَالَ سَهْلٌ: مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم النَّقِيَّ حَتَّى لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ تَعَالَى. فَقِيلَ لَهُ: هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم؟ قَالَ: مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ قِيلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِالشَّعِيرِ؟ قَالَ: كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيرُ مِنْهُ مَا طَارَ. ثُمَّ نَعْجِنُهُ.

نے سفید میدہ کی روٹی کھائی حضرت سہل نے فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال تک سفید میدہ نہیں دیکھا، پس پوچھا گیا (حضرت سہل) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تمہارے پاس چھلنیاں ہوا کرتی تھیں انہوں نے فرمایا ہمارے پاس چھلنیاں نہیں تھیں، پھر پوچھا گیا تم جو کے آٹے کو کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہم اسے پھونکتے، اس سے جو اڑنا ہوتا اُڑ جاتا، پھر ہم اسے پکا لیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی میدہ کھانا تو بہت دور کبھی ملاحظہ بھی نہ فرمایا۔ اللہ کی شان ہے کہ اب مدینہ منورہ میں میدہ کی روٹی عام ہے آٹے کی روٹی بہت کم ملتی ہے اور کہتے ہیں میدہ کی روٹی بہت قسم کی ہوتی ہے مغربی، شامی وغیرہ۔

یعنی ظہور نبوت کے بعد میدہ کی روٹی ملاحظہ نہ فرمائی۔ اس سے پہلے حضور انور نے شام کا سفر کیا ہے اور بحیرہ راہب کی دعوت میں میدہ کی روٹی ملاحظہ فرمائی ہے۔ اس زمانہ میں شام و روم میں میدہ کی روٹی بہت مروج تھی۔ بعد اعلان نبوت حضور حجاز میں رہے اور مال سے بے رغبتی بھی بہت رہی۔ (مرقات)

سبحان اللہ! یہ ہے حضور کی سادہ اور بے تکلف زندگی۔

بعض روایات میں ہے کہ کسی صاحب نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تمنا کی کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا کھاؤں، آپ فرمانے لگیں تم نہ کھا سکو گے یہ تو ان کی ہی شان تھی جو کھا گئے اور واقعہ ہے کہ ہم گندم کی روٹی بے چھنے آٹے کی نہیں کھا سکتے چہ جائیکہ جو کی روٹی وہ بھی بے چھنے آٹے کی۔

شعر

کھانا جو دیکھو جو کی روٹی
بے چھنا آٹا روٹی بھی موٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم
جس کی تمنا روز نہ کھانا
اک دن ناغہ اک دن کھانا
جس دن کھانا شکر کا کرنا صلی اللہ علیہ وسلم
قبضہ میں جس کے ساری خدائی
اس کا بچھونا ایک چٹائی
نظروں میں کتنی ہیچ ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۲۳)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ يُونُسَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: مَا أَكَلَ نَبِيُّ اللهِ عَلَى خِوَانٍ، وَلَا فِي سُكُرَّجَةٍ، وَلَا خُبِزَ لَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو چوکی پر رکھ کر کھانا کھایا، نہ چھوٹی پیالی میں کھایا اور نہ ہی آپ کے لیے چپاتی پکائی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

مُرَقَّقٌ قَالَ : فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: عَلَامَ كَانُوا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ: عَلَى هٰذِهِ السُّفَرِ۔

(تو پھر) تم کھانا کس چیز پر رکھ کر کھاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا اس (چمڑے کے) دستر خوان پر۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ قتادہ تابعی ہیں، بصری ہیں، نابینا تھے، ان کی ولادت ۶۰ھ میں ہے اور وفات ۱۱۷ھ ہجری میں حضرت انس اور ابو طفیل سے روایات لیتے ہیں۔

کیونکہ میز پر کھانا طریقہ منکرین ہے تاکہ کھانے کے آگے جھکنا نہ پڑے اور بہت چھوٹی پیالی میں کھانا طریقہ بخیلوں کا ہے تاکہ دوسرا آدمی ساتھ نہ کھا سکے، ساری بوٹیاں اور سالن ہم اکیلے ہی کھائیں۔ سنت یہ ہے کہ کھانے کے آگے قدرے جھک کر بیٹھے۔ (مرقات واشعۃ اللمعات)

بہت باریک روٹی اب بھی عرب شریف میں نہیں ہوتی، روٹی قدرے موٹی ہوتی ہے وہ صحت کے لیے بھی مفید ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چپاتی نہیں پکائی گئی لیکن اگر کوئی شخص چپاتی پیش کرتا تو حضور انور قبول فرماتے اور کھاتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات)

دستر خوان کپڑے کا، چمڑے کا اور کھجور کے پتوں کا ہوتا تھا، ان تینوں قسم کے دستر خوانوں پر کھانا حضور نے کھایا ہے، دستر خوان بھی نیچے زمین پر بچھتا تھا اور خود سرکار بھی زمین پر تشریف فرما ہوتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھانا ملاحظہ فرماتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ میز پر کھانا بدعت جائزہ ہے اور دستر خوان پر کھانا سنت ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲۱)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے میں حضرت عائشہ رضی اللہ

الْمُهَلَّبِيُّ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَدَعَتْ لِي بِطَعَامٍ وَقَالَتْ: مَا أَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَأَشَاءُ أَنْ أَبْكِيَ إِلا بَكَيْتُ قَالَ: قُلْتُ لِمَ؟ قَالَتْ: أَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِي فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الدُّنْيَا، وَاللهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ۔

تعالٰی عنہا کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمایا جب میں پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہوں تو رو دیتی ہوں (حضرت مسروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں) میں نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتی ہیں؟ تو انہوں (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا) نے فرمایا میں اس حال کو یاد کرتی ہوں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا۔ اللہ کی قسم! آپ نے ایک دن میں دو مرتبہ روٹی سیر ہو کر تناول فرمائی نہ گوشت۔

❖ يُحَدِّثُ، عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا شَبِعَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال مبارک تک (کبھی) دوران متواتر جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہمارے تو گھروں کا یہ حال تھا کہ کسی گھر میں مسلسل دو دن تک گیہوں کی روٹی کافی نہیں پکی کہ ہم لوگ شکم سیر ہو کر کھا لیتے، ایک دن روٹی ایک دن چھوہارے۔ گندم کی قید اس لیے لگائی کہ جو کی روٹی مسلسل پک جاتی تھی خصوصًا فتح خیبر کے بعد کہ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج پاک کو ایک ایک سال کے جو اور

چھوہارے عطا فرمادیتے تھے جیسا کہ احادیث شریفہ میں آتا ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶،ص ۴۳)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مَا أَكَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى خِوَانٍ، وَلَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ.

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام عمر نہ تو چوکی پر رکھ کر کھانا کھایا اور نہ ہی چپاتی کھائی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سادگی پسند فرمائی اور فقر کو خود اختیار فرمایا۔

شرح حدیث: سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاندانِ سرکار کا فقرِ اختیاری

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو خداعزوجل نے اشرف ترین مخلوق بنایا اور محبوبیتِ خاص کا خلعتِ فاخرہ عطا فرمایا۔اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے برداشت کیں کسی سے ان کا تحمل ممکن نہیں ۔اللہ اللہ! محبوبیت کی تو وہ ادائیں کہ فرمایا جاتا ہے:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔اے محبوب !صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں اگر تم کو نہ پیدا کرتا تو دنیا ہی کو نہ بناتا۔ (فردوس الأخبار،الحدیث:۸۰۹۵،ج ۲،ص ۵۸ ۴ بلفظ ماخلقت)

علوِ مرتبت کی وہ کیفیتیں کہ اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختار کل بنادیا کہ جو چاہو کرو، سیاہ وسپید کا تمہیں اختیار ہے۔

ایسے بادشاہ جن کے مقدس سر پر دونوں عالم کی حکومت کا چمکتا تاج رکھا گیا،

ایسے رفعت پناہ، جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الٰہی بچھایا گیا، شاہی لنگر کے فقیر، سلاطینِ عالم، سلطانی باڑے کے محتاج، شاہانِ معظم، دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے، بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کریں۔ اب کاشانہ اقدس اور دولت سرائے مقدس کی طرف نگاہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا ہفت آسمان وتمام روئے زمین میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں آسایش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو درکنار، خشک کھجوریں اور جَو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

شاہی لباس دیکھئے تو سترہ سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دھواں بلند نہیں ہوتا۔ دنیوی عیش وعشرت کی تو یہ کیفیت ہے، دینی وجاہت دیکھئے تو اس تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شوکت اور اس سادگی پسند کی وجاہت سے دونوں عالم گونج رہے ہیں۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

یہاں یہ امر بھی بیان کر دینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہ تھا۔

ایک بار آپ کے بہی خواہ اور رضا جو دوست جل جلالہ نے پیام بھیجا کہ تم کہو تو مکہ کے دو پہاڑوں کو سونے کا بنا دوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں، عرض کی: یہ چاہتا ہوں کہ

ایک دن دے کہ شکر بجالاؤں، ایک دن بھوکا رکھ کہ صبر کروں۔

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الکفاف...الخ، ج ۴، ص ۱۵۵، الحدیث: ۲۳۵۴)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نفسِ مطمئنہ عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ عیش وعشرت میں بسر فرماتے اور آسایش وراحت محبوب رکھتے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کا پروردگار عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کی خوشی پرخوش ہونے والا دنیا میں جنتوں کو اتار کر رکھ دیتا، اور یہ سامانِ عیش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کے برگزیدہ اور پاک نفس میں ہرگز تغیر پیدا نہ کرسکتا، ایسی حالت میں یہ بلاپسندی اور مصیبت دوستی اسی بنیاد پر ہوسکتی ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ٹھہرے، دنیا کی ہر چیز کے حق میں رحمت ہوکر آئے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم عیش وعشرت میں مشغول رہتے تو تکلیف ومصیبت جن سے عاقبت میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے غلاموں کو بھی سروکار نہ ہوگا، برکات سے محروم رہ جاتیں۔

ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم مسلمانوں کو کنیزیں اور غلام تقسیم فرمارہے تھے، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: جاؤ! تم بھی اپنے لئے کوئی کنیز لے آؤ۔ حاضر ہوئیں اور ہاتھ دکھا کر عرض کرنے لگیں کہ چکیاں پیتے پیتے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ایک کنیز مجھے بھی عنایت ہو۔ ارشاد ہوا: اے فاطمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جو کنیز وغلام سے زیادہ کام دے، تُو رات کو سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمدللہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر سو رہا کر۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی التسبیح...الخ، الحدیث ۳۴۱۹، ج ۵، ص ۲۶۰)

ایک بار حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف لے گئے، دروازہ تک رونق افروز ہوئے تھے کہ حضرتِ فاطمہ رضی

اللہ تعالٰی عنہا کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک چوڑی ملاحظہ فرمائی، واپس تشریف لے آئے، حضرتِ بتول رضی اللہ تعالٰی عنہا نے وہ چوڑیاں حاضر کر دیں کہ انہیں تصدق کر دیجئے، مساکین کو عطا فرمادی گئیں اور دو چوڑیاں عاج کی مرحمت ہوئیں اور ارشاد ہوا: فاطمہ! دنیا، محمد اور آلِ محمد کے لائق نہیں ۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم

عمرِ فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر آئے ، دیکھا کہ کھجور کی چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، اور اس نازک جسم اور نازنین بدن پر بوریے کے نشان بن گئے ہیں، یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور عرض کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم، قیصر وکسرٰی، خدا کے دشمن، ناز ونعمت میں بسر کریں اور خداعزوجل کا محبوب تکلیف و مصیبت میں؟ ارشاد ہوا: کیا تُو اس امر پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا کے عیش ملیں اور تُو عقبٰی کی خوبیوں سے بہرہ ور ہو؟ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تبتغی مرضاۃ...الخ، الحدیث ۴۹۱۳، ج ۳، ص ۳۶۰)

اللہ عزوجل کے حقیقی دوست

حضرتِ سری سقطی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بذریعہ الہام فرمایا گیا اے سری! رضی اللہ تعالٰی عنہ میں نے مخلوق پیدا فرماکر اس سے پوچھا: کیا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو؟ سب نے بالاتفاق عرض کی کہ تیرے سوا اور کون ہے جسے ہم دوست رکھیں گے؟ پھر میں نے دنیا بنائی نو حصے اس کی طرف ہو گئے، ایک حصہ نے کہا: ہم اس کی خاطر تجھ سے جدائی نہ کریں گے۔ پھر آخرت خلق فرمائی، اس ایک حصہ سے نو حصے اس کے خریدار ہو گئے، باقیوں نے عرض کی: ہم دنیا کے سائل نہ آخرت پر مائل، ہم تو تیرے چاہنے والے ہیں۔ پھر بلائیں پیش کیں ان میں سے بھی نو حصے گھبرا کر پریشان ہو گئے، ایک حصہ نے عرض کی: تُو زمین اور آسمان کے چودہ طبق کو بلا کا ایک طوق بنا کر ہمارے گلے میں ڈال دے، مگر ہم تیری طرف سے منہ پھیرنے والے نہیں۔ ان کی نسبت ارشاد ہوا: اُولٰئِکَ اَوْلِیَائِیْ حَقًّا یہ میرے سچے دوست ہیں۔

اب اہلِ بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بلا پسندی حیرت کی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلا و نعمت کے بارے میں سُوال ہوا، فرمایا: ہمارے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

ع انچہ ازدوست می رسد نیکوست

(یعنی دوست سے جو کچھ پہنچے اچھا ہوتا ہے۔)

حضرت امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی، ارشاد ہوا: اللہ عزوجل ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے مگر ہم اہل بیت کے نزدیک بلا، نعمت سے افضل ہے کہ نعمت میں نفس کا بھی حصہ ہے اور بلا محض رضائے دوست ہے۔ (آئینہ قیامت ص ۱۵-۱۷)

26-بَابُ مَا جَاءَ فِيْ إِدَامِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سالن مبارک

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: نِعْمَ الإِدَامُ الْخَلُّ، قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فِي حَدِيثِهِ: نِعْمَ الإِدَامُ أَوِ الأُدْمُ الْخَلُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین سالن سرکہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن اپنی روایت میں کہتے ہیں کہ اچھے سالن یا اچھا سالن سرکہ ہے۔

شرح حدیث: سرکہ کے فوائد

سرکہ کے فوائد ہزاروں سال سے معلوم ہیں۔ جدید طب میں اس پر کچھ تحقیق بھی ہوئی ہے۔ جدید طب میں اسے واضح طور پر کولسٹرول اور ٹرائی گلیسرائیڈ (Triglyceride) کم کرنے کے لیے فائدہ مند مانا گیا ہے۔ یہ بھی پایا گیا کہ دل کے امراض میں ایک واضح کمی اس گروپ میں ہوئی جو سلاد میں سرکہ اور زیتون کے تیل

کا استعمال کرتے تھے۔ ذیابیطس سرکہ کا استعمال جدید تحقیق میں ذیابیطس اور خون میں گلوکوز کی مقدار کو درست کرنے کے لیے فائدہ مند پایا گیا ہے۔ انسولین کی دریافت سے پہلے اسے اس مرض کے لیے استعمال کروایا جاتا تھا۔ جدید طبی تحقیق کے کئی تجربات میں اسے خون میں گلوکوز کی مقدار (glycemic index) کم کرنے کے لیے واضح طور پر مؤثر مانا گیا ہے۔ یہ اثر نہ صرف ذیابیطس کے مریضوں میں نہیں پایا گیا بلکہ تندرست افراد میں بھی پایا گیا۔ بعض دیگر جدید طبی تجربات میں یہ پایا گیا کہ سرکہ کا کھانے میں کچھ عرصہ مسلسل استعمال خون میں شکر کی مقدار کو 30 فیصد تک کم کر کے ذیابیطس کو بہتر کرتا ہے اور یہ اثر قائم رہتا ہے۔ نظام انہضام طبی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ سرکہ کا کھانے میں استعمال اس احساس کو بڑھا دیتا ہے کہ اب بھوک نہیں یعنی انسان کم کھاتا ہے اور اس طرح نظام انہضام بہتر رہتا ہے۔ کم کھانے سے اس سے متعلقہ امراض مثلاً ذیابیطس میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔

قدیم طب میں سرکہ کا استعمال

اوپر درج کی گئی تحقیقات کے نتائج قدیم طب میں پہلے سے ہی معلوم تھے اور ان تمام مقاصد کے لیے سرکہ کو استعمال کیا جاتا تھا۔ اوپر دیے گئے تجربات قدیم طب میں (جس میں چینی و اسلامی طب بھی شامل ہیں) دی گئی باتوں کی تصدیق کے لیے جدید طب میں کیے گئے۔ ان تمام فوائد کے علاوہ قدیم طب میں درج ذیل فوائد بھی بتائے جاتے ہیں:

محلل، قابض، مجفف اور مسکن رد ہے۔ زائد رطوبت کو خشک کرتا ہے۔ مسامات میں جلد سرایت کرتا ہے اس لیے دوائی کو اس میں ملا کر دیا جا سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تلی میں سرکہ کے لیے خصوصی رغبت ہے۔ اس لیے سرکہ کی جو بھی مقدار پیٹ میں جاتی ہے، فوراً تلی میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس لیے وہ ادویہ جو تلی کے علاج میں دی

جائیں، اگر اس کے ساتھ سرکہ بھی شامل کر دیا جائے تو اثر جلد ہوتا ہے۔ بھوک پیدا کرتا ہے اور سدے کھولتا ہے۔ وبائی امراض مثلاً ہیضہ کے خلاف مدافعت پیدا کرتا ہے۔ (بیکٹیریا کے خلاف کام بھی کرتا ہے)۔ سرکہ میں پکائے ہوئے گوشت کو یرقان میں مفید سمجھا جاتا ہے۔ پیاس کو کم کرتا ہے۔ پیٹ کے امراض میں مفید ہے۔ سر کے بالوں میں دیگر کچھ اشیاء کے ساتھ ملا کر لگانے سے گرتے ہوئے بال اگتے ہیں۔

مدینہ: آجکل جو Synthetic سرکہ دستیاب ہے، ان احادیث میں اس کی بات نہیں ہو رہی۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ؟ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صلى الله عليه وسلم، وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلأُ بَطْنَهُ۔

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہکو فرماتے سنا کہ کیا تم لوگ اپنے کھانے پینے کی پسندیدہ چیزیں نہیں تناول کرتے؟ بے شک میں نے تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے پاس اتنی بھی خشک کھجور نہیں تھی جسے آپ سیر ہو کر کھاتے۔

شرح حدیث: کھانے پینے کو پسند کرنا

شکم سیری اگر چہ حلال اور پاکیزہ اشیاء ہی سے ہو لیکن شہوات کو قوت دیتی ہے جو کہ شیطان کا ہتھیار ہیں، اسی لئے حضرت سیدنا یحیی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیطان کو اس حالت میں دیکھا کہ اس کے پاس ہر چیز کو پھانسنے کے لئے کچھ پھندے ہیں تو آپ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے ان پھندوں کے بارے میں پوچھا تو شیطان نے جواب دیا: یہ وہ شہوات ہیں جن کے ذریعے میں آدمی پر قابو پاتا ہوں۔

حضرت سیدنا یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ اس سے دریافت فرمایا کیا ان میں میرے لئے بھی کچھ ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا بعض اوقات آپ خوب سیر ہوکر کھانا کھالیتے ہیں، تو میں نماز اور ذکر کو آپ پر بھاری کر دیتا ہوں۔ پھر آپ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید دریافت فرمایا کیا کوئی اور چیز بھی ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! میں کبھی شکم سیر ہوکر کھانا نہیں کھاؤں گا۔ تو شیطان بولا: اللہ عزوجل کی قسم! میں بھی کسی مسلمان کو نصیحت نہیں کروں گا۔ (حلیۃ الاولیاء، وہیب بن ورد، الحدیث: ۱۱۷۰۴، ج۸، ص۱۵۷، بتغیر قلیل)

❖ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم: نِعْمَ الإِدَامُ الْأُدُمُ: الْخَلُّ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، سرکہ بہترین سالن ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ سرکہ طبی رو سے بہت مفید ہے سادہ ارزاں غذا ہے، حضرات انبیاء کرام نے عمومًا سرکہ کھایا ہے۔ اس کے بہت فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں۔ عرب میں عمومًا کھجور کا سرکہ ہوتا ہے، ہمارے ملک میں رس انگور کا سرکہ ہوتا ہے گنے کے رس کا سرکہ بہت مروج ہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض فقہاء نے فرمایا کہ سرکہ بھی سالن ہے جو کوئی سالن نہ کھانے کی قسم کھالے وہ سرکہ کھانے سے حانث ہوجائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا مگر خیال رہے کہ قسم کا مدار عرف پر بھی ہوتا ہے۔
(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۳۳)

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَيُّوبَ،

حضرت زہدجرمی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ ، قَالَ : كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ ، فَأُتِيَ بِلَحْمِ دَجَاجٍ فَتَنَحَّى رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقَالَ: مَا لَكَ؟ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهَا تَأْكُلُ شَيْئًا فَحَلَفْتُ أَنْ لا آكُلَهَا. قَالَ: ادْنُ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، يَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ.

پاس تھے کہ آپ کے پاس مرغ کا گوشت لایا گیا، حاضرین میں سے ایک آدمی دور ہٹ گیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے اس مرغ، کو گندی چیز کھاتے ہوئے دیکھا تو میں نے قسم کھالی کہ اسے نہیں کھاؤں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا قریب ہوجا، بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مرغ کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ دجاج نر و مادہ دونوں کو کہتے ہیں، دیك فقط نر مرغ کو۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ فقراء کو مرغیاں پالنا چاہیے اور اغنیاء بکریاں پالیں اور یہاں انہوں نے عجیب عجیب حکایات نقل کیں۔ بہر حال اس حدیث سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مرغ حلال ہے۔ دوسرے یہ کہ مرغ کھانا تقویٰ کے خلاف نہیں، اللہ دے تو اعلیٰ نعمتیں بھی کھاؤ مگر اپنے کو مزیدار غذاؤں کا عادی نہ بناؤ اپنی طبیعت کو ہر طرح کا عادی رکھو۔

(مراۃ المناجیح، ج۵، ص۱۰۰۵)

❖ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الأَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ

حضرت ابراہیم بن عمر اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ

بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: أَكَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَحْمَ حُبَارَى.

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بٹیر کا گوشت کھایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں یا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں، ام المؤمنین نے آپ کو اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ زندگی بھر حضور کی خدمت کریں۔ آپ کا نام رباح یا مہران یا رومان ہے، ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں تلوار، ڈھال نیزہ، کچھ اور سامان ان پر لاد دیا اور فرمایا تم ہماری سفینہ یعنی کشتی ہو تب سے آپ کا لقب سفینہ ہو گیا، آپ کے چار بیٹے ہیں، عبدالرحمن محمد، زیاد اور کثیر۔

معلوم ہوا کہ بٹیر حلال ہے اس کا کھانا سنت ہے، نہایت سیدھا پرندہ ہے، عرب والے بے وقوف آدمی کو کہتے ہیں انت حباری تو تو نرا بٹیر ہے، حباری واحد بھی ہے جمع بھی ہے، مذکر بھی ہے مؤنث بھی اس کا الف اصلی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۵، ص۱۰۱۷)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ ، قَالَ : كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ، قَالَ: فَقَدَّمَ طَعَامَهُ وَقَدَّمَ فِي طَعَامِهِ لَحْمَ دَجَاجٍ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ

حضرت زہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے، جب آپ کا کھانا لایا گیا تو اس میں مرغ کا گوشت بھی تھا۔ حاضرین مجلس میں ایک شخص سرخ رنگ قبیلہ نبی تیم اللہ سے تھا گویا کہ وہ رومی غلام ہے راوی کہتے ہیں کہ وہ (کھانے

بَنِي تَيْمِ اللهِ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مَوْلًى، قَالَ : فَلَمْ يَدْنُ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: ادْنُ، فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَكَلَ مِنْهُ . فَقَالَ : إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا ، فَقَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ أَنْ لا أَطْعَمَهُ أَبَدًا ۔

سے) کنارہ کش ہوگیا تو اس سے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہعنہ نے فرمایا قریب ہو (اور کھا) کیونکہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو اس سے کھاتے ہوئے دیکھا ہے، اس نے کہا میں نے اس (مرغ) کو کچھ چیز (نجاست) کھاتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے اسے مکروہ جانتے ہوئے قسم کھائی ہے کہ اسے کبھی نہ کھاؤں گا۔

شرح حدیث: 6 Health Benefits of Chicken:

Chicken is one of the most popular foods in the world, and for good reason. It is a lean source of protein that contains essential nutrients and vitamins. When we talk about the health benefits of chicken, we are talking only about organic, free-range, hormone and antibiotic free chicken. Factory farmed chicken is full of antibiotics and added hormones that are not good for the human body.

Here are six health benefits of chicken.

Cancer Protection:

Chicken is rich in niacin (vitamin B3) a vitamin

that is essential for cancer protection. One small serving of chicken can meet your niacin requirements for the entire day. The selenium in chicken is also believed to be protective against cancer.

Brain Health:

The niacin in chicken is also essential for brain health and may have protective effects against Alzheimer's disease and dementia.

Heart Health:

The vitamin B6 in chicken keeps the heart healthy by keeping homocysteine levels low. High homocysteine levels cause damage to the walls of the blood vessels.

Thyroid Health:

The selenium in chicken helps to keep thyroid function normal. One study found that selenium deficiency may lead to thyroid problems such as low T3 levels.

Weight Loss:

Chicken is a great food to eat if you're trying to lose weight because it lower in fat and calories that

other meats such as beef and pork, while also being higher in protein.

Energy Booster:

Chicken boosts your energy thanks to vitamins B6 and B3 ,both of which are important in the body's If you are starting to feel a little tired or worn out, try eating some chicken to give your body a boost of nutrients, lean protein, and calories that will boost your energy levels. Health Diaries Published on September 30,2011

❖ عَنْ أَبِي أَسِيدٍ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : كُلُوا الزَّيْتَ ، وَادَّهِنُوا بِهِ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ .

حضرت ابوا سید رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیتون کا تیل کھایا کرو اور بدن پر (بھی) لگایا کرو کیونکہ وہ ایک مبارک درخت سے نکلتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ابو اسید الف کے پیش سین کے فتحہ سے حضرت مالک ابن ربیعہ کی کنیت ہے جو مشہور صحابی ہیں، تمام غزوات میں شریک رہے، صحابہ بدر میں سب سے آخر میں آپ ہی کی وفات ہوئی، ۶۰ سنہ ساٹھ ہجری میں وفات پائی، اٹھہتر سال عمر ہوئی، آخر میں نابینا ہو گئے تھے اور ابو اسید الف کے فتحہ سین کے کسرہ سے ان کا نام عبداللہ ابن ثابت ہے، مدنی ہیں، انصاری ہیں، یہاں پہلے ابو اسید مراد ہیں۔ و اللہ ورسولہ اعلم! (مرقات)

روغن زیتون روٹی کے ساتھ سالن بنا کے کھاؤ، سر میں اس کی مالش کرو، یہ حکم بطور مشورہ ہے لہٰذا استحباب کے لیے ہے۔

کیونکہ درخت زیتون برکت والی زمین فلسطین میں ہوتا ہے جو حضرات انبیاء کرام کا مسکن ہے، نیز اسے رب تعالیٰ نے شجرہ مبارکہ فرمایا، اس کے فوائد بہت ہیں، بہت سے امراض میں زیتوں کا پھل اس کا تیل کام میں آتا ہے، یہ سالن بھی ہے، جسم اور سر کی مالش کا تیل بھی، چراغ میں روشنی بھی دیتا ہے، بہت مرضوں کا علاج بھی ہے، بواسیر میں بہت مفید ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ روغن زیتون میں ستر مرضوں کا علاج ہے جن میں جذام بھی ہے۔ (ابونعیم ومرقات)

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۶۹)

❖ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوا بِهِ ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیتون کا تیل کھایا کرو اور بدن پر بھی لگایا کرو کیونکہ وہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔

❖ حَدَّثَنَا السِّنْجِيُّ وَهُوَ أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ السِّنْجِيُّ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اسی طرح کا قول نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور اس میں حضرت عمر رضی

أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ عُمَرَ.   اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر نہیں۔

شرح حدیث: زیتون اور اس کے فائدے

بوعلی سینا نے اپنی کتاب اور قلبیہ میں جن ۶۴/ادویہ کا ذکر کیا ہے ان میں زیتون کا تیل بھی شامل ہے اسپین میں مسلمان طباء نے اپنے دور عروج میں جن سینکڑوں ادویہ پر داد تحقیق دیا ان میں روغن زیتون سر فہرست ہے۔ جدید دور کی مشینی زندگی نے جہاں انسان کو بہت سی آسائشیں فراہم کی ہیں وہیں فطرت سے دور کر دیا ہے۔ صبح سویرے کی سیر کا رواج بہت کم ہو گیا ہے چکنی اشیاء اور فاسٹ فوڈز کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ زندگی تیز رفتار ہو گئی ہے ذہنی دباؤ اور عصبی تناؤ میں اضافہ ہو گیا ہے۔ موٹاپا اور کولیسٹرول کا مسئلہ بڑھتا جا رہا ہے جس سے امراض قلب میں اضافہ ہو رہا ہے تو وہاں پھر ایک دفعہ روغن زیتون کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی اصل زمین فلسطین اور شام ہے یہیں سے یہ بحیرۂ روم کے باقیماندہ علاقوں خصوصاً تیونس، اسپین، یونان، ترکی اور اٹلی میں پھیلا۔ یہاں سے امریکہ پہنچا اور اب زیتون کے درخت امریکہ، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ میں بھی پائے جاتے ہیں یہ پہاڑوں پر پھلتا پھولتا ہے اور اس کے پتے پورے سال موجود رہتے ہیں جو اسے تروتازہ اور پھلدار رکھتے ہیں۔ یہ درخت طویل عمر پاتا ہے زیتون کا پھل عام طور پر ۶۷/فیصد پانی، ۲۳/فیصد تیل اور پانچ فیصد پروٹین اور ایک فیصد معدنی نمکیات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسپین کی یہ کہاوت آج بھی ضرب المثل ہے کہ زیتون کا تیل تمام امراض کا علاج ہے۔ غذا میں روغن زیتون، گھی، چربی اور مکھن سے بہتر ہے جا. ید تحقیقات بھی یہ ثابت کرتی ہیں کہ زیتون جسم میں جا کر دوسرے چربیوں کی صورت اختیار نہیں کرتا اس لئے اس کا استعمال امراض قلب

اور موٹاپے سے بچنے کے لئے مفید ہے۔ یہ واحد تیل ہے جو نفوذ کر کے مالش کے ذریعے جسم میں جذب ہو جاتا ہے۔ اس میں قوت نافذہ بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے اسے دوسرے تیلوں پر فوقیت حاصل ہے۔ حالیہ تحقیقات اس بات کی گواہ ہیں کہ جن علاقوں میں روغن زیتون کا استعمال ہوتا ہے یا جو لوگ روغن زیتون استعمال کرتے ہیں۔ ان کے ہاں امراض قلب کی شرح بہت کم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصلب شریان (شریانوں کی تنگی) انجماد خون اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض کم پائے جاتے ہیں۔ پرانے اطباء نے زیتون کے تیل کو غذا اور دوا کے طور پر استعمال کرنے کی ہدایت کی ہے۔ زیتون میں تقریباً دو تہائی تیل پایا جاتا ہے جو کھانا پکانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اسے بطور سلاد، چھوٹے بچوں کے مساج اور عطریات کے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ روغن زیتون توانائی سے بھرپور ہے اس کے خاص جز کو اولین کہتے ہیں یہ طویل عرصے تک خشک نہیں ہوتا اور نہ ہی بدبو پیدا ہوتی ہے۔ یورپ میں امن کی نشانی کے طور پر فاختہ کو اس طرح پرواز کرتے دکھایا جارہا ہے کہ اس کی چونچ میں زیتون کی ڈالی ہوتی ہے۔ روغن زیتون کی مختلف اقسام کے ذائقے بھی مختلف ہوتے ہیں اور اس کا انحصار استعمال کیے جانے والے زیتون، ان کے پکنے کی کیفیت اور انہیں ذخیرہ کرنے کے غرض پر ہے روغن زیتون میں آٹھ سونو اجزاء پائے جاتے ہیں اور وٹامن ای بھی ہے۔ دافع سرطان اور خون میں تھکے بننے سے روکتا ہے۔ روغن زیتون کولیسٹرال کو جسم میں جذب ہونے سے روکتا ہے چھوٹے بچوں کے لئے اچھی غذا ہے۔ پتے کے اندر پتھری نہ بننے کے عمل میں مدد فراہم کرتا ہے اور خون کے اندر زہریلے مادہ کو خارج کرنے میں معاون ہے۔ یوں اسے دافع سرطان کے طور پر اہمیت حاصل ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق خارش کا جرثومہ روغن زیتون سے ہلاک ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ موسم سرما میں شدت اختیار کرنے والی خارش کے لئے روغن

زیتون تجویز کیا جاتا ہے۔ جلنے کے زخم پر زیتون کے نمکین تیل لگانے سے زخم جلد مندمل ہو جاتے ہیں۔ روغن زیتون کو کئی قسم کے مرہموں اور جلد کے لئے مخصوص صابن میں استعمال کیا جاتا ہے۔ زیتون کی لکڑی کی آگ جلائیں تو اس سے نکلنے والا تیل پھپھوندی سے پیدا شدہ امراض داد اور خارش میں مفید ہے۔ روغن زیتون کا استعمال معدہ کے السر اور آنتوں کے امراض میں مفید ہے اگر روغن زیتون جو کے پانی میں ملا کر پیا جائے تو قبض دور ہوتی ہے اس کا اچار بھی مفید ہے جو یونان سے سرکہ میں آتا ہے اور مغرب میں شوق سے استعمال ہوتا ہے۔ جاپان میں روغن زیتون کو آنتوں کے امراض میں مفید قرار دیا جاتا ہے۔

جوڑوں اور پٹھوں کا درد

کسی سبب اگر ہڈیوں میں درد رہتا ہو تو روغن زیتون کی مالش سے آرام محسوس ہوتا ہے جن کی ٹانگوں میں درد رہتا ہو یا ہاتھ پاؤں میں کڑل پڑتے ہوں وہ روغن زیتون نمک ملے نیم گرم پانی میں جلا کر ٹکور کریں تو فائدہ ہوتا ہے۔ روغن زیتون کی مالش سے نہ صرف پٹھے مضبوط ہوتے ہیں بلکہ اعضاء کو تقویت ملتی ہے۔ روغن زیتون جلد بڑھاپے کو روکتا ہے جلد خوبصورت بناتا ہے۔ پیدائشی کمزور بچوں کو روغن زیتون پلانا ان کی ہڈیاں مضبوط کرتا ہے اور اچھی صحت کی ضمانت ہے۔

امراض سانس

دمہ کے مریضوں کیلئے روغن زیتون بہت مفید ہے اس کا استعمال دمہ کے دورے روکتا ہے۔ روغن زیتون نزلہ زکام کو بھی روکتا ہے۔ دورے کے دوران شہد ملا کر استعمال کیا جائے۔ بالوں کے لئے روغن زیتون کا استعمال گرتے بالوں کو روکتا ہے۔ بالوں کو لمبا کرتا اور سیاہی کو قائم رکھتا ہے۔ مزید بالوں کو مضبوط توانا بناتا ہے۔

کولیسٹرول کے لئے

روغن زیتون کولیسٹرول کو بڑھنے سے روکنے میں مفید ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق روغن زیتون استعمال کرنے والوں میں مضرصحت کولیسٹرول کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ شریانوں کو سخت ہونے اور ان میں خون کے تھکے ختم کرنے میں مفید ہے جو کہ امراض قلب اور انجماد کا سبب بنتے ہیں۔

بلڈ پریشر

جدید تحقیقات کے مطابق جو لوگ روغن زیتون کا استعمال کرتے ہیں ان کا بلڈ پریشر نہیں بڑھتا بلکہ متوازن رہتا ہے۔

گردوں کے لئے

روغن زیتون گردوں کی اصلاح کرتا ہے اور گردے اور مثانے کی پتھریوں کو نکالنے میں مفید ہے۔

موٹاپا

جن لوگوں میں موٹا ہونے کی استعداد پائی جائے وہ جما چکناہٹ اور گھی ترک کر کے روغن زیتون کا استعمال کر کے موٹاپے کو روک سکتے ہیں۔

دانتوں کے لئے

روغن زیتون کا استعمال دانتوں پر ملنے سے نہ صرف دانت بلکہ مسوڑھے بھی مضبوط ہوتے ہیں اور کیڑا نہیں لگتا۔

جسمانی طاقت اور فالج کیلئے

روغن زیتون کا استعمال جسم میں طاقت اور توانائی فراہم کرتا ہے۔ اس کی مالش فالج میں مفید ہے۔

وجع المفاصل اور دردوں کے لئے

روغن زیتون کا استعمال اور مالش اعصابی اور ریاحی دردوں کے ساتھ جوڑوں میں درد اور کمر درد کو ختم کرتا ہے۔

آنتوں کی سوزش کے لئے

ٹائیفائیڈ کے مریض جو کہ صحت یاب ہو جاتے ہیں اکثر انہیں بعدازاں آنتوں کی سوزش کا اثر رہتا ہے جو پرانی ہو کر نظام ہضم کو خراب کرتی ہے اور قبض کا باعث بنتی ہے۔ان کے لئے روغن زیتون کا استعمال بہت کارگر ثابت ہوتا ہے بواسیر کے مسوں کی سوزش اور درد کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔(حکمت کے خزانے صفحہ ۲۴۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ، أَوْ دُعِيَ لَهُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُهُ، فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا أَعْلَمُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے پس جب آپ کے لیے کھانا لایا گیا یا آپ کھانے کے لیے بلائے گئے تو میں تلاش کر کے کدو آپ کے سامنے رکھتا تھا کیونکہ مجھے علم تھا کہ آپ اسے پسند کرتے ہیں۔

شرح حدیث: کدو شریف

اُمّ المؤمنین حضرت سیّدتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جب ہنڈیا پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالو کیونکہ وہ غمگین دلوں کو تقویت دیتا ہے۔

(الفوائد الشہیر بالغیلانیات لابی بکر الشافعی، باب فی اکل النبی القرع، الحدیث ۹۱۲، ج ۲، ص ۴۵۹)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم و جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ی محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی محبوب ہو جاتی۔ کدو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم و بہت مرغوب تھا اس لئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک روز کدو کھا رہے تھے تو خود بخود بول اٹھے، اس بنا پر کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تجھ سے محبت تھی، تو مجھے کس قدر محبوب ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی اکل الرباء، الحدیث:۱۸۵۶، ج۳،ص۳۳۶)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ، فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ دُبَّاءَ يُقَطَّعُ، فَقُلْتُ : مَا هَذَا؟ قَالَ: نُكَثِّرُ بِهِ طَعَامَنَا.

حضرت حکیم بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کدو دیکھے جنہیں آپ کاٹ رہے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہم اس کے ذریعے کھانا زیادہ کرتے ہیں۔

شرح حدیث: انبیاء کی غذا

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شہر نینویٰ کے باشندوں کی ہدایت کے لئے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ یہاں کے لوگ بت پرستی کرتے تھے اور کفر و شرک میں مبتلا تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایمان لانے اور بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا۔ مگر ان لوگوں نے اپنی سرکشی اور تمرد کی وجہ سے اللہ عزوجل کے رسول علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں خبر

دی کہ تم لوگوں پر عنقریب عذاب آنے والا ہے۔ یہ سن کر شہر کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہی ہے۔ اس لئے یہ دیکھو کہ اگر وہ رات کو اس شہر میں رہیں جب تو سمجھ لو کہ کوئی خطرہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے اس شہر میں رات نہ گزاری تو یقین کر لینا چاہے کہ ضرور عذاب آئے گا۔ رات کو لوگوں نے یہ دیکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ اور واقعی صبح ہوتے ہی عذاب کے آثار نظر آنے لگے کہ چاروں طرف سے کالی بدلیاں نمودار ہوئیں اور ہر طرف سے دھواں اٹھ کر شہر پر چھا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر شہر کے باشندوں کو یقین ہو گیا کہ عذاب آنے والا ہی ہے تو لوگوں کو حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش و جستجو ہوئی مگر وہ دور دور تک کہیں نظر نہیں آئے۔ اب شہر والوں کو اور زیادہ خطرہ اور اندیشہ ہو گیا۔ چنانچہ شہر کے تمام لوگ خوفِ خداوندی عزوجل سے ڈر کر کانپ اٹھے اور سب کے سب عورتوں، بچوں بلکہ اپنے مویشیوں کو ساتھ لے کر اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر روتے ہوئے جنگل میں نکل گئے اور رو رو کر صدقِ دل سے حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لانے کا اقرار و اعلان کرنے لگے۔ شوہر بیوی سے اور مائیں بچوں سے الگ ہو کر سب کے سب استغفار میں مشغول ہو گئے اور دربارِ باری میں گڑگڑا کر گریہ وزاری شروع کر دی۔ جو مظالم آپس میں ہوئے تھے ایک دوسرے سے معاف کرانے لگے اور جتنی حق تلفیاں ہوئی تھیں سب کی آپس میں معافی تلافی کرنے لگے۔ غرض سچی توبہ کر کے خدا عزوجل سے یہ عہد کر لیا کہ حضرت یونس علیہ السلام جو کچھ خدا کا پیغام لائے ہیں ہم اس پر صدقِ دل سے ایمان لائے، اللہ تعالیٰ کو شہر والوں کی بے قراری اور مخلصانہ گریہ وزاری پر رحم آیا اور عذاب اٹھا لیا گیا۔ ناگہاں دھواں اور عذاب کی بدلیاں رفع ہو گئیں اور تمام لوگ پھر شہر میں آ کر امن و چین کے ساتھ رہنے لگے۔

بہر حال عذاب ٹل جانے کے بعد جب حضرت یونس علیہ السلام شہر کے قریب آئے تو آپ نے شہر میں عذاب کا کوئی اثر نہیں دیکھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنی قوم میں تشریف لے جائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کس طرح اپنی قوم میں جا سکتا ہوں؟ میں تو ان لوگوں کو عذاب کی خبر دے کر شہر سے نکل گیا تھا، مگر عذاب نہیں آیا۔ تو اب وہ لوگ مجھے جھوٹا سمجھ کر قتل کر دیں گے۔ آپ یہ فرما کر اور غصہ میں بھر کر شہر سے پلٹ آئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے یہ کشتی جب بیچ سمندر میں پہنچی تو کھڑی ہو گئی۔ وہاں کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہی کشتی سمندر میں کھڑی ہو جایا کرتی تھی جس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کشتی والوں نے قرعہ نکالا تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا۔ تو کشتی والوں نے آپ کو سمندر میں پھینک دیا اور کشتی لے کر روانہ ہو گئے اور فوراً ہی ایک مچھلی آپ کو نگل گئی اور مچھلی کے پیٹ میں جہاں بالکل اندھیرا تھا آپ مقید ہو گئے۔ مگر اسی حالت میں آپ نے آیت کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ O (پ ۱۷، الانبیاء: ۸۷) کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اندھیری کوٹھڑی سے نجات دی اور مچھلی نے کنارے پر آ کر آپ کو اُگل دیا۔ اس وقت آپ بہت ہی نحیف و کمزور ہو چکے تھے۔ خدا عزوجل کی شان کہ اُس جگہ کدو کی ایک بیل اُگ گئی اور آپ اُس کے سایہ میں آرام کرتے رہے پھر جب آپ میں کچھ توانائی آ گئی تو آپ اپنی قوم میں تشریف لائے اور سب لوگ انتہائی محبت و احترام کے ساتھ پیش آ کر آپ پر ایمان لائے۔

(تفسیر الصاوی، ج ۳، ص ۸۹۳، پ ۱۱، یونس: ۹۸)

کدو شریف بہت سی بیماریوں کا علاج

کدو ایک مسکن، سرد مزاج، دافع صفرا اور پیشاب آور غذائی اور دوائی اثرات رکھنے والی سبزی ہے۔ لہٰذا اس کی افادیت کے پیش نظر اسے معدے کے امراض کیلئے

خاص طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کدو کا جوس پینے سے نہ صرف پیشاب کی جلن ختم ہو جاتی ہے بلکہ یہ آنتوں سے اور معدے سے تیزابیت اور انفیکشن بھی ختم کرتا ہے۔ اس کا جوس حاصل کرنے کیلئے ایک پودے کو کدو کش کرنے کے بعد نچوڑ لیا جائے تو خاصی مقدار میں جوس حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو گرمیوں میں نیند نہیں آتی اور ان کا سر چکراتا رہتا ہے ایسے لوگ کدو کاٹ کر پاؤں کے تلوؤں کی مالش کریں۔ کدو کا جوس تلوں کے تیل میں ملا کر روزانہ رات کو سر پر مالش کر کے لگایا جائے تو گہری نیند آتی ہے۔ کدو کا ایک پاؤ کا سالن اور چپاتیوں کے ساتھ کھا لینے سے بدن کو ایک وقت کی ضروری غذا حاصل ہو جاتی ہے۔ گرم مزاج لوگوں، جوانوں اور گرمی، خشکی اور قبض کے مریضوں کیلئے یہ غذا بھی ہے اور دوا بھی۔ پرانے حکیموں نے گھی میں چنے کی دال شامل کر کے ایک سستی اور مکمل غذا ہمارے لیے تجویز کر دی ہے۔ عام زندگی میں ہم کدو کو صرف خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں لیکن اس کے اور بہت سے فائدے ہیں۔ حکماء نے اس کے استعمال سے بہت سی لاعلاج اور خطرناک بیماریوں کا علاج کیا ہے۔ یہاں چند بیماریوں کے نسخے دیئے گئے ہیں جن میں کدو کو دوا کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

سر درد سے فوری نجات

تازہ کدو کا گودا حسب منشا لے کر کھرل میں باریک کر کے پیشانی پر ضماد (لیپ) کر دیں انشاء اللہ تھوڑی دیر میں سر درد رفع ہو جائے گا۔ کدو کا پانی روغن گل برابر وزن لے کر آپس میں ملا لیں بس دوا تیار ہے۔ اسے شیشی میں محفوظ کر لیں اور بوقت ضرورت دو سے تین قطرے کان میں ٹپکائیں، درد سے فوراً نجات ملے گی۔

دانتوں کے امراض سے نجات

ذیل کا نسخہ دانت کے درد کیلئے آسان اور مجرب نسخہ ہے۔ کدو کا گودا پانچ تولے

لہسن ایک تولہ دونوں کو ملا کر ایک سیر پانی میں خوب پکائیں۔ جب پانی آدھا رہ جائے تو نیم گرم پانی سے کلیاں کریں۔

آنکھوں کی بیماریاں ختم

کدو کا چھلکا سائے میں خشک کر کے جلالیں اور کھرل میں باریک پیس کر شیشی میں بھر لیں۔ صبح وشام تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں لگایا کریں انشاء اللہ چند روز کے استعمال سے آنکھوں کی بیشتر بیماریاں ختم ہو جائینگی۔

ہونٹوں کے امراض کیلئے

مغز تخم کدو شیریں، گوند کتیرا برابر وزن لے کر خوب باریک کر لیں اور شب کو سوتے وقت ہونٹوں پر لیپ کر کے سو جائیں۔ صبح گرم پانی سے صاف کر دیں۔ اپنے ہونٹ طبعی حالت میں پائیں گے۔ پھنسیوں سے نجات کیلئے کدو کا پانی پھنسیوں پر لگانے سے پھنسیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔ اس کے گودے کا لیپ کرنے سے بھی یہی فائدہ ہوتا ہے۔

بواسیر اور خونی اسہال کیلئے

کدو کا چھلکا حسب ضرورت لے کر سائے میں خشک کریں اور باریک پیس کر محفوظ رکھیں، بس دوا تیار ہے۔ صبح وشام چھ ماشے سے ایک تولے تک تازہ پانی کے ساتھ پھانک لیا کریں۔ دو تین دن کے استعمال سے بواسیر کا خون آنا بند ہو جائیگا۔ یہ خونی اسہال کی بھی لاجواب دوا ہے۔

پیاس کی شدت میں مفید

کدو کا گودا باریک پیس کر ایک چھٹانک پانی نچوڑ لیں۔ اسے دو تولہ مصری کی ساتھ ایک پاؤ سادہ پانی میں حل کر لیں۔ دو تولے تھوڑے تھوڑے وقفے سے پینا پیاس کی شدت میں مفید رہتا ہے۔

یرقان سے نجات

کدو ایک عدد لے کر نرم آگ میں دبا کر بھرتا بنائیں اور اس کا پانی نچوڑ لیں۔ اس پانی میں تھوڑی سی مصری ملا کر پینے سے دل کی گرمی اور یرقان سے نجات ملتی ہے۔ کدو کا رس ایک تولہ، قلمی شورہ ایک ماشہ، مصری دو تولہ، سادہ پانی دس تولہ یہ سب ملا کر پیشاب بند کے مریض کو پلائیں، اگر ایک بار پلانے سے پیشاب نہ کھلے تو ایک خوراک اور دے دیں۔ (حکیم عبدالعزیز)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ، وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، قَالَ أَنَسٌ: فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ

حضرت عبداللہ بن ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ چلا گیا۔ آپ کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا جس میں کدو اور (نمک لگا کر) سکھایا ہوا گوشت تھا حاضر کیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ آپ پیالے کے کناروں سے کدو تلاش کر رہے تھے۔ میں اس دن سے مسلسل کدو پسند کرتا ہوں۔

یَوۡمِئِذٍ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یا تو اس درزی نے حضرت انس کی بھی دعوت کی تھی یا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے اور مخدوم کے ساتھ عمومًا خاص خدام جایا ہی کرتے ہیں، گھر والے ان کی آمد سے راضی ہوتے ہیں عرفًا یہ بات مروج ہے اس لیے آپ بھی حضور انور کے ساتھ گئے۔ جس حدیث میں آتا ہے کہ پانچ صاحبوں کی دعوت پر چھٹا آدمی ساتھ گیا تو حضور انور نے اس کے لیے علیحدہ اجازت مانگی، صاحبِ خانہ نے اجازت دے دی تب اسے کھانے میں شریک کیا وہ چھٹا آدمی خادم خاص نہ تھا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں۔

قدید بنا ہے **قد** سے بمعنی کاٹنا، عرب میں گوشت کے بڑے بڑے پارچے نمک لگا کر سکھا لئے جاتے ہیں جو عرصہ تک کھائے جاتے ہیں انہیں قدید کہتے ہیں۔ ہم نے بھی منٰی شریف میں بدویوں کو قربانی کا گوشت سکھاتے دیکھا ہے۔

حوال جمع ہے **حول** کی بمعنی گھومنا، کناروں کو حوال کہا جاتا ہے کہ اس طرف گھومنا ہوتا ہے۔ **قصعہ** یا **صحفہ** وہ بڑا پیالہ جس سے پانچ چھ آدمی کھا سکیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ہر طرف سے کدو کے ٹکڑے اٹھا کر کھانے لگے۔ معلوم ہوا کہ کدو مرغوب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مخدوم و خادم ایک پیالے سے کھائیں تو مخدوم ہر طرف سے کھا سکتا ہے۔ وہ جو ارشاد ہے **کل مما یلیك** اپنے سامنے سے کھاؤ، وہاں چھوٹوں یا برابر والوں سے خطاب ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ جب ایک ساتھی کے ہر طرف ہاتھ ڈالنے سے دوسرے ساتھی نفرت کریں تب یہ حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے چیز لگ کر تبرک بن جاتی ہے، حضرات صحابہ نے تو حضور کا پیشاب بلکہ خون بھی پیا ہے تبرکًا لہذا حضور کا حکم

دوسرا ہے۔(مرقات) بہر حال یہ حدیث بہت واضح ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت انس بھی کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے حضور انور کے سامنے رکھنے لگے۔

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اپنے خدام وغلاموں کی دعوت قبول کرنا چاہیے اگر چہ وہ اپنے سے درجہ میں کم ہو۔ دوسرے یہ کہ خادم کو اپنے ساتھ ایک پیالے میں کھلانا بہت اچھا ہے۔ تیسرے یہ کہ کدو پسند کرنا سنت ہے۔ چوتھے یہ کہ ہر سنت سے محبت کرنا خواہ سنت زائد ہو یا سنت ابدی طریقہ صحابہ کرام ہے۔ شعر

فقط اتنی حقیقت ہے ہمارے دین و ایمان کی

کہ اس جانِ جہاں کے حسن پر دیوانہ ہوجانا

پانچویں یہ مخدوم اپنے خادم کے ساتھ کھائے تو پیالے میں سے ہر طرف سے کھا سکتا ہے خادم کو یہ حق نہیں۔ چھٹے کہ خادم پیالہ سے بوٹیاں یا کدو وغیرہ چن کر مخدوم کے سامنے رکھ سکتا ہے۔(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۰)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عموما بزرگانِ دین میٹھی چیز سے محبت کرتے رہے اس لیے عموما فاتحہ و نیاز میٹھی چیز پر ہوتی ہے اس کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مؤمن میٹھا ہوتا ہے میٹھائی پسند کرتا ہے۔ حلوے میں ہر میٹھی چیز داخل ہے حتی کہ شربت اور میٹھے پھل اور عام مٹھائیاں اور عرفی حلوہ۔(مرقات) مروجہ حلوہ سب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے بنایا حضور انور کی خدمت میں پیش کیا جس میں آٹا گھی اور شہد تھا

حضور انور نے بہت پسند کیا اور فرمایا کہ فارسی لوگ اسے دخیص کہتے ہیں۔(مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۲)

❖ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا قَرَّبَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، جَنْبًا مَشْوِيًّا، فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَمَا تَوَضَّأَ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے بھنا ہوا پہلو پیش کیا آپ نے اس سے کھایا اور پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے وضو نہ فرمایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ نہ وضو شرعی نہ لغوی، یعنی ہاتھ دھونا بلکہ ہاتھ پونچھے بھی نہیں تاکہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونا یا پونچھنا فرض یا واجب نہیں، سنت ہے جس کے کرنے پر ثواب، نہ کرنے پر گناہ نہیں۔(مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۳۱۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: أَكَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم شِوَاءً فِي الْمَسْجِدِ۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، جنگ بدر میں حاضر ہوئے، پھر عہدِ فاروقی میں جہاد مصر میں شرکت کی، وہاں ہی وفات پائی ۸۸ھ اٹھاسی ہجری میں وفات ہے۔(اشعہ و مرقات)

غالبًا حضور انور معتکف تھے یا مہمان مسافر آئے تھے جنہیں مسجد میں ٹھہرایا گیا تھا یا یہ کھانا پینا بیان جواز کے لیے تھا۔خیال رہے کہ معتکف اور مسافر کو مسجد میں کھانا پینا بلا کراہت جائز ہے ان دونوں کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے چھوہارے وغیرہ خشک چیزیں کھانا جس سے مسجد کا فرش خراب نہ ہو جائز ہے، روٹی سالن وغیرہ تر چیزیں جس سے مسجد کے تلوث کا اندیشہ ہو نہ کھانا چاہیئے اور کھانا اس طرح کہ فرش مسجد خراب ہو ہر شخص کو حرام ہے خواہ معتکف و مسافر ہو یا ان کے غیر۔احناف کے نزدیک غیر معتکف و مسافر کو مسجد میں کھانا پینا سونا مکروہ ہے، دیکھو کتب فقہ۔

(مراۃ المناجیح، ج٦،ص٦١)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ أَبِي صَخْرَةَ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: ضِفْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأُتِيَ بِجَنْبٍ مَشْوِيٍّ، ثُمَّ أَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحُزُّ، فَحَزَّ لِي بِهَا مِنْهُ، قَالَ: فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَأَلْقَى الشَّفْرَةَ، فَقَالَ: مَا لَهُ تَرِبَتْ يَدَاهُ؟، قَالَ: وَكَانَ شَارِبُهُ قَدْ وَفَى، فَقَالَ لَهُ: أَقُصُّهُ لَكَ عَلَى

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (کسی کا) مہمان ہوا آپ کے سامنے بھنا ہوا پہلو پیش کیا گیا آپ نے چھری لے کر اس سے میرے لیے کاٹنا شروع کیا، اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آ کر نماز کے وقت کی اطلاع دی تو آپ نے چھری رکھ دی اور فرمایا کہ اسے کیا ہوا، اس کے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں (یہ محبت بھرا کلمہ ہے بد دعا نہیں) راوی کہتے ہیں میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، آپ نے فرمایا لاؤ میں مسواک رکھ کر کاٹ دوں

سِوَاكٍ أَوْ قُصَّهُ عَلَى سِوَاكٍ۔ یا تم خود مسواک رکھ کر کاٹ لو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے، آپ خندق کے سال ایمان لائے، صلح حدیبیہ میں حاضر تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر رہے، بڑے مدبر نہایت عقلمند صاحب الرائے صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔

یعنی ایک شب میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے گھر بطور مہمان تشریف لے گئے، یہ معنی نہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مہمان اپنا بنایا جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، یہ پتہ نہیں کہ میزبان کون صحابی تھے یا تو صاحبِ خانہ نے اپنے خادم کو یہ حکم دیا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبِ خانہ کو حکم دیا۔ اگر میزبان سے بے تکلفی ہو تو مہمان اپنے پسندیدہ کھانوں کی فرمائش کرسکتا ہے کہ وہ گویا اس کا اپنا ہی گھر ہوتا ہے۔

یہ حضور انور کی بندہ نوازی کی شان ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے خدام کے لیے گوشت کاٹتے ہیں۔ خیال رہے کہ سکین ہر چھری کو کہتے ہیں مگر شفرہ چوڑی اور پرانی چھری کو کہا جاتا ہے۔

حضرت بلال ابن ابی رباح کی کنیت شریف ابو عبدالرحمن ہے، مزار پرانوار دمشق میں ہے، آپ نے اولاد کوئی نہ چھوڑی۔ (مرقات) فقیر نے مزار مقدس پر حاضری دی ہے جس کا ذکر ہمارے سفر نامہ قبلتین میں ہے۔ یہ اطلاع دینا علاوہ اذان کے تھا، حضرت بلال اذان کے بعد خصوصی طور پر نماز کے لیے حضور کی خدمت میں عرض کرتے تھے۔

یعنی وقت نماز ابھی کافی ہے اور بلال جلدی کر رہے ہیں، کھانا کھایا جا رہا تھا کہ

حضرت بلال نے نماز کے لیے عرض کیا۔ عشاء کا وقت بڑا وسیع ہوتا ہے اس زمانہ میں جماعت کے لیے گھنٹہ، منٹ مقرر نہ تھے۔

کہ مونچھوں کے بال ہونٹ کے کنارہ سے آگے تھے۔ یہاں ضمیر بجائے متکلم کے غائب ارشاد ہوئی جیسے ہم اپنے کو کہتے ہیں یہ گنہگار حاضر ہے اور ہوسکتا ہے کہ شاربہ کی ضمیر حضرت بلال کی طرف لوٹتی ہو یعنی جناب بلال کی مونچھیں بڑی تھیں۔

یعنی یا تو ہم تمہاری مونچھوں کے بڑے بال مسواک پر رکھ کر کاٹ دیں یا تم خود ہی اس طرح ابھی کاٹ لو۔ معلوم ہوا کہ حضور انور کو لمبی مونچھیں سخت ناپسند ہیں، ان سے ایسی نفرت ہے کہ گھر جا کر قینچی سے کاٹنے کی اجازت نہ دی بلکہ فرمایا ابھی کاٹ لو یا ہم خود کاٹ دیں، مسلمان اس سے عبرت پکڑیں۔ خیال رہے کہ مونچھیں منڈانا بھی منع ہے اور بہت پست کرنا بھی منع بلکہ اتنی کاٹنا کہ ہونٹ کا کنارہ بھی بخوبی کھل جائے۔ اخفاء شارب کے یہ معنی ہیں اس سے مونچھیں پانی پیتے وقت پانی میں ڈوبتی نہیں۔ (مرقات) اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ٦، ص ٨٤)

❖ حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِلَحْمٍ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا اور اس میں سے آپ کو شانہ پیش کیا گیا اور یہ آپ کو مرغوب تھا۔ آپ نے اسے دانتوں سے توڑ کر کھایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ دستی کا گوشت جلد گل جاتا ہے اس میں چھترے نہیں ہوتے، نہایت لذیذ ہوتا ہے اس کی مثل دوسرے گوشت سی نہیں۔ گندگی یعنی پیشاب و گوبر سے بہت دور رہتا ہے، جلد ہضم ہوتا ہے، دانتوں میں اس کے چھترے نہیں پھنستے کیونکہ چھترے ہوتے ہی نہیں۔

بوٹی دانت سے نوچ کر کھانا بھی سنت ہے اس میں بے تکلفی بھی ہے، لذت بھی تواضع اور انکسار بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا پر لاکھوں سلام، ان کی ہر ادا رب تعالٰی کی طرف سے ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۶۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ زُهَيْرٍ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ، قَالَ: وَسُمَّ فِي الذِّرَاعِ، وَكَانَ يَرَى أَنَّ الْيَهُودَ سَمُّوهُ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (بکری کا) بازو مرغوب تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ کو اسی میں زہر ملا کر دیا گیا۔ صحابہ کا گمان تھا کہ یہودیوں نے آپ کو زہر دیا ہے۔

شرح حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا

فتح خیبر کے بعد چند روز حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیبر میں ٹھہرے۔ یہودیوں کو مکمل امن و امان عطا فرمایا اور قسم قسم کی نوازشوں سے نوازا مگر اس بدباطن قوم کی فطرت میں اس قدر خباثت بھری ہوئی تھی کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی "زینب" نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ خدا کے حکم سے گوشت کی بوٹی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو زہر کی خبر دی اور آپ نے ایک ہی لقمہ

کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکم سیر کھالیا اور زہر کے اثر سے ان کی شہادت ہوگئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس زہریلے لقمہ سے عمر بھر تالو میں تکلیف رہی۔ آپ نے جب یہودیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان ظالموں نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا اور کہا کہ ہم نے اس نیت سے آپ کو زہر کھلایا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ پر اس زہر کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ورنہ ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام لیا ہی نہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زینب سے کچھ بھی نہیں فرمایا مگر جب حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی زہر سے وفات ہوگئی تو ان کے قصاص میں زینب قتل کی گئی۔

(المواهب اللدنية وشرح الزرقاني، باب غزوة خيبر، ج ٣، ص ٢٨٧، ٢٩١، ٢٩٢ ملخصاً)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، قَالَ: طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. قِدْرًا، وَقَدْ كَانَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ، فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ، ثُمَّ قَالَ: نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ، فَنَاوَلْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَمْ

حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہانڈی پکائی، آپ بازو پسند فرمایا کرتے تھے، میں نے آپ کا بازو دیا، پھر آپ نے فرمایا مجھے اور بازو دو، میں نے پیش کیا پھر فرمایا مجھے اور بازو دو، میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بکری کے کتنے بازو ہوتے ہیں (یعنی بازو دو ہی تھے جو میں خدمت اقدس میں پیش کردیے) اس پر آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تو خاموش

لِلشَّاةِ مِنْ ذِرَاعٍ، فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ سَكَتَّ لَنَاوَلْتَنِي الذِّرَاعَ مَا دَعَوْتُ.

رہتا تو میرے (باربار) مانگنے پر تو مجھے بازو پکڑائے (ہی) جاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ اپنے غلاموں یا دوستوں سے کوئی چیز بے تکلفی سے مانگنا ناجائز نہیں۔ جس سوال سے منع کیا گیا وہ ذلت کا سوال ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دست پسند تھا کیونکہ گلتا بھی جدای ہے، لذیذ بھی ہوتا ہے، اس میں ریشہ یعنی دھاگہ بھی نہیں ہوتا۔

غالبًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنھم کی جماعت ہوگی اور سب کے ساتھ یہ گوشت کھایا ہوگا۔

یعنی ہم مطالبہ کئے جاتے تم دیتے رہتے، اسی ہانڈی میں سے سینکڑوں دست نکل آتے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہر قسم کی اشیاء عالم غیب سے مہیا ہوجاتی ہے۔ حضرت طلحہ کے گھر تین چار سیر گوشت سینکڑوں کو کھلا دیا، بوٹیاں اور شوربے کا پانی اور مصالحہ عالم غیب ہی سے آرہا تھا۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے سامنے ایسے موقع پر انکار، یا تردد نہ چاہیئے، بلکہ بے دریغ ان کے حکم پر عمل چاہیئے، بحث و انکار سے فیض بند ہوجاتا ہے۔

یعنی پورا ہاتھ تو کیا، پوری انگلیاں بھی نہ دھوئیں بیان جواز کے لئے ورنہ کھانے سے اوّل اور بعد دونوں ہاتھ دھونا سنّت ہے۔

غالبًا پہلی بار نفل پڑھے ہوں گے اور دوبارہ فرائض۔ واللہ اعلم!

(مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۳۱۲)

❖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا كَانَتِ الذِّرَاعُ أَحَبَّ اللَّحْمِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَكِنَّهُ كَانَ لَا يَجِدُ اللَّحْمَ إِلَّا غِبًّا، وَكَانَ يَعْجَلُ إِلَيْهَا، لِأَنَّهَا أَعْجَلُهَا نُضْجًا.

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازو کو گوشت (ان کے اپنے خیال کے مطابق) زیادہ پسند نہ تھا لیکن چونکہ آپ کبھی کبھی گوشت استعمال فرماتے تھے اور بازو جلدی پک جاتا ہے اس لیے اس کی طرف رغبت فرماتے۔

شرح حدیث: پسندیدہ کھانا

سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کا پسندیدہ کھانا گوشت تھا۔

(مُلَخَّصاً جامع ترمذی ج ۵ ص ۵۳۳ حدیث ۱۷۸)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم ارشاد فرماتے، گوشت کانوں کی سماعت بڑھاتا ہے اور دنیا و آخرت میں کھانوں کا سردار ہے۔ اگر میں اللہ عزوجل سے سُوال کرتا کہ مجھے روزانہ گوشت عطا کرے تو عنایت فرماتا۔ (مُلَخَّصاً اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۲۳۸)

سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم گردے (کھانا) ناپسند فرماتے تھے کیوں کہ وہ پیشاب کے قریب ہوتے ہیں۔ (مُلَخَّصاً کنز العمال ج ۷ ص ۴۱ حدیث ۱۸۲۱۲)

سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کو تِلّی (کھانے سے) نفرت تھی مگر اِس کو حرام قرار نہیں دیا۔ (مُلَخَّصاً اتحاف السادۃ المتقین)

سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کو بکری (اور بکرے) کے گوشت میں دست (یعنی بازو) اور شانہ (یعنی کندھا) پسند تھا۔

(مُلَخَّصاً جامع ترمذی ج ۳ ص ۳۳۰ حدیث ۱۸۴۲، ۱۸۴۴)

❖ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی

الله علیه وسلم ، یَقُولُ : إِنَّ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ
أَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ ۔ بلاشبہ پشت کا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت فتاوٰی رضویہ جلد 20 صفحہ 321 پر لکھتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس کے کھانے کھلانے کا حکم فرمایا خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں؟ اِس کا ثبوت نہیں۔ شہزادہ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ رحمۃ المنّان نے اس پر حاشیہ لکھا کہ حدیثِ مسلم کتاب الزکوٰۃ کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشتِ گاؤ (یعنی گائے کا گوشت) صدقہ میں آیا، وہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کے پاس لایا گیا اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو آیا۔ فرمایا: اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔ اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔
(فتاوی رضویہ، ج۲۰،ص۳۲۱)

گوشت کے 22 اجزا جو نہیں کھائے جاتے

میرے آقا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: حلال جانور کے سب اجزا حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا ممنوع یا مکروہ ہیں {1} رگوں کا خون {2} پِتّا {3} پُھکنا (یعنی مَثانہ) {4، 5} علاماتِ مادہ ونَر {6} بَیضے (یعنی کپورے) {7} غُدود {8} حرام مَغز {9} گردن کے دو پٹھے کہ شانوں تک کھنچے ہوتے ہیں {10} جگر (یعنی کلیجی) کا خون {11} تلی کا خون {12} گوشْت کا خون کہ بعدِ ذبح گوشْت میں سے نکلتا ہے {13} دل کا خون {14} پت یعنی وہ زَرد پانی کہ پِتّے میں ہوتا ہے {15} ناک کی رَطوبت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے {16} پاخانے کا مقام {17} اَوجھڑی {18} آنتیں {19} نُطفہ {20} وہ نُطفہ کہ خون ہوگیا {21} وہ (نُطفہ ا) کہ گوشْت کا لوتھڑا ہوگیا {22} وہ کہ (نُطفہ) پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا

بے ذبح مر گیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۴۰، ۲۴۱)

❖ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: نِعْمَ الإِدَامُ الْخَلُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سرکہ اچھا سالن ہے۔

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ ، عَنْ ثَابِتٍ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: أَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ: لَا، إِلَّا خُبْزٌ يَابِسٌ ، وَخَلٌّ فَقَالَ : هَاتِي ، مَا أَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ أُدْمٍ فِيهِ الخل

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تیرے پاس (کھانے کے لیے) کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا کہ صرف خشک روٹی اور سرکہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ سالن سے خالی نہیں ہوتا۔

شرح حدیث: مکہ میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیام گاہ

بخاری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں غسل فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔ یہ نماز بہت ہی مختصر طور پر ادا فرمائی لیکن رکوع وسجدہ مکمل طور پر ادا فرماتے رہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح، الحدیث: ۴۲۹۲، ج ۳، ص ۱۰۴)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کیا گھر میں کچھ کھانا بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خشک روٹی کے چند ٹکڑے ہیں۔ مجھے بڑی شرم دامن گیر ہوتی ہے کہ اس کو آپ کے سامنے پیش کردوں۔ ارشاد فرمایا کہ "لاؤ"، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان خشک روٹیوں کو توڑا اور پانی میں بھگو کر نرم کیا اور حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان روٹیوں کے سالن کے لئے نمک پیش کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی سالن گھر میں نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھر میں "سرکہ" کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "سرکہ" لاؤ۔ آپ نے سرکہ کو روٹی پر ڈالا اور تناول فرما کر خدا کا شکر بجالائے۔ پھر فرمایا کہ "سرکہ بہترین سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ ہوگا اس گھر والے محتاج نہ ہوں گے"۔ پھر حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے حارث بن ہشام (ابوجہل کے بھائی) اور زہیر بن اُمیہ کو امان دے دی ہے۔ لیکن میرے بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کو اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج سے جنگ کی ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُمِ ہانی! رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس کو تم نے امان دے دی اس کے لئے ہماری طرف سے بھی امان ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواهب، باب غزوة الفتح الاعظم، ج ٣، ص ٣٦٤)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوسری عورتوں

بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.

پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو دوسرے کھانوں پر (روٹی اور گوشت کے شوربے کو ملا کر جو مجموعہ تیار ہوتا ہے اسے ثرید کہتے ہیں۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خیال رہے کہ یہاں کمال سے مراد نبوت ورسالت نہیں کیونکہ یہ کمال تو صرف انسان مردوں کو ہی ملا ہے کوئی عورت اور کوئی غیر انسان نبی نہیں ہوئے بلکہ مراد ولایت کاملہ قطبیت غوثیت وغیرہ ہے اور رب تعالٰی سے قرب خاص کہ یہ صفات مردوں کو زیادہ عورتوں کو کم ملے، نبوت کے متعلق رب فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ۔ نبوت کے فرائض عورت انجام نہیں دے سکتی، پردہ میں رہ کر عام تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہاں نساء سے مراد اس زمانہ کی عورتیں ہیں لہذا اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضرت آسیہ و مریم جناب فاطمہ زہرا خدیجہ اور عائشہ صدیقہ سے افضل ہوں، یہ بیبیاں حضرت آسیہ و مریم سے افضل ہیں۔ شعر

مریم از یک نسبت عیسٰی عزیز ‏ ‏ ‏ از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

نور چشم رحمۃ للعالمین ‏ ‏ ‏ آں امام الاولین و آخرین

بانوے آن تاجدار ھل اتی ‏ ‏ ‏ مرتضی مشکل کشا شیر خدا!

مادر آں مرکز پرکار عشق ‏ ‏ ‏ مادر آں قافلہ سالار عشق!

یعنی جناب عائشہ صدیقہ از آدم علیہ السلام تا روز قیامت تمام عورتوں سے ایسی افضل ہیں جیسے ثرید کھانا باقی تمام کھانوں سے افضل، ثرید شوربے میں روٹی بھگو کر پکا ہوا

کھانا۔اس میں گفتگو ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فاطمہ زہرا خدیجۃ الکبریٰ ان تینوں میں افضل کون ہے۔ محققین علماء کا قول ہے کہ یہ تینوں مختلف جہات سے افضل ہیں، اس میں بحث نہ کی جاوے تو بہتر ہے، حضرت عائشہ جیسی عالمہ حسن خلقت حسنِ خلق شیریں گفتار ذہینہ ذکیہ بی بی نہ پیدا ہوئی نہ پیدا ہو، آپ بڑی عالمہ محدثہ فقیہہ ہیں، آپ کی براءت میں سورۂ نور کی اٹھارہ آیتیں نازل ہوئیں۔شعر

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام
بنت صدیق آرام جان نبی
اس حریم براءت پہ لاکھوں سلام

نبوت کے بعد صدیقیت ہے اور عائشہ صدیقہ ہیں، ابوبکر صدیق ہیں۔
یعنی وہ حدیثیں مصابیح میں یہاں مذکور تھیں، ہم نے مشکوۃ شریف میں وہاں یعنی باب المفاخرۃ میں بیان کردیں ان کی شرح وہاں ہی دیکھو۔(مراۃ المناجیح، ج ۷، ص ۵۵۵)

ہاشم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردادا "ہاشم" بڑی شان وشوکت کے مالک تھے۔ان کا اصلی نام "عمرو" تھا انتہائی بہادر، بے حد سخی، اور اعلیٰ درجے کے مہمان نواز تھے۔ایک سال عرب میں بہت سخت قحط پڑ گیا اور لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے تو یہ ملکِ شام سے خشک روٹیاں خرید کر حج کے دنوں میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چورا کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میں ثرید بنا کر تمام حاجیوں کو خوب پیٹ بھر کر کھلایا۔اس دن سے لوگ ان کو "ہاشم" (روٹیوں کا چورا کرنے والا) کہنے لگے۔

(مدارج النبوت، قسم اول، باب اول، ج 2، ص 8 وشرح الزرقانی علی المواہب، المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی...الخ، ج 1، ص 138)

دجال کا ثرید

ایک دن ایک اَعرابی نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر تھا، صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے خلاف عادت سمجھتے تھے پس اَعرابی نے کچھ پوچھنا چاہا توصحابہ کرام نے اسے منع کر دیا اور فرمایا: ہم آپ کا رنگ بدلا ہوا دیکھتے ہیں۔ اعرابی نے کہا: مجھے پوچھنے دو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! میں آپ کو ہنسائے بغیر نہ چھوڑوں گا چنانچہ اس نے عرض کی: یارسول عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہمیں خبر ملی ہے کہ مسیح دجّال لوگوں کے لئے ثرید (یعنی شوربے میں ملی ہوئی روٹی) لائے گا اور لوگ اس وقت بھوک سے مر رہے ہوں گے، میرے ماں باپ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر قربان ہوں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مجھے کیا فرماتے ہیں کہ میں اس ثرید کے کھانے سے رکا رہوں اور اس سے بچتے ہوئے کمزور ہو کر مر جاؤں یا میں اس کے ثرید سے کھاؤں یہاں تک کہ جب خوب سیر ہو جاؤں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر ایمان لاؤں اور دجّال کا انکار کر دوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں: یہ سن کر نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس قدر ہنسے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ جس چیز کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بے نیاز کرے گا تجھے بھی مستغنی کر دے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، الحدیث ۷۱۲۲، ص ۵۹۴، مفھوماً)

❖ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ۔ دوسری عورتوں پر اس طرح فضیلت ہے جیسے ثرید کو دوسرے کھانوں پر۔

شرح حدیث: ہاشم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردادا "ہاشم" بڑی شان وشوکت کے مالک تھے۔ ان کا اصلی نام "عمرو" تھا انتہائی بہادر، بے حد سخی، اور اعلیٰ درجے کے مہمان نواز تھے۔ ایک سال عرب میں بہت سخت قحط پڑ گیا اور لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے تو یہ ملکِ شام سے خشک روٹیاں خرید کر حج کے دنوں میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چورا کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میں ثرید بنا کر تمام حاجیوں کو خوب پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے لوگ ان کو "ہاشم" (روٹیوں کا چورا کرنے والا) کہنے لگے۔

(مدارج النبوت، قسم اول، باب اول، ج2، ص8 وشرح الزرقانی علی المواهب، المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ...الخ، ج1، ص138)

دجال کا ثرید

ایک دن ایک اَعرابی نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر تھا، صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے خلاف عادت سمجھتے تھے پس اَعرابی نے کچھ پوچھنا چاہا تو صحابہ کرام نے اسے منع کر دیا اور فرمایا: ہم آپ کا رنگ بدلا ہوا دیکھتے ہیں۔ اعرابی نے کہا: مجھے پوچھنے دو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! میں آپ کو ہنسائے بغیر نہ چھوڑوں گا چنانچہ اس نے عرض کی: یارسول عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! ہمیں خبر ملی ہے کہ مسیح دجّال لوگوں کے لئے ثرید (یعنی شوربے میں ملی ہوئی روٹی) لائے گا اور لوگ اس وقت بھوک سے مر رہے ہوں گے، میرے ماں باپ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر قربان ہوں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مجھے کیا فرماتے ہیں کہ میں

اس ثرید کے کھانے سے رکا رہوں اور اس سے بچتے ہوئے کمزور ہو کر مر جاؤں یا میں اس کے ثرید سے کھاؤں یہاں تک کہ جب خوب سیر ہو جاؤں تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر ایمان لاؤں اور دجّال کا انکار کر دوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں: یہ سن کر نبئ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس قدر ہنسے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ جس چیز کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بے نیاز کریگا تجھے بھی مستغنی کر دے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، الحدیث ۷۱۲۲، ص ۵۹۴، مفہوماً)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، تَوَضَّأَ مِنْ أَكْلِ ثَوْرِ أَقِطٍ، ثُمَّ رَآهُ أَكَلَ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ، ثُمَّ صَلَّى، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے پنیر کا ٹکڑا کھایا اور وضو فرمایا (صرف ہاتھ دھونے کو بھی وضو کہا جاتا ہے، اس لیے یا تو آپ نے صرف ہاتھ مبارک دھوئے یا ویسے ہی تازہ وضو فرمایا) پھر (دوبارہ) دیکھا کہ آپ نے بکری کا بازو کا گوشت کھایا اور وضو نہیں فرمایا۔

شرح حدیث: Health Benefits of Cheese:

The health benefits of cheese include the following:

Dental Care: Cheese has a very high calcium content, the first and foremost thing you need for

strong teeth. Moreover, it is very low in lactose content. The older the cheese, the lower the lactose content. This also is beneficial for the teeth as any form of sugar(glucose, maltose or lactose(in food can harm the teeth.

Bone Health: Apart from having a very high calcium content, cheese is also rich in vitamin-B, which is very good for children, women(particularly when pregnant or lactating) and elderly people, for the formation and strengthening of bones and cartilage. The vitamin-B in cheese aids to the proper absorption and distribution of calcium.

Other Benefits: Cheese contains conjugated linoleic acid and sphingolipids which help prevent cancer. It contains a lot of vitamin-B which develops in it during the fermentation process. Vitamin-B is very good for maintaining many functions in the body and also for protection against diseases like Beriberi. It also enhances blood formation, strengthens the liver, and facilitates the absorption of nutrients in the body.

❖ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي فَائِدٌ، مَوْلَى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ جَدَّتِهِ سَلْمَى، أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، وَابْنَ عَبَّاسٍ، وَابْنَ جَعْفَرٍ أَتَوْهَا فَقَالُوا لَهَا: اصْنَعِي لَنَا طَعَامًا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّ لَا تَشْتَهِيهِ الْيَوْمَ، قَالَ: بَلَى اصْنَعِيهِ لَنَا قَالَ: فَقَامَتْ فَأَخَذَتْ مِنْ شَعِيرٍ فَطَحَنَتْهُ، ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِي قِدْرٍ، وَصَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ، وَدَقَّتِ الْفُلْفُلَ وَالتَّوَابِلَ، فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْهِمْ، فَقَالَتْ: هَذَا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ.

حضرت عبید اللہ بن علی اپنی دادی حضرت سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت امام حسن، حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابن جعفر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے لیے وہ کھانا تیار کریں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا اور آپ اسے شوق سے تناول فرماتے تھے، انہوں (حضرت سلمٰی) نے فرمایا اے میرے بیٹے! آج تو وہ کھانا خوشی سے نہیں کھائے گا؟ عرض کیا کیوں نہیں (یعنی ضرور کھائیں گے) آپ ہمارے لیے وہ (کھانا) پکائیں۔اس پر حضرت سلمٰی نے تھوڑے سے جو لے کر ان کو پیسا اور ہنڈیا میں ڈال دیا پھر اس میں کچھ زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ سیاہ مرچ اور مصالحے کوٹ کر ڈالے اور پھر یہ کھانا ان کے قریب کرتے ہوئے فرمایا یہ وہ کھانا ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے اور خوشی سے تناول فرماتے تھے۔

شرح حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادگی

خوراک، پوشاک، سامان زندگی، رہن سہن ہر چیز میں بے جا تکلفات سے بچنا، اور زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی رکھنا یہ بہت ہی پیاری عادت اور نہایت ہی نفیس خصلت ہے۔ سادہ طرز زندگی میں امیری ہو یا فقیری، ہر جگہ ہر حال میں راحت ہی راحت ہے اس عادت والا آدمی نہ کسی پر بوجھ بنتا ہے نہ خود قسم قسم کے بوجھوں سے زیر بار ہوتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپکی مقدس بیویوں کا وہ مبارک طریقہ ہے جو تمام دنیا کے مردوں اور عورتوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ہر مسلمان مرد اور عورت کو چاہے کہ سادگی کی زندگی بسر کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت کریمہ پر عمل کرے اور دنیا و آخرت کی راحتوں اور سعادتوں سے سرفراز ہو۔

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَتَانَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، فِي مَنْزِلِنَا، فَذَبَحْنَا لَهُ شَاةً، فَقَالَ: كَأَنَّهُمْ عَلِمُوا أَنَّا نُحِبُّ اللَّحْمَ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے آپ لیے بکری ذبح کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اپنے صحابہ کرام) سے فرمایا گویا کہ یہ (گھر والے) جانتے ہیں کہ ہمیں گوشت پسند ہے۔ اس حدیث میں اور واقعہ بھی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ فاقوں سے شکم اقدس پر پتھر بندھا ہوا

دیکھ کر میرا دل بھر آیا چنانچہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس قدر شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے کہ مجھ کو صبر کی تاب نہیں رہی کیا گھر میں کچھ کھانا ہے؟ بیوی نے کہا کہ گھر میں ایک صاع جو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، میں نے کہا کہ تم جلدی سے اس جو کو پیس کر گوندھ لو اور اپنے گھر کا پلا ہوا ایک بکری کا بچہ میں نے ذبح کر کے اس کی بوٹیاں بنا دیں اور بیوی سے کہا کہ جلدی سے تم گوشت روٹی تیار کر لو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا کر لاتا ہوں، چلتے وقت بیوی نے کہا کہ دیکھنا صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور چند ہی اصحاب کو ساتھ میں لانا کھانا کم ہی ہے کہیں مجھے رسوا مت کر دینا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندق پر آ کر چپکے سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صاع آٹے کی روٹیاں اور ایک بکری کے بچے کا گوشت میں نے گھر میں تیار کرایا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف چند اشخاص کے ساتھ چل کر تناول فرما لیں، یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے دعوت طعام دی ہے لہٰذا سب لوگ ان کے گھر پر چل کر کھانا کھا لیں پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آجاؤں روٹی مت پکوانا، چنانچہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو گوندھے ہوئے آٹے میں اپنا لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی اور گوشت کی ہانڈی میں بھی اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ پھر روٹی پکانے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ ہانڈی چولھے سے نہ اتاری جائے پھر روٹی پکنی شروع ہوئی اور ہانڈی میں سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے گوشت نکال نکال کر دینا شروع کیا ایک ہزار آدمیوں نے آسودہ ہو کر کھانا کھا لیا مگر گوندھا ہوا آٹا جتنا پہلے تھا اتنا ہی رہ گیا اور ہانڈی چولھے پر بدستور جوش مارتی رہی۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق...الخ، الحدیث: ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ج ۳، ص ۵۱ ملخصاً)

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا (ح) قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَأَنَا مَعَهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ الأَنْصَارِ، فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً، فَأَكَلَ مِنْهَا، وَأَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ، وَصَلَّى، صلى الله عليه وسلم، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَأَتَتْهُ بِعُلالَةٍ مِنْ عُلالَةِ الشَّاةِ، فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ ایک انصاری عورت کے گھر داخل ہوئے تو اس نے آپ کے لیے بکری ذبح کی، آپ نے اس سے کچھ کھایا پھر وہ آپ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک تھال لے کر آئی تو آپ نے اس میں سے کچھ کھایا اور پھر ظہر (کی نماز) کے لیے وضو فرمایا اور نماز پڑھی جب آپ واپس تشریف لائے تو وہ (انصاری عورت) آپ کی خدمت میں بکری کا بقیہ گوشت لائی، آپ نے اسے کھایا اور (دوبارہ) وضو کیے بغیر عصر کی نماز پڑھی۔

شرح حدیث: Benefits of Goat Meat for Heart

Contains Low Level of Saturated Fat and Cholesterol:

It contains lower value of saturated fats, cholesterol and high value of unsaturated fats thus it is safe for the heart and reduces the risk of cardiovascular

disease and other chronic problems.

Balances Cholesterol Level:

Unsaturated fats found in it improves the good blood cholesterol levels, provides relief from inflammations and etc.

Keeps Heart Healthy:

It helps in maintaining the heart beats, lowering down the blood pressure and reduces the risk of atherosclerosis, coronary heart diseases and etc, by keeping the heart healthy.

Benefits of Goat Meat for Weight Control

Reduces Risk of Obesity:

It contains lean proteins in high amount, low saturated fat thus helps in controlling weight and reduces the risk obesity.

Controls Weight:

Proteins found in it acts as a hunger suppressing agent and keeps the stomach full for longer time thus helps in controlling weight.

Full of Vitamins and Nutrients:

It contains lots of vitamins and nutrients which

help in burning fat.

Benefits of Goat Meat for Cancer

Reduces Risk of Cancer:

It contains B group vitamins, selenium and choline which is very beneficial to be prevented from cancer.

Benefits of Goat Meat for Skin

Makes Skin Glowing and Healthy:

It provides better nourishment to the skin and makes it healthy, soft, supple, glowing and smooth.

Provides Relief from Skin Problems:

It provides relief from the skin problems like psoriasis, eczema or acne and other problem by nourishing the skin.

Effective for Dry Skin:

It also provides relief from the dry skin and rashes problems by making the skin soft and supple.

Other Benefits of Goat Meat

Reduces Risk of Many Diseases:

It reduces the risk of infections, type 2diabetes and other diseases if eaten regularly.

Reduces Risk of Heart Disorders:

It contains low sodium level and high potassium level thus safe food for the heart and prevents from the high blood pressure, risk of stroke, kidney diseases and etc.

Healthy Food for Bone, Teeth and Hair

It provides better nourishment to the bones, teeth and hairs thus prevents from osteoporosis, joints pain, tooth ache and hair loss.

Strengthens Immunity System

It helps in improving the power of immune system and prevents from various infections.

Prevents from Early Ageing

It helps in maintaining the functioning of thyroid gland and prevents from the early ageing as it protects from the free radicals.

Keeps Blood Sugar under Control

It normalizes the blood sugar level thus keeps blood sugar level under control among diabetic patients.

Reduces Stress Level

It enhances the mood level by preventing from the depression and stress.

Promotes Brain Development

It enhances the memory power among kids by helping in proper brain development.

(Source: USDA Nutrient database)

❖ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَمَعَهُ عَلِيٌّ ، وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ ، قَالَتْ : فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، لِعَلِيٍّ : مَهْ يَا عَلِيُّ ، فَإِنَّكَ نَاقِهٌ، قَالَتْ : فَجَلَسَ عَلِيٌّ ، وَالنَّبِيُّ

حضرت ام منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے ہاں تشریف لائے، ہمارے ہاں کھجور کے کچھ خوشے لٹکے ہوئے تھے، حضور اکرم اکرم ﷺ نے کھجوریں کھانی شروع کر دیں، جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کھانے لگے تو آپ نے فرمایا اے علی تو نہ کھا کیونکہ تو ابھی تک کمزور ہے۔ (یعنی آپ کا معدہ ابھی اسے قبول نہیں کرتا) (حضرت ام منذر کا بیان ہے) کہ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے اور حضور اکرم ﷺ کھاتے رہے (راویہ کہتی ہیں) پھر میں نے ان

صلی الله علیہ وسلم يَأْكُلُ، قَالَتْ : فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیہ وسلم لِعَلِيٍّ: مِنْ هَذَا فَأَصِبْ فَإِنَّ هَذَا أَوْفَقُ لَكَ.

کے لیے چقندر اور جو کو ملایا تو آپ نے فرمایا اے علی! اس سے کھائیں کیونکہ یہ تمہارے لیے بہت موافق ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام لیلی بنت قیس ہے، انصاریہ عدویہ ہیں، کنیت ام المنذر، صحابیہ ہیں، قدیم الاسلام ہیں، چنانچہ آپ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔

دوالی جمع ہے دالیہ کی، دالیہ کچی کھجوروں کے خوشوں کو کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں باغ والے لوگ اپنے باغوں اور گھروں میں کھجوروں کے خوشے لٹکا دیتے تھے تاکہ جو بیلی ملاقاتی آئے پہلے ان میں سے کھائے گویا یہ بھی خاطر تواضع کا ایک طریقہ تھا۔

ظاہر یہ ہے کہ دونوں حضرات نے کھڑے کھڑے کھائے مگر یہ کھڑے کھڑے کھانا فیشن کے طور پر نہ تھا بلکہ اس خوشے سے توڑ توڑ کر کھانا کھڑے ہو کر ہی ممکن تھا اور ہوسکتا ہے کہ بیٹھ کر کھاتے ہوں مگر بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد جناب علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھانا کھڑے ہو کر تھا، مرقات نے اس کو ترجیح دی۔

یعنی تم نہ کھاؤ کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لو وجہ آگے آرہی ہے۔

ناقہ بنا ہے نقاہت سے۔ نقاہت وہ کمزوری ہے جو بیماری سے اٹھنے کے بعد بیمار میں رہتی ہے، غالبًا آپ بیمار رہ چکے ہوں گے۔

یعنی میں ان حضرات کے لیے چقندر اور جو کا لپٹا (سیرا) تیار کیا۔ لھم کا مرجع حضور

صلی اللہ علیہ وسلم میں ضمیر کا جمع لانا تعظیما ہے یا اس کا مرجع حضرت علی رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔عرب والے کبھی دو کو جمع بول دیتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ کچھ اور صحابہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔واللہ اعلم!

یہاں اوفق بمعنی موافق ہے، مقابل ضرر کا، یعنی تمہارے لیے کھجوریں مضر ہیں، یہ لپٹا (سیرا) موافق و مفید ہے کیونکہ جَو بہت ہی زود ہضم ہے۔اطباء بیماروں کو آش جو بتاتے ہیں، چقندر بھی ہلکی غذا ہے اور معتدل ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم جسمانی بھی ہیں۔دوائیں، پرہیز، مضر و مفید غذائیں سب کچھ جانتے ہیں۔یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار بلکہ بیماری سے اٹھنے والے کمزور کو پرہیز لازم ہے۔اطباء کہتے ہیں کہ دوا سے زیادہ پرہیز ضروری ہے دوا بغیر پرہیز ایسی ہے جیسے نماز بغیر وضو۔(مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۶۴)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَأْتِينِي فَيَقُولُ: أَعِنْدَكِ غَدَاءٌ؟ فَأَقُولُ: لا قَالَتْ: فَيَقُولُ: إِنِّي صَائِمٌ قَالَتْ: فَأَتَانِي يَوْمًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ، قَالَ: وَمَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس (کچھ دن چڑھے) تشریف لاتے اور فرماتے کیا تیرے پاس اس وقت کا کھانا ہے (آپ فرماتی ہیں) میں عرض کرتی نہیں، تو آپ فرماتے میں نے روزے کی نیت کرلی۔پھر ایک دن آپ ہمارے ہاں تشریف لائے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں (کہیں سے) یہ تحفہ آیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں عرض کیا کھجور کا حلوہ۔آپ نے

هِيَ؟ قُلْتُ : حَيْسٌ، قَالَ : أَمَا إِنِّي أَصْبَحْتُ صَائِمًا، قَالَتْ: ثُمَّ أَكَلَ۔

فرمایا میں صبح سے روزہ دار ہوں پھر حلوہ تناول فرمایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال تمام ازواج پاک سے تھا اور یہ جواب بھی سب کی طرف سے ہوا یعنی نو ازواج میں سے کسی کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں جو مالک کونین ہے ان کے اپنے گھر کا یہ حال ہے۔ شعر

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیاری ہے، فرماتے ہیں اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

یعنی چونکہ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں لہذا ہم اب اس وقت سے روزہ نفلی کی نیت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزے نفل کی نیت ضحوی کبرٰے یعنی نصف نہار شرعی سے پہلے پہلے ہوسکتی ہے رات سے ہونا ضروری نہیں۔ مصنف اسی مقصد کے لیے یہ حدیث یہاں لائے۔

یعنی کسی شخص نے کھجور کا حلوہ بطور ہدیہ بھیجا ہے حضور ملاحظہ فرمائیں۔ عربی میں حیس کے معنی ہیں خلط یا مخلوط چیز۔ اصطلاح میں یہ ایک حلوہ ہے جو مکھن، پنیر، کھجور سے یا آٹے، مکھن اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے۔ حریسہ اس سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ فقیر نے مدینہ طیبہ میں حیس بھی کھایا ہے اور حریسہ بھی۔

یہ صورت پہلے کا عکس ہوئی کہ وہاں تو گھر میں کھانا نہ ہونے کی وجہ سے روزے کی نیت کرلی گئی تھی اور یہاں کھانا دیکھ کر رکھا ہوا نفلی روزہ توڑ دیا گیا، ہمارے امام

اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفلی روزہ یا نماز شروع کرنے سے واجب ہوجاتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ اور فرماتا ہے: فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا یعنی اہل کتاب نے نیک اعمال شروع کیے انہیں نبھایا نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیکی شروع کرکے پوری کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص نفلی روزہ شروع کرکے توڑ دے تو اس کی قضاء واجب ہے ان دو گزشتہ آیتوں کی وجہ سے اور اس حدیث کی وجہ سے جو بروایت حضرت عائشہ صدیقہ آگے آرہی ہیں اور نفلی حج و عمرہ پر قیاس کی وجہ سے کہ یہ دونوں چیزیں احرام باندھتے ہی واجب ہوجاتی ہیں کہ اگر انہیں پورا نہ کرسکے تو قضاء کرنا واجب ہے۔ خیال رہے کہ نفلی روزہ اور نمازیں بلا عذر توڑنا ناجائز ہیں، دعوت اور مہمان کی آمد بھی عذر ہیں یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ توڑنا عذرًا تھا یعنی کئی روز سے کھانا ملاحظہ نہ فرمایا اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے اس روزے کی قضا نہ کی لہذا یہ حدیث نہ شافعیوں کی دلیل ہے نہ مالکیوں کی اور نہ حنفیوں کے خلاف۔

نوٹ: شوافع کے ہاں نفلی روزہ توڑنے سے مطلقًا قضاء واجب نہیں اور مالکیوں کے ہاں اگر بلا عذر توڑا ہو تو قضاء واجب ہے، ہمارے ہاں مطلقًا قضا واجب۔

(مراۃ المناجیح، ج ۳، ص ۳۰۲)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ الْأَعْوَرِ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کی روٹی لیا اور اس پر کھجور رکھ کر فرمایا یہ (کھجور) اس کا (روٹی کا) سالن ہے اور پھر تناول فرمایا۔

بْنِ سَلَامٍ ، قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً وَقَالَ : هَذِهِ إِدَامُ هَذِهِ، وأكل۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں ان کے یہ صاحبزادہ بھی صحابی ہیں، آپ کا نام حضور انور نے یوسف رکھا، کنیت ابو یعقوب ہے، ۱۰۰ سنہ سو ہجری میں آپ کی وفات ہے، آپ سے تین احادیث مروی ہیں۔

کھجور کو سالن فرمانا مجازاً ہے یعنی روٹی اس سے کھائی جاسکتی ہے اور یہ مثل سالن کے ہے۔ خیال رہے کہ جو سرد خشک ہیں اور کھجور گرم لہذا جو کی روٹی کی اصلاح بھی کھجور سے ہوجاتی ہے۔ اس حدیث میں صبر وقناعت کی بے مثال تعلیم ہے۔

(مرقات)(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۱۷)

Health benefits of dates

Wonderfully delicious, dates are one of the most popular fruits packed with an impressive list of essential nutrients, vitamins, and minerals that are required for normal growth, development and overall well-being

Fresh dates compose of soft, easily digestible flesh

and simple sugars like fructose and dextrose. 100g of mejdool dates hold 277 calories. When eaten, they replenish energy and revitalize the body instantly. For these qualities, they are being served to break the fast during Ramadan month since ancient times .

The fruit is rich in dietary fiber, which prevents LDL cholesterol absorption in the gut. Additionally, the fiber works as a bulk laxative. It, thus, helps to protect the colon mucous membrane from cancer-causing chemicals binding to it in the colon.

They contain health benefiting flavonoid polyphenolic antioxidants known as tannins. Tannins are known to possess anti-infective, anti-inflammatory, and anti-hemorrhagic (prevent easy bleeding tendencies) properties.

They are moderate sources of vitamin-A(contains 149 IU per 100g) which is known to have antioxidant properties and essential for vision. Additionally, it is also required maintaining healthy mucus membranes and skin. Consumption of natural fruits rich in vitamin A is known to help protect from lung and oral cavity

cancers.

They compose antioxidant flavonoids such as ß-carotene, lutein, and zea-xanthin. These antioxidants found to have the ability to protect cells and other structures in the body from harmful effects of oxygen-free radicals. Thus, eating dates found to offer some protection from colon, prostate, breast, endometrial, lung, and pancreatic cancers .

Zea-xanthin is an important dietary carotenoid that selectively absorbed into the retinal macula lutea, where it thought to provide antioxidant and protective light-filtering functions. It thus offers protection against age-related macular degeneration, especially in elderly populations .

Dates are an excellent source of iron, carry 0.90 mg/100 g of fruits (about 11 %of RDI). Iron, being a component of hemoglobin inside the red blood cells, determines the oxygen-carrying capacity of the blood.

Further, they are an excellent sources of potassium. 100 g contains 696 mg or 16 %of daily-recommended levels of this electrolyte. Potassium is

an important component of cell and body fluids that help regulate heart rate and blood pressure. They, thus, offers protection against stroke and coronary heart diseases.

Date fruits are also rich in minerals like calcium, manganese, copper, and magnesium. Calcium is an important mineral that is an essential constituent of bone and teeth, and required by the body for muscle contraction, blood clotting, and nerve impulse conduction. Manganese is used by the body as a co-factor for the antioxidant enzyme, superoxide dismutase. Copper is required for the production of red blood cells. Magnesium is essential for bone growth. Further, the fruit has moderate levels of B-complex group of vitamins as well as vitamin K. It contains very good amounts of pyridoxine(vitamin B-6) niacin, pantothenic acid, and riboflavin. These vitamins are acting as cofactors help body metabolize carbohydrates, protein, and fats. Vitamin K is essential for many coagulant factors in the blood as well as in bone metabolism. (nutrition facts of the food u.s.a)

Health Benefits of Dates

Constipation: Dates are often categorized as a laxative food. This is why dates are so frequently eaten by people suffering from constipation. In order to achieve the desired laxative effect of dates, you should soak them in water over night. Then, eat the soaked dates in the morning like syrup to get the most optimal results. Dates have high levels of soluble fiber, which is essential in promoting healthy bowel movements and the comfortable passage of food through the intestinal tract, which can relieve symptoms of constipation.

Bone Health and Strength: The significant amounts of minerals found in dates make it a super food for strengthening bones and fighting off painful and debilitating diseases like osteoporosis. Dates contain selenium, manganese, copper, and magnesium, all of which are integral to healthy bone development and strength, particularly as people begin to age and their bones gradually weaken. So, eat your dates and give a boost to your bones!

Intestinal Disorders: The nicotine content in dates

is thought to be beneficial for curing many kinds of intestinal disorders. Continuous intake of dates helps to inhibit growth of the pathological organisms and thus, they help stimulate the growth of friendly bacteria in the intestines. In terms of digestive issues, dates contain those insoluble and soluble fibers, as well as many beneficial amino acids which can stimulate the digestion of food and make it more efficient, meaning that more nutrients will be absorbed by the digestive tract and enter your body for proper usage.

Anemia: Dates have a high mineral content, which is beneficial for many different health conditions, but their impressive levels of iron make them a perfect dietary supplement for people suffering from anemia. The high level of iron balances out the inherent lack of iron in anemic patients, increasing energy and strength, while decreasing feelings of fatigue and sluggishness.

Allergies: One of the most interesting facets of dates is the presence of organic sulfur in them. This is not a very common element to find in foods, but it does have a worthwhile amount of health benefits,

including the reduction of allergic reactions and seasonal allergies. According to a study done in 2002, organic sulfur compounds can have a positive impact on the amount of suffering people experience from S A R (Seasonal Allergic Rhinitis) which affects approximately 23 million people in the United States alone. Dates are a great way to somewhat stem the effects of those seasonal allergies through its contributions of sulfur to the diet.

Weight Gain: Dates should be included as a part of a healthy diet. They consist of sugar, proteins and many essential vitamins. If dates are consumed with cucumber paste, you can also keep your weight at a normal, balanced level, rather than over-slimming. One kilogram of dates contains almost 3,000 calories, and the calories in dates are sufficient to meet the daily requirements for a human body. Of course, you should not eat just dates throughout the day. If you are thin and slim and want to increase your weight, or if you are trying to build your muscles to impress some girl, or you have become weak due to a serious medical

problem you need to eat dates!

Energy Booster: Dates are high in natural sugars like glucose, fructose, and sucrose. Therefore, they are the perfect snack for an immediate burst of energy. Many people around the world use dates for a quick afternoon snack when they are feeling lethargic or sluggish.

Nervous System Health: The vitamins present in dates make it an ideal boost to nervous system health and functionality. Potassium is one of the prime ingredients in promoting a healthy and responsive nervous system, and it also improves the speed and alertness of brain activity. Therefore, dates are a wonderful food source for people as they begin to age and their nervous system becomes sluggish or unsupported, as well as for people who want to keep their mind sharp.

Healthy Heart: Dates are quite helpful in keeping your heart healthy. When they are soaked for the night, crushed in the morning and then consumed, they have been shown to have a positive effect on weak hearts.

Dates are also a rich source of potassium, which studies have shown to reduce the risk of stroke and other heart related diseases. Furthermore, they are suggested as a healthy and delicious way to reduce the levels of LDL cholesterol in the body, which is a major contributing factor heart attacks, heart disease, and stroke. Therefore, when taken twice a week, dates can seriously improve the overall health of the heart.

Diarrhea: Ripe dates contain potassium, which is known as an effective way of controlling diarrhea. They are also easy to digest, which further helps alleviate the unpredictable nature of chronic diarrhea. The soluble fiber in dates can also help relieve diarrhea, by providing bulk to the bowel movements and promoting normal, healthy functioning of the excretory system.

Abdominal Cancer: Research has pointed towards dates being a legitimate way to reduce the risk and impact of abdominal cancer. They work as a useful tonic for all age groups, and in some cases, they work better than traditional medicines, and are natural, so

they don't have any negative side effects on the human body. They can be quickly and easily digested for a quick boost of energy.

Although dates carry tremendous nutritional values, great care should be taken in their selection because their surface is very sticky, which often attracts various impurities. Therefore, you should only consume dates that are processed and packaged properly. Also, make sure to wash them thoroughly before you eat them, as this will help remove the impurities present on the surface.

References: American Cancer Society

❖ عَنْ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ . قَالَ عَبْدُ اللهِ: يَعْنِي مَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کو ثفل پسند تھا۔ حضرت عبداللہ (راوی) کہتے ہیں (ثفل سے مراد) ہنڈیا کا بقیہ ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ثقل کے بہت معانی ہیں: تل چھٹ، ستو اور کھجور، کھرچن، یہاں تیسرے معنی مراد ہیں۔ ہانڈی کی کھرچن لذیذ بھی ہوتی ہے زود ہضم بھی، تمام ہانڈی کی طاقت ایک طرف اور کھرچن کی طاقت ایک طرف، غرضیکہ چاول وغیرہ کی کھرچن

میں بہت خوبیاں ہیں اس جملہ کے اور بہت معنی کیے گئے ہیں۔ بعض شارحین نے یہ معنی کیے کہ حضور انور تمام اہل و عیال، مہمانوں، زائرین، مساکین کو شوربا وغیرہ پہلے کھلا دیتے تھے خود آخر میں شوربے کا تلچھٹ ملاحظہ فرماتے تھے، مگر میرے نزدیک یہ معنی درست نہیں۔ حضور انور مہمانوں، زائرین، مساکین کے ساتھ ہی کھانا کھاتے تھے پھر آخر میں اکیلے کھانے کے کیا معنی۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۶۵)

27- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ وُضُوءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الطَّعَامِ

کھانے کے وقت وضو

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ، فَقُرِّبَ إِلَيْهِ الطَّعَامُ، فَقَالُوا : أَلَا نَأْتِيكَ بِوَضُوءٍ؟ قَالَ: إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ، إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلا سے (باہر) تشریف لائے تو آپ کو کھانا پیش کیا گیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم آپ کے لیے وضو کا پانی نہ لائیں؟ آپ نے فرمایا مجھے اس وقت وضو کا حکم ہے جب میں نماز کا ارادہ کروں۔

❖ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ : خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْغَائِطِ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلا سے (باہر) تشریف لائے تو آپ کو کھانا پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ

فَقِيلَ لَهُ : أَلَا تَتَوَضَّأُ ؟ فَقَالَ: أَأُصَلِّي ،فَأَتَوَضَّأُ۔

کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا میں نماز پڑھنے لگا ہوں کہ وضو کروں؟

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ وہ حضرات سمجھے تھے کہ کھانے سے پہلے شرعی وضو کرنا واجب ہے اس لیے وضو کے لیے پانی لانے کی اجازت مانگی۔

یہ حصر غالب حالت کے لحاظ سے ہے ورنہ سجدۂ تلاوت، قرآن پاک چھونے، طواف کعبہ کرنے کے لیے بھی وضو کرنے کا حکم ہے، سجدۂ تلاوت کے لیے وضو شرط ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارے اس فرمان میں کہ کھانا وضو کر کے کھاؤ وضو سے مراد عرفی وضو ہے اور حکم استحبابی ہے، شرعی وضو کھانے کے لیے نہ فرض ہے نہ سنت، اس میں امت پر آسانی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶،ص۵۸)

❖ عَنْ زَاذَانَ ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ : قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ ، أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ بَعْدَهُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ ، وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات شریف میں پڑھا کہ (کھانا) کھانے کے بعد وضو کرنے میں برکت ہے، یہ بات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی اور جو کچھ تورات میں پڑھا تھا آپ کو سنایا تو آپ نے فرمایا کھانے سے پہلے اور بعد وضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونا) کھانے کی برکت ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ آپ سلمان فارسی ہیں۔

یعنی مسلمان ہونے سے پہلے میں نے توریت میں پڑھا تھا۔

یہاں وضولغوی معنی میں ہے جو بنا ہے وضوٗ سے بمعنی صفائی اور اچھائی، لہٰذا اس کے معنی ہیں ہاتھ ومنہ کی صفائی کرنا کہ ہاتھ دھونا کلی کرلینا۔

یا تو توریت شریف کے اس فرمان کی تصدیق وتائید کے لیے یا یہ پوچھنے کے لیے کہ اب اسلام میں بھی یہ حکم ہے یا دیگر احکام کی طرح منسوخ ہوگیا۔

یعنی توریت شریف میں دوبار ہاتھ دھونے کلی کرنے کا حکم تھا کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد مگر یہود نے صرف بعد رکھا پہلے کا ذکر مٹا دیا۔کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کلی کرنے کی ترغیب اس لیے ہے کہ عموماً کام کاج کی وجہ سے ہاتھ میلے دانت میلے ہوجاتے ہیں اور کھانے میں ہاتھ ومنہ چکنے ہوجاتے ہیں لہذا دونوں وقت یہ صفائی کرلو کھانا کھا کر کلی کرلینے والا شخص ان شاء اللہ پائیوریا سے محفوظ رہتا ہے، وضو میں مسواک کرنے کا عادی دانتوں اور معدے کے امراض سے بچارہتا ہے، کھانے کھانے کے فوراً بعد پیشاب کرلینے کی عادت ڈالو اس سے گردہ ومثانہ کے امراض سے حفاظت ہے، بہت مجرب ہے۔(مراۃ المناجیح، ج٦،ص٥٧)

28- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَ مَا يَفْرُغُ مِنْهُ

کھانے سے قبل اور بعد کے کلمات مبارکہ

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ جَنْدَلٍ الْيَافِعِيِّ ، عَنْ حَبِيبِ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا میں

بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، يَوْمًا، فَقَرَّبَ طَعَامًا، فَلَمْ أَرَ طَعَامًا كَانَ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْهُ، أَوَّلَ مَا أَكَلْنَا، وَلا أَقَلَّ بَرَكَةً فِي آخِرِهِ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ هَذَا؟ قَالَ: إِنَّا ذَكَرْنَا اسْمَ اللهِ حِينَ أَكَلْنَا، ثُمَّ قَعَدَ مَنْ أَكَلَ وَلَمْ يُسَمِّ اللَّهَ تَعَالَى فَأَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ۔

نے اول و آخر میں نہایت برکت والا کھانا (کبھی) نہیں دیکھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہم نے کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی ہے (لیکن) پھر ایسے آدمی نے کھانا شروع کیا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی چنانچہ اس کے ساتھ شیطان نے کھایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ یا تو اس زمانہ کا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر میں رونق افروز تھے یا اسکے بعد اور کسی وقت کا، حضرت ابوایوب حضور کے پہلے میزبان ہیں۔

یعنی جب ہم نے کھانا شروع کیا تو اس میں بڑی برکت دیکھی اور جب فارغ ہونے لگے تو اس کھانے میں بہت ہی بے برکتی محسوس کی۔ برکت اور کثرت کا فرق ہم بارہا بیان کر چکے کثرت کمال نہیں برکت کمال ہے، اللہ تعالٰی ہر دینی و دنیاوی کاموں چیزوں میں برکت دے۔

یعنی کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ صرف بسم اللہ پڑھنا کافی ہے۔ باقی الرحمن الرحیم کہہ لینا بھی بہتر ہے مگر صحیح یہ ہے کہ پوری بسم اللہ

پڑھنی چاہیے اور ہر کھانے پر ہر شخص پڑھے حتی کہ حیض و نفاس والی عورتیں بھی پڑھیں، حرام اور مکروہ کھانے پر نہ پڑھے بھنگ، چرس، حقہ پر بسم اللہ نہ پڑھے، شراب نوشی پر بسم اللہ پڑھنا کفر ہے۔ (مرقات وغیرہ) اس کے پورے مسائل کتب فقہ میں مطالعہ کرو۔

یعنی کھانا شروع کرتے وقت ہم میں سے ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی دوران کھانے میں ایک شخص کھانے میں ایسا شریک ہوگیا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اور کھانا شروع کردیا تو اس کے ساتھ جو شیطان قرین تھا وہ اس کے ہمراہ ہمارے کھانے سے کھانے لگا اس لیے بے برکتی آخری میں ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے ساتھ رہنے والا شیطان ہے جسے قرین کہتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے وقت ہر شخص کا بسم اللہ پڑھ لینا اس کے ساتھی شیطان کے لیے مفید ہوگا دوسرے کے قرین کے لیے مفید نہیں لہذا ہر شخص کو بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اگر پچاس آدمی کی جماعت کھانے بیٹھے تو ہر شخص علیحدہ بسم اللہ پڑھے لہذا بسم اللہ پڑھنا سنت عین ہے سنت کفایہ نہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت کھانے بیٹھے تو بسم اللہ پڑھنا سنت کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص نے پڑھ لی تو سب کے لیے کافی ہوگئی اور جو شخص بعد میں کھانے میں شریک ہوا اسے علیحدہ بسم اللہ پڑھنی پڑے گی، وہ حضرات لفظ ثم سے دلیل پکڑتے ہیں مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے جیسا کہ انا ذکرنا جمع فرمانے سے معلوم ہوا ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۱)

❖ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ بُدَيْلٍ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو (یاد

عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ، فَنَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اللهَ تَعَالَى عَلَى طَعَامِهِ، فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ۔

آنے پر) یہ الفاظ کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ یعنی میں اس کھانے سے اول و آخر میں اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر سے مراد بسم اللہ شریف پڑھنا ہے کہ کھانے کے وقت یہی ذکر اللہ سنت ہے ہر وقت کا ذکر علیحدہ ہے۔خوشی کی خبر سننے کے وقت کا ذکر ہے الحمدللہ،غم کی خبر کا ذکر ہے اناللہ، بری بات سننے کے وقت کا ذکر ہے لاحول الخ تو کھانے کے وقت کا ذکر ہے بسم اللہ بلکہ وضو کرتے وقت،سوتے وقت،مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔اس جگہ بعض علماء نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے مراد یہ ذکر ہے حتی کہ اگر کھاتے وقت کلمہ طیبہ بھی پڑھ لے تو بھی یہ فائدہ حاصل ہوجائے گا۔شاید یہ حضرت کھاتے وقت اناللہ یالاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کو بھی مفید کہتے ہوں بہرحال قوی یہ ہے کہ یہاں ذکر اللہ سے مراد بسم اللہ شریف ہے۔

اصل میں فی اولہ و آخرہ تھافی کو دور کر دیا گیا اور اول آخر کو فتحہ دیا گیا۔اول آخر سے مراد کھانے کی ساری حالات ہیں،اول آخر درمیانی حالت جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا یہاں صبح شام سے مراد تمام اوقات ہیں یعنی جو شخص کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں جب یاد آجائے تب یہ کہہ لے بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ کھانا کھا چکنے ہاتھ دھونے لینے کلی کر لینے کے بعد یاد آوے تب بھی یہ ہی کہہ دے مگر صحیح یہ ہے کہ دوران کھانے میں یاد

آتے وقت ہی کہے تاکہ شیطان کھایا ہوا کھانا قے کردے بعد فراغ یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ (مراۃ المناجیح، ج ٦، ص ٥٢)

❖ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَعِنْدَهُ طَعَامٌ، فَقَالَ: ادْنُ يَا بُنَيَّ، فَسَمِّ اللَّهَ تَعَالَى، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے پاس کھانا (رکھا ہوا) تھا، آپ نے فرمایا بیٹے قریب ہوجاو! اور اللہ کا نام لے کر دائیں ہاتھ کے ساتھ اپنے آگے سے کھاؤ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ عمر ابن عبداللہ ابن عبدالامہ ہیں، قرشی مخزومی ہیں، جناب ام سلمہ رضی اللہ عنھا کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں، سنہ ۲ ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال تھی، ۸۳ھ سنہ میں عبدالملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے، جب حضور انور نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو آپ کو اور آپ کی بہن زینب کو اپنی پرورش میں لے لیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یعنی کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لیے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا جدھر سے دل چاہا ادھر سے بوٹی لے لی، ادھر ہی لقمہ شوربے میں بھگولیا۔

یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ ہر طرف سے نہ کھاؤ، یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبابی ہیں، بعض آئمہ کے ہاں داہنے ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے اور

داہنے ہاتھ سے پیئے یہ ہی سنت ہے، یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کرلے تو کافی نہیں ہر شخص داہنے ہاتھ سے کھائے، ہر شخص بسم اللہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے، ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۱۱)

❖ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ، قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور مسلمان بنایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خواہ اکیلے یا جماعت کے ساتھ پھر خواہ اپنے گھر والوں کے ساتھ خواہ مہمانوں کے ساتھ پھر خواہ اپنے گھر یا کسی اور کے گھر مہمان بن کر ہر کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

کھانے پانی سے جسم کی پرورش ہے، اسلام وایمان سے جان ودل کی پرورش، ان دونوں نعمتوں پر شکر کرتے تھے کیونکہ شکر سے نعمت بڑھتی ہے، قرآن مجید کا وعدہ ہے، فقط پانی پی کر یہ دعا نہ پڑھتے تھے وہاں صرف الحمد للہ کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر نئی نعمت پا کر نیا شکر کرے چونکہ کھانا اصل مقصود ہے اور پانی اس کے تابع اس لیے نعمت ظاہری کا ذکر پہلے فرماتے تھے باطنی کا بعد میں، نیز دعا کو اسلام کے ذکر پر ختم فرمانا اس لیے تھا کہ خاتمہ ایمان پر میسر ہو۔ (مرقات)

یہ حدیث احمد اور نسائی نے بھی روایت کی، ابن سنی نے اپنی کتاب الیوم واللیلۃ میں نقل فرمائی۔ غرضیکہ بہت محدثین نے نقل فرمائی۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۵۴)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ، يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، غَيْرَ مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا.

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے دسترخوان اٹھایا جاتا (یعنی آپ فارغ ہو جاتے) تو فرماتے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں بہت زیادہ پاکیزہ اور مبارک جنہیں نہ چھوڑا جائے اور وہ ہمارا رب ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ یہاں مائدہ سے مراد کپڑے کا دسترخوان ہے یا کھجور کے پتوں کا نہ کہ لکڑی کا خوان کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے خوان اور میز پر کھانا نہ کھاتے تھے۔

یعنی ایسی حمد جو ریا وغیرہ سے پاک ہو، اخلاص سے شامل ہو یہ تینوں کلمے یعنی کثیر، طیب اور مبارک حمدًا کی صفات ہیں اور حمدًا مفعول ہے نحمدہ فعل پوشیدہ کا۔

ظاہر یہ ہے کہ غیر پیش سے ہے ھو پوشیدہ کی خبر اور یہ کلام دعائیہ ہے، ھو کا مرجع بچا ہوا وہ کھانا ہے جو سامنے سے اٹھایا جا رہا ہے یعنی ابھی یہ کام ہم کو کافی نہ ہو چکا ہو، ہم سے وداع نہ ہو گیا ہو، ہم اس سے بے نیاز نہ ہو گئے ہوں، ہم کو پھر بھی عطا ہو۔ یہ تینوں

لفظ اسم مفعول ہیں مکفی۔ مودع اور مستغنی اور ہوسکتا ہے کہ غیر کو فتح ہو اور یہ حمداً کی صفت یا حال ہو یعنی ہم رب کی ایسی حمد کرتے ہیں جو نہ تو کفایت کی جاچکی ہے اور بس ہوچکی اور نہ آخری حمد ہے اور نہ ہم آئندہ کے لیے اس حمد سے بے نیاز ہوچکے ہم پھر بھی اپنے رب کی حمد کرتے رہیں اس کی نعمتوں کے گن گاتے رہیں اور ہوسکتا ہے کہ مکفی، مودع اور مستغنی تینوں اسم فاعل ہوں اور یہ عبارت نحمدہ کے مفاعل سے حال ہو تب معنی ہوں گے کہ ہم اتنی حمد پر کفایت ہی نہ کریں آئندہ بھی حمد کریں نہ حمد کی وداع کریں نہ آئندہ حمد الٰہی سے مستغنی و بے نیاز ہوجائیں مگر پہلی توجیہ ظاہر بھی ہے قوی بھی اور موقعہ کے مناسب بھی کہ کھانا کھا چکنے پر یہ دعا ہے تو کھانے کے متعلق ہونی چاہیے۔ ربنا مرفوع بھی ہوسکتا ہے منصوب بھی مجرور بھی۔ انت ربنا یا ربنا یہ اللہ کا بدل ہے تو مجرور ہے۔ (مرقات وغیرہ) (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۹)

❖ عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ، عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَأْكُلُ الطَّعَامَ فِي سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ، فَأَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ . فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : لَوْ سَمَّى لَكَفَاكُمْ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ اپنے چھ صحابہ کرام (کی مجلس) میں کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور وہ (کھانا) دو لقموں میں کھا گیا، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص بسم اللہ پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہوجاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں کہ امام غزالی فرماتے ہیں کہ صرف بسم اللہ پڑھنا کافی ہے۔ باقی الرحمن الرحیم کہہ لینا بھی بہتر ہے مگر صحیح یہ ہے کہ پوری بسم اللہ پڑھنی چاہیے اور ہر کھانے پر ہر شخص پڑھے حتی کہ حیض و نفاس والی عورتیں بھی پڑھیں، حرام اور مکروہ کھانے پر نہ پڑھے

بھنگ، چرس، حقہ پر بسم اللہ نہ پڑھے، شراب نوشی پر بسم اللہ پڑھنا کفر ہے۔(مرقات وغیرہ)اس کے پورے مسائل کتب فقہ میں مطالعہ کرو۔

یعنی کھانا شروع کرتے وقت ہم میں سے ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی دوران کھانے میں ایک شخص کھانے میں ایسا شریک ہوگیا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اور کھانا شروع کردیا تو اس کے ساتھ جو شیطان قرین تھا وہ اس کے ہمراہ ہمارے کھانے سے کھانے لگا اس لیے بے برکتی آخری میں ہوگئی۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے ساتھ رہنے والا شیطان ہے جسے قرین کہتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے وقت ہر شخص کا بسم اللہ پڑھ لینا اس کے ساتھی شیطان کے لیے مفید ہوگا دوسرے کے قرین کے لیے مفید نہیں لہٰذا ہر شخص کو بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اگر پچاس آدمی کی جماعت کھانے بیٹھے تو ہر شخص علیٰحدہ بسم اللہ پڑھے لہٰذا بسم اللہ پڑھنا سنت عین ہے سنت کفایہ نہیں۔بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت کھانے بیٹھے تو بسم اللہ پڑھنا سنت کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص نے پڑھ لی تو سب کے لیے کافی ہوگئی اور جو شخص بعد میں کھانے میں شریک ہوا اسے علیحدہ بسم اللہ پڑھنی پڑے گی، وہ حضرات لفظ ثُمَّ سے دلیل پکڑتے ہیں مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے جیسا کہ انا ذکرنا جمع فرمانے سے معلوم ہوا ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی۔(مرآۃ المناجیح، ج۶،ص۵۱)

❖ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ اللَّهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الأَكْلَةَ، أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص سے راضی ہوتا ہے جو ایک لقمہ کھانے یا ایک گھونٹ پانی پینے پر (بھی) اس کا شکر ادا کرتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اگر کسی وقت تھوڑا سا کھانا بھی کھائے ایک آدھ لقمہ تب بھی خدا کی حمد کرے۔ دوسرے یہ کہ کھاتے وقت ہر لقمہ پر اللہ کی حمد کرے ہم نے بعض بزرگوں کو کھانے کے ہر لقمے اور پانی کے ہر گھونٹ پر حمد کرتے دیکھا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۵۰)

29- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قَدَحِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پیالہ مبارک

❖ قَالَ : حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ : أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ، قَدَحَ خَشَبٍ ، غَلِيظًا ، مُضَبَّبًا بِحَدِيدٍ فَقَالَ : يَا ثَابِتُ ، هَذَا قَدَحُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم۔

حضرت ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہمیں لکڑی کا ایک موٹا پیالہ لاکر دکھایا جس میں لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے اور فرمایا اے ثابت! یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

شرح حدیث: تبرکاتِ نبوت

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ان متروکہ سامانوں کے علاوہ بعض یادگاری تبرکات بھی تھے جن کو عاشقانِ رسول فرطِ عقیدت سے اپنے اپنے گھروں میں محفوظ کئے ہوئے تھے اور ان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ موئے مبارک، نعلین شریفین اور ایک لکڑی کا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان تینوں آثار متبرکہ کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی۔۔۔الخ، الحدیث:۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج۲، ص ۳۴۳، ۳۴۴ ملخصاو فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی۔۔۔الخ، تحت الحدیث:۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج۶، ص ۱۷۳، ۱۷۴ ملتقطاً)

اسی طرح ایک موٹا کمبل حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جن کو وہ بطور تبرک اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں اور لوگوں کو اس کی زیارت کراتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مبارکہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے ایک موٹا کمبل نکالا اور فرمایا کہ یہ وہی کمبل ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ (صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، الحدیث:۳۱۰۸، ج۲، ص ۳۴۳)

❖ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، بِهَذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ ، الْمَاءَ ، وَالنَّبِيذَ، وَالْعَسَلَ، وَاللَّبَنَ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالہ میں حضور اکرم ﷺ کو پانی، نبیذ (جس پانی میں کھجوری ڈالی گئی ہوں) شہد اور دودھ پلایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ایک لکڑی کا پیالہ حضرت انس کے ہاتھ میں تھا، آپ نے لوگوں کو دکھا کر فرمایا کہ اس پیالہ سے میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی قسم کے شربت اور دودھ پلایا ہے یعنی یہ پیالہ بڑا ہی متبرک ہے کہ اسے حضور انور کے ہاتھ اور لب بارہا لگے ہیں، آپ نے بصرہ میں لوگوں کو اس پیالہ کی زیارت کرا کے یہ فرمایا، یہ پیالہ حضرت انس کی اولاد کے پاس بطور تبرک رہا، پھر نضر ابن انس کی اولاد سے آٹھ

لاکھ روپیہ کے عوض خریدا گیا۔ (مرقات) یہاں اشعۃ اللمعات میں ہے کہ امام بخاری نے اس پیالہ کی بصرہ میں زیارت کی اور اس سے پانی پیا۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ حضور کے استعمالی برتنوں کو برکت کے لیے اپنے پاس رکھتے تھے اور لوگوں کو زیارت کراتے تھے، آنکھ والے ان چیزوں کی قدر جانتے ہیں۔ ابھی گزر گیا کہ حضرت کبشہ نے مشکیزے کا وہ چمڑا کاٹ کر رکھ لیا جس سے حضور نے پانی پیا تھا۔ مثنوی میں ہے کہ حضرت جابر کے گھر وہ کپڑے کا دستر خوان تھا جس سے حضور نے ہاتھ و منہ پونچھ لیے تھے جب وہ میلا ہو جاتا تھا تو اسے آگ میں ڈال دیتے میل جل جاتا کپڑا محفوظ رہتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

قوم گفتند اے صحابی عزیز
چوں نہ سوزید و منقی گشت نیز
گفت روزے مصطفی دست ودہاں
بس بما لید اندریں دستار خواں
اے دل ترسندہ ازنار و عذاب
باچنیں دست و دہاں کن انتساب

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۳۳)

30- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ فَاكِهَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پھل کا استعمال

❖ عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ.

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تر کھجور کے ساتھ ککڑی استعمال فرمایا کرتے

تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب ہیں یعنی حضرت علی کے بھتیجے، آپ کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں، حبشہ میں آپ کی ولادت ہوئی، وہاں اسلام میں پہلے آپ ہی پیدا ہوئے، مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں وفات ہوئی، نوے سال عمر شریف ہوئی، آپ بڑے ہی سخی تھے اس سے آپ کا لقب بحر الجود پڑ گیا تھا، آپ سے بہت حضرات نے احادیث کی روایت کی۔ (اکمال)

کھجور طبعًا گرم وخشک ہے اور ککڑی سرد وتر، ان دونوں کے ملنے سے اعتدال ہو کر فائدہ بڑھ جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ککڑی اور کھجور کو کبھی تو معدہ میں جمع فرمایا کہ بیک وقت کبھی کھجور کھائی کبھی ککڑی اور چبانے میں جمع فرمایا کہ کھجور منہ شریف میں رکھ لی اور ککڑی بھی کتر لی اور دونوں ملا کر چبائیں، کبھی کھجور اور تربوز بھی ملا کر کھائے ہیں، کھجور ککڑی ملا کر کھانا صحت کے لیے بہت ہی مفید ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میری رخصتی حضور انور کے پاس ہونے والی تھی مگر میں بہت کمزور تھی میری ماں نے مجھے کھجور ککڑی ملا کر کھلائیں میں چند روز میں موٹی ہوگئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک وقت چند کھانے کھانا جائز ہیں۔ جن روایت میں اس سے ممانعت آئی ہے وہاں اس کی عادت ڈالنا مراد ہے یعنی عادت رکھے ایک کھانے کی مگر کبھی کبھی چند کھانے بھی کھالے تو حرج نہیں، اللہ تعالٰی کی نعمتوں کا جمع کرنا ممنوع نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور تو مرغوب تھی ہی ککڑی بھی بہت مرغوب تھی۔ (مرقات واشعہ) بعض بزرگانِ دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فاتحہ میں دوسرے کھانوں کے ساتھ کھجوریں اور ککڑیاں اور تربوز بھی رکھتے ہیں ان کے اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۵)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، كَانَ يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تر کھجور کے ساتھ تربوز تناول فرمایا کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جس سے تربوز تو کھجور سے میٹھا ہو جاتا اور کھجور تربوز سے تر ہو جاتی تھی، نیز تربوز ٹھنڈا ہے کھجور گرم، دونوں مل کر معتدل ہو جاتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بطیخ اصغر خربوزہ کو کہتے ہیں اور بطیخ اخضر تربوز کو، یہاں بطیخ اخضر یعنی تربوز مراد ہے لیکن تربوز ہی ٹھنڈا ہوتا ہے خربوزہ تو خود گرم ہے۔ بعض شارحین نے اس کے معنی خربوزہ کئے مگر قوی وہ ہی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۷۳)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يَجْمَعُ بَيْنَ الْخِرْبِزِ وَالرُّطَبِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور تر کھجور کھانے میں جمع کرتے ہوئے دیکھا۔

شرح حدیث: Here are some benefits of melon, namely

Melon fruit to maintain skin health:

Melon fruit that contains collagen protein compounds that affect the integrity of the cell structure in all connective tissue such as skin. Collagen also serve For accelerates wound healing and maintain skin firmness. If you often eat melon means the skin will not be

rough and dry.

Melon Fruit as Anti-cancer:

Melon fruit contains high carotenoid that this fruit can prevent cancer and reduce the risk of lung cancer. Melon fruit can prevent and kill cancer seeds that will invade our bodies. So try to avoid eating melon cancer.

Melon Fruit as Anti stroke/heart:

Melon contains an anticoagulant called adenosine to stop clotting of blood cells which can lead to stroke or heart disease. So the melons will help smooth the blood in the body so that a small risk of stroke or heart disease incidence.

Melon Fruit for Relieves heartburn:

Water levels on melon fruit reached 95 %giving the effect that menyejukkan.Karena, melons can be useful to relieve heartburn.

Melon Fruit for Smooth CHAPTER:

Melons can launch BAB (big water baung) when we have digestive problems then eat melon to be easy and smooth bowel movement. Water content in the

melon is very good for digestion. Mineral content is able to eliminate the acidity of the body need to be eliminated because it can interfere with digestion, particularly in the stomach organ.

Melon fruit helps heal kidney disease and eczema.

Melon has a very good diuretic power so that it can help cure kidney disease and severe eczema and akut.Jika combined with lemon, melon can suppress the disease gout.

Those are some of the benefits of melon fruit is very good for maintaining a healthy body. Hopefully this article can be useful for all of us.

❖ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَكَلَ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تر کھجور کے ساتھ تربوز تناول فرمایا کرتے تھے۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت اور ککڑی

میرے آقا اعلیٰحضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولیٔ نعمت، عظیم البَرَکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دِین ومِلَّت، حامیٔ سنّت، ماحِیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر وبَرَکت، حضرتِ علامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری الشاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن ایک بار کہیں مدعو تھے، کھانا لگا دیا گیا، سب کو سرکار

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کھانا شروع فرمانے کا انتظار تھا، اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ککڑیوں کے تھال میں سے ایک قاش اُٹھائی اور تناوُل فرمائی، پھر دوسری ----پھر تیسری---- اب دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی ککڑی کے تھال کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب کو روک دیا اور فرمایا، ساری ککڑیاں میں کھاؤں گا۔ چُنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب ختم کر دیں، حاضرین مُتَعَجِّب تھے کہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو بہُت قلیلُ الغذاء یعنی کم غِذا استعمال فرمانے والے ہیں، آج اتنی ساری ککڑیاں کیسے تناوُل فرما گئے! لوگوں کے اِستِفسار پر فرمایا، میں نے جب پہلی قاش کھائی تو وہ کڑوی تھی اس کے بعد دوسری اور تیسری بھی۔ لہٰذا میں نے دوسروں کو روک دیا کہ ہوسکتا ہے کوئی صاحِب ککڑی مُنہ میں ڈال کر کڑوی پا کر تُھوتھو کرنا شُروع کر دیں چونکہ ککڑی کھانا میرے میٹھے میٹھے آقا مدینے والے مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سنّتِ مبارکہ ہے اس لئے مجھے گوارا نہ ہوا کہ اِس کو کھا کر کوئی تُھوتھو کرے۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوا بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُولُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ نیا پھل دیکھتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے آپ اسے لے کر یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت فرما! ہمارے مدینہ ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت دے (صاع اور مد وزن کرنے دو پیمانے ہیں) اے اللہ بے شک ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل ہیں

اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم ، قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثِمَارِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا، اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ ، وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ، وَإِنِّي أَدْعُوكَ لِلْمَدِينَةِ، بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ، قَالَ: ثُمَّ يَدْعُو أَصْغَرَ وَلِيدٍ يَرَاهُ، فَيُعْطِيهِ ذَلِكَ الثَّمَرَ ۔

اور میں تمھارا بندہ اور رسول ہوں۔ انہوں (حضرت ابراہیم السلام) نے مکہ مکرمہ کے لے دعا کی اور میں تجھ سے مدینہ طیبہ کے لیے اتنی دعا کرتا ہوں جتنی انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے کی اور اتنی مزید دعا (بھی) کرتا ہوں۔ (راوی کہتے ہیں) پھر آپ کسی چھوٹے جو سامنے نظر آنے والے بچے کو بلا کر وہ پھل دیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی باغ والے اپنے باغ کا پہلا پھل، یوں ہی مدینہ والے جب بازار میں نیا پھل دیکھتے تو حضور انور کی خدمت میں ہدیۃً لاتے تا کہ باغ میں اور گھروں میں برکت رہے، بعض لوگ پہلے پھل پر فاتحہ دے کر بچوں میں تقسیم کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، فاتحہ میں ثواب کا نذرانہ ہوتا ہے اگر ہم کو وہ میسر نہ ہوا تو ہدیہ ثواب ہی کریں۔

مدینہ کی آبادی میں بھی برکت دے اور یہاں کے پھل فروٹ میں بھی حضور کی دعائیں قبول ہوئیں۔ چنانچہ زمانہ فاروقی میں مدینہ میں چالیس ہزار سوار فوجی تھے، پیادے ان کے علاوہ دوسری آبادی ان کے سواء اور وہاں کے پھلوں کی برکت تو مشہور ہی ہے۔ (مرقات)

صاع و مد سے مراد ان پیمانوں میں نپنے والے دانہ ہیں جیسے گندم جو وغیرہ، پھلوں کی برکت کی دعا پہلے گزر گئی اور غلہ کی برکت کی دعا یہ ہے، ہمارے لیے فرما کر یہ بتایا کہ یہ برکتیں مسلمانوں کے لیے ہوں۔

حضور انور نے حضرت ابراہیم کے خلیل ہونے کا تو ذکر فرمایا مگر اپنے حبیب ہونے کا ذکر نہ فرمایا تواضع وانکسار کے لیے۔ خلیل وہ جو رب کی مانے، حبیب وہ کہ رب اس کی مانے، خلیل بیرونی دوست، حبیب اندرونی دوست، دوستوں سے ملاقات پردہ کے باہر ہوتی ہے حبیب سے ملاقات پردہ کے اندر۔ شعر

تم تو مغز اور پوست اور ہیں باہر کے دوست
تم ہو درون سرا تم پہ کروڑوں درود

نبی و رسول کبھی ہم معنے ہوتے ہیں اور کبھی نبی رسول سے عام نبوت میں رب تعالٰی سے فیض لیتا ہے اور رسالت میں دوسروں کو فیض دیتا ہے۔ حق یہ ہے نبوت سے رسالت افضل ہے رسول تین سو تیرہ ہیں، نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش، نبی کی ولایت ان کی نبوت سے بعض کے نزدیک افضل ہے، بعض کے ہاں برعکس۔

(مرقات)

جناب خلیل نے مکہ معظمہ کے لیے دعا کی تھی فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ خدایا لوگوں کے دل مکہ معظّمہ کی طرف مائل فرمادے اور یہاں کے باشندوں کو پھل دے تا کہ وہ شکر ادا کریں۔

اور سے مراد صرف دوگنی نہیں بلکہ کئی گنی یعنی مدینہ کی طرف لوگوں کے دل خوب مائل کردے اور یہاں بہت پھل فروٹ پیدا فرما، برکتیں دے، اس دعا شریف کا اثر آج بھی دیکھا جا رہا ہے کہ مکہ معظّمہ سے زیادہ مدینہ پاک کی طرف لوگوں کا میلان قلبی ہے، مدینہ کی تعریف میں ہزار ہا قصیدے لکھے گئے، وہاں کا سا پانی، کھانا پھل اور جگہ

دیکھے نہ گئے۔

اس حدیث سے پہلے پھل پر، پھل سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بچوں میں تقسیم کرنا سب کچھ ثابت ہے کہ حضور انور پھل سامنے رکھ کر یا ہاتھ میں لے کر یہ دعا پڑھتے تھے، فاتحہ میں کھانا، پھل سامنے ہوتے ہیں، ایصال ثواب اور دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں، حضور انور نے بچہ کو یہ پھل دیئے، اب بھی بچوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۳۴۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: بَعَثَنِي مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَعَلَيْهِ أَجْرٌ مِنْ قِثَّاءٍ زُغْبٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُحِبُّ الْقِثَّاءَ، فَأَتَيْتُهُ بِهِ وَعِنْدَهُ حِلْيَةٌ قَدْ قَدِمَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَمَلأَ يَدَهُ مِنْهَا فَأَعْطَانِيهِ۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں مجھے میرے چچا معاذ بن عفرا نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال دے کر بھیجا جس کے اوپر روئیں دار خربوزے رکھے ہوئے تھے، میں یہ تھال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے کر آئی کیونکہ آپکو خربوزے پسند تھے۔ آپ کے پاس وقت بحرین سے آئے ہوئے بہت سے زیور رکھے ہوئے تھے، اس میں سے آپ نے ہاتھ بھر کر مجھے دیا۔

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے

مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ ، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم ، بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ، وَأَجْرٍ زُغْبٍ، فَأَعْطَانِي مِلْءَ كَفِّهِ حُلِيًّا أَوْ قَالَتْ: ذَهَبًا.

پاس تازہ کھجوروں کا ایک تھال لے کر آئی جس پر چھوٹی چھوٹی روئیں والے خربوزے تھے تو آپ نے ہاتھ بھر کر مجھے زیوارات دیے یا (راویہ نے کہا) سونا دیا۔

شرح حدیث: حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ انصاریہ صحابیہ ہیں اور جنگ بدر میں ابو جہل کو قتل کرنے والے صحابی حضرت معوذ بن عفرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں انہوں نے بیعت الرضوان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلم اان پر بڑا خاص کرم تھا ان کی شادی کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم ان کے مکان پر تشریف لے گئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں کھجور کا ایک خوشہ نذر کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہ وسلّم نے اس کو قبول فرما کر کچھ سونا یا چاندی ان کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم اس کے زیور بنوالو امام واقدی نے ان کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک عورت اسماء بنت مخرمہ مدینہ منورہ میں عطر بیچا کرتی تھی وہ عطر لے کر حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آئی اور کہا کہ تم اس شخص کی بیٹی ہو جس نے اپنے سردار یعنی ابو جہل کو قتل کر دیا؟ تو انہوں نے تڑپ کر جواب دیا میں اس شخص کی بیٹی ہوں جس نے اپنے غلام یعنی ابو جہل کو قتل کر دیا یہ جواب سن کر عطر بیچنے والی عورت جھلاگئی اور کہا کہ مجھ پر حرام ہے کہ میں تمہارے ہاتھ اپنا عطر بیچوں تو حضرت ربیع نے بھی جوش میں آ کر یہ کہہ دیا کہ مجھ پر حرام ہے کہ میں تیرا عطر خریدوں تیرے عطر سے تو بدبودار میں نے کسی کا

عطر ہی نہیں پایا حضرت ربیع کہتی ہیں اس کا عطر بدبودار نہیں تھا مگر میں نے اس کو جلانے کے لئے اس کے عطر کو بدبودار کہہ دیا تھا کیونکہ وہ ابوجہل کی مداح تھی۔

(الاستیعاب، باب النساء، باب الرّاء ۳۳۰۷، الربیع بنت معوذ، ج ۴، ص ۳۹۶)

31- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَرَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مشروبات مبارک

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، الْحُلْوُ الْبَارِدُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا میٹھا پانی زیادہ پسند تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ امام زہری بھی تابعی ہیں اور عروہ ابن زبیر ابن عوام بھی تابعی ہیں۔ابن شہاب فرماتے ہیں کہ عروہ علم کے دریا ناپیدا کنار ہیں۔(مرقات)

یعنی عموماً ٹھنڈا میٹھا پانی پسند فرماتے تھے، دودھ کی لسی بھی پسند تھی مگر وہ کبھی کبھی ملاحظہ فرماتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کی خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی میں دودھ ملا ہوا پسند تھا یا شہد سے میٹھا کیا ہوا پانی مرغوب تھا کہ وہ خاص حالات کا ذکر ہے اور یہاں عام حالات کا۔

اس لیے کہ سفیان ابن عیینہ کے سوا باقی تمام محدثین نے اسے عن الزہری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا، صرف سفیان ابن عیینہ نے عن عروہ عن عائشہ کی زیادتی کی ہے مگر ثقہ کی زیادتی مقبول ہے، نیز امام احمد نے اور حاکم نے اپنی

مستدرک میں اسے بروایت عائشہ صدیقہ روایت فرمایا۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ٦، ص ١٣٠)

❁ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُمَرَ هُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، أَنَا، وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَلَى مَيْمُونَةَ، فَجَاءَتْنَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ، فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَأَنَا عَلَى يَمِينِهِ، وَخَالِدٌ عَلَى شِمَالِهِ، فَقَالَ لِي: الشَّرْبَةُ لَكَ، فَإِنْ شِئْتَ آثَرْتَ بِهَا خَالِدًا، فَقُلْتُ: مَا كُنْتُ لأُوثِرَ عَلَى سُؤْرِكَ أَحَدًا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مَنْ أَطْعَمَهُ اللهُ طَعَامًا، فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ، وَمَنْ سَقَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَبَنًا، فَلْيَقُلِ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، آپ دودھ کا ایک برتن لائیں جس میں سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پیا، میں آپ کی دائیں جانب تھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بائیں جانب، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ پینے کا حق تمھارا ہے لیکن اگر تم چاہو تو حضرت خالد کو ترجیح دے سکتے ہو، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے بقیہ پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دوں گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے وہ یہ دعا پڑھے کہ اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت دے اور ہمیں اس سے اچھا کھلا، اور جسے اللہ تعالیٰ دودھ عطا کرے وہ یہ دعا مانگے، اے اللہ!

اللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ ثُمَّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِءُ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، غَيْرُ اللَّبَنِ۔

ہمارے لیے اس میں برکت دے اور اس سے زیادہ عطا فرما، پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا دودھ کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پانی (دونوں کو) کفایت کرے۔

شرح حدیث: محبت کے انداز

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ی محبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنادیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم امعمول تھا کہ ہر کام کی ابتداء داہنے جانب سے فرماتے اس لئے آپ نے ابن عباس سے فرمایا۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا، بولیں، میں اگر چہ روزے سے ہوں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی ہوں۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیثِ ام ھانی، الحدیث:۲۶۹۵۸، ج۱۰، ص۲۶۰)

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کھانا کھارہے تھے، ان کو بھی شریک کرنا چاہا، وہ روزے سے تھے اس لئے ان کو افسوس ہوا کہ ہائے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کھانا نہ کھایا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب عرض الطعام، الحدیث:۳۲۹۹، ج۴، ص۲۶)

Health Benefits of Milk

Milk is an extremely beneficial drink for the health of the human body. Some of the advantages of drinking this life-giving nectar are as follows:

Calcium: Milk is the best source of calcium that we can supply to our body. Calcium protects the body from major chronic ailments such as cancer, bone loss, arthritic conditions, migraine headaches, pre-menstrual syndrome, and obesity in children. It also functions as a healthy aid in losing unwanted fats and reducing weight. Calcium is an essential mineral in the creation of bone matter, and bone mineral density measurements rely highly on calcium as the main support structure of our body. Milk is the quickest, least expensive, and most readily available source of calcium on the market.

Heart Health: Although most of the focus of calcium is on bones, it has also been shown to reduce cardiovascular disease and the chances of strokes. Two long-term studies in Japan have positively shown a correlation between daily calcium intake and a reduction in stroke, atherosclerosis, and cardiovascular disease. Therefore, grab some milk for a healthier heart! Furthermore, the magnesium and potassium content in milk both act as vasodilators, which reduces

blood pressure, increases blood flow to vital organs, and reduces the stress on the heart and cardiovascular system. The peptides found in milk are also believed to inhibit the creation of ACEs,(angiotensin-converting enzymes) which increase blood pressure.

Healthy Bones: As mentioned above, milk is rich in calcium, which is essential for growth and the proper development of strong bone structure. Bone disorders such as osteoporosis can be prevented with a significant daily intake of milk. Children deprived of cow's milk have an increased chance of suffering from bone fractures when injured, and their healing time will be significantly higher if they don't have a steady stream of calcium to aid in the regrowth of bone matter.

Healthy Teeth: Encouraging children and youngsters to drink milk will give them excellent dental health, as milk protects the enamel surface against acidic substances. Drinking milk for energy and health would also lessen the frequency of children consuming soft drinks, thus reducing the risk of

decaying teeth and weak gums. (Medical News u.k)

32- بَابُ مَا جَاءَ فِي شُرْبِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پانی کا استعمال

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الأَحْوَلُ، وَمُغِيرَةُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ ، وَهُوَ قَائِمٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی پیا اس حال میں کہ آپ کھڑے ہوئے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ بھی سنت ہے کہ آبِ زمزم کھڑے ہوکر پیے تعظیم کے لیے۔اس پانی کی دو وجہ سے تعظیم ہے: ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے پیدا ہوا۔دوسرے یہ کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف ملا ہوا ہے کہ ان حضور سرکار نے ایک بار زمزم شریف پی کر باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔بعض شارحین نے فرمایا اژدہام کی وجہ سے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لیے کھڑے ہوکر پیا یہ غلط ہے کہ آبِ زمزم ہمیشہ کھڑے ہوکر پینا چاہیے۔(مراۃ المناجیح، ج۶،ص۱۱۶)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ ،

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے پانی

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، يَشْرَبُ قَائِمًا، وَقَاعِدًا ۔

پیتے دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوکر پینا ضرورت کے موقعہ پر تھا یا زمزم یا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا باقی پانی بیٹھ کر پئے یا کھڑے ہوکر پینا بیان جواز کے لیے تھا بیٹھ کر پینا بیان استحباب کے لیے لہذا دونوں عمل درست ہی ہیں۔(مراۃ المناجیح، ج٦،ص١١٦)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارِكِ، عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، مِنْ زَمْزَمَ ،فَشَرِبَ، وَهُوَ قَائِمٌ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو آبِ زم زم پیش کیا تو آپ نے کھڑے ہوکر پیا۔

شرح حدیث: آبِ زمزم کے فضائل

خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”جس وقت جبرائیلِ امین (علیہ السلام) نے اپنی ایڑی مار کر زمین سے چاہِ زمزم جاری کیا تو حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی والدہ ماجدہ اسے وادی میں جمع کرنے لگیں، اللہ عزوجل ان پر رحم فرمائے اگر وہ اسے اسی طرح چھوڑ دیتیں تو ساری وادی بھر جاتی“۔(السنن الکبری للنسائی، کتاب المناقب، باب ہاجرہ رضی اللہ تعالی عنہا، الحدیث: ٨٣٧٦، ج٥، ص٩٩)

سَیِّدُ الْمُبَلِّغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

"آبِ زمزم جبرائیل (علیہ السلام) کا "هَزْمَة" (یعنی ہاتھ یا پاؤں سے زمین میں بننے والا گڑھا) ہے، اور پھر ان دونوں (یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جبرائیل علیہ السلام) نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث: ۲۷۱۳، ج۲، ص ۳۶۵)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: آبِ زمزم دنیا و آخرت کے جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے کافی ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب المناسک، باب الشرف من زمزم، الحدیث: ۳۰۶۲، ص ۲۶۶۲، بدون من امر الدنیا والآخرۃ)

مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آبِ زمزم پیٹ بھر کر پینا نفاق سے چھٹکارا دیتا ہے۔

(فردوس الأخبار، باب التاء، الحدیث: ۲۲۵۵، ج۱، ص ۳۰۹)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: آبِ زمزم سطحِ زمین پر موجود ہر پانی سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۱۶۷، ج۱۱، ص ۸۰)

فقط زمزم پر زندگی

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے تو روزانہ مسجد حرام میں جاکر اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہتے اور کفار مکہ ان کو اس قدر مارتے تھے کہ یہ مرنے کے قریب ہوجاتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لوگوں سے یہ کہہ کر بچایا کرتے تھے کہ یہ قبیلہ غفار کے آدمی ہیں جو تم قریشیوں کی شامی تجارت کی شاہراہ پر واقع ہے۔ لہٰذا ان کو ایذا مت دو ورنہ تمہاری شامی تجارت کا راستہ بند ہوجائے گا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پندرہ دن اور پندرہ رات اسی حرم کعبہ میں روزانہ اپنے اسلام کا اعلان کرتے اور کفار سے مار کھاتے رہے اور ان پندرہ دنوں اور راتوں میں زمزم شریف کے پانی کے سوا ان کو گیہوں یا چاول کا ایک دانہ یا ذرہ برابر کوئی دوسری غذا میسر نہیں ہوئی مگر یہ صرف زمزم شریف پی کر زندہ رہے اور پہلے سے زیادہ تندرست اور فربہ ہو گئے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ زمزم، الحدیث: ۳۵۲۲، ج۲، ص۴۸۰ و فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ زمزم، تحت الحدیث: ۳۵۲۲، ج۶، ص۴۵۹)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْكُوفِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ الْفُضَيْلِ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ، قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ، بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ، وَهُوَ فِي الرَّحْبَةِ، فَأَخَذَ مِنْهُ كَفًّا، فَغَسَلَ يَدَيْهِ، وَمَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَ، وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ، ثُمَّ شَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: هَذَا وُضُوءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ، هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَعَلَ۔

حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ دارالقضا میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس پانی کا ایک کوزہ لایا گیا، آپ نے اس سے چلو بھر کر ہاتھوں کو دھویا، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، چہرے، بازوؤں اور سر مبارک کا مسح کیا اور پھر باقی پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا، پھر آپ نے فرمایا یہ اس شخص کا وضو ہے جو بے وضو نہ ہوا اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ صاف معلوم ہوا کہ اعضاء کا دھونا تین تین بار سنت ہے مگر مسح ایک ہی بار۔ یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے۔

یعنی مع ٹخنوں کے تین بار دھوئے۔ اِلیٰ بمعنی مع ہے اور چونکہ پہلے تین تین بار کا ذکر ہو چکا ہے اس لیے یہاں ذکر نہ کیا۔

معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے، چونکہ اس پانی سے ایک عبادت ادا کی گئی اس لئے یہ برکت والا بھی ہے اور حرمت والا بھی، جیسے آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا اس لئے اس کی بھی حرمت ہے وہ بھی کھڑے ہو کر پیا جاتا ہے، صحابہ کبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا غسالہ پیتے اور آنکھوں سے لگاتے تھے۔ بعض مریدین اپنے پیر کا جھوٹا پانی اور ان کا دیا ہوا تبرک کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہیں اس احترام کی اصل یہ احادیث ہیں۔

یعنی مجھے اس وقت وضو کی ضرورت نہ تھی تمہاری تعلیم کے لیے تمہیں وضو کر کے دکھایا۔ معلوم ہوا کہ عملی تبلیغ بھی ضروری ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۱، ص۳۸۹)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي عِصَامٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم: كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا إِذَا شَرِبَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پانی پیتے، تین سانس لیتے اور فرماتے یہ زیادہ خوشگوار اور سیراب کرنے والا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے میں برتن سے علیحدہ منہ کر کے تین

سانسیں لیتے تھے۔ پہلی سانس پینا شروع کرتے وقت پھر کچھ پی کر سانس لیتے یہ دوسرا سانس شریف ہوا، پھر کچھ پی کر تیسرا سانس لیتے یہ تیسرا سانس ہوا یعنی دوران پینے میں دو سانس لیتے تھے اور کل تین سانس، یہ عمل شریف ہر پینے میں ہوتا تھا خواہ پانی ہو یا دودھ یا شربت یا کوئی اور چیز اور یہ ہی سنت ہے مگر خیال رہے کہ یہ سانسیں برتن سے منہ الگ کر کے ہیں۔

اروی بنا ہے روی سے بمعنی سیرابی اس لیے مشکیزہ کو راویہ کہتے ہیں کہ یہ ذریعہ سیری ہے اور ابری بنا ہے برء سے بمعنی دوری صحت کو براءت کہتے ہیں کہ اس میں مرض سے دوری ہوجاتی ہے، ابرا کا معنی زیادہ صحت بخش ہے اور امراء بنا ہے مرالطعام سے بمعنی کھانا ہضم ہوجانا یعنی تین سانسوں میں پینے سے یہ تین فائدے ہیں، ان فوائد کا آج بھی مشاہدہ ہوتا ہے، ایک سانس میں پانی پینے سے زیادہ پیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سرکار اول میں بسم اللہ پڑھتے اور تیسری بار پی کر الحمدللہ پڑھتے تھے، یہی سنت ہے اور فرماتے تھے کہ ایک سانس میں پانی پینا شیطان کا طریقہ ہے اور اس سے مرض کباد یعنی جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے، یہ حدیث بہت اسنادوں پر مروی ہے اس کی تفصیل یہاں مرقات میں ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۱۱۱)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ رِشْدِينِ بْنِ كُرَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا شَرِبَ، تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب پانی پیتے، دو مرتبہ سانس لیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ بہتر تو یہ ہی ہے کہ تین سانسوں میں پیو دو سانسیں درمیان میں لو ایک آخر میں یا دو سانسوں میں پیو کہ ایک سانس پینے کے بیچ میں لو دوسری آخر میں مگر ہر سانس برتن کو منہ سے الگ کر کے لو۔

یعنی جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہو۔ احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں بسم اللہ پڑھ کر پینا شروع کرے پہلی سانس لینے پر کہے الحمد للہ، دوسری سانس لینے پر کہے الحمد للہ رب العالمین، تیسری سانس پر کہے الرحمن الرحیم۔ (اشعۃ اللمعات) اس کے متعلق اور دعا میں بھی منقول ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج٦، ص١٣٦)

(مدینہ) پانی کی کمی یا زیادتی کی بنا پر یا بیان جواز کے لیے کبھی ایسا کرتے ورنہ عادتِ مبارکہ تین مرتبہ سانس لینے ہی کی تھی، یا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے درمیان والے دو سانس مراد لیے، لہذا روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ جَدَّتِهِ كَبْشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَشَرِبَ مِنْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ إِلَى فِيهَا فَقَطَعْتُهُ۔

حضرت عبدالرحمن بن ابو عمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی دادی حضرت کبشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں، (وہ فرماتی ہیں کہ) حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو آپ نے لٹکے ہوئے ایک مشکیزے سے کھڑے ہو کر پانی پیا، پھر میں نے مشکیزے کا منہ کاٹ لیا (کاٹ کر بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کبشہ دو ہیں: ایک کبشہ بنت ثابت ابن منذر انصاریہ ہیں جو حضرت

حسان ابن ثابت کی بہن ہیں انہیں کبیشہ بھی کہا جاتا ہے، ان کا لقب برضاء ہے۔ دوسری کبشہ بنت کعب ابن مالک انصاریہ یعنی عبداللہ ابن قتادہ کی بیوی، نہ معلوم یہ کون سی کبشہ ہیں۔ بعض محدثین نے فرمایا پہلی کبشہ ہیں، بعض نے فرمایا دوسری، چونکہ دونوں کبشہ صحابیہ ہیں اس لیے یہ ناواقفیت مضر نہیں کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں۔(مرقات)

اس سے معلوم ہوا کہ مشکیزے سے منہ لگا کر پینا اور کھڑے پینا دونوں جائز ہیں۔ جہاں ممانعت آئی وہاں ممانعت تنزیہی یا خلاف اولیٰ مراد ہے۔

یعنی مشکیزے کے منہ کا چمڑا جسے حضور انور کے لب لگے تھے میں نے کاٹ کر رکھ لیا کیوں، اس کی تین وجہ ہیں: ایک شفاء کے لیے کہ مدینہ کے بیماروں کو اس چمڑہ کو ڈبو کر پانی پلایا کروں، تبرک کے لیے کہ اپنے پاس برکت کے لیے رکھوں اور اس لیے کہ کسی اور کا منہ اسے نہ لگے کہ یہ بے ادبی ہے اسے حضور کا منہ شریف لگا ہے۔ (مرقات) ترمذی نے حضرت ام سلیم کا یہ ہی واقعہ نقل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو مقبول بندوں کا منہ لگ جائے وہ شفاء بن جاتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کی شفا بن گئی۔ (دیکھو قرآن مجید) یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جسم شریف سے لگی ہوئی چیز سے برکت لینا جائز ہے وہ متبرک ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج٦، ص١٢٩)

❖ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، يَتَنَفَّسُ فِي الإِنَاءِ ثَلَاثًا، وَزَعَمَ أَنَسٌ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الإِنَاءِ

حضرت ثمامہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (پانی پیتے وقت) تین مرتبہ سانس لیتے اور فرماتے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بھی) تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔

ثلاثًا.

شرح حدیث: پانی پینے کا طریقہ

جو کچھ بھی پیو بسم اللہ پڑھ کر داہنے ہاتھ سے پیو بائیں ہاتھ سے پینا شیطان کا طریقہ ہے جو چیز بھی پیو تین سانس میں پیو اور ہر مرتبہ برتن سے منہ ہٹا کر سانس لو چاہے کہ پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ ایک گھونٹ پئے اور تیسری سانس میں جتنا چاہے پی لے کھڑے ہو کر ہرگز کوئی چیز نہ پیئے۔

حدیث شریف میں اس کی ممانعت ہے پانی چوس چوس کر پینا چاہے غٹ غٹ بڑے بڑے گھونٹ نہ پئے جب پی چکے تو الحمد للہ کہے پینے کے بعد گلاس یا کٹورے کا بچا ہوا پانی پھینکنا اسراف و گناہ ہے صراحی اور مشک کے منہ میں منہ لگا کر پانی پینا منع ہے۔ (بہار شریعت، ح۱۶، ص۲۶)

اسی طرح لوٹے کی ٹونٹی سے بھی پانی پینے کی ممانعت ہے لیکن اگر پانی انڈیلنے کے لئے کوئی برتن نہ ہو تو ٹونٹی وغیرہ میں دیکھ بھال کر پانی پی لینے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: وضو کا بچا ہوا پانی اور زمزم شریف کا پانی کھڑے ہو کر پیا جائے ان دو کے سوا ہر پانی بیٹھ کر پینا چاہے۔ (بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص۲۷)

حدیث شریف میں ہے کہ ہرگز تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر کچھ نہ پئے اور اگر بھول کر کھڑے کھڑے پی لے اس کو چاہے کہ قے کر دے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراہیۃ الشرب قائما، رقم ۲۰۲۶، ص۱۱۹)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا کہ جب بھول کر پی لینے میں یہ حکم ہے کہ قے کر دے تو قصداً پینے میں تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، باب الاشربۃ، ج۳، ص۵۵۷)

مسئلہ: سبیل کا پانی مالدار بھی پی سکتا ہے ہاں البتہ وہاں سے پانی کوئی اپنے گھر

نہیں لے جاسکتا کیونکہ وہاں پینے کے لئے پانی رکھا گیا ہے نہ کہ گھر لے جانے کے لئے لیکن اگر سبیل لگانے والے کی طرف سے اس کی اجازت ہوتو گھر میں لے جاسکتا ہے ۔(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراھیۃ فی الاکل وما یتصل بہ، ج۵،ص۳۴۱)

مسئلہ: جاڑوں میں اکثر جگہ مسجد کے سقایہ میں پانی گرم کیا جاتا ہے تاکہ مسجد میں جو نمازی آئیں اس سے وضو و غسل کریں وہ پانی بھی وہیں استعمال کیا جاسکتا ہے گھر لے جانے کی اجازت نہیں اسی طرح مسجد کے لوٹوں کو بھی وہیں استعمال کر سکتے ہیں گھر نہیں لے جاسکتے بعض لوگ تازہ پانی بھر کر مسجد کے لوٹوں میں گھر لے جاتے ہیں یہ جائز نہیں ۔(بہار شریعت، ح۶،ص۲۷)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ وَقِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَهُوَ قَائِمٌ، فَقَامَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَأْسِ الْقِرْبَةِ فَقَطَعَتْهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے اور آپ نے لٹکے ہوئے ایک مشکیزے سے کھڑے ہو کر پانی پیا پھر حضرت ام سلیم نے کھڑے ہو کر مشکیزے کا منہ کاٹ لیا۔

شرح حدیث: تبرکات

ایک لکڑی کا پیالہ حضرت انس کے ہاتھ میں تھا، آپ نے لوگوں کو دکھا کر فرمایا کہ اس پیالہ سے میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی قسم کے شربت اور دودھ پلایا ہے یعنی یہ پیالہ بڑا ہی متبرک ہے کہ اسے حضور انور کے ہاتھ اور لب بارہا لگے ہیں، آپ نے بصرہ میں لوگوں کو اس پیالہ کی زیارت کرا کے یہ فرمایا، یہ پیالہ حضرت انس کی اولاد کے پاس بطور تبرک رہا، پھر نضر ابن انس کی اولاد سے آٹھ لاکھ روپیہ کے عوض

خریدا گیا۔(مرقات) یہاں اشعۃ اللمعات میں ہے کہ امام بخاری نے اس پیالہ کی بصرہ میں زیارت کی اور اس سے پانی پیا۔معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ حضور کے استعمالی برتنوں کو برکت کے لیے اپنے پاس رکھتے تھے اور لوگوں کو زیارت کراتے تھے،آنکھ والے ان چیزوں کی قدر جانتے ہیں۔ابھی گزر گیا کہ حضرت کبشہ نے مشکیزے کا وہ چمڑا کاٹ کر رکھ لیا جس سے حضور نے پانی پیا تھا۔مثنوی میں ہے کہ حضرت جابر کے گھر وہ کپڑے کا دستر خوان تھا جس سے حضور نے ہاتھ و منہ پونچھ لیے تھے جب وہ میلا ہوجاتا تھا تو اسے آگ میں ڈال دیتے میل جل جاتا کپڑا محفوظ رہتا تھا۔مولانا فرماتے ہیں۔شعر

قوم گفتند اے صحابی عزیز
چوں نہ سوزید و منقی گشت نیز
گفت روزے مصطفی دست ودہاں
بس بما لید اندریں دستار خواں
اے دل ترسندہ ازنار و عذاب
باچنیں دست و دہاں کن انتساب

❖ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا۔

حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہا اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کبھی کبھی) کھڑے ہوکر پانی نوش فرماتے تھے۔

شرح حدیث: وُضو کے بچے ہوئے پانی میں 70 بیماریوں سے شِفا

لوٹے وغیرہ سے وضو کرنے کے بعد بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنّت بھی ہے

اور شِفا بھی چُنانچہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ''فتاوٰی رضویہ'' مُخَرَّجہ جلد 4 صَفْحَہ 575 تا 576 پر فرماتے ہیں: بَقِیَّۂ وُضُو (یعنی وضو کے بچے ہوئے پانی) کے لیے شَرعاً عَظمت و احترام ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم سے ثابت کہ حُضُور نے وُضو فرما کر بَقِیَّہ آب (یعنی بچے ہوئے پانی) کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا سترّ مَرَض سے شفا ہے۔ (اَلْفِرْدَوْس ج ۲ ص ۳۶۲ حدیث ۳۶۱۷) تو وہ اِن اُمُور میں آبِ زمزم سے مُشَابَہَت رکھتا ہے ایسے (یعنی وُضُو کے بچے ہوئے) پانی سے اِستِنجا مناسِب نہیں۔ ''تنویر'' کے آدابِ وضو میں ہے: ''وضو کے بعد وُضو کا پَسمانده (یعنی بچا ہوا پانی) قبلہ رُخ کھڑے ہو کر پیئے۔'' (تَنویرُ الابصار ج ۱ ص ۲۷۵) علّامہ عبدُ الغَنی نابُلُسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: میں نے تجرِبہ کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وُضو کے بَقِیَّہ (بَ۔قِیْ۔یَہ) پانی سے شِفا حاصِل ہو جاتی ہے۔ نبیِّ صادِق صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم کے اس صحیح طبِّ نبوی میں پائے جانیوالے ارشادِ گرامی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ (رَدُّالمُحتار ج ۱ ص ۲۷۷) وَاللہُ سُبحٰنَہٗ وَتعالٰی اَعلَم بِالصَّواب۔

33-بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعَطُّرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ

خوشبومبارک

❖ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا.

حضرت موسیٰ اپنے والد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شیشی تھی جس سے آپ خوشبو لگایا کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ سکہ سین کے پیش کاف کے شد سے، عرب کی ایک مشہور خوشبو ہے جس میں بہت خوشبوئیں شامل کی جاتی ہیں مگر یہاں مراد وہ ڈبی یا کپی ہے جس میں یہ خوشبو رکھی جاوے اس لیے منہا ارشاد ہوا جس میں من ابتدائیہ ہے۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲۸۷)

خوشبوئے عنبریں

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں خوشبو کو پسند فرماتے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک سے بھی نہایت نفیس خوشبو پھوٹتی تھی جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا مشامِ جاں معطر رہتا۔ جسمِ اطہر کی خوشبو ہی اتنی نفیس تھی کہ کسی دوسری خوشبو کی ضرورت نہ تھی۔ دُنیا کی ساری خوشبوئیں جسمِ اطہر کی خوشبوئے دلنواز کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنھا سے بہت سی روایات مروی ہیں۔

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے صبحِ میلاد کے حوالے سے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا ایک دلنشین قول یوں نقل کیا ہے:

نظرتُ إليه فإذا هو كالقمر ليلة البدر، ريحه يسطع كالمسك الأذفر (زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، 5:531)

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اقدس کو چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا، جس سے تروتازہ کستوری کے حلّے پھوٹ رہے تھے۔

(1) وادئ بنو سعد میں خوشبوؤں کے قافلے

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رضاعت کے

لئے اپنے گھر کی طرف لے کر چلیں تو راستے خوشبوؤں سے معطر ہو گئے۔ وادئ بنو سعد کا کوچہ کوچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدنِ اقدس کی نفیس خوشبو سے مہک اٹھا۔

1۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ولما دخلت به إلى منزلي لم يبق منزل من منازل بني سعد إلا شممنا منه ريح المسك

جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر لائی تو قبیلہ بنو سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جس سے ہم نے کستوری کی خوشبو محسوس نہ کی۔

(صالحی، سبل الہدی والرشاد، 1:387)

2۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے بارے میں ایک روایت حضرت ابو طالب کے حوالے سے بھی ملتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

فإذا هو في غاية اللين وطيب الرائحة كأنه غمس في المسك

(رازی، التفسیر الکبیر، 31:214)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اس طرح خوشبودار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈبویا ہوا ہو۔

3۔ خوشبوؤں کا قافلہ عمر بھر قدم قدم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أحسن الناس لوناً وأطيب الناس ريحاً (ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 1:321)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور خوشبو کے لحاظ سے سب سے زیادہ خوشبودار۔

(2) خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکرِ اطہر کا حصہ تھی

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کی تھی نہ کہ وہ خوشبو جو آپ استعمال کرتے۔ ذاتِ اقدس کسی خوشبو کی محتاج نہ تھی بلکہ خود خوشبو جسمِ اطہر سے نسبت پا کر معتبر ٹھہری۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کا استعمال نہ بھی فرماتے تب بھی جسمِ اطہر کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر رہتے۔

1۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كانت هذه الريح الطيبة صفتها وإن لم يمس طيبا

(نووی، شرح صحیح مسلم، 2:256)

مہک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کی صفات میں سے تھی، اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشبو استعمال نہ بھی فرمائی ہوتی۔

2۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی تصریح کرتے ہیں:

ان هذه الرائحة الطيبة كانت رائحة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من غير طيب (صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، 2:88)

یہ پیاری مہک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ مقدسہ کی تھی نہ کہ اُس خوشبو کی جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال فرماتے تھے۔

3۔ امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس منفرد خصوصیت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ريحها الطيبة طبعياً خلقياً خصه الله به مكرمة و معجزة لها

(خفاجی، نسیم الریاض، 1:348)

اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت و معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر میں خلقتاً اور طبعاً مہک رکھ دی تھی۔

4۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یکے از طبقاتِ عجیبِ آنحضرت طیبِ ریح است کہ ذاتی وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود بی آنکہ استعمال طیب از خارج کند وہیچ طیب بدان نمی رسد.

(محدث دہلوی، مدارج النبوہ، 29:1)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بغیر خوشبو کے استعمال کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر سے ایسی خوشبو آتی جس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔

5۔ علامہ احمد عبدالجواد الدومی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم طيبا من غير طيب، و لكنه كان يتطيب و يتعطر توكيدا للرائحة و زيادة في الإذكاء

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ اقدس خوشبو کے استعمال کے بغیر بھی خوشبودار تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باوجود پاکیزگی و نظافت میں اضافے کے لئے خوشبو استعمال فرما لیتے تھے۔

(دومی، الاتحافات الربانیہ: 263)

6۔ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قد كان صلى الله عليه وآله وسلم طيب الرائحة، و ان لم يمس طيبا كما جاء ذلك في الأخبار الصحيحة لكنه كان يستعمل الطيب زيادة في طيب الرائحة

احادیثِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر سے خوشبو کی دلآویز مہک بغیر خوشبو لگائے آتی

رہتی۔ ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کا استعمال فقط خوشبو میں اضافہ کے لئے کرتے۔

(ابراہیم بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: 109)

(3) بعد از وصال بھی خوشبوئے جسمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنبر فشاں تھی

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

غسلت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فذھبت أنظر ما یکون من المیت، فلم أجد شیئا، فقلت طبت حیا و میتا

میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا، جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے خارج ہونے والی کوئی ایسی چیز نہ پائی جو دیگر مُردوں سے خارج ہوتی ہے تو پکار اٹھا کہ اللہ کے محبوب! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری حیات اور بعد از وصال دونوں حالتوں میں پاکیزگی کا سرچشمہ ہیں۔ (قاضی عیاض، الشفا، 1:89)

2- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

وسطعت منه ریح طیبة لم نجد مثلھا قط (قاضی عیاض، الشفا، 1:89)

(غسل کے وقت) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر سے ایسی خوشبو کے حلّے شروع ہوئے کہ ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی ہے۔

3- ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

فاح ریح المسك فی البیت لما فی بطنه

تمام گھر اس خوشبو سے مہک اٹھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکمِ اطہر میں موجود تھی۔ (ملا علی قاری، شرح الشفا، 1:161)

4- یہ روایت ان الفاظ میں بھی ملتی ہے کہ جب شکمِ اطہر پر ہاتھ پھیرا تو:

إنتشر في المدينة

پورا مدینہ اس خوشبو سے مہک اٹھا۔

5۔ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وضعت يدي على صدر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم مات، فمربي جمع أكل وأتوضأ مايذهب ريح المسك من يدي

میں نے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ اقدس پر ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد مدت گزر گئی، کھانا بھی کھاتی ہوں، وضو بھی کرتی ہوں (یعنی سارے کام کاج کرتی ہوں) لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو نہیں گئی۔ (سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 274:2)

(4) جسمِ اقدس کے پسینے کی خوشبوئے دلنواز

1۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان ريح عرق رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ريح المسك، بأبي وأمي! لم أر قبله ولا بعده أحدا مثله

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پسینے کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے میں نے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔ (ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، 319:1)

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک پسینہ کائناتِ ارض وسماوات کی ہر خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار تھا۔ یہ خوشبو خوشبوؤں کے جھرمٹ میں اعلیٰ اور افضل ترین تھی۔ پسینے کی خوشبو لاجواب اور بے مثال تھی۔

2۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما شممت عنبراً قط ولا مسكا ولا شيئا أطيب من ريح رسول الله

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(مسلم، الصحیح، 4: 1814، کتاب الفضائل، رقم: 2330) (بخاری، الصحیح، 3: 1306، کتاب المناقب، رقم: 3368) (ترمذی، الجامع الصحیح، 4: 368، ابواب البر والصلۃ، رقم: 2015) (احمد بن حنبل، المسند، 3: 200) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 6: 315، رقم: 31718) (ابو یعلی، المسند، 6: 463، رقم: 3866) (عبد بن حمید، المسند، 1: 378، رقم: 1268) (بیہقی، شعب الایمان، 2: 154، رقم: 1429) (ابو نعیم، مسند أبی حنیفہ، 1: 51) (ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1: 285، رقم: 346) (ابن حبان، الصحیح، 14: 221، رقم: 6303)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے پسینے) کی خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار عنبر اور کستوری یا کوئی اور خوشبودار چیز کبھی نہیں سونگھی۔

3۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پسینے کا ذکرِ جمیل حضرت علی رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

کان عرق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی وجھہ اللؤلؤ، و ریح عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أطیب من ریح المسك الأذفر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر پسینے کے قطرے خوبصورت موتیوں کی طرح دکھائی دیتے اور اس کی خوشبو عمدہ کستوری سے بڑھ کر تھی۔ (صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، 2: 86)

(5) عطر کا بدلِ نفیس ۔۔۔ پسینہ مبارک

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جسمِ اطہر کے مقدس پسینے کو محفوظ کر لیتے اور وقتاً فوقتاً اُسے بطور عطر استعمال میں لاتے کہ اُس جیسا عطر روئے زمین پر دستیاب نہیں ہوسکتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آقائے محتشم حضور رحمتِ

عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں قیلولہ بھی فرماتے۔ ایک دن میری والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں، اُن کی عدم موجودگی میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر میں جلوہ افروز ہوئے اور قیلولہ فرمایا:

فقیل لها هذا النبی صلی الله علیه وآله وسلم نائم فی بیتك علی فراشك

انہیں اطلاع ملی کہ آپ کے ہاں تو سرورِ کونین حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما رہے ہیں۔

انہوں نے یہ مژدۂ جانفزا سنا تو جلدی جلدی اپنے گھر کی طرف لوٹیں اور دیکھا کہ سید المرسلین حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما رہے ہیں اور جسمِ مقدس پر پسینے کے شفاف قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں اور یہ قطرے جسمِ اطہر سے جدا ہو کر بستر میں جذب ہو رہے ہیں۔

آگے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جاءت أمی بقارورة فجعلت تَسلُت العرق فیها

میری والدہ ماجدہ نے ایک شیشی لے کر اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کو جمع کرنا شروع کر دیا۔

اس اثنا میں والی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری امی جان کو مخاطب کر کے فرمایا:

ما هذا الذی تصنعین

تو یہ کیا کر رہی ہے؟

امی جان نے احتراماً عرض کی:

هذا عرقك نجعله فی طيبنا و هو من أطيب الطيب

(یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!) یہ آپ کا مبارک پسینہ ہے، جسے ہم اپنے خوشبوؤں میں ملاتے ہیں اور یہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا جواب کچھ یوں تھا:

نرجو بركته لصبياننا

ہم اسے (جسمِ اطہر کے پسینے کو) اپنے بچوں کو برکت کے لئے لگائیں گے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أصبتِ

تو نے درست کیا۔

(مسلم، الصحیح، 4:1815، کتاب الفضائل، رقم: 2331) (نسائی، السنن، 8:218، کتاب الزینہ، رقم: 5371) (احمد بن حنبل، المسند، 3:221) (بیہقی، السنن الکبریٰ، 1:254، رقم: 1135) (طیالسی، المسند، 1:276، رقم: 2078) (عبد بن حمید، المسند، 1:378، رقم: 1268) (طبرانی، المعجم الکبیر، 25: 119، رقم: 289) (بیہقی، شعب الایمان، 2:154، رقم: 1429) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 8: 428)

(6) خوشبو والوں کا گھر

ایک صحابی سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں، عنقریب میری بیٹی کی شادی ہونے والی ہے لیکن میرے پاس اسے دینے کے لئے کوئی خوشبو نہیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس

سلسلے میں میری مدد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا:

إیتنی بقارورة واسعة الرأس و عود شجرة

ایک کھلے منہ والی شیشی اور لکڑی کا کوئی ٹکڑا لے آؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی سنتے ہی وہ صحابی مطلوبہ شیشی اور لکڑی لے کر پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکڑی سے اپنی مبارک کلائی کا پسینہ۔۔۔ جو خوشبوؤں کا خزینہ تھا۔۔۔ اس شیشی میں جمع فرمایا۔ وہ شیشی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پسینے سے بھر گئی۔ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خذه و أمر بنتك تطيب به

اِسے لے جا اور اپنی بیٹی سے کہہ کہ اسے خوشبو کے طور پر استعمال کرے۔

خوش نصیب صحابی وہ شیشی جس میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کلائی مبارک کا پسینہ اپنے دستِ اقدس سے جمع فرمایا تھا لے کر اپنے گھر پہنچے اور گھر والوں کو عطائے رسول کی نوید سنائی۔ اس صحابی کے افرادِ خانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلائی مبارک کے پسینے کو بطور خوشبو استعمال فرمایا تو ان کے گھر کی فضا جسمِ اقدس کے پسینے کی خوشبو سے مہک اٹھی، درودیوار جھوم اٹھے۔ یہ مقدس خوشبو صرف ان کے گھر تک محدود نہ رہی بلکہ ساکنانِ شہرِ خنک نے بھی اس خوشبوئے رسول کو محسوس کیا اور اس کی کیفیت میں گم رہے۔ پورے شہر میں ان کا گھر بیت المطیبین (خوشبو والوں کا گھر) کے نام سے مشہور ہو گیا، کتب احادیث میں درج ہے:

فكانت اذا تطيب شم أهل المدينة رائحة ذلك الطيب فسموا بيت المطيبين

جب بھی وہ خوش نصیب خاتون خوشبو لگاتی تو جملہ اہل مدینہ اس مقدس

خوشبو کو محسوس کرتے، پس اس وجہ سے وہ گھر 'خوشبو والوں کا گھر' سے مشہور ہو گیا۔

یوں نسبتِ رسول نے ان کا نام تاریخ اسلام میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

(ابو یعلی، المسند، 11:185، 186، رقم: 6295) (طبرانی، المعجم الاوسط، 3:190، 191، رقم: 2895) (ابو نعیم، دلائل النبوہ، 1:59، رقم: 41) (ہیثمی، مجمع الزوائد، 4:255، 256) (ہیثمی، مجمع الزوائد، 8:283) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1:44، رقم: 27) (مناوی، فیض القدیر، 5:80) (صالحی، سبل الہدی والرشاد، 3:86)

(7) اب تک مہک رہے ہیں مدینے کے راستے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جدھر سے گزرتے وہ راستے بھی مہک اُٹھتے، راہیں قدم بوسی کا اعزاز حاصل کرتیں اور خوشبوئیں جسمِ اطہر کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتیں۔ مدینے کی گلیاں آج بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبوؤں سے معطر ہیں۔ شہرِ دلنواز کے بام و در سے لپٹی ہوئی خوشبوئیں آج بھی کہہ رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی راستوں سے گزرا کرتے تھے، انہی فضاؤں میں سانس لیا کرتے تھے، اسی آسمان کے نیچے خلقِ خُدا میں دین و دُنیا کی دولت تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

1۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إذا مرّ في طريق من طرق المدينة وجدوا منه رائحة الطيب، و قالوا مرّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من هذا الطريق (سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 1:67)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے جس کسی راستے سے گزر جاتے تو لوگ اس راہ میں ایسی پیاری مہک پاتے کہ پکار اُٹھتے کہ ادھر

سے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا گزر ہوا ہے۔

2۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمر فی طریق فیتبعہ أحد إلا عُرِف أنہ سلکہ من طیب عرفہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستے سے بھی گزر جاتے تو بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔ (بخاری، التاریخ الکبیر، 1:399-400، رقم:1273)

(8) آرزوئے جاں نثارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اظہارِ عشق کے انداز بھی مختلف ہوتے ہیں، خوشبوئے وفا کے پیرائے بھی جدا جدا ہوتے ہیں، کبھی کوئی صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چادر مانگ لیتے ہیں کہ میں اس سے اپنا کفن بناؤں گا اور کوئی حصولِ برکت کے لئے جسمِ اطہر کے پسینے کو شیشی میں جمع کر لیتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں قیلولہ فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس پسینہ اور موئے مبارک جمع کر لیتے تھے اور اُنہیں ایک شیشی میں ڈال کر خوشبو میں ملا لیا کرتے تھے۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے وصیت کی:

أن یجعل فی حنوطہ من ذٰلک السُّکِ

(اُن کے وصال کے بعد) وہ خوشبو ان کے کفن کو لگائی جائے۔

(بخاری، الصحیح، 5:2316، کتاب الاستیذان، رقم:5925) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 2:461، رقم:11036)

ان کی اس آرزو کو بعد از وصال پورا کیا گیا۔ حضرت حمید سے روایت ہے:

لما توفي أنس بن مالك جعل في حنوطه مسك فيه من عرق رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

جب حضرت انس رضی اللہ عنہ وصال کر گئے تو ان کی میت کے لئے اس خوشبو کو استعمال کیا گیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کی خوشبو تھی۔

(بیہقی، السنن الکبریٰ، 3:406، رقم: 6500) (طبرانی، المعجم الکبیر، 1:249، رقم: 715) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 7:25) (ہیثمی، مجمع الزوائد، 3:21) (شیبانی، الاحاد والمثانی، 4:238، رقم: 2231)

❖ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، لَا يَرُدُّ الطِّيبَ، وَقَالَ أَنَسٌ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ.

حضرت ثمامہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو کے تحفے سے انکار نہیں فرماتے تھے اور فرماتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خوشبو کا تحفہ رد نہیں فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں کہ تحفہ کی قید اس لیے لگائی کہ تجارت کی نوعیت نکل جائے، بعض عطر فروش کسی کو قیمتاً عطر پیش کرتے ہیں، اگر اسے خریدنا نہ ہو اور وہ انکار کرے تو حدیث پڑھ کر اسے خریدنے پر مجبور کرتے ہیں، وہ اس حدیث کی منشاء سے یا تو واقف نہیں یا واقف ہیں مگر اس کے ذریعہ اپنا بیوپار چلانا چاہتے ہیں۔ ریحان، ریحٌ سے بنا بمعنی خوشبو اس سے ہر خوشبو مراد ہے، پھول ہوں یا عطر چنبیلی وغیرہ کا تیل۔

یعنی اگرچہ دوسرے ہدیے بھی واپس کرنا خلاف اخلاق ہے مگر خوشبو واپس کرنا تو بہت ہی خشک مزاجی کی دلیل ہے کہ اس میں وزن ہلکا قیمت معمولی خوشبو اعلٰی ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ خوشبو جنت سے آئی ہے اور وہاں کا ہی پتہ دیتی ہے۔ مبسوط سرخسی باب اللمس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا کو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان سے جنت کی مہک آتی ہے اسی لیے آپ کو زہراء کہتے ہیں یعنی جنت کی کلی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۶۱۲)

❖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ: الْوَسَائِدُ، وَالدُّهْنُ، وَاللَّبَنُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں کے لینے سے انکار نہیں کرنا چاہیے تکیہ، تیل، خوشبو اور دودھ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی اگر میزبان اپنے مہمانوں کو آرام کے لیے تکیہ پیش کرے اور سر میں ملنے کے لیے تیل، پینے کے لیے دودھ یا لسّی تو مہمان اسے رد نہ کرے بلکہ بخوشی قبول کرے، عرب شریف میں تیل بھی مہمان کی خاطر پیش ہوتا تھا جیسے بہار میں اب بھی تیل، عطر، پان سے ہر آنے والے کی خاطر کی جاتی ہے۔

یعنی خوشبودار تیل مگر حق یہ ہے کہ ہر تیل مراد ہے، خوشبودار ہو یا نہ ہو، حدیث کے مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا بہتر ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۲۴)

❖ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طِيبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ، وَطِيبُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرماتے ہیں، مردوں کو خوشبو وہ ہے جس کو بو ظاہر اور رنگ چھپا ہوا ہو اور عورت کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر اور مہک

النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ۔ چھپی ہوئی ہو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جیسے گلاب، مشک، عنبر اور کافور وغیرہ مرد کے لیے یہ خوشبوئیں بہتر ہیں کہ ان میں رنگت نہیں مہک ہے۔

خیال رہے کہ عورت مہک والی چیز استعمال کر کے باہر نہ جائے اپنے خاوند کے پاس خوشبو مل سکتی ہے یہاں کوئی پابندی نہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ جو عورت خوشبو مل کر باہر نکلے وہ ایسی ایسی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عورت بخور لگا کر ہماری مسجد میں عشاء کے لیے نہ آئے۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عورت مہندی لگائے ہوئے باہر نہ پھرے کہ مہندی میں مہک ہے اور عورت کو مہک لگا کر نکلنا ممنوع ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۲۸۶)

❖ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدَّهُ، فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ

حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو ریحان خوشبو دی جائے تو وہ اس کا انکار نہ کرے کیونکہ یہ جنت سے آئی ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ بصری ہیں، حضور انور کے زمانہ میں اسلام لائے مگر دیدار نہ کر سکے اس لیے تابعی ہیں، ایک سو تیس ۱۳۰ سال عمر ہوئی، ساٹھ سال سے زیادہ کفر میں گزاری، باقی اسلام میں ۹۵ھ میں وفات پائی۔

حدیث اپنے ظاہر پر ہے، بہت چیزیں دنیا میں جنت سے آئی ہیں جن میں سے

ایک خوشبو بھی ہے، اسے رد کرنا رب تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت کی ناقدری ہے، مراد وہ ہی ہے جو پہلے عرض کی گئی کہ خوشبو کا ہدیہ واپس نہ کرو، یہ مطلب نہیں کہ خوشبو کا سودا رد نہ کرو ضرور خرید لو جیسا کہ عام عطر فروش کہتے ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج ۴، ص ۶۲۵)

❖ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: عُرِضْتُ بَيْنَ يَدَيْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَلْقَى جَرِيرٌ رِدَاءَهُ وَمَشَى فِي إِزَارٍ، فَقَالَ لَهُ: خُذْ رِدَائَكَ. فَقَالَ عُمَرُ لِلْقَوْمِ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ صُورَةً مِنْ جَرِيرٍ إِلَّا مَا بَلَغَنَا مِنْ صُورَةِ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا (راوی کہتے ہیں) پھر حضرت جریر نے اپنی چادر اتار دی اور صرف تہبند میں چلے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اسے (چادر کو) لے لو اور ساتھ ہی قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حضرت جریر سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا البتہ حضرت یوسف کے بارے میں ہمیں جو خبر ملی ہے (یعنی حضرت یوسف سے مقابل نہیں۔)

شرح حدیث: حسن بے مثال

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کا کسی سے مقابلہ نہیں جو کسی محبوب کو ملا وہ سب اور اس سے افضل واعلیٰ انہیں ملا، اور جو انہیں ملا وہ کسی کو نہ ملا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ یوسف (علیہ السلام) کا حسن، عیسیٰ (علیہ السلام) کی پھونک اور روشن ہاتھ

رکھتے ہیں۔ جو کمالات وہ سارے رکھتے ہیں آپ اکیلے رکھتے ہیں۔

34-بَابُ كَيْفَ كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ ﷺ

کلامِ مبارک

❖ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هَذَا، وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَصْلٍ، يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح لگاتار گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ (ایسی) صاف صاف اور جداجدا کلام فرماتے کہ پاس بیٹھنے والا اسے حفظ کر لیتا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور کے کلام اور کلمات مسلسل نہیں ہوتے تھے جیسے عام لوگ لگاتار کلام کرتے ہیں بلکہ ایک بات بتائی پھر کچھ خاموشی پھر دوسری بات اور ان دو باتوں کے درمیان اللہ کا ذکر۔

صحابہ کرام کو احادیث قرآن مجید کی طرح حفظ تھیں اسی وجہ سے تو احادیث جمع ہوئیں، اس جمع ہونے کی بڑی وجہ حضور انور کا یہ وقار سے کلام فرمانا تھا۔

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص۸۷)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِيدُ الْكَلِمَةَ ثَلَاثًا لِتُعْقَلَ عَنْهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک) بات تین مرتبہ دہراتے تاکہ آپ سے سمجھی جاسکے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ لفظ سے مراد پوری بات ہے، یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذہن میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں۔ اسی لیئے صاحب مشکوۃ اس حدیث کو کتاب العلم میں لائے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۰۶)

❖ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ، وَكَانَ وَصَّافًا، فَقُلْتُ: صِفْ لِي مَنْطِقَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ، طَوِيلُ السَّكْتِ، لَا يَتَكَلَّمُ فِي غَيْرِ حَاجَةٍ، يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهُ بِاسْمِ اللّٰهِ تَعَالَى، وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، كَلَامُهُ فَصْلٌ، لَا فُضُولَ، وَلَا تَقْصِيرَ، لَيْسَ بِالْجَافِي، وَلَا الْمُهِينِ، يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَإِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَّاقًا وَلَا يَمْدَحُهُ، وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا، وَلَا مَا كَانَ لَهَا، فَإِذَا تُعُدِّيَ الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهِ شَيْءٌ حَتَّى يَنْتَصِرَ لَهُ، وَلَا

حضرت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت غمگین اور تفکر رہتے تھے اور آپ کو (کسی وقت بھی) چین نہیں ہوتا تھا، آپ دیر تک خاموش رہتے اور بغیر ضرورت گفتگو نہیں فرماتے تھے آپ کے کلام کی ابتدا اور انتہا منہ بھر کے (واضح) ہوتی اور آپ جامع کلام فرماتے، آپ کا کلام مفصل ہوتا (لیکن) نہ ضرورت سے زیادہ اور نہ کم، آپ نہ تو سخت طبعیت تھے اور نہ دوسروں کو ذلیل کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر فرماتے اگرچہ تھوڑی ہی ہوتی، آپ کسی نعمت کو برا نہیں سمجھتے تھے، کھانے پینے کی چیزوں کی نہ تو برائی کرتے اور نہ تعریف، آپ کو دنیا اور اس کا مال و متاع غضب ناک نہیں کرتا تھا۔ جب (کہیں) حق بات سے تجاوز کیا جاتا تو کوئی چیز آپ کے

يَغْضَبُ لِنَفْسِهِ، وَلا يَنْتَصِرُ لَهَا، إِذَا أَشَارَ بِكَفِّهِ كُلِّهَا، وَإِذَا تَعَجَّبَ قَلَبَهَا، وَإِذَا تَحَدَّثَ اتَّصَلَ بِهَا، وَضَرَبَ بِرَاحَتِهِ الْيُمْنَى بَطْنَ إِبْهَامِهِ الْيُسْرَى، وَإِذَا غَضِبَ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ، وَإِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهُ، جُلُّ ضَحِكِهِ التَّبَسُّمُ، يَفْتَرُّ عَنْ مثل حَبِّ الْغَمَامِ

غصے کو ٹھنڈا نہ کر پاتی جب تک آپ اس کا انتقام نہ لے لیتے، آپ اپنی ذات کے لیے نہ ناراض ہوتے اور نہ انتقام لیتے، آپ پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے اور جب خوش ہوتے تو ہاتھ الٹ لیتے، جب گفتگو فرماتے تو دائیں ہتھیلی بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے پیٹ پر مارتے، جب آپ کو غصہ آتا تو منہ پھیر لیتے اور کنارہ کش ہوجاتے، جب خوش، ہوتے تو آنکھ مبارک بند فرما لیتے، آپ کی بڑی ہنسی مسکراہٹ ہوتی اور اولوں کی طرح سفید اور چمکدار دانت مبارک ظاہر ہوجاتے۔

شرح حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک گفتگو

نبی و رسول چونکہ دین کے داعی اور شریعت وملت کے مبلغ ہوتے ہیں اور تعلیم شریعت اور تلقین دین کا بہترین ذریعہ خطبہ اور وعظ ہی ہے اس لئے ہر نبی و رسول کا خطیب اور واعظ ہونا ضروریات ولوازمِ نبوت میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رسالت سے سرفراز فرما کر فرعون کے پاس بھیجا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ○ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ○ يَفْقَهُوا قَوْلِي ○ (پ۱۶، طہ:۲۵-۲۸)

اے میرے رب میرا سینہ کھول دے میرے لئے میرا کام آسان کر اور

میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ تمام رسولوں کے سردار اور سب نبیوں کے خاتم ہیں اس لئے خداوند قدوس نے آپ کو خطابت وتقریر میں ایسا بے مثال کمال عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افصح العرب (تمام عرب میں سب سے بڑھ کر فصیح) ہوئے اور آپ کو جوامع الکلم کا معجزہ بخشا گیا کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ میں معانی ومطالب کا سمندر موجیں مارتا ہوا نظر آتا تھا اور آپ کے جوش تکلم کی تاثیرات سے سامعین کے دلوں کی دنیا میں انقلابِ عظیم پیدا ہو جاتا تھا۔

چنانچہ جمعہ وعیدین کے خطبوں کے سوا سینکڑوں مواقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ایسے فصیح وبلیغ خطبات اور موثر مواعظ ارشاد فرمائے کہ فصحاء عرب حیران رہ گئے اور ان خطبوں کے اثرات وتاثیرات سے بڑے بڑے سنگدلوں کے دل موم کی طرح پگھل گئے اور دم زدن میں ان کے قلوب کی دنیا ہی بدل گئی۔

چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلف حیثیتون کے جامع تھے اس لئے آپ کی یہ مختلف حیثیات آپ کے خطبات کے طرز بیان پر اثر انداز ہوا کرتی تھیں۔ آپ ایک دین کے داعی بھی تھے، فاتح بھی تھے، امیر لشکر بھی تھے، مصلح قوم بھی تھے، فرماں روا بھی تھے، اس لئے ان حیثیتوں کے لحاظ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبات میں قسم قسم کا زور بیان اور طرح طرح کا جوشِ کلام ہوا کرتا تھا۔ جوشِ بیان کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات خطبہ کے دوران میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ اور آواز بہت ہی بلند ہو جاتی تھی اور جلالِ نبوت کے جذبات سے آپ کے چہرۂ انور پر غضب کے آثار نمودار ہو جاتے تھے بار بار انگلیوں کو اٹھا اٹھا کر اشارہ فرماتے تھے گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی لشکر کو للکار رہے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، الحدیث: ۸۶۷، ص ۴۳۰)

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پرجوش خطبہ اور تقریر کے جوش وخروش کی بہترین تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ خداوند جبار آسمانوں اور زمین کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا، پھر فرمائے گا کہ میں جبار ہوں، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار لوگ؟ کدھر ہیں متکبرین؟ یہ فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی مٹھی بند کر لیتے کبھی مٹھی کھول دیتے اور آپ کا جسم اقدس (جوش میں) کبھی دائیں کبھی بائیں جھک جھک جاتا یہاں تک کہ میں نے یہ دیکھا کہ منبر کا نچلا حصہ بھی اس قدر ہل رہا تھا کہ میں (اپنے دل میں) یہ کہنے لگا کہ کہیں یہ منبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے کر گر تو نہیں پڑے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر البعث، الحدیث:۴۲۷۵، ج۴،ص۵۰۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر، زمین پر، اُونٹ کی پیٹھ پر کھڑے ہو کر جیسا موقع پیش آیا خطبہ دیا ہے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طویل خطبات بھی دیئے لیکن عام طور پر آپ کے خطبات بہت مختصر مگر جامع ہوتے تھے۔

میدانِ جنگ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے اور مسجدوں میں جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت دستِ مبارک میں عصا ہوتا تھا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی الخطبۃ...الخ، الحدیث:۱۱۰۷، ج۲،ص۱۹)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبوں کے اثرات کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بعض مرتبہ سخت سے سخت اشتعال انگیز موقعوں پر آپ کے چند جملے محبت کا دریا بہا دیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا اثر انگیز اور ولولہ خیز خطبہ پڑھا کہ میں نے کبھی ایسا خطبہ نہیں سنا تھا درمیان خطبہ میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو ہنستے کم اور

روتے زیادہ۔ زبانِ مبارک سے اس جملہ کا نکلنا تھا کہ سامعین کا یہ حال ہو گیا کہ لوگ کپڑوں میں منہ چھپا چھپا کر زار وقطار رونے لگے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لاتسئلوا عن اشیاء...الخ، الحدیث:۴۶۲۱، ج۳،ص۲۱۷)

35- بَابُ مَا جَاءَ فِي ضَحِكِ رَسُولِ اللهِ ﷺ
تبسم مبارک

❖ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَ فِي سَاقَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوشَةٌ، وَكَانَ لَا يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًا. فَكُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ: أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِأَكْحَلَ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی مبارک پنڈلیوں میں کسی قدر باریکی تھی اور آپ کی ہنسی مبارک صرف تبسم ہوتی تھی، جب میں آپ کو دیکھتا تو آپ کی چشم ہائے مبارک سرمہ لگائے بغیر سرگیں معلوم ہوتیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں بہت موٹی نہ تھیں جو بدنما ہوتی ہیں بلکہ قدرے پتلی تھیں جن سے کمزوری کا نہیں بلکہ لطافت کا ظہور ہوتا ہے،، بہت پتلی بھی نہ تھیں جو دوسرے اعضاء کے مناسب نہ ہوں اور اچھی نہ معلوم ہوں۔ (مرقات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹھٹھا مار کر ہنسنا کبھی ثابت نہیں۔ بہت ہنسنا دل کو غافل کر دیتا ہے، مسکرانے سے اپنا دل بھی خوش ہوتا ہے سامنے والے کا دل بھی موہ لیتا ہے۔

یعنی حضور پیدائشی طور پر سرگیں آنکھیں والے تھے پھر بھی سوتے وقت ہر آنکھ میں تین سلائی سرمہ لگاتے تھے اگر کبھی سرمہ نہ بھی لگاتے تو وہ قدرتی سرمہ جو رب تعالیٰ نے لگا کر دنیا میں بھیجا تھا وہ نمودار ہوتا تھا۔ حضور انور قدرتی طور پر ناف بریدہ ختنہ شدہ

سرمہ وشانہ کیے ہوئے پیدا ہوئے ولادت پاک اس طرح ہوئی تھی۔شعر

بالوں میں شانہ آنکھوں میں سرمہ دیا ہوا

لپٹے ہوئے حریر میں ختنہ کیا ہوا

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص۵۵)

❖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ، أَنَّهُ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبدالحارث بن جز فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تبسم فرمانے والا کوئی نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، زبیدی ہیں، زبید ایک قبیلہ ہے جو زبید نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہے، آپ مصر میں سب سے آخری صحابی ہیں جو فوت ہوئے، اسی ۸۰ ہجری میں مصر میں وفات پائی۔

تبسم میں ہزار ہا حکمتیں ہیں، حضور کی ہر ادا میں رب تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۵۸۵)

❖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: مَا كَانَ ضَحِكُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَبَسُّمًا.

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی مبارک صرف مسکراہٹ ہوتی تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، زبیدی ہیں، زبید ایک قبیلہ ہے جو زبید نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہے، آپ مصر میں سب سے آخری صحابی ہیں جو فوت

ہوئے، اسی ۸۰ ہجری میں مصر میں وفات پائی۔

تبسم میں ہزار ہا حکمتیں ہیں، حضور کی ہر ادا میں رب تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ٦، ص ٥٨٥)

❖ عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " إِنِّي لأَعْلَمُ أَوَّلَ رَجُلٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ ، وَآخِرَ رَجُلٍ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ ، يُؤْتَى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ: اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ وَيُخَبَّأُ عَنْهُ كِبَارُهَا، فَيُقَالُ لَهُ: عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا ، وَهُوَ مُقِرٌّ لا يُنْكِرُ ، وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِهَا فَيُقَالُ: أَعْطُوهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً ، فَيَقُولُ: إِنَّ لِي ذُنُوبًا مَا أَرَاهَا هَهُنَا. قَالَ أَبُو ذَرٍّ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے آدمی کو بھی جانتا ہوں اور اسے بھی جو جہنم سے سب سے آخر میں نکلے گا، قیامت کے دن ایک آدمی (اللہ کے دربار میں) کو لایا جائے گا حکم ہوگا کہ اس کے سامنے اس کے صغیرہ گناہ پیش کرو اور کبیرہ گناہ چھپائے جائیں گے پھر اسے کہا جائے گا کہ کیا تو نے فلاں دن ایسا ایسا عمل کیا تھا؟ وہ بغیر کسی انکار کے اقرار کرے گا اور کبیرہ گناہوں (پر مواخذہ) سے ڈر رہا ہوگا پھر حکم ہوگا کہ اسے ہر برائی کے بدلے ایک نیکی دو، وہ کہے گا کہ میرے کچھ اور گناہ بھی ہیں جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے ہنس پڑے

یہاں تک کہ آپ کے سامنے کے دانت
مبارک ظاہر ہوگئے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں جو دوزخ سے آخر میں نکلے گا وہ ہی جنت میں آخر میں جائے گا۔ مرد سے مراد نوع مرد ہے نہ کہ شخصی مرد، اس قسم کے بہت لوگ ہوں گے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تفصیلاً جانتے ہیں۔

یعنی اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ اقرار کرانے کے لیے پیش کرو ابھی بڑے گناہ اسے نہ دکھاؤ۔ خیال رہے کہ ابھی ان بڑے گناہوں کی معافی نہیں ہے بلکہ اس سے چھپانا ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

اس دن اپنے گناہ مان لینا سعادت کی نشانی ہوگی اور بخشش کا پیش خیمہ کہ انکار کرنے پر مصیبت آجاوے گی، مسلمان یہ بات یاد رکھیں۔

یعنی اس کے دل میں اس میں سے کسی گناہ کے انکار کی ہمت نہ ہوگی یہ بے ہمتی نیک بختی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں گناہ کرنے کی ہم کو ہمت ہی نہ دے یہ ہمت ہارنا ان شاء اللہ جیتنے کا پیش خیمہ ہے، یہ ہمت عذاب ہے کم ہمتی رحمت۔

معلوم ہوا کہ اس دن ہر شخص کو اپنا ایک ایک عمل یاد ہوگا، نامہ اعمال اس کی یاد کی تصدیق کرے گا، رب فرماتا ہے: اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا بلکہ مرتے وقت بھی انسان کے سامنے اپنے ہر نیک و بد اعمال آجاتے ہیں بہتر ہے کہ ہر شخص روزانہ سوتے وقت اپنے اعمال کا حساب لیا کرے۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہوگا جس نے اپنے ان گناہوں سے توبہ نہیں کی تھی بغیر توبہ مرگیا تھا اور یہ تبدیلی محض کرم و فضل سے ہوگی۔ اس تبدیلی کا مطلب یہ نہیں کہ گناہ نیکیاں بن جاویں گے کہ زنا جہاد بن جاوے اور جھوٹ سچ ہوجاوئے بلکہ مطلب یہ

ہے کہ اسے فی گناہ ایک عطیہ دے دو اگر وہ نیکی کرتا تو یہ پاتا اسے ویسے ہی دے دو۔خیال رہے کہ توبہ،ایمان،نیک اعمال کی برکت سے گناہوں کی تبدیلی قانون ہے،رب تعالٰی فرماتا ہے:اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صٰلِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وہاں یہ تبدیلی صرف فضل ومہربانی ہے۔شعر

گنہگار پہ جب لطف آپ کا ہوگا
کیا بغیر کیا بے کیا کیا ہوگا
بنیانہ کیتی کیتی ٹھکرائی
بن کیتی لکھ دین برائی

اللہ تعالٰی انصاف نہ کرے رحم فرمادے کہ ہماری کی ہوئی برائیاں بے کی ہوئی بنادے یعنی محوفرمادے،سب پر مہربانی ومعافی کاقلم پھیر دے۔شعر

من نہ گویم کہ طاعتم بہ پذیر
قلم عفو برگنا ہم کش

یعنی اس کرم کریمانہ کو دیکھ کر پکار اٹھے گا کہ مولٰی میرے بڑے گناہ تو یہاں موجود ہی نہیں وہ بھی لائے جاویں اور ان بڑے گناہوں پر بڑے عطیے دیئے جاویں،توبخش بے حساب کہ ہیں جرم بے حساب۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے انقلاب حال پر تبسم فرمایا کہ ابھی تو گناہ کبیرہ سے ڈر رہا تھا اب خود مانگ رہا ہے۔رب کا فضل تو آن کی آن میں کایا پلٹ دیتا ہے وہ اگر چاہے تو ہم جیسے لاکھوں گنہگار پرہیز گار بن جاویں وہاں کیا کمی ہے،پانچ منٹ کی بارش مردہ زمین کو زندہ کردیتی ہے۔(مراۃ المناجیح،ج۷،ص۴۲۴)

❖ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلا رَآنِي إِلا ضَحِكَ.

اسلام لایا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (گھر میں حاضر ہونے سے) نہیں روکا اور آپ جب بھی مجھے دیکھتے مسکرا دیا کرتے۔

❖ عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلا رَآنِي مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلا تَبَسَّمَ.

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (گھر میں حاضر ہونے سے) نہیں روکا اور آپ جب بھی مجھے دیکھتے، تبسم فرماتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ جریر ابن عبداللہ ہیں، کنیت ابوعمرو ہے، حضور انور کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔ ۵۱ھ اکیاون ہجری میں وفات پائی۔ (اکمال) بڑے خوبصورت خوش خلق اپنی قوم کے سردار تھے۔

یعنی جس موقعہ پر دوسروں کو اجازت لے کر آنا ہوتا تھا مجھے بغیر اجازت حاصل کیے حاضری کی اجازت تھی ایک بار حضور نے مجھے ایسی مجالس میں حاضری کی اجازت دے دی تھی گویا اپنا قرب و منزلت بیان فرمارہے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور کی مجلس عامہ میں کسی کو اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی جیسے نماز جمعہ عید اور عام مجالس وعظ میں دولت خانہ کے اندر کسی کو بغیر اجازت حاضر ہونے کی اجازت نہ تھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ الخ مجالس خاصہ میں عام لوگ اجازت لے کر حاضر ہوتے تھے مگر کوئی خاص الخاص بغیر اجازت بھی یہاں اسی کا ذکر ہے۔

حضور کا یہ تبسم اظہار خوشی یا اظہار کرم کے لیے ہوتا تھا۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۵۸۳)

❖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا، رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا، فَيُقَالُ لَهُ: انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ الْجَنَّةَ، فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ، فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ: يَارَبِّ، قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ، فَيُقَالُ لَهُ: أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ، فَيَقُولُ: نَعَمْ، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: تَمَنَّ، قَالَ: فَيَتَمَنَّى، فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا، قَالَ: فَيَقُولُ: تَسْخَرُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ! قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جہنم سے سب سے آخر میں نکلے گا، ایک آدمی سرینوں کے بل باہر آئے گا اسے کہا جائے گا جا جنت میں داخل ہو جا (آپ فرماتے ہیں) پھر وہ جنت میں داخل ہونے کے لیے جائے گا، جب دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہ پُر کر لی ہے تو واپس آکر عرض کرے گا کہ اے میرے رب لوگوں نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی ہے اسے کہا جائے گا کیا تجھے اپنا گذشتہ زمانہ (دنیا) یاد ہے؟ وہ کہے گا ہاں یا رب! کہا جائے گا تمنا کر (کچھ مانگ) حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں پھر وہ تمنا کرے گا تو اسے کہا جائے گا کہ تجھے وہ بھی ملے گا جو تو نے تمنا کی اور (اس کے علاوہ) دنیا کا دس گنا اور بھی۔ وہ عرض کریگا (اے رب) کیا تو مجھ سے استہزا فرماتا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے؟ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں نے دیکھا کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اس بات پر) اتنا
ہنسے کہ آپ کے سامنے کے دانت مبارک
ظاہر ہو گئے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ رجل سے مراد صرف ایک شخص نہیں ہے بلکہ اس قسم کے لوگ ہیں۔حضور ان سب کو تفصیلاً جانتے ہیں ان کے نام، ان کے خاندان، ان کی شکل و صورت وغیرہ جیسا کہ اعلم سے معلوم ہوا۔شعر

ہم نے عرض کیا ہے۔

ایک ماہ مدن گورا سا بدن نیچی نظریں گُل کی خبریں

کیونکہ جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے گی وہاں تک آدمی ہی آدمی نظر آئیں گے کوئی جگہ جنتیوں سے خالی اسے نظر نہ آوے گی۔

میرے مولٰی اب میں کہاں جاؤں گا جنت میں تو کوئی جگہ خالی ہی نہیں۔

اس دن گناہ فرمانے میں عجیب حکمت ہوگی کیونکہ مؤمن کا دنیا میں رہنا بھی نیکی ہے اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا لہٰذا اس قانون سے اسے دنیا کا دس گنا رقبہ عطا ہوا۔(مرقات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے سے مراد ہوتا ہے آپ کا تبسم فرمانا کیونکہ قہقہہ لگانا حضور سے کبھی ثابت نہیں، رب تعالٰی کے استہزاء کے معنی بیان ہو چکے۔

یہ قول یا تو حضرت ابن مسعود کا ہے یا کسی اور راوی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔اس لیے کان یقال فرمایا گیا۔یعنی لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ یہ ادنی درجہ کا جنتی ہوگا جس کی املاک اس قدر وسیع ہوں گی۔اعلٰی جنتیوں کی ملکیت کا رقبہ تو ہمارے خیال سے باہر ہے۔(مراۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۲۳)

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ ، قَالَ : شَهِدْتُ عَلِيًّا ، أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ ، قَالَ : بِسْمِ اللَّهِ ، فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا ، قَالَ : الْحَمْدُ لِلَّهِ ، ثُمَّ قَالَ : سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ { 13 } وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ سورة الزخرف آية 13-14 ، ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ ثَلاثًا ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ ثَلاثًا ، سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي، فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلا أَنْتَ ، ثُمَّ ضَحِكَ . فَقُلْتُ لَهُ : مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ ، فَقُلْتُ: مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : إِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ: رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، إِنَّهُ لا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کے پاس ایک چار پایہ لایا گیا تاکہ آپ اس پر سوار ہوں۔ آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے وقت بسم اللہ پڑھی، جب اس کی پیٹھ پر سوار ہو گئے تو فرمایا الحمد اللہ پھر آپ نے فرمایا وہ ذات پاک ہے جس نے اس کو ہمارے تابع کیا حالانکہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔ پھر آپ نے تین مرتبہ الحمد اللہ اور تین بار اللہ اکبر پڑھا، پھر کہا (اے اللہ) تو پاک ہے، بے شک میں میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا بخشے والا کوئی نہیں پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے (راوی کہتے ہیں) میں نے پوچھا اے امیر المومنین آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ایسا ہی

غَیْرُكَ۔ کیا اور پھر مسکرائے (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک تمھارا رب بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے اے رب میرے گناہ بخش دے (کیونکہ) وہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لغۃً دابۃ ہر جانور کو کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا مگر اصطلاح میں دابۃ گھوڑے کو کہا جاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے آپ کی خدمت میں گھوڑا حاضر کیا گیا تھا۔

رکاب بمعنی آلہ رکوب جس میں پاؤں رکھ کر سوار ہوتے ہیں۔

یہ حمد سواری ملنے کے شکریہ پر ہے یعنی خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری آسانی کے لیے ہم کو سواری بخشی، بہت لوگ مجبورًا پیدل سفر کرتے ہیں۔

یہ قرآن شریف کی آیت ہے، اس کی شرح ابھی فصل اول میں گزر گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مولیٰ ان قوی جانوروں کا ہم کمزور انسانوں کے قبضہ میں آجانا تیری مہربانی سے ہے ہم تو مچھر مکھی کو تابع نہیں کر سکتے، پھر ہم پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہم کو خود اپنے ہاتھ پاؤں پر بھی اختیار وقبضہ نہ رہے گا یعنی بعد موت ہم کو وہ وقت یاد ہے، ہم اس نعمت پر متکبر نہیں تیرے شکر گزار ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی جامع اور برمحل دعا ہے۔

یعنی میری خطاؤں و گناہوں کے باوجود تو نے مجھے یہ سواری وغیرہ کی نعمتیں بخشیں

تو مجھے امید ہے کہ تو اپنے کرم سے مجھے معافی بھی دے دے گا میں نے وہ ہی کیا جو گنہگار کرتے ہیں تو وہ ہی کر جو ستار و غفار کی شان ہے۔

یعنی مسکرائے ٹھٹھا نہ لگایا، مسکرانا اظہار خوشی کے لیے ہوتا ہے ٹھٹھا دل کی غفلت سے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے بہت تھے ٹھٹھا کبھی نہ لگا۔

یعنی میں قولی و عملی سنتوں پر عمل کر رہا ہوں اس موقعہ پر یہ دعا مانگنا سنت قولی ہے اور اس وقت تبسم کرنا سنت عملی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی نقل کرتے تھے اسے ثواب سمجھتے تھے اور یہ بھی پتہ لگا کہ حضور علیہ السلام کی ہر سنت پر عمل کرنا باعث ثواب ہے حتی کہ ہنسنا اور رونا بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں ہنس رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰی کی موافقت میں تبسم فرمایا تھا تو یہ عملی سنت رسول بھی ہے اور سنت الٰہیہ بھی، رب تعالٰی تعجب کرنے، ہنسنے سے پاک ہے اس لیے وہاں ان الفاظ کے معنے ہوتے ہیں خوش ہونا۔رب تعالٰی کی رضا خوشی اس کی شان کے لائق ہے، ہماری رضا و خوشی ہماری حیثیت کے موافق ہے۔

معلوم ہوا کہ رب تعالٰی اس بندے سے بہت راضی و خوشی ہوتا ہے جو اپنے کو بے کس و گنہگار جانے اور رب تعالٰی کو قادر و غفار جانے، یہ ہی حال بارگاہِ مصطفوی کا ہے کہ وہاں بھی بے کسی پر رحم بہت ہوتا ہے۔شعر

دیکھی جو بے کسی تو انہیں رحم آگیا

گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

خیال رہے کہ گناہ تو اللہ تعالٰی ہی بخشتا ہے،اس کے محبوب بندے شفاعت تو کرتے ہیں مگر براہ راست گناہ بخشتے نہیں مگر حقوق بندے بھی معاف کر سکتے ہیں، میں اپنا قرض یا خون معاف کر سکتا ہوں لہذا احدیث بالکل واضح ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے لوگوں کے گناہ یا کفارے معاف فرمادیئے وہ باذن الٰہی تھے، ان معافیوں کی بہت مثالیں ہیں جو ہم نے اپنی کتاب "سلطنت مصطفیٰ" میں بیان کی ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۵۱)

❖ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ سَعْدٌ: لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ. قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ كَانَ؟ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مَعَهُ تُرْسٌ، وَكَانَ سَعْدٌ رَامِيًا، وَكَانَ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا بِالتُّرْسِ يُغَطِّي جَبْهَتَهُ، فَنَزَعَ لَهُ سَعْدٌ بِسَهْمٍ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ رَمَاهُ فَلَمْ يُخْطِئْ هَذِهِ مِنْهُ يَعْنِي جَبْهَتَهُ وَانْقَلَبَ الرَّجُلُ، وَشَالَ بِرِجْلِهِ: فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ. قَالَ: قُلْتُ: مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكَ؟ قَالَ: مِنْ فِعْلِهِ بِالرَّجُلِ.

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ خندق کے دن دیکھا کہ آپ (اتنے) ہنسے کہ آپ کے سامنے کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اس ہنسی کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے فرمایا ایک آدمی (کافر) کے پاس ڈھال تھی اور وہ ڈھال کو ادھر اُدھر کر کے اپنا چہرہ چھپاتا تھا (چونکہ) حضرت سعد تیر انداز تھے (اس لیے) آپ نے ایک تیر نکالا اور جونہی اس نے سر اٹھایا اسے دے مارا (تیر) اس کی پیشانی پر لگا۔ وہ الٹا گیا اور اس کی ٹانگ اُٹھ گئی (اس واقعہ پر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے سامنے والے دانت مبارک

نظر آنے لگے ہیں (عامر بن سعد) نے
پوچھا کس بات سے نبی کریم ﷺ ہنسے؟
حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ اس
اس بہادرانہ کارنامے سے جو میں نے اس
(کافر) مرد کے ساتھ کیا۔

شرح حدیث: آپ ﷺ کی مسکراہٹ و تبسم اپنے اہل بیت اور صحابہ اکرام کیلئے ایسی بنیادی شیء ہے جسکے دہرے ثمرات مرتب ہوئے یعنی دنیا میں نیکی اور آخرت میں بے حساب اجر۔

مسلمان سے مسکرا کر ملنا ایسا بہترین صدقہ ہے کہ غریب اور مالدار یکساں طور پر کر سکتے ہیں۔ ما رأیت أحدا أکثر تبسما من رسول الله صلى الله عليه وسلم (سیدنا عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو مسکراتے اور تبسم فرماتے نہیں دیکھا (الترمذی: 3641)۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: إنكم لن تسعوا الناس بأموالكم فليسعهم منكم بسط الوجه وحسن الخلق۔ (تمہارے اموال میں تمام لوگوں کیلئے ہرگز وسعت نہیں ہوگی پس تمہیں چاہیئے کہ ان کے ساتھ بشاشت اور حسن اخلاق سے پیش آؤ)۔

مسکراہٹ زندگی کی علامت ہے۔ مسکراہٹ خوشیاں تخلیق کرتی ہے۔ یہ غم زدہ لوگوں کی مدد کرتی ہے، یہ مشکل چیزوں کو آسان کر دیتی ہے۔ جب ہم مسکراہٹ کے ساتھ کسی کی خوشی میں شامل ہوتے ہیں تو خوشی دوبالا ہو جاتی ہے۔ آج دنیا معاشی بحران میں بتلا ہے۔ جنگوں کے خطرات سر پر منڈلا رہے ہیں اور پوری دنیا میں صحت کے مسائل بڑھتے جا رہے ہیں اس لیے ہر کسی کو اپنا ذہنی تناؤ کم کر کے مسکراہٹوں کی ضرورت ہے۔ مسکراہٹیں صحت کے لیے دوائی سے زیادہ مفید ہیں کیونکہ مسکراہٹ میں

سچائی ہوتی ہے جو کہ ایک طاقتور ٹانک ہے۔

36- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ مِزَاحِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خوش طبعی

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ لَهُ: يَا ذَا الأُذُنَيْنِ۔ قَالَ مَحْمُودٌ: قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: يَعْنِي يُمَازِحُهُ۔۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے دو کانوں والے! حضرت محمود بن غیلان (راوی) کہتے فرمایا کہ حضرت ابواسامہ (راوی) نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ ان سے خوش طبعی فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضرت انس کے دونوں کان کسی قدر بڑے تھے اس لیے انہیں دو کان والے فرمایا جیسے خرباق ابن ساریہ کو ذوالیدین فرمایا کرتے تھے یا حضرت انس کی قوت سماعت بہت قوی تھی یا آپ بہت ذکی و ذہین تھے۔ بہرحال اس فرمان عالی میں حضرت انس کی تعریف بھی ہے اور خوش طبعی بھی، یہ ہے اس سید الصادقین کی خوش طبعی۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۷۱۷)

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ ہم سے اتنا میل جول رکھتے تھے کہ آپ نے میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا اے

صلی اللہ علیہ وسلم، لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟.

ابو عمیر! تیری بلبل کو کیا ہوا؟ (ابو عمیر کے پاس بلبل کا ایک بچہ تھا جو مر گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ازراہ خوش طبعی دریافت فرمایا۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے لیخاطبنا یعنی ہم سے کلام فرماتے تھے۔

ابو عمیر حضرت انس کے چھوٹے بھائی تھے اخیافی، ان کے باپ کا نام زید ابن سہیل تھا، کنیت ابو طلحہ، ابو عمیر کا نام کبشہ تھا۔ (مرقات)

بعض شارحین نے فرمایا کہ نغیر بلبل کا نام ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ کوئی اور چڑیا ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے حضور کا یہ فرمان حضرت ابو عمیر کو تسکین دینے یا ان کا دل بہلانے کے لیے تھا۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ چڑیا پالنا اسے پنجرے میں رکھنا اس سے بچوں کا کھیلنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے دانہ پانی آرام کا خیال رکھے۔ دوسرے یہ کہ حرم مدینہ میں شکار کرنا درست ہے ورنہ چڑیا کا پنجرہ میں رکھنا بھی حرام ہوتا جیسا کہ حرم مکہ کا حال ہے کہ وہاں نہ تو شکار کرنا درست ہے نہ شکار کو پنجرے وغیرہ میں رکھنا درست۔ تیسرے یہ کہ معلوم بات کا پوچھنا کسی اچھے مقصد کے لیے درست ہے۔ حضور کو خبر تھی کہ چڑیا مر گئی پھر بھی پوچھ رہے کہ چڑیا کیا ہوئی۔ چوتھے یہ کہ بچوں سے خوش طبعی کرنا ان کا دل بہلانے کے لیے جائز ہے، پانچویں یہ کہ ہم وزن نام بولنا درست ہے جیسے حضور انور نے فرمایا ابو عمیر، نغیر۔ خیال رہے کہ کبوتر پالنا درست ہے کبوتر بازی حرام ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۴ ۷)

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الدُّورِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ ، قَالَ : أَنبأَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارِكِ، عَنِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا، قَالَ : إِنِّي لا أَقُولُ إِلا حَقًّا.

فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا میں سچی بات ہی تو کہتا ہوں (یعنی مزاح کے باوجود میں نے بات سچی ہی کی ہے۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی آقا حضور دونوں جہاں کے والی ہیں ہم لوگ نوکر چاکر حضور کے خدام ہیں، ہم جیسوں سے حضور انور کا خوش طبعی فرمانا حیرت در حیرت ہے یا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت خوش طبعی کو ناجائز سمجھتے تھے تب یہ عرض کیا۔

یعنی وہ دل لگی و مذاق حرام ہے جس میں جھوٹ بولا جاوے یا کسی کو ذلیل کیا جاوے ہماری خوش طبعی میں یہ دونوں باتیں نہیں ہوتی لہذا یہ جائز ہے۔ خیال رہے کہ ہر وقت دل لگی و مذاق ہیبت دور کر دیتا ہے اس لیے کبھی کبھی شاذ و نادر ہی چاہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۷۱۵)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ رَجُلا اسْتَحْمَلَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: إِنِّي

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواری مانگی۔ آپ نے فرمایا میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کرتا ہوں، اس نے عرض کیا یا رسول

حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ صلى الله عليه وسلم: وَهَلْ تَلِدُ الإِبِلَ إِلا النُّوقُ؟.

اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ اونٹنی ہی سے تو پیدا ہوتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اصطلاح میں اونٹنی کا بچہ چھوٹے اونٹ کو کہتے ہیں جو سواری کے لائق نہ ہو۔ یہ ہوئی خوش طبعی وہ صاحب بھی یہ ہی سمجھے کہ حضور انور مجھے چھوٹا سا اونٹنی کا بچہ عطا فرمائیں گے اس پر انہوں نے وہ عرض ومعروض کی جو آگے آرہی ہے۔

یعنی اونٹ بڑا ہو کر بھی اونٹنی کا ہی بچہ رہتا ہے کسی اور جانور کا بچہ نہیں بن جاتا۔ معلوم ہوا کہ خوش طبعی میں کسی لفظ کے بعید معنی مراد لینا جائز ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۱۶۷)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهُ زَاهِرًا، وَكَانَ يُهْدِي إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، هَدِيَّةً مِنَ الْبَادِيَةِ، فَيُجَهِّزُهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ، فَقَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی، جس کا نام زاہر تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جنگل کا تحفہ لایا کرتا تھا، جب وہ واپس جانے لگتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بھی) اسے سامان عطا فرماتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت محبت کرتے تھے (حلانکہ) وہ

النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم : إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوهُ وَكَانَ صلی اللہ علیہ وسلم يُحِبُّهُ وَكَانَ رَجُلا دَمِيمًا ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ، يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم، يَقُولُ: مَنْ يَشْتَرِي هَذَا الْعَبْدَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ، إِذًا وَاللهِ تَجِدُنِي كَاسِدًا ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم :لَكِنْ عِنْدَ اللهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ أَوْ قَالَ : أَنتَ عِنْدَ اللهِ غَالٍ

(بظاہر) بدصورت تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ (حضرت زاہر) سامان بیچ رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیچھے سے اس طرح بغل گیر ہو گئے کہ وہ آپ کو نہیں دیکھ رہے تھے، انہوں نے کہا کون ہے مجھے چھوڑ دے (اس اثنا میں) مڑ کر دیکھا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پھر انہوں نے نہایت اہتمام سے اپنی پیٹھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے (برکت کے لیے) ملنا شروع کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم آپ مجھے کم قیمت پائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اللہ کے نزدیک کم قیمت نہیں، یا یہ فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیش قیمت ہو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ان خوش نصیب صحابی کے حالات معلوم نہ ہو سکے حتی کہ صاحب مشکوۃ نے اپنی کتاب اکمال میں بھی بیان نہیں کیے کیونکہ یہ صحابی کسی حدیث کے راوی نہیں۔

یعنی دیہاتی چیزیں پھل پھلاری، کھیت کی پیداوار وغیرہ حضور انور کے لیے تحفہ ہی لایا کرتے تھے۔ اور جب زاہر مدینہ منورہ سے واپس جانے لگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہری چیزیں بطور ہدیہ وسوغات ان کو دیتے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے گھر لے جائیں۔

یعنی زاہر ہماری دیہاتی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں اور ہم زاہر کی شہری ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں گویا زاہر ہمارا گاؤں ہیں اور ہم زاہر کا شہر یہ اخلاق کریمانہ ہیں کہ اپنے غلاموں نیازمندوں کو ان القاب سے نوازتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت ہی محبت فرماتے تھے اگرچہ وہ ویسے ہی تھے جیسے حبشی لوگ خصوصًا دیہاتی ہوتے ہیں شکل ولباس دیہات کا سا۔ دمیم کے معنی ہوتے ہیں بدشکل۔ (مرقات) مگر اس کی شکل پر ہزاروں خوبصورت قربان جسے پیا چاہے وہ سہاگن۔

اس طرح کہ حضور انور ان کے پیچھے بیٹھے انہیں پیچھے سے اپنی گود میں لے لیا ان کی بغلوں میں سے ہاتھ ڈال کر اپنا ہاتھ شریف زاہر کی آنکھوں پر رکھ لیا یعنی پہچانو ہم کون ہیں۔ کاش! میں اس وقت زاہر کے پاس ہوتا تو اس کے قدم سے اپنی آنکھیں ملتا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ واقعہ بیچ بازار میں ہو رہا ہے۔

حضرت زاہر پہچان تو پہلے ہی گئے ہوں گے بھلا حضور کی خوشبو مہک کسی اور میں کہا۔ مقصد یہ ہے کہ جب انہوں نے حضور کو آنکھوں دیکھ لیا بذریعہ کنکھیوں کے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں ایسی خوشبو تھی کہ جس گلی سے گزرتے وہاں کے گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگ پہچان جاتے تھے کہ حضور گزرے۔ شعر

آمدی از پس ببازی چشم پوشیدی مرا
اے نگاہ دست رنگین دست بکشا کیتی

حضرت زاہر نے یہ موقعہ غنیمت جانا کہ خود حضور انور نے مجھے اپنی گود میں لے لیا ہے اور اپنا سینہ میری پشت سے متصل کر دیا ہے ایسے موقعہ بار بار ہاتھ نہیں آتے اس لیے اپنی پشت کو حضور کے سینہ انور سے خوب مس کیا برکت حاصل کرنے کے لیے۔ معلوم ہوا کہ اپنے خدام سے خوش طبعی کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور برکت کے لیے بزرگوں کا جسم ان کے کپڑے چھونے سنت صحابہ ہے۔

یہ کلام بالکل حق ہے۔ عبد سے مراد ہے: عبداللہ، خرید نے سے مراد ہے اس کے عوض دوسرا لانا یعنی کون ہے جو اس جیسا اللہ کا بندہ مجھے دکھائے یا اشتراء میں تجرید ہے لہذا بمعنی یاخذ ہے یعنی اس اللہ کے بندے کو کون لیتا ہے مجھ سے۔ (مرقات)

یعنی مجھ میں نہ شکل نہ عقل نہ رنگ نہ ڈھنگ مجھے کون قبول کرے گا ایسوں کو کون لیتا ہے میں آپ کا کیسے ہوسکتا ہوں۔

جو حضور کا ہو جائے وہ بے قیمت کیسے ہوسکتا ہے انکی قیمت سارا جہان نہیں ہوسکتا۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب تھے بازار میں جو نئی چیز دیکھتے حضور انور کی خدمت میں ہدیہ لے آتے تھے جب چیز کا مالک قیمت مانگتا ہے تو اسے بھی حضور کے پاس لے آتے، عرض کرتے حضور فلاں دن جو حضور کے پاس فلاں چیز میں نے حاضر کی تھی اس کی قیمت حضور اسے دے دیں یہ تقاضا کر رہا ہے، حضور تبسم فرما کر فرماتے کہ تم نے تو وہ چیز ہم کو ہدیۃً دی تھی، عرض کرتے حضور میری پاس اس کی قیمت کہاں سے آئی حضور قیمت ادا فرماتے مگر ان سے کچھ نہ کہتے۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج۶،ص۷۱۹)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نے بارگاہ رسالت ماب میں حاضر ہو کر عرض کیا

الْمُبَارِكُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: أَتَتْ عَجُوزٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ. فَقَالَ: يَا أُمَّ فُلانٍ، إِنَّ الْجَنَّةَ لا تَدْخُلُهَا عَجُوزٌ. قَالَ: فَوَلَّتْ تَبْكِي، فَقَالَ: أَخْبِرُوهَا أَنَّهَا لا تَدْخُلُهَا وَهِيَ عَجُوزٌ. إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى، يَقُولُ: إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً، فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا، عُرُبًا أَتْرَابًا

یارسول اللہ! ﷺ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے، آپ نے فرمایا اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی نہیں جائے گی (حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) وہ عورت روتی ہوئی واپس ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس عورت کو بتاؤ کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک ہم نے عورتوں کو ایک خاص طریقے پر پیدا کیا اور پھر انہیں کنواریاں بنایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ان بی بی صاحبہ نے حضور انور سے جنت کی دعا کرائی تب یہ فرمایا یہ بی بی صاحبہ غالبًا حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں حضور انور کی پھوپھی حضرت زبیر ابن عوام کی والدہ یہ واقعہ دوبار ہوا ہے: ایک بار حضرت صفیہ سے یہ فرمایا تھا، (مرقات)

یعنی بوڑھی عورتیں مؤمنہ صالحہ ہوتی ہیں پھر بھی اگر وہ جنت میں نہ جائیں تو کہاں جائیں گی انہوں نے بہت مایوسی وتعجب سے یہ سوال کیا۔

یعنی جب وہ بوڑھی عورتیں جنت میں جانے لگیں تو بوڑھی نہ رہیں گی بلکہ نوجوان بنادی جاویں گی ہمیشہ کنواریاں رہیں گی لہذا ہم ذات کی نفی کرتے نہیں صفت بڑھاپے کی نفی فرماتے ہیں۔ جنتی عورتوں کی عمر تیس یا تینتیس سال ہوگی یہ ہی عمر ہمیشہ رہے گی۔ بعض مفسرین نے اِنَّآ اَنْشَاْنٰھُنَّ کی ضمیر حوروں کی طرف راجع کی ہے مگر اس

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی ساری عورتیں خواہ حوریں ہوں یا دنیا کی بیویاں سب کی طرف لوٹ رہی ہے سب کی عمر یہ ہی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶ ص ۷۱۸)

37- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ كَلَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شعر گوئی

❖ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قِيلَ لَهَا: هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ الشِّعْرِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ، وَيَتَمَثَّلُ بِقَوْلِهِ: يَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعر پڑھا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا (ہاں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابن رواحہ کے شعر پڑھتے تھے، اور تیرے پاس وہ شخص خبریں لائے گا جسے تو نے اجرت نہیں دی۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: اور یہ بھی روایت فرمایا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا بنسبت اشعار سے بھر جانے کے بہتر ہے، تو ام المومنین نے یہاں بھی فرمایا اللہ تعالیٰ ابوہریرہ پر رحم فرمائے کہ انہیں حدیث کا پہلا حصہ یاد رہا اور آخری حصہ محفوظ نہ رہا (اصل واقعہ یہ تھا) مشرکین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذمت کیا کرتے اور آپ کے خلاف بدگوئی سے کام لیتے تھے تو اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ

پیپ سے بھر جاتا تو اس کے لئے بہتر تھا بنسبت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجواور مذمت والے اشعار سے بھرنے کے اھ، اور یہ اس لئے فرمایا کہ ام المومنین نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود سنا تھا کہ آپ نے فرمایا بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں یا حکمت والے ہوتے ہیں، اور یہ بھی سنا تھا کہ آپ ابن رواحہ کے اشعار پڑھا کرتے تھے (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) اور کبھی آپ نے یہ شعر بھی پڑھا ویأتیك بالاخبار من لم تزود یعنی تیرے پاس وہ شخص خبریں لائے گا جس کو تو نے توشہ نہ دیا، سب کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے، (شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھۃ باب روایۃ الشعر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۹،۴۰۸) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۴ ص ۲۴۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ أَصْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ، كَلِمَةُ لَبِيدٍ (ابن ربيعة): أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ، وَكَادَ أُمَيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک کسی شاعر کے منہ سے نکلی ہوئے بہت سچی بات لبید بن ربیعہ کا یہ شعر ہے کہ سن لو! اللہ تعالٰی کے سوا ہر چیز فانی ہے اور قریب ہے کہ امیہ بن ابو الصلت اسلام لے آئے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یہاں کلمہ سے مراد شعر ہے، لبید ابن ربیعہ عامری عرب کے مشہور شاعر ہیں، یہ اپنی قوم بنی جعفر ابن کلاب کے وفد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضور کے بعد کوفہ میں رہے ۴۱ھ اکتالیس ہجری میں وفات پائی ایک سو چالیس یا ایک سو پچھتر سال عمر ہوئی، کوفہ میں ہی مزار ہے، اسلام لاکر کوئی شعر نہ کہا، فرماتے تھے کہ اب مجھے قرآن کریم کی فصاحت کافی ہے یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کے اشعار بارگاہ رسالت میں شرف قبول پا گئے تو خود بھی مقبول ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ (مرقات)

یہاں باطل بمعنی فانی ہے اور آیتِ کریمہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بٰطِلًا میں باطل بمعنی بیکار ہے یہ کلام قرآن کریم کے خلاف نہیں لبید کے اشعار یہ ہیں۔

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل
وکل نعیم لا محالة زائل
نعیمك فی الدنیا غرور وحسرة
وعیشك فی الدنیا محل و باطل
سوی الجنة الفردوس ان نعیمها
یبقی وان الموت لا بد نازل

چونکہ لبید نے یہ کلام زمانہ جاہلیت میں کہا تھا پھر قرآن کریم کی آیت کے مطابق ہوا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ یا فرمان كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ اس وجہ سے بارگاہِ نبوت میں بہت قبول ہوا۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۶۲۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَسْوَدِ

حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلی مبارک کو ایک پتھر لگا جس

بْنِ قَيْسٍ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: أَصَابَ حَجَرٌ أُصْبُعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَدَمِيَتْ، فَقَالَ: هَلْ أَنْتِ إِلَّا أُصْبُعٌ دَمِيتِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ مَا لَقِيتِ۔

کی وجہ سے خون جاری ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ تو ایک خون آلودہ انگلی ہی تو ہے اور تونے یہ تکلیف اللہ تعالیٰ کے راستے میں پائی ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ جندب ابن عبداللہ ابن ابوسفیان بجلی صحابی ہیں، زمانہ ابن زبیر میں وفات پائی۔

غالبًا غزوہ احد تھا اس غزوہ میں آپ کسی نماز کے لیے تشریف لے گئے تب انگلی میں چوٹ لگ گئی لہذا یہ حدیث نماز کے جانے کی حدیث کے خلاف نہیں۔

اے انگلی تو صبر کر صرف تیرا خون ہی نکلا ہے جو معمولی تکلیف ہے جو کچھ تجھے تکلیف پہنچی وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ مالقیت کا ما موصولہ ہے یہ شعر یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہے جو بلا قصد شعر گوئی آپ کے منہ سے صادر ہوگیا جیسے قرآن مجید کی بعض آیات شعر بن جاتی ہیں جیسے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یا جیسے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا یا یہ شعر عبداللہ ابن رواحہ کا ہے آپ نے وہ پڑھا لہذا حضور انور کا شعر پڑھنا ثابت ہوا مگر لہجہ سے یا گا کر نہیں بقیہ اشعار یہ ہیں۔ شعر

وما بنفس الی لا تقتلی تموت
هذه حياض الموت قد صبيت
وما تمنيت فقد لقيت
ان تفعل فعلهما هديت

(مرقات)(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۲۴)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَا أَبَا عُمَارَةَ؟ فَقَالَ: لَا وَاللهِ مَا وَلَّى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَكِنْ وَلَّى سَرَعَانُ النَّاسِ، تَلَقَّتْهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ، وَرَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، عَلَى بَغْلَتِهِ، وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا، وَرَسُولُ اللهِ يَقُولُ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (مجھ سے) ایک شخص نے پوچھا اے ابو عمارہ! کیا تم (جنگ حنین) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہیں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ نہیں پھیرا بلکہ جلد باز لوگ بھاگ گئے) کیونکہ وہ قبیلہ ہوازن کے تیروں کی زد میں آ گئے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خچر مبارک پر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے، میں نبی ہوں، اس (قول) میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں حضرت عبدالمطب کا بیٹا (پوتا) ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک وسیع پتھریلا علاقہ ہے، اس فقیر نے اس میدان کی زیارت کی ہے، فتح مکہ کے بعد یہ غزوہ واقع ہوا قبیلہ

ہوازن سے یہ جنگ ہوئی۔

یہ ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور حضور کے اخیافی بھائی کہ حلیمہ دائی بنت ذویب سعدیہ کا دودھ انہوں نے بھی پیا ہے، بڑے شاعر تھے، زمانہ کفر میں حضور انور کے خلاف انہوں نے بہت اشعار لکھے تھے جن کے جواب حضرت حسان نے دیئے تھے، پھر اللہ نے اسلام کی توفیق دی تو بعد اسلام کبھی حضور کے سامنے سر نہ اٹھایا شرم کی وجہ سے، فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے، حضرت علی مرتضیٰ نے ان سے کہا تھا کہ حضور کے سامنے جا کھڑا ہو اور یہ آیت پڑھو تَاللهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ چنانچہ انہوں نے یہ ہی کہا، حضور انور نے فرمایا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ ۲۰ھ میں وصال ہوا، عقیل ابن ابی طالب کے گھر میں دفن ہوئے حضرت عمر فاروق نے نماز پڑھائی یہ ابوسفیان وہ نہیں جو امیر معاویہ کے والد ہیں وہ تو ابوسفیان ابن حرب ابن صخر اموی ہیں۔ (مرقات)

غزوہ حنین میں اولاً مسلمانوں کو ہزیمت ہوگئی تھی قبیلہ ہوازن وغطفان نے حضور انور کے خچر کو گھیر کر حضور پر حملہ کرنا چاہا تب آپ خچر سے اترے اور تلوار سونت کر یہ فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مؤمن بھی ہیں بہادر بھی آپ کی اولاد بہادری میں مشہور بھی ہے، حضور انور نے ان کے اولاد ہونے پر فخر فرمایا، یہ فخر کفار کے مقابلہ میں اظہار شجاعت کے لیے تھا لہذا بالکل درست تھا۔ مشرک باپ داداؤں پر فخر جائز نہیں اگر عبدالمطلب کافر مشرک ہوتے تو حضور ان کی اولاد ہونے پر فخر نہ فرماتے، از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ حضور کے تمام آباؤ اجداد کفر اور زنا سے محفوظ رہے۔

یعنی حضور کی شجاعت کے جوہر آج دیکھے گئے کہ ایسے نازک موقعہ پر بجائے بھاگنے کے سواری سے اتر کر پیدل ہو لیے تلوار سونت کر ان ہزاروں کے مقابلہ میں

اکیلے آ گئے۔ شعر

وہ موقعہ جب فضاء آسمان بھی تھرتھراتی تھی
محمد تھے کہ ان کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۷۲۵)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ مَكَّةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ، وَابْنُ رَوَاحَةَ يَمْشِي (وفي نسخة: ينشد) بَيْنَ يَدَيْهِ، وَهُوَ يَقُولُ: خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا ابْنَ رَوَاحَةَ، بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَفِي حَرَمِ اللهِ تَقُولُ الشِّعْرَ، فَقَالَ صلى الله عليه وسلم: خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ، فَلَهِيَ

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کی قضا کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے آگے آگے حضرت رواحہ یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے۔ اے کفار کی اولاد! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ آج ہم قرآن پاک کے حکم کے مطابق تمہیں ایسی ماردیں گے جو سروں کو اپنے مقام سے جدا کر دے گی اور دوست کو دوست سے غافل کر دے گی، حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اے ابن رواحہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور حرم شریف میں تو شعر پڑھتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر! اسے کہنے دو، بے شک یہ شعر (کافروں کو) تیروں سے بھی زیادہ تیز لگتے ہیں۔

أَسْرَعُ فِيهِمْ ، مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ .

شرح حدیث: اچھا شعر پڑھنا اچھا ہے

اعلٰی حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاوی رضویۃ، میں ارشاد فرماتے ہیں: روز عمرۃ القضاء جب لشکر ظفر پیکر محبوب اکبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہزاراں جاہ وجلال داخل مکہ ہوا ہے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ آگے آگے رجز کے اشعار سناتے کافروں کے جگہ پر تیر رساتے جارہے تھے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے منع کیا کہ اے ابن رواحہ! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے اور اللہ جل جلالہ کے حرم کیں یہ شعر خوانی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھنے دو کہ یہ ان پر تیروں سے زیادہ کارگر ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ارشد فرمایا: اے عمر! ہم سن رہے ہیں تم بھی خاموش رہو۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۳ ص ۳۶۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: جَالَسْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ ، وَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُونَ الشِّعْرَ، وَيَتَذَاكَرُونَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَهُوَ سَاكِتٌ وَرُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ .

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں سو بار سے بھی زیادہ بیٹھا۔ آپ کے صحابہ کرام (آپ کے سامنے) شعر پڑھتے اور زمانہ جاہلیت کی باتیں (ایک دوسرے سے) بیان کرتے آپ خاموش بیٹھے رہتے اور کبھی کبھی ان کے ساتھ مسکرا دیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھا رہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں، جن اوقات میں سجدہ حرام ہے ان اوقات میں تلاوت قرآن افضل نہیں کہ اس وقت سجدۂ تلاوت نہ کر سکے گا۔ تیسرے یہ کہ نفلی معتکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیت اعتکاف وہاں بیٹھتے تھے۔ چوتھے یہ کہ مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز بلکہ نعت شریف پڑھنا سنت صحابہ ہے۔ پانچویں یہ کہ آخرت کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کرسکتا یہ صرف نبوت کے نور سے ہی معلوم ہوتی ہیں، دیکھو حضرات صحابہ کرام اب بعد اسلام اپنے زمانہ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم اس وقت کیسے ناسمجھ تھے اب حضور کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسر ہوئی۔ چھٹے یہ کہ حضور انور بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے ان کے ہر کام میں شریک ہوجاتے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۵۸۴)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: أَشْعَرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا الْعَرَبُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ: أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عربوں کا بہترین کلام، لبید بن ربیعہ کا یہ قول ہے: سن لو! اللہ تعالیٰ کے سوا سب کچھ فانی ہے۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں:

قرآن کریم میں ہے: کل شیئ ھالك الاوجھه۔

ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ (القرآن الکریم ۲۸/۸۸)

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، حضور اکرم فرماتے ہیں:

الصدق کلمۃ الشاعر کلمۃ لبید الاکل شیئ ماخلا اللہ باطل۔

(الجامع الصحیح للبخاری کتاب الادب باب مایجوز من الشعر والرجز قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۸)

سب میں سچی زیادہ بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔

کتب کثیرہ مفصلہ، اصابہ نیز مسند میں ہے سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشهد ان الله لارب غيره
وانك مامون على كل غائب

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ قصہ اسلام سواد بن قارب دارالفکر بیروت ۳/۶۰۹)

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی رب نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمیع غیوب پر امین ہیں) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۴ ص ۶۴۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطَّائِفِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم،

حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ تعالٰی عنہما پنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا، میں نے آپ کو امیہ بن صلت کے کلام سے ایک سو شعر سنائے، جب میں ایک بیت سنا لیتا تو نبی

فَأَنْشَدْتُهُ مِائَةَ قَافِيَةٍ مِنْ قَوْلِ أُمَيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ الثَّقَفِيِّ، كُلَّمَا أَنْشَدْتُهُ بَيْتًا، قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: هِيهْ حَتَّى أَنْشَدْتُهُ مِائَةً يَعْنِي بَيْتًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: إِنْ كَادَ لَيُسْلِمُ۔

کریم ﷺ فرماتے اور سناو یہاں تک کہ میں نے سو شعر سنائے (پھر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا قریب تھا کہ وہ (امیہ بن صلت) ایمان لاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عمرو ابن شرید کی کنیت ابو الولید ہے، تابعی ہیں، ثقفی ہیں، طائف کے رہنے والے ان کے والد شرید صحابی ہیں۔

اس طرح کہ ایک گھوڑے اونٹ پر آگے حضور انور سوار تھے حضور کے پیچھے میں تھا، حضور کی پشت انور سے میرا سینہ مس کرتا تھا بطور شکریہ اس نعمت کا ذکر فرماتے ہیں تا کہ اپنا قرب بیان کریں اور یہ بات میں نے حضور سے بہت قریب سے سنی ہے مجھے اس میں تردد شک نہیں۔

امیہ ابن الصلت قبیلہ بنی ثقیف کا ایک شاعر تھا جس نے اسلام کا شروع زمانہ اور حضور کی ابتدائی تبلیغ پائی مگر نہ ایمان لایا نہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنے دین تارک الدنیا اور توحیدی تھا، اس کے اشعار توحید والے حضور انور نے سنے فرمایا کہ یہ ایمان کے قریب تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کے دل میں کفر تھا مگر زبان پر ایمان تھا۔ (مرقات)

ھیہ اصل میں ایہ تھا الف ھ سے بدل دیا گیا اس کے معنی ہیں لاؤ یا اور لاؤ، پہلا ھیہ بمعنی لاؤ ہے بعد کے ھیہ بمعنی اور بھی لاؤ سناؤ۔

یہ اشعار حمد الٰہی، دنیا کی بے وفائی، آخرت کے ثواب و عذاب کے تھے حضور انور نے پسند فرمائے اور بہت سے اشعار سنے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اچھے مضمون کے شعر اچھے ہیں جن احادیث میں اشعار کی برائی آئی ہے وہاں برے مضمون کے اشعار مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعر جانتے تھے اس کی بھلائی برائی سے واقف تھے، آیت کریمہ "وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ" میں یا تو شعر سے مراد ہے جھوٹا کلام یعنی ناول یا علمنا سے مراد ہے ملکہ شعر گوئی یا لہجہ سے شعر پڑھنا کہ حضور انور اس سے پاک تھے۔ تیسرے یہ کہ دوسروں سے شعر پڑھوا کر سننا سنت سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کفار و فساق شاعروں کے اچھے شعر سننا جائز ہیں جب کہ مضمون شعر اچھا ہو۔

یہاں اشعہ میں ہے کہ امیہ ابن صلت اہلِ کتاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات سنتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ کاش مجھے ان کی زیارت خدمت نصیب ہو جب حضور انور قریش میں نمودار ہوئے تو جل گیا بولا اگر وہ بنی ثقیف سے ہوتے تو میں ایمان لے آتا اسی حسد میں حضور کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، خط میں سب سے پہلے باسمك اللّٰهم لکھنے والا یہی شخص تھا اس سے سیکھ کر قریش یہ لکھنے لگے تھے۔

(مراۃ المناجیح، ج ٦، ص ٣٢٣)

❖ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد میں منبر بچھاتے جس پر کھڑے ہو کر وہ نبی کریم ﷺ کے فضائل فخریہ (کفار سے مدافعت کرتے ہوئے) بیان

صلی اللہ علیہ وسلم يَضَعُ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَوْ قَالَ: يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَيَقُولُ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُنَافِحُ أَوْ يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، بے شک اللہ تعالیٰ روح قدس (حضرت جبرئیل) کے ذریعے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کرتا ہے۔ جب تک وہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کو جواب دیتے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور کی نعت شریف پڑھنے کے لیے یا مشرکین عرب کی ہجو کرنے کے لیے۔ سبحان اللہ! کیا تقدیر ہے حضرت حسان کی کہ حضور انور کی مجلس مبارک میں مسجد نبوی شریف میں آپ کو منبر عطا ہو رہا ہے نعت خوانی نعت گوئی اللہ کی رحمت ہے بشرطیکہ مقبول ہو۔

یعنی حضور کی تشریف آوری اور خود اپنے کو حضور کی اتباع نصیب ہونے پر فخر کرتے تھے۔ شعر

انسانیت کو فخر ہے تیری ذات سے
بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر

یا مشرکین سے حضور کا بدلہ لیتے تھے کہ ان کی ہجو کرتے تھے حضور انور کے

فضائل بیان فرماتے تھے، آپ خود سنتے اور لوگوں کو سننے کا حکم دیتے تھے حضرت حسان کو دعائیں دیتے تھے۔

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ جب تک جناب حسان ہماری نعت خوانی کفار کی ہجو کرتے ہیں ان کے سر پر حضرت جبریل علیہ السلام کا ہاتھ ہوتا ہے اس ہاتھ کے اثر سے انکے دل میں اچھے مضامین پیدا ہوتے ہیں اچھے الفاظ سمجھ میں آتے ہیں اچھی طرح اخلاص کے ساتھ ادا ہوتے ہیں یہ سب کچھ حضرت جبریل کی مدد کا نتیجہ ہے۔ خیال رہے کہ دوست چند نوعیتوں کے ہوتے ہیں: اپنا دوست وہ دوست، اپنے دوست کا دوست وہ دوست، دشمن کا دشمن وہ دوست۔ یوں ہی دشمن چند قسم کے ہیں: اپنا دشمن، اپنے دشمن کا دوست، اپنے دشمن کا دشمن۔ حضرت حسان حضور کے دوست حضور کے دوستوں کے دوست اور حضور کے دشمنوں کے دشمن تھے لہٰذا آپ تینوں قسم کے دوست تھے اس لیے آپ کا یہ درجہ ہوا، چونکہ حضرت جبریل انبیاء کرام پر وحی لاتے رہے اور وحی روح ہے لہذا آپ کا نام روح ہوا، قدس رب تعالیٰ کا نام شریف ہے تو معنی ہوئے کہ رب تعالیٰ کی روح یعنی اس کی پسندیدہ روح۔ (مراۃ المناجیح، ج٦، ص٦٢٧)

38- بَابُ مَا جَاءَ فِي كَلَامِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي السَّمَرِ
قصہ گوئی

❖ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ الْبَزَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الثَّقَفِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَقِيلٍ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: حَدَّثَ رَسُولُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو ایک (عجیب) قصہ سنایا، ان میں سے ایک بی بی نے عرض کیا گویا یہ خرافہ کا قصہ نبی کریم ﷺ نے کیا تم خرافہ کے واقعہ سے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ذَاتَ لَيْلَةٍ نِسَاءَهُ حَدِيثًا، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: كَأَنَّ الْحَدِيثَ حَدِيثُ خُرَافَةَ. فَقَالَ: أَتَدْرُونَ مَا خُرَافَةُ؛ إِنَّ خُرَافَةَ كَانَ رَجُلًا مِنْ عُذْرَةَ، أَسَرَتْهُ الْجِنُّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَمَكَثَ فِيهِمْ دَهْرًا ، ثُمَّ رَدُّوهُ إِلَى الإِنْسِ، فَكَانَ يُحَدِّثُ النَّاسَ بِمَا رَأَى فِيهِمْ مِنَ الأَعَاجِيبِ ، فَقَالَ النَّاسُ: حَدِيثُ خُرَافَةَ ۔

واقف، ہوا پھر خود ہی فرمایا) خرافہ قبیلہ عذرہ کا ایک شخص تھا جس زمانہ جاہلیت میں جنات نے قید کرلیا، وہ ان میں کافی مدت ٹھہرا رہا پھر انسانوں میں واپس آیا اور وہ تمام عجائبات لوگوں کو سنائے جو اس نے جنوں میں دیکھے، پھر لوگ دہر عجیب بات کو، کہتے یہ تو خرافہ کی بات ہے۔

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَخِيهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَلَسَتْ إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ أَنْ لَا يَكْتُمْنَ مِنْ أَخْبَارِ أَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا : فَقَالَتِ الأُولَى: زَوْجِي لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ وَعْرٍ، لَا سَهْلٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں گیارہ عورتوں نے مل بیٹھ کر آپس میں پختہ معاہدہ کیا کہ وہ اپنے خاوندوں کے حالات (ایک دوسرے سے) نہیں چھپائیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا پہلی عورت نے کہا کہ میرا خاوند دشوار گزار پہاڑی پر دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے، نہ تو پہاڑ اتنا آسان ہے کہ اس پر چڑھا جا سکتے اور ہی وہ گوشت اتنا موٹا ہے کہ محنت سے

فَيُرْتَقَى، وَلَا سَمِينٌ فَيُنْتَقَلُ قَالَتِ الثَّانِيَةُ: زَوْجِي لَا أَبُثُّ خَبَرَهُ، إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَذَرَهُ، إِنْ أَذْكُرْهُ أَذْكُرْ عُجَرَهُ، وَبُجَرَهُ قَالَتِ الثَّالِثَةُ: زَوْجِي الْعَشَنَّقُ، إِنْ أَنْطِقْ أُطَلَّقْ، وَإِنْ أَسْكُتْ أُعَلَّقْ قَالَتِ الرَّابِعَةُ: زَوْجِي كَلَيْلِ تِهَامَةَ، لَا حَرٌّ، وَلَا قُرٌّ، وَلَا مَخَافَةَ، وَلَا سَآمَةَ قَالَتِ الْخَامِسَةُ: زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فَهِدَ، وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ، وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ قَالَتِ السَّادِسَةُ: زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفَّ، وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ، وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ، وَلَا يُولِجُ الْكَفَّ، لِيَعْلَمَ الْبَثَّ قَالَتِ السَّابِعَةُ: زَوْجِي عَيَايَاءُ، أَوْ غَيَايَاءُ طَبَاقَاءُ، كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ، شَجَّكِ، أَوْ فَلَّكِ، أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ قَالَتِ الثَّامِنَةُ: زَوْجِي الْمَسُّ، مَسُّ أَرْنَبٍ وَالرِّيحُ، رِيحُ زَرْنَبٍ قَالَتِ التَّاسِعَةُ: زَوْجِي رَفِيعُ الْعِمَادِ، طَوِيلُ النِّجَادِ

لایا جائے (یعنی میرا خاوند ناکارہ ہے) دوسری عورت نے کہا میرا خاوند (ایسا ہے) کہ میں اس کا حال ظاہر نہیں کر سکتی مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اسے چھوڑ ہی نہ دوں۔ اگر میں اس کا حال بیان کروں تو تمام عیوب بیان کروں گی (یعنی میرے خاوند کے حالات ناقابل بیان ہیں) تیسری عورت نے کہا کہ میرا خاوند (بے تکا) لمبا ہے، اگر اس میں کچھ کہوں تو (مجھے طلاق دے دی جاتی ہے اور اگر خاموش رہوں تو لٹکائی جاتی ہوں یعنی کسی طرح کی نہیں رہتی) چوتھی عورت نے کہا میرا خاوند مکہ مکرمہ کی رات کی طرح ہے نہ گرم نہ سرد نہ خوف اور نہ رنج (یعنی مریا خاوند معتدل مزاج ہے۔) پانچویں عورت نے کہا میرا خاوند گھر آئے تو چیتا باہر جائے تو شیر ہے، وہ گھریلو معاملات کی تحقیق نہیں کرتا۔ چھٹی عورت نے کہا میرا خاوند جب کھانا کھاتا تو سب کچھ سمیٹ لیتا ہے، پانی پیے تو سب چڑھا لیتا ہے، جب لیٹتا ہے تو کپڑا خوب لپیٹ لیتا ہے اور میرے

عَظِيمُ الرَّمَادِ، قَرِيبُ الْبَيْتِ
مِنَ النَّادِ قَالَتِ الْعَاشِرَةُ: زَوْجِي
مَالِكٌ، وَمَا مَالِكٌ مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ
ذَلِكِ، لَهُ إِبِلٌ كَثِيرَاتُ الْمَبَارِكِ،
قَلِيلَاتُ الْمَسَارِحِ، إِذَا سَمِعْنَ
صَوْتَ الْمِزْهَرِ، أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ
هَوَالِكُ قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ:
زَوْجِي أَبُو زَرْعٍ وَمَا أَبُو زَرْعٍ؟
أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ، وَمَلَأَ مِنْ
شَحْمٍ عَضُدَيَّ، وَبَجَّحَنِي، فَبَجَحَتْ
إِلَيَّ نَفْسِي، وَجَدَنِي فِي أَهْلِ
غُنَيْمَةٍ بِشَقٍّ فَجَعَلَنِي فِي أَهْلِ
صَهِيلٍ، وَأَطِيطٍ وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ،
فَعِنْدَهُ أَقُولُ، فَلَا أُقَبَّحُ، وَأَرْقُدُ،
فَأَتَصَبَّحُ، وَأَشْرَبُ، فَأَتَقَمَّحُ، أُمُّ
أَبِي زَرْعٍ فَمَا أُمُّ أَبِي زَرْعٍ،
عُكُومُهَا رَدَاحٌ، وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ،
ابْنُ أَبِي زَرْعٍ، فَمَا ابْنُ أَبِي زَرْعٍ،
مَضْجَعُهُ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ،
وَتُشْبِعُهُ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ، بِنْتُ أَبِي
زَرْعٍ، فَمَا بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ، طَوْعُ

کپڑے میں ہاتھ ڈال کر (میرے) رنج
و راحت کو معلوم نہیں کرتا (یعنی لاپرواہ
ہے) ساتویں عورت نے کہا میرا خاوند
ست ہے (یا اس عورت نے کہا) ناکارہ
بیوقوف ہے، وہ ہر بیماری میں مبتلا ہے،
تجھے زخمی کردے یا تیری ہڈی توڑ دے یا
تیرے لیے دونوں جمع کردے (یعنی وہ
بیوقوف اور ناکارہ شخص ہے) آٹھویں
عورت نے کہا میرے خاوند کو ہاتھ لگانا
خرگوش کو ہاتھ لگانے کے برابر ہے
(نہایت ملائم بدن والا ہے) اور وہ
زعفران کی طرح خوشبودار ہے، نویں
عورت نے کہا میرا خاوند اونچے ستونوں
والا (عالی نسب) بہت بڑی راکھ والا
(سخی) لمبے پرتلے والا (دراز قد) اور اس
کا گھر مشورہ گاہ کے قریب ہے (یعنی معتبر
آدمی ہے) دسویں عورت نے کہا میرے
خاوند کا نام مالک ہے اور کیسا مالک؟ وہ
مالک اس (نویں عورت کے خاوند) سے
بہتر ہے، وہ اونٹوں اکثر باڑے میں رہتے
ہیں اور بہت کم چراگاہ میں جاتے ہیں۔

أَبِيهَا وَطَوْعُ أُمِّهَا، مِلْءُ كِسَائِهَا، وَغَيْظُ جَارَتِهَا، جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ، فَمَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ، لَا تَبُثُّ حَدِيثَنَا تَبْثِيثًا، وَلَا تُنَقِّثُ مِيرَتَنَا تَنْقِيثًا، وَلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا، قَالَتْ: خَرَجَ أَبُو زَرْعٍ، وَالْأَوْطَابُ تُمَخَّضُ، فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا، كَالْفَهْدَيْنِ، يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ، فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَهَا، فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا، رَكِبَ شَرِيًّا، وَأَخَذَ خَطِّيًّا، وَأَرَاحَ عَلَيَّ نَعَمًا ثَرِيًّا، وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا، وَقَالَ: كُلِي أُمَّ زَرْعٍ، وَمِيرِي أَهْلَكِ، فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ أَعْطَانِيهِ، مَا بَلَغَ أَصْغَرَ آنِيَةِ أَبِي زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ۔

جب وہ (اونٹ) گانے بجانے کی آواز سنتے ہیں (مہمانوں کے استقبال سے کنایہ ہے۔) تو اپنے ذبح ہونے کا یقین کر لیتے ہیں (یعنی یہ شخص امیر بھی ہے اور مہمان نواز بھی) گیارہویں عورت نے کہا کہ میرا خاوند ابوزرع ہے اور ابوزرع کیسا ہے؟ اس نے زیوازت سے میرے کان ہلا دیے اور چربی سے میرے بازو بھر دیے (خوب کھلایا پلایا) اس نے مجھے خوش ہوئی، اس نے مجھے تھوڑی سی بکریوں والوں (غریب خاندان) میں پایا تو مجھ امیروں میں لے آیا جہاں اونٹوں اور گھوڑوں کی آوازیں آتی ہیں اور گاہنے والے بیل اور بھوسہ جدا کرنے والے آدمی ہیں (یعنی مالدار سسرال) میں بات کرتی ہوں تو بُرا نہیں منایا جاتا، جب میں سوتی ہوں تو صبح تک سوئی رہتی ہوں اور پیتی ہوں تو سیراب ہو کر پیتی ہوں، ابوزرع کی ماں بھی کیسی (باکمال) عورت ہے، اس کے برتن بڑے بڑے ہیں اور اس کا گھر کشادہ ہے۔ ابوزرع کے بیٹے کی شان بھی

عجیب ہے، اس کا پہلو کھجور کی بے پھل ٹہنی
کی طرح ہے اور اسے بکری کے بچے کا
صرف ایک بازو سیر کر دیتا ہے۔ ابوزرع
کی بیٹی بھی کیا ہی (لائق تعریف) ہے،
ماں باپ کی فرمانبردار اور چادر کو بھرنے
والی ہے (موٹی تازی) اور اپنی ہمسایہ
عورت (سوکن) کو جلانے والی ہے۔
ابوزرع کی لونڈی بھی کیا ہی (قابل
ستائش) ہے نہ ہمارے راز ظاہر کرتی ہے
نہ ہمارا غلہ چوری کرتی ہے اور نہ ہم
ہمارے گھر کو کوڑے کرکٹ سے بھرتی
ہے، ام زرع نے کہا کہ ابوزرع گھر سے
نکلا، اس وقت دودھ کی مشکیں بلوئی جا رہی
تھیں (یعنی دودھ سے مکھن نکالا جا رہا تھا)
اس نے ایک عورت سے ملاقات کی جس
کے ساتھ (اس کے) چیتے کی طرح دو بچے
اس کے پہلو میں دو اناروں سے کھیل رہے
تھے۔ (اس کے بعد) ابوزرع نے مجھے
طلاق دے دی اور (پھر) میں نے بھی
ایک ایسے سردار سے شادی کر لی جو
گھوڑے پر سوار ہوتا، ہاتھ میں خطی نیزہ

ہوتا (مقام خط، جو بحرین کی بندرگاہ کے پاس ہے کا نیزہ خطی کہلاتا ہے۔) اور سہ پہر چوپائے لے آتا، اس نے مجھے ان چوپایوں میں سے ایک جوڑا دیا اور کہا اے ام زرع! تو خود بھی کھا اور اپنے اقارب کو بھی غلہ دے (اس کے باوجود) اگر میں اس کے دیے ہوئے تمام عطیات جمع کروں تو بھی ابوزرع کے چھوٹے سے چھوٹے برتن کے برابر نہ ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ!) میں تیرے لیے ایسا ہوں جیسا ابوزرع، ام زرع کے لیے تھا (یعنی نہایت شفیق اور مہربان)۔

شرح حدیث: گھر والوں کی دل جوئی

کبھی کبھی اپنے گھر والوں کا دل بہلانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہانی سنایا بھی کرتے تھے اور کہانی سنا بھی کرتے جیسا کہ ام زرع کا واقعہ۔ ایک دفعہ دورانِ گفتگو خرافہ کا نام آیا۔ پوچھا خرافہ کو جانتی ہو کون تھا؟ قبیلۂ عذرہ کا ایک آدمی تھا۔ اس کو جن اٹھا کر لے گئے۔ وہاں اس نے جو بڑے بڑے عجائبات دیکھے تھے واپس آ کر ان کو لوگوں سے بیان کرتا تھا۔ اس بناء پر جب کوئی عجیب بات اب لوگ سنتے ہیں تو کہتے ہیں یہ تو خرافہ کی بات ہے۔

دل خوش کرنے کی فضیلت

مسلمان کا دل خوش کرنا بھی بہت بڑے ثواب کا کام ہے چُنانچہ شَہَنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُودونَوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمِنہ کے لال، محبوبِ ذوالجلال عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جوشخص کسی مؤمن کے دل میں خوشی داخل کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُس خوشی سے ایک فرِشتہ پیدا فرماتا ہے جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت اور توحید بیان کرتا ہے۔ جب وہ بندہ اپنی قَبر میں چلا جاتا ہے تو وہ فرِشتہ اس کے پاس آکر پوچھتا ہے: کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ وہ کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ تو وہ فرِشتہ کہتا ہے کہ میں وہ خوشی کی شکل ہوں جسے تو نے فُلاں مسلمان کے دل میں داخِل کیا تھا، اب میں تیری وَحشت میں تیرا مونس ہوں گا اور سُوالات کے جوابات میں ثابت قدم رکھوں گا اور روزِ قیامت میں تیرے پاس آؤں گا اور تیرے لئے تیرے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں سفارش کروں گا اور تجھے جنّت میں تیرا ٹھکانا دکھاؤں گا۔ (اَلتَّرغیب وَالتَّرہیب ج ۳ ص ۲۶۶ حدیث ۲۳)

پیارے بھائیو! ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے گھر والوں کا دل خوش کرتے رہیں۔

39- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ نَوْمِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آرام فرمانا

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر مبارک پر تشریف لیجاتے تو دائیں ہتھیلی کو دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور (بارگاہ الٰہی

النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى تَحْتَ خَدِّهِ الأَيْمَنِ، وَقَالَ: رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ.

میں) عرض کرتے اے رب! مجھے (اس دن کے) عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔

شرح حدیث: ذکر الٰہی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ہر گھڑی ہر لحظہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، تحت الباب ھل یتتبع المؤذن... الخ، ج۱، ص۲۲۹)

اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار ہوتے، سواری سے اترتے، سفر میں جاتے، سفر سے واپس ہوتے، بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے، مسجد میں آتے جاتے، جنگ کے وقت، آندھی، بارش، بجلی کڑکتے وقت، ہر وقت ہر حال میں دعائیں ورد زبان رہتی تھیں۔ خوشی اور غمی کے اوقات میں، صبح صادق طلوع ہونے کے وقت، غروبِ آفتاب کے وقت، مرغ کی آواز سن کر، گدھے کی آواز سن کر، غرض کون سا ایسا موقع تھا کہ آپ کوئی دعا نہ پڑھتے دن ہی میں نہیں بلکہ رات کے سناٹوں میں بھی برابر دعا خوانی اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے یہاں تک کہ بوقتِ وفات بھی جو فقرہ بار بار وردِ زبان رہا وہ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی دعا تھی۔ (صحاح ستہ وحصن حصین وغیرہ کتب احادیث)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو دعا

بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ ، قَالَ : اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا ، وَإِذَا اسْتَيْقَظَ، قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ.

مانگتے کہ اے اللہ! مجھے تیرے ہی نام سے موت آئے گی اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے تمام تعریفیں اللہ کو سزاوار ہیں جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف جانا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا بستر شریف قبر کے رُخ بچھایا جاتا ہے کہ قبلہ کے داہنے سر مبارک ہوتا اور قبلہ کے بائیں پاؤں شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی کروٹ پر لیٹتے، داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے تھے۔قبر میں میت کی ہیئت بھی یہ ہی ہوتی ہے، چونکہ نیند موت کا نمونہ ہے اسی لیے حضور علیہ السلام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تاکہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ کبھی قبر میں بھی لیٹنا ہے۔

یہاں موت و زندگی سے مراد سونا جاگنا ہے، رب تعالیٰ کا نام شریف ممیت بھی ہے اور محیی بھی یعنی ممیت کے نام پر مروں گا اور محیی کے نام پر جیوں گا یعنی بیدار ہوں گا کہ میرے یہ دو حال تیرے ان دو ناموں کا مظہر ہیں۔(مرقات)

یعنی یہ جاگنا یہ کل قیامت میں اٹھنے کی دلیل ہے۔نشور نشر سے بنا بمعنی متفرق ہونا، پھیل جانا، اسی سے انتشار اور منتشر بنا، جاگنے کو نشور اسی لیے کہتے ہیں کہ بندے جاگ کر طلب رزق وغیرہ کے لیے پھیل جاتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔خیال رہے کہ عربی میں نیند، سکون، بے عقلی، جہالت، بھیک مانگنے، گناہ، بڑھاپے، ناگوار حالت جیسے ذلت، فقر وغیرہ کو موت کہہ دیتے ہیں اور ان کے مقابل کو حیات یعنی زندگی، یہاں

موت بمعنی نیند ہے اور احیاء بمعنی بیداری، رب تعالٰی فرماتا ہے: اَوَ مَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ اور فرماتا ہے: اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى ان دونوں آیتوں میں موت سے مراد جہالت ہے اور میت سے مراد جاہل وکافر۔ (مرقات ولمعات) (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲)

❖ عَنۡ عُرۡوَةَ ، عَنۡ عَائِشَةَ، قَالَتۡ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيۡلَةٍ جَمَعَ كَفَّيۡهِ فَنَفَثَ فِيهِمَا ، وَقَرَأَ فِيهِمَا : قُلۡ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَ قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ وَ قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسۡتَطَاعَ مِنۡ جَسَدِهِ، يَبۡدَأُ بِهِمَا رَأۡسَهُ وَوَجۡهَهُ وَمَا أَقۡبَلَ مِنۡ جَسَدِهِ ، يَصۡنَعُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب رات کو بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو دونوں ہاتھوں کو (دعا کے انداز میں) جمع فرما کر ان میں پھونک مارتے اور سورۃ اخلاص، سورہ فلق، اور سورہ الناس پڑھتے پھر دونوں ہاتھوں کو جہاں تک ممکن ہوتا جسم پر پھیرتے اور ابتدا سر انور، چہرہ مبارکہ اور جسم کے سامنے والے حصے سے کرتے اور تین مرتبہ ایسا کرتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ہر رات کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ عمل دن کے قیلولہ میں نہ کرتے تھے، صرف رات کو سوتے وقت کرتے تھے، بستر سے مراد خوابگاہ ہے لہذا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جنگل میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کر کے سوتے۔

نفخ اور نفث دونوں کے معنے ہیں پھونکنا مگر نفخ میں محض سانس نکالنا ہوتا ہے اور نفث میں سانس کے ساتھ کچھ لعاب دہن بھی شامل ہوتا ہے۔

یہاں فقراء کی ف ایسی ہے جیسے رب تعالٰی کا فرمان: فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ یا جیسے اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ یعنی جب بستر پر لیٹتے اور دم کرنا چاہتے تو یہ سورتیں پڑھتے۔ یہ مطلب نہیں کہ دم تو پہلے کر لیتے اور سورتیں بعد میں پڑھتے لہذا ہمارا ترجمہ درست ہے ف کے خلاف نہیں بعض نسخوں میں ونفث واو سے ہے، تب تو بالکل واضح ہے۔

تا کہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکتیں بھی شامل ہو جائیں، اس سے بزرگوں کا دم درود یا مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا ثابت ہوا۔

ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیئے اس سے آفات سے حفاظت رہتی ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۳، ص ۳۵۷)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، نَامَ حَتَّى نَفَخَ، وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ، فَأَتَاهُ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، فَقَامَ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہوئے اور آپ معمولی خراٹے لیے اور (آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ) جب بھی آرام فرماتے معمولی خراٹے لیتے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہو کر آپ کو نماز کی خبر دی۔ آپ کھڑے ہوئے اور نماز ادا فرمائی (حالانکہ) آپ نے وضو نہیں فرمایا۔ اس حدیث میں قصہ اور بھی ہے۔ (نیند سے بیداری کے بعد وضو نہ کرنا نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ مترجم)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ خراٹے کسی عارضہ یا بیماری کی وجہ سے نہ تھے بلکہ عادت کریمہ تھی خراٹے نیند کامل ہونے کی علامت ہیں۔خیال رہے کہ یہ خراٹے ایسے سخت نہ تھے کہ دوسروں کو تکلیف ہو بلکہ بہت ہلکے تھے اسی لیئے نفخ فرمایا یعنی پھونکنا یا سانس بلند لیا۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند وضو نہیں توڑتی۔وجہ ظاہر ہے کہ نیند وضو توڑتی ہے غفلت کی وجہ سے کہ خبر نہیں رہتی ہوا خارج ہوئی یا نہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند غفلت پیدا ہی نہیں کرتی پھر وضو توڑنے کا سوال ہی نہیں، یہ وضو نہ توڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے جیسے شہید کی موت غسل نہیں توڑتی یہ شہید کی خصوصیت ہے۔(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۲۱)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ، قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِي.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو فرماتے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پانی پلایا ہمیں کافی ہے اور جس نے ٹھکانا دیا کیونکہ (دنیا میں) ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں نہ تو کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ جگہ دینے والا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کفایت سے مراد موذی جانوروں، آفتوں، بلاؤں سے محفوظ رکھنا، بچانا، حاجات پوری فرمانا۔پناہ دینے سے مراد ہے رہنے کے لیے گھر دینا، سردی

گرمی سے بچنے کو بستر وغیرہ عطا فرمانا۔

چنانچہ کفار کو رب تعالیٰ نے نفس، شیطان کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا، اب وہ ہر طرح ان کے بس میں ہیں، اسی طرح بعض وہ مساکین ہیں جن کے پاس نہ در ہے نہ بستر، ایمان نفس و شیطان سے امان ہے، مکان و بستر مصیبتوں سے امان ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو دونوں امان عطا فرمائیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۵)

❖ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، كَانَ إِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ، وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى كَفِّهِ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (سفر پڑاؤ کرتے وقت) رات کو اترتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے اور جب صبح سے (کچھ وقت) پہلے اترتے تو (دائیں) کلائی کھڑی کر کے سر مبارک ہتھیلی مبارک پر رکھ لیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کی حالت میں کسی جگہ اول رات یا آدھی رات میں اترتے آرام فرماتے تو سونے کی نیت سے لیٹتے تھے داہنی کروٹ پر داہنی ہتھیلی پر داہنا رخسارہ رکھ کر لیٹتے تھے لیٹنے میں سنت طریقہ یہ ہی ہے۔

یعنی اگر آخری شب میں جب صبح صادق ہونے والی ہوتی آپ آرام کے لیے اترتے تو اس طریقہ سے لیٹتے تا کہ نیند نہ آجاوے۔ خیال رہے کہ عرب میں اکثر شب میں سفر کرتے ہیں دن میں کسی منزل پر آرام کے لیے ٹھہر جاتے ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۵۳)

40- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ عِبَادَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

عبادت

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، حَتَّى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ، فَقِيلَ لَهُ: أَتَتَكَلَّفُ هٰذَا، وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز (تہجد) پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ کے مبارک قدموں میں ورم آ گئے، عرض کیا گیا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ سے پہلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیے ہیں، فرمایا کیا (پھر) میں اللہ کا شکر ادا نہ کروں؟

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ دراز قیام کے باعث یعنی تہجد میں اتنا دراز قیام فرمایا کہ کھڑے کھڑے قدم پر ورم آ گیا یہ حدیث شبینہ پڑھنے والوں اور ان صوفیا کی دلیل ہے جو تمام رات نماز پڑھتے ہیں جیسے حضور غوث پاک اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین ان بزرگوں پر اعتراض نہ کرو۔

یعنی یا حبیب اللہ اتنا لمبا قیام ہم لوگ کریں تو مناسب ہے کہ ہم گنہگار ہیں اللہ تعالےٰ اس کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے پھر اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ بخشنے کی بہت

توجیہیں عرض کی جا چکی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے جو ابھی عرض کی گئی۔

یعنی میری یہ نماز مغفرت کے لیئے نہیں بلکہ مغفرت کے شکریہ کے لیئے ہے۔ خیال رہے کہ ہم لوگ عبد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدہٗ ہیں، ہم لوگ شاکر ہو سکتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم شکور ہیں یعنی ہر طرح ہر وقت ہر قسم کا اعلیٰ شکر نے والے مقبول بندے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنت کی لالچ میں عبادت کرنے والے تاجر ہیں، دوزخ کے خوف سے عبادت کرنے والے عبد ہیں مگر شکر کی عبادت کرنے والے احرار ہیں۔ (ربیع الابرار و مرقاۃ) (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۴۹)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يُصَلِّي حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ: أَتَفْعَلُ هَذَا وَقَدْ جَاءَكَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے رہتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے۔ آپ سے عرض کیا گیا (یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب پہلو اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے۔ آپ نے فرمایا (تو کیا پھر) میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

شرح حدیث: کیا ہم شکر گزار بندے ہیں؟

جب نبی کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم سے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم کے مجاہدات، کثرتِ گریہ اور خوف وتضرع کے بارے میں پوچھا جاتا:

یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایسا کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سبب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

(صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی اللیل، الحدیث: ۱۱۳۰، ص ۸۸)

کتنے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ اللہ عزوجل کے اس فرمانِ عالیشان:

وَاِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰی O (پ۱۶، طٰہٰ: ۸۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں بہت بڑی امید دلائی گئی ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے اس میں مغفرت تک رسائی کے لئے چار شرائط عائد کی ہیں جن کے بعد بڑی اُمید کہاں باقی رہتی ہے؟ وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) توبہ

(۲) ایمان کامل

(۳) نیک عمل اور

(۴) ہدایت یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا۔

(اَلزَّوَاجِرُ عَنۡ اِقۡتِرَافِ الۡکَبَائِرِ ص ۸۷ مؤلف امام احمد بن حجر المکی اَلۡمُتَوَفّٰی ۹۷۴ھ)

❖ حَدَّثَنَا عِیسَی بۡنُ عُثۡمَانَ بۡنِ عِیسَی بۡنِ عَبۡدِ الرَّحۡمَنِ الرَّمۡلِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِّی یَحۡیَی بۡنُ عِیسَی الرَّمۡلِیُّ، عَنِ الأَعۡمَشِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز (تہجد) میں اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتے۔ آپ

عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُومُ يُصَلِّي حَتَّى تَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ فَيُقَالُ لَهُ : يَا رَسُولَ اللهِ، تَفْعَلُ هَذَا وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ ، قَالَ : أَفَلا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا .

سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب اگلوں اور پچھلوں (سب) کے گناہ بخش دیے آپ نے فرمایا کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

شرح حدیث: جہنم کی آگ آنسو ہی بجھا سکتے ہیں

حضرتِ سَیِّدُ نا عطا رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھ حضرت ابن عمر اور حضرت عبید بن عمروص ایک مرتبہ اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہ تعالٰی عَنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بارے میں کوئی بات بتایئے۔ تو آپ رو پڑیں اور فرمایا، ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے، مجھے رخصت دو کہ میں رب تعالیٰ کی عبادت کرلوں۔ تو میں نے عرض کی، مجھے آپ کا رب تعالیٰ کے قریب ہونا اپنی خواہش سے زیادہ عزیز ہے۔ تو آپ اگھر کے ایک کونے میں کھڑے ہوگئے اور رونے لگے۔ پھر وضو کر کے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو دوبارہ رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ کی چشمان مبارک سے نکلنے والے آنسو زمین تک جا پہنچے۔ اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو آپ کو روتے دیکھ کر عرض کی، یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کیوں رو رہے ہیں حالانکہ آپ کے سبب تو اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا، کیا

میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور مجھے رونے سے کون روک سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے،

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(ترجمہ کنز الایمان:) بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے، جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (پ ۴، آل عمران ۱۹۰، ۱۹۱)

(پھر فرمایا)، اے بلال! جہنم کی آگ کو آنکھ کے آنسو ہی بجھا سکتے ہیں، ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے کہ جو یہ آیت پڑھیں اور اس میں غور نہ کریں۔
(درۃ الناصحین، المجلس الخامس والستون، ص ۲۹۴)

اللہ عزوجل کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رورو کے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریا بہا دیئے ہیں

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه

حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے)

وسلم بِاللَّيْلِ ؛ فَقَالَتْ : كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ ، فَإِذَا كَانَ مِنَ السَّحَرِ أَوْتَرَ . ثُمَّ أَتَى فِرَاشَهُ . فَإِذَا كَانَ لَهُ حَاجَةٌ أَلَمَّ بِأَهْلِهِ ، فَإِذَا سَمِعَ الأَذَانَ وَثَبَ . فَإِنْ كَانَ جُنُبًا أَفَاضَ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ، وَإِلا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ إِلَى الصَّلاةِ۔

فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے ابتدائی حصے میں آرام فرماتے پھر (نماز کے لیے) کھڑے ہوجاتے اور سحری کے وقت و تر پڑھ کر بستر مبارک پر تشریف لے جاتے ، اگر آپ کو (صحبت کی) رغبت ہوتی تو اپنی زوجہ کے پاس تشریف لے جاتے، پھر جب اذان سنتے، فوراً کھڑے ہو جاتے، اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

شرح حدیث: نوافل کا بیان

پیارے بھائیو! نوافل کو نہیں چھوڑنا چاہے کیونکہ یہ فرائض کی کمی پوری کرنے والے ہیں۔فرائض بمنزلہ اصل سرمایہ کے ہیں اور نوافل نفع کی طرح ہیں اور سننِ مؤکدہ کو بھی نہ چھوڑے جیسا کہ عرف ہے۔نہ ہی چاشت کی نماز چھوڑے یہ دو یا چار یا اس سے زیادہ ہیں۔اسی طرح نمازِ تہجد اور مغرب وعشاء کے درمیانی وقت کو عبادت کے ساتھ زندہ کرنا نیز صبح کی دو رکعتوں (یعنی سنتوں) کو بھی نہ چھوڑے کیونکہ یہ دو رکعتیں دُنْیَا وَمَا فِیْهَا (یعنی دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہیں۔ان کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور صبح صادق کی روشنی کناروں میں پھیلتی ہے نہ کہ لمبائی میں۔(لبابُ الاحیاء ص ۷۲)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ (ح)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے شاگرد ابوکریب کو بتایا کہ

وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ، قَالَ: فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي طُولِهَا، فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ، فَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الآيَاتِ الْخَوَاتِيمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ. ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا، فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ: فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ

ایک دن آپ (حضرت ابن عباس) اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ہاں ٹھہرے، آپ فرماتے ہیں میں بستر کی چوڑائی کی جانب لیٹ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لمبائی کی جانب آرام فرما ہوئے (لیٹتے ہی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ لگ گئی۔ نصف رات سے کچھ پہلے یا بعد آپ بیدار ہوئے اور اپنے چہرے سے نیند (کے اثرات) دور فرمانے لگے پھر سورہ آلِ عمران کی آخری دس آیات پڑھیں، پھر لٹکے ہوئے ایک مشکیزے سے خوب اچھی طرح وضو فرمایا، اور نماز شروع کر دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں (بھی اُٹھ کر) آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا دایاں کان پکڑ کر مروڑنا شروع کر دیا، پھر آپ نے کئی مرتبہ دو دو رکعتیں نماز (تہجد) ادا فرمائی، حضرت معن رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں چھ مرتبہ، پھر آپ نے وتر پڑھے (آخر دو

اللهِ صلی الله علیه وسلم ، يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى ، فَفَتَلَهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ مَعْنٌ: سِتَّ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ ، فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ۔

رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت ملا کر تین وتر پڑھے) اور آرام فرما ہوئے پھر موذن کے آنے پر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے، دو ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھیں پھر (مسجد میں) تشریف لے گئے اور صبح کی نماز ادا فرمائی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی اس دن حضرت میمونہ رضی اللہ عنھا کی باری تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں قیام تھا، حضرت ابن عباس کا وہاں آج رات ٹھہرنا بھی اسی نیت سے تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے اعمال کا نظارہ کرلیں (واہ رے قسمت والو)۔

یعنی رات کا آخری چھٹا حصہ، یہ وقت بہت برکت والا اور قبولیت دعا والا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ پانچ آیات پڑھیں اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ تک ہوسکتا ہے کہ کبھی آخری سورۃ تک پڑھی ہوں اور کبھی پانچ آیات لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

یہ درمیانی وضو کی تفسیر ہے یعنی اگر چہ پانی کم خرچ کیا مگر ہر عضو پر پانی بہہ گیا کوئی جگہ خشک نہ رہی۔

کیونکہ مقتدی اگر ایک ہو تو امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو۔ خیال رہے کہ اس گھمانے کی شرح پہلے گزر چکی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے آپ کو اپنے پیچھے سے گھمایا اس طرح کہ آپ کے اس گھومنے میں تین قدم متواتر نہ پڑے لہٰذا اس پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ نماز میں گھمانا اور گھومنا عمل کثیر ہے اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

یہ خراٹے کسی عارضہ یا بیماری کی وجہ سے نہ تھے بلکہ عادت کریمہ تھی خراٹے نیند کامل ہونے کی علامت ہیں۔ خیال رہے کہ یہ خراٹے ایسے سخت نہ تھے کہ دوسروں کو تکلیف ہو بلکہ بہت ہلکے تھے اسی لیئے نفخ فرمایا یعنی پھونکنا یا سانس بلند لیا۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ وجہ ظاہر ہے کہ نیند وضو توڑتی ہے غفلت کی وجہ سے کہ خبر نہیں رہتی ہوا خارج ہوئی یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند غفلت پیدا ہی نہیں کرتی پھر وضو توڑنے کا سوال ہی نہیں، یہ وضو نہ توڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے جیسے شہید کی موت غسل نہیں توڑتی یہ شہید کی خصوصیت ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۲۱)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

شرح حدیث: اس حدیث کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے، جیسا کہ محدثین نے اس حدیث کو تہجد کے باب میں نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مسلم ج ۱ ص ۱۵۴، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۶،

ترمذی ج ۱ ص ۵۸، نسائی ج ۱ ص ۱۵۴، موطا امام مالک ص ۴۲)

علامہ شمس الدین کرمانی (شارح بخاری) تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں ہے اور حضرت ابوسلمہ کا مذکورہ بالا سوال اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب تہجد کے متعلق تھا۔ (الکوکب الدراری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۵۵۔۱۵۶)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضور اکرم گیارہ رکعت (وتر کے ساتھ) پڑھتے تھے وہ تہجد کی نماز تھی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کی نماز پر محمول ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں برابر تھی۔ (مجموعہ فتاوی عزیزی ص ۱۲۵)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ، مَنَعَهُ مِنْ ذَلِكَ النَّوْمُ، أَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ، صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ نیند یا اونگھ کے غلبہ کی وجہ سے رات کو نماز (تہجد) نہ پڑھتے تو دن کو بارہ رکعتیں ادا فرماتے۔

شرح حدیث: شب بیداری

رات کی نماز سے تہجد مراد ہے۔ یہ نماز اسلام میں اولاً سب پر فرض رہی، پھر امت سے فرضیت منسوخ ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر تک رہی۔ (اشعہ) تہجد کم از کم دو رکعتیں ہیں زیادہ سے زیادہ بارہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آٹھ پڑھتے تھے کبھی

کم وبیش۔حق یہ ہے کہ تہجد ہمارے لیئے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کوئی نہ پڑھے تو سب تارک سنت ہوئے اور اگر ایک بھی پڑھ لے تو سب بری الذمہ ہوئے۔تہجد کا وقت رات میں سو کر جاگنے سے شروع ہوتا ہے صبح صادق پر ختم مگر آخری تہائی رات میں پڑھنا بہتر ہے اور قبل تہجد عشا پڑھ کر سونا شرط ہے اور بعد تہجد کچھ سونا یا لیٹ جانا سنت ہے۔چونکہ یہ بہترین نوافل ہیں اسی لیئے ان کا علیحدہ باب ہوا جو شخص تہجد پڑھنا شروع کردے پھر نہ چھوڑے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔

ضروری مسئلہ: تہجد سے پہلے سو لینا ضروری ہے اگر کوئی بالکل نہ سویا تو اس کے نوافل تہجد نہ ہوں گے۔جن بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے تیس یا چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی جیسے حضور غوث اعظم یا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما وہ حضرات رات میں اس قدر اونگھ لیتے تھے جس سے تہجد درست ہوجائے لہذا ان بزرگوں پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے تہجد کیوں نہ پڑھی حضرت ابوالدرداء، ابوذر غفاری وغیرہم صحابہ جو شب بیدار تھے ان کا بھی یہی عمل تھا۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۱۴)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی رات کو بیدار ہو تو وہ ہلکی رکعتوں کے ساتھ اپنی نماز شروع کرے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ امر استحبابی ہے لہذا مستحب یہ ہے کہ تہجد سے پہلے دو رکعت تحیۃ الوضو ہلکی مگر کامل پڑھے اور تہجد دراز۔ (مراۃ المناجیح، ج۲،ص ۲۲۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: لَأَرْمُقَنَّ صَلَاةَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهُ، أَوْ فُسْطَاطَهُ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ، طَوِيلَتَيْنِ، طَوِيلَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے دل میں خیال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز ضرور دیکھوں گا، چنانچہ میں آپ کے دروازے یا خیمے کی چوکھٹ سے تکیہ لگا کر کھڑا ہو گیا (میں نے کہا) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مختصر رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں نہایت طویل پڑھیں پھر چار مرتبہ دو رکعتیں پڑھیں، ہر پچھلی دو رکعتیں پہلی دو کی نسبت سے مختصر ہوتیں، پھر آپ نے وتر پڑھے، اس طرح یہ تیرہ رکعتیں ہو گئیں۔

دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ، ثُمَّ صَلَّى
رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ
قَبْلَهُمَا، ثُمَّ أَوْتَرَ فَذَلِكَ ثَلاثَ
عَشْرَةَ رَكْعَةً.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ مشہور صحابی ہیں، مدنی ہیں، آخر میں کوفہ قیام رہا اور وہیں ۸۷ھ میں وفات پائی۔

کہنے سے مراد دل میں سوچنا ہے یا اپنے دوستوں سے کہنا۔ غالبًا اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے سے باہر نماز پڑھی ہوگی انہیں دن میں پتہ لگ گیا ہوگا اس لیئے یہ ارادہ کیا۔ شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ عالیہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر سویا تا کہ جب آپ یہاں سے گزرے تو انہیں خبر ہو جائے اور ان کے سر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں شریف لگ جائے۔ شعر

کافی کشتہ دیدار کو زندہ کرتے بخت خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگاتے جاتے
مبارک ہے وہ سر جو ان کی ٹھوکروں میں رہے

اس طرح کہ دو ہلکی رکعتیں تحیۃ الوضو اور بالترتیب آٹھ رکعتیں تہجد اور تین رکعتیں وتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے کبھی کم کبھی زیادہ کیونکہ آپ پر نفس تہجد فرض تھی، رکعتوں کی تعداد میں اختیار تھا جیسے ہم پر نماز میں قرأت فرض ہے مگر آیتوں کی تعداد میں ہمیں اختیار ہے۔ یہ حدیث بھی امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ایک سلام سے، اس حدیث کی عبارت ایسی واضح ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کیونکہ پہلے ذکر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بار میں دس رکعتیں پڑھیں تو اب ایک بار میں تین ہی وتر پڑھے۔

یعنی اس روایت میں ہے کہ بہت دراز رکعتیں ایک دفعہ پڑھیں اور اس سے کم چار بار میں آٹھ رکعتیں اس صورت میں تہجد کی رکعتیں دس ہوئیں اور وتر تین تو اب یہ نماز تحیۃ الوضوء کے علاوہ ۱۳ رکعتیں ہوئیں۔ صاحب مشکوۃ کا منشا یہ ہے کہ صاحب مصابیح نے تین بار ذکر کیا حالانکہ ان کتب میں چار بار ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۲۰)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ، كَيْفَ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لِيَزِيدَ فِي رَمَضَانَ وَلا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، لا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ، وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا لا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاثًا. قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ،

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رمضان المبارک کی نماز کے بارے میں پوچھا، ام المومنین نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں تیرہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، (پہلے) چار پڑھتے اور تم ان کی عمدگی اور لمبائی کے بارے میں مت پوچھو، پھر چار رکعتیں پڑھتے وہ بھی نہایت عمدہ اور دراز ہوتی تھیں پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ وتر پڑھنے سے قبل آرام فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بے شک میری آنکھیں

أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ : يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ، وَلَا يَنَامُ قَلْبِي.

سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاوی رضویۃ، میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے بیشک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا اسے شیخین (بخاری ومسلم) نے ام المومنین رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا اور اسے علماء نے رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے شمار کیا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں قنیہ سے منقول ہے۔

ف: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا۔

(صحیح مسلم کتاب صلوۃ المسافرین باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ تعالی علیہ ودعاۂ باللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۴)

قلت ای بالنسبة الی الامة والا فالا نبیاء جمیعا کذلك علیهم الصلاة والسلام لحدیث الصحیحین عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الانبیاء تنام اعینهم ولاتنام قلوبهم ا ۔ فاندفع ف ـ مافی کشف الرمز ان مقتضی کونه من الخصائص ان غیره صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من الانبیاء علیهم الصلاة والسلام لیس کذلك ۲ ۔ اھ

قلت یعنی امت کے لحاظ سے سرکار کی یہ خصوصیت ہے ورنہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا یہی وصف ہے اس لئے کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

ہے انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے ،تو (خصوصیت بہ نسبت امت مراد لینے سے) وہ شبہ دور ہو گیا جو کشف الرمز میں پیش کیا ہے کہ اس امر کے خصائص سرکار سے ہونے کا مقتضایہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ السلام کا یہ حال نہیں اھ

فـــ ا : تطفل علی العلامۃ المقدسی۔

(ا۔ صحیح البخاری کتاب المناقب باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۴)(کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن انس حدیث ۳۲۲۴۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱ / ۴۷۷)(۲۔ فتح المعین بحوالہ کشف الرمز کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۷)

وهل يجوز ان فـ۲ يكون ذلك لاحد من اكابر الامة وراثة منه صلى الله عليه وسلم قال المولى ملك العلماء بحر العلوم عبد العلى محمد رحمه الله تعالى فى الاركان الاربعة ان قال احد ان كان فى اتباع رسول الله صلى الله عليه وسلم من بلغ رتبة لايغفل فى نومه بقلبه انما تغفل عيناه بيمن اتباعه صلى الله تعالى عليه وسلم كالشيخ الامام محى الدين عبد القادر الجيلانى قدس سره وغيره ممن وصل الى هذه الرتبة وان لم يصل مرتبته رضى الله تعالى عنه لم يكن قوله بعيدا عن الصواب فافهم۔

(رسائل الارکان، الرسالۃ الاولی فی الصلوۃ، فصل فی الوضو، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ص ۱۸)

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ سرکار اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی وارثت کے طور پر ان کی امت کے اکابر میں سے کسی کو یہ وصف مل جائے ؟ ملک العلما، بحر العلوم مولانا عبد العلی محمد رحمۃ اللہ تعالی ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں: اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے متبعین میں

سے کوئی اس رتبہ کو پہنچ گیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی برکت سے نیند میں اس کا دل غافل نہ ہوتا صرف اس کی آنکھیں غافل ہوتیں، جیسے امام محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اوران کے علاوہ وہ اکابر جن کا یہ وصف رہا ہو اگر چہ غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے مرتبے تک ان کی رسائی نہ ہو، تو یہ قول حق سے بعید نہ ہوگا، فافہم اھ۔

ف ۲: ملک العلماء بحر العلوم مولنا عبدالعلی نے فرمایا کہ اگر کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی وراثت سے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی یہ مرتبہ تھا کہ حضور کا وضو سونے سے نہ جاتا، آنکھیں سوتیں دل بیدار رہتا، اور اکابر اولیاء جو اس مرتبہ تک پہنچے ہوں اگر چہ حضور غوث اعظم کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتے تو یہ کہنا حق سے بعید نہ ہوگا، اور مصنف کا حدیث سے اس کی تائید کرنا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ا ص ۵۷۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا، اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الأَيْمَنِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم رات کو گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اوران میں سے ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا کرتے (یعنی دو رکعتوں کے ساتھ تیسری رکعت ملا کر وتر بناتے، نہ یہ کہ صرف ایک رکعت ادا کرتے، جب آپ فارغ ہوتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کی آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے تین رکعت وتر۔ خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہو سکتی۔

اس آخری جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، بعض نے اس کے یہ معنی کئے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورۂ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ بعض لوگوں نے یہ معنے کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی بِرَکْعَةٍ کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

یعنی نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکریہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔

جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ ام

المؤمنین تَبَیَّنَ نہ فرماتیں۔

یعنی حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔(مراۃ المناجیح، ج۲،ص ۲۱۴)

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو (کبھی کبھی) نو رکعتیں پڑھتے تھے۔

شرح حدیث: تہجد میں اٹھنے کا نسخہ

حضرت سیّدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی سند کے ساتھ حضرت سیّدنا عمرو بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں: جس نے سوتے وقت یہ دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ اٰمِنَّا مِنْ مَّكْرِكَ وَلَا تُنْسِنَا ذِكْرَكَ وَلَاتَكْشِفْ عَنَّا سِتْرَكَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْغَافِلِيْنَ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْنَا فِيْ اَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَيْكَ حَتّٰى نَذْكُرَكَ فَتَذْكُرَنَا وَنَسْاَلُكَ فَتُعْطِيَنَا وَنَدْعُوكَ فَتَسْتَجِيْبُ لَنَا وَنَسْتَغْفِرَكَ فَتَغْفِرُ لَنَا۔

یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! ہمیں اپنی خفیہ تدبیر سے محفوظ فرما، ہمیں اپناذکر نہ بھلا، ہمارے گناہوں کو چھپائے رکھ، ہمیں غافلوں میں سے نہ کر، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! ہمیں اپنے پسندیدہ لمحات میں بیدار فرما کہ ہم تیرا ذکر کریں توتُو ہمارا چرچا کر، ہم تجھ سے سوال کریں توتُو ہمیں عطا کر، ہم تجھ سے دعا کریں توتُو ہماری دعا قبول کر، ہم تجھ سے مغفرت چاہیں توتُو ہمیں بخش دے۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے پاس اپنی پسندیدہ ساعت میں (یعنی تہجد کے وقت) بیدار کرنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجتا ہے اگر وہ بیدار ہو جائے تو فبہا (یعنی ٹھیک ہے)، ورنہ وہ فرشتہ آسمان پر چلا جاتا ہے اور دوسرا فرشتہ بھیجا جاتا ہے، وہ بیدار کرتا ہے اگر وہ اُٹھ کر نماز ادا کرلے تو فبہا، ورنہ وہ فرشتہ بھی اپنے رفیق کے ساتھ جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وہ شخص اُٹھ کر نمازِ تہجد پڑھے اور دُعا کرے تو اس کی دُعا قبول کرلی جاتی ہے اور اگر نماز نہ پڑھے تو بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے لئے ان ملائکہ کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب المعیشۃ والعادات قسم الاقوال، باب رابع، فصل اول، الحدیث ۴۳۱۹، ج۱۵، ص۱۴۹۔ بتغیرِ قلیلٍ)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَبْسٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے (حضرت حذیفہ نے) ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ نے نماز پڑھنی شروع کی تو فرمایا اللہ بہت بڑا ہے جو بادشاہت، حکومت بڑائی اور بزرگی والا ہے، پھر آپ نے سورہ بقرہ

وسلم مِنَ اللَّيْلِ ، قَالَ : فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ : اللهُ أَكْبَرُ ذُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ، وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ، قَالَ : ثُمَّ قَرَأَ الْبَقَرَةَ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعَهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، وَكَانَ يَقُولُ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوعِهِ ، وَكَانَ يَقُولُ : لِرَبِّيَ الْحَمْدُ، لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ، فَكَانَ سُجُودُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، وَكَانَ يَقُولُ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى، سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ، فَكَانَ مَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنَ السُّجُودِ ، وَكَانَ يَقُولُ : رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي حَتَّى قَرَأَ الْبَقَرَةَ ، وَآلَ عِمْرَانَ ، وَالنِّسَاءَ ، وَالْمَائِدَةَ، أَوِ الأَنْعَامَ، شُعْبَةُ الَّذِي شَكَّ فِي الْمَائِدَةِ، وَالأَنْعَامِ ۔

تلاوت فرمائی اور قیام جتنا رکوع فرمایا۔ آپ رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھتے تھے، پھر آپ نے سر مبارک اٹھا کر رکوع کے برابر قومہ کیا اور لربی الحمد بار بار پڑھا، پھر آپ نے قیام جیسا سجدہ کیا، آپ سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے تھے، پھر سر انور اٹھا کر دونوں سجدوں کے درمیان سجدے جیسا جلسہ فرمایا اور آپ رب اغفرلی پڑھتے رہے پھر آپ نے سورہ بقرہ، آل عمران، النساء، مائدہ یا سورہ انعام تلاوت فرمائی، حضرت شعبہ (راوی) کو شک ہے کہ سورہ مائدہ تھی یا سورہ انعام۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ ملکوت مُلک کا مبالغہ ہے اور جبروت جبر کا بمعنی غلبہ۔ اصطلاح میں ظاہری ملک کو ملک کہتے ہیں، باطنی کو ملکوت یعنی باطنی ملک اور پورے غلبہ والا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ملکوت، جبروت، کبریا صرف رب تعالیٰ کے لیئے استعمال ہو سکتے ہیں کسی بندے کے لیئے ان کا استعمال جائز نہیں جیسے رحمان وغیرہ۔ (از مرقاۃ)

یعنی تکبیر تحریمہ سے پہلے وہ کلمات کہے پھر تکبیر تحریمہ کہی یا تکبیر کے بعد یہ کہے پھر ثنا شروع کی پہلا احتمال قوی ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ بقرہ سے مراد پوری سورۂ بقرہ ہے یعنی ایک رکعت میں پوری سورۂ بقرہ پڑھی، پھر رکوع بھی اس قدر دراز فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شبینہ کرنا جائز ہے کیونکہ شبینہ میں ایک رکعت میں ڈیڑھ پارہ آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں ڈھائی پارہ پڑھے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دراز قیام زیادتی سجود سے افضل ہے، یہ ہی امام اعظم کا فرمان ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا کہ جو تنہا نماز پڑھے وہ جتنی چاہے دراز کرے۔

یعنی دو سجدوں کے درمیان یہ کلمہ بار بار اس قدر پڑھا کہ آپ کا یہ جلسہ سجدے کے قریب دراز ہو گیا، یہ دعا تعلیم امت کے لیئے ہے۔

یعنی شعبہ راوی کو اس میں شک ہوا کہ چوتھی رکعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مائدہ پڑھی یا انعام، اگلی رکعتوں میں تردد نہیں کہ پہلی میں بقرہ دوسری میں آل عمران تیسری میں نساء پڑھی۔ (مراۃ المناجیح، ج۲، ص۴۲۶)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، عَنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی (رات میں کھڑے ہو کر قرآن پاک

إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيِّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ لَيْلَةً ۔

کی ایک ہی آیت بار بار تلاوت فرماتے۔

شرح حدیث: اسلاف کی گریہ زاری

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوسی حضرت سیِّدُ نا حارث بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: خدا عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! جب رات کی تاریکی چھا جاتی اور ستارے روشن ہو جاتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مریض کی طرح بے چین و مضطرب ہو جاتے اور غم زدہ انسان کی طرح رونے لگتے۔ گویا میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے سن رہا ہوں کہ اے دُنیا! تو کیوں میرا پیچھا کرتی ہے یا مجھ میں دلچسپی کیوں لیتی ہے؟ جا، مجھ سے دور ہو جا، کسی اور کو دھوکا دے، میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں، اب دوبارہ تجھ سے رجوع نہیں ہو سکتا۔ تیری عمر کم ،لذّات حقیر اور خطرات زیادہ ہیں۔ ہائے افسوس! زادِ راہ کم، سفر طویل اور راستہ پُرخطر ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نمازِ فجر پڑھ لیتے تو قرآنِ حکیم کو (پڑھنے کے لئے) اپنی گود میں رکھ لیتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسوؤں سے داڑھی شریف تر ہو جاتی پھر جب کسی آیتِ خوف کی تلاوت فرماتے تو بار بار اس کو دہراتے رہتے اور بہت زیادہ رونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس آیت سے آگے نہ بڑھ سکتے اور طلوعِ آفتاب تک یہی کیفیت رہتی۔ سُبْحَانَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اُن نورانی چہروں کو دیکھنے کا کتنا شوق ہے؟ اُن کی باتیں سُن کر کتنی خوشی ہوتی ہے؟ اور ان کی نشانیاں مٹ جانے پر کس قدر غم ہوتا ہے؟

حضرت سیِّدُ نا یزید بن خوشب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُ نا حَسَن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت سیِّدُ نا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر خوف کھانے والا کوئی نہیں دیکھا گویا جہنم ان ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب موت کو یاد کرتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن کے جوڑ لرزنے لگ جاتے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، الرقم ۹۹۵، عمر بن عبد العزیز، ج۵، ص۳۱۱۔ حلیۃ الاولیاء، عمر بن عبدالعزیز، الحدیث ۷۳۵۴، ج۵، ص۳۴۹)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ لَيْلَةً مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوءٍ قِيلَ لَهُ : وَمَا هَمَمْتَ بِهِ ؟ قَالَ : هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَدَعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی، آپ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ میں نے ایک نامناسب ارادہ کرلیا۔ پوچھا گیا آپ نے کیا ارادہ فرمایا؟ آپ نے جوب دیا میں نے ارادہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں اور خود بیٹھ جاؤں۔

شرح حدیث: ادبِ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت ہوا مؤذن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

پوچھا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تاکہ میں اقامت کہوں، فرمایا: ہاں! اور انھوں نے امامت کی، اس عرصہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم بھی تشریف لے آئے اور صف میں قیام فرمایا، جب نمازیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم کو دیکھا تو تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) اس غرض سے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبردار ہو جائیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف توجہ نہ کرتے تھے جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصفیق کی آواز سنی تو گوشۂ چشم سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم تشریف فرما ہیں، لہٰذا پیچھے ہٹنے کا قصد کیا اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جگہ پر قائم رہو، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس نوازش پر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم نے مجھے امامت کا حکم فرمایا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم آگے بڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ابوبکر! جب میں خود تمھیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم! ابو قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم سے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیوم الناس۔۔۔الخ، الحدیث ۶۸۴، ج۱، ص ۲۴۴)

یعنی تمام ہی صحابہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس قدر تعظیم کیا کرتے جس کی مثال کہیں اور ملنا مشکل بلکہ نہ ممکن ہے اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود سرکار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی موجودگی میں بیٹھ جانے کو برا ارادہ فرمایا۔

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ،

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم (کبھی)

قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا، فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُونُ ثَلاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ.

بیٹھ کرنماز پڑھتے اور اسی حالت میں قرات فرماتے اور تیس چالیس آیات کا اندازہ قرات رہ جاتی تو کھڑے ہوکر پڑھتے ، پھر رکوع اور سجدہ فرماتے اور دوسری رکعت میں اسی طرح کرتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حیات شریف کا ذکر ہے جب آپ پرضعف غالب ہوگیا تھا تہجد میں دراز قرأت کرنا چاہتے تھے مگر دراز قیام پر قوت نہ تھی اس لیئے یہ عمل فرماتے۔خیال رہے کہ نفل بیٹھ کرشروع کرنا اور کھڑے ہوکر رکوع سجود کرنا تمام کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے اسی حدیث کی وجہ سے مگر اس کے برعکس یعنی کھڑے ہوکر شروع کرنا پھر بلا عذر بیٹھ جانا یہ امام اعظم کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے،صاحبین کے ہاں مکروہ۔(کتب فقہ ومرقاۃ)(مراۃ المناجیح،ج۲،ص۵۱۹)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلاةِ رَسُولِ اللهِ

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

صلی الله علیه وسلم، عَنْ تَطَوُّعِهِ ، فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي لَيْلا طَوِيلا قَائِمًا ، وَلَيْلا طَوِيلا قَاعِدًا ، فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ ، وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ جَالِسٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ۔

کبھی تو شب کا طویل حصہ کھڑے ہو کر نمازِ ادا فرماتے اور کبھی اتنا ہی وقت بیٹھ کر، جب آپ کھڑے کھڑے قرات فرماتے تو اس کی صورت میں رکوع اور سجدہ کے لیے بھی جاتے اور جب بیٹھ کر قرات فرماتے تو رکوع وسجدہ بھی اسی انداز سے کرتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ مشہور تابعی ہیں بہت صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے، ۱۰۸ھ سنہ میں وفات پائی۔

یعنی تہجد کے نوافل بہت دراز پڑھتے تھے، بعض نفل کھڑے ہو کر بہت دراز پڑھتے اور بعض نفل بہت دیر تک بیٹھ کر پڑھتے۔

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد تین طرح کی ہوتی تھی، پوری رکعت کھڑے ہو کر یعنی قرأت بھی کھڑے ہو کر اور رکوع و سجدہ بھی کھڑے سے ہی کرتے، پوری رکعت بیٹھ کر اور رکوع وسجدہ بھی بیٹھے ہی سے، بعض رکعت بیٹھ کر اور بعض کھڑے ہو کر یعنی اولاً بیٹھ کر نماز شروع کی پھر کچھ قرأت کر کے کھڑے ہو گئے پھر قرأت کی پھر رکوع یہ کبھی نہ کرتے کہ پوری قرأت بیٹھ کر کرتے پھر صرف رکوع کے لیئے کھڑے ہوتے کہ کھڑے ہوتے ہی رکوع میں چلے جاتے، ام المؤمنین یہی فرما رہی ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رکعت میں بہت دیر تک بیٹھے قرأت کرتے تھے بہت دیر تک کھڑے ہو کر پھر رکوع۔ (مراۃ المناجیح، ج۲، ص۳۸۶)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ

الأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ، عَنْ حَفْصَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا، وَيَقْرَأُ بِالسُّورَةِ وَيُرَتِّلُهَا، حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا۔

تعالٰی عنہا (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ) فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے اور کوئی سورت نہایت ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے یہاں تک کہ وہ سورت اپنے سے لمبی سورتوں سے بھی بڑھ جاتی (یعنی خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی وجہ سے)۔

شرح حدیث: قرآن پڑھنے والا

حضرتِ سَیِّدُ نا عبداللہ بن عَمْرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رِوَایت ہے کہ نبیوں کے سُلطان، رَحمتِ عالمیان، سَرورِ دو جہان، مَحْبوبِ رَحمٰن عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، قراٰن پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ قراٰن پڑھتا جا اور جنّت کے دَرَجات طے کرتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تُو دُنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا تُو جہاں آخِری آیت پڑھے گا وہیں تیرا ٹھکانا ہوگا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، حدیث ۱۴۶۴، ج ۲، ص ۱۰۴)

پیارے بھائیو! حضرتِ سَیِّدُ نا اَبُوسُلَیمان خطابی عَلَیہِ رَحْمَۃُ الْغَنِی "معالم السنن،، میں فرماتے ہیں کہ رِوَایات میں آیا ہے کہ قراٰن کی آیتوں کی تعداد جنّت کے دَرَجات کے برابر ہے لہٰذا قاری سے کہا جائے گا کہ تو جتنی آیتیں پڑھ سکتا ہے اُتنے دَرَجے طے کرتا جا تو جو اُس وقت پورا قراٰن پاک پڑھ لے گا وہ جنّت کے انتہائی درجے کو پالے گا

اور جس نے قرآن کا کوئی جز پڑھا تو اُس کے ثواب کی اِنتہاء قراءت کی اِنتہاء تک ہوگی۔

❖ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، لَمْ يَمُتْ، حَتَّى كَانَ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری زمانہ میں (نفلی نماز) اکثر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی آخر عمر شریف میں ضعف کا غلبہ جسم کی فربہی کی وجہ سے تہجد کی اکثر رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے اور کم رکعتیں کھڑے ہو کر لیکن آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی دگنا ثواب ملتا ہے۔ خیال رہے کہ جس حدیث میں موٹاپے کی برائی آئی ہے وہاں وہ موٹاپا مراد ہے جو حرام خوری اور آرام طلبی کی وجہ سے ہو، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ جو عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے اسے قیام ہی کا ثواب ملتا ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۲۴)

❖ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کے کاشانہ مبارک میں دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد پڑھیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی میں نے مغرب و عشاء کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے، چونکہ وہ آپ کی ہمشیرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں اس لیئے آپ کو وہاں جانا درست تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۳۸۴)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَيُنَادِي الْمُنَادِي، قَالَ أَيُّوبُ: وَأُرَاهُ، قَالَ: خَفِيفَتَيْنِ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب صبح ہوتی اور موذن اذان دیتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتین (سنت فجر) پڑھتے۔ ایوب (راوی) کہتے ہیں کہ میرے خیال میں حضرت نافع نے خفیفتین (ہلکی سی) بھی کہا ہے۔

شرح حدیث: فجر کی سنتیں ادا کرنے کا ثواب

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ "فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے، سب سے بہتر ہیں"۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ دو رکعتیں مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجرالخ، رقم ۷۲۵، ص ۳۶۵)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ: رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِرَكْعَتَيِ الْغَدَاةِ، وَلَمْ أَكُنْ أَرَاهُمَا مِنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ (کی نماز) سے یاد ہے کہ آپ آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو بعد میں، دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت حفصہ (آپ کی ہمشیرہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صبح کی دو رکعتیں بھی بیان کیں لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کو دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں کیونکہ سوائے تراویح باقی سنن کی جماعت مکروہ ہے بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب بلقیس کا قول یوں نقل فرماتا ہے: اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ مانیں، ہمارے ہاں مؤکدہ چار ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تحیۃ المسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر گھر میں ادا کر کے تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

یعنی میں نے مغرب وعشاء کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے، چونکہ وہ آپ کی ہمشیرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں اس لیئے آپ کو وہاں جانا درست تھا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

معلوم ہوا کہ سنت فجر جو گھر میں پڑھے اور ہلکی پڑھے۔بعض صوفیاء اس کی رکعت اول میں الم نشرح اور دوسری میں الم ترکیف پڑھتے ہیں بعد میں ۷۰ بار استغفار پھر مسجد میں آکر باجماعت فرض،اس عمل سے بواسیر سے امن رہتی ہے،گھر میں برکت و اتفاق،چونکہ حضرت ابن عمر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ ہوتے تھے اس لیئے حضرت حفصہ سے روایت کی۔(مراۃ المناجیح،ج۲،ص ۳۸۴)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن شفیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو صبح سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

شرح حدیث: اللہ کا پیارا بننے کا نسخہ

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضورِ پاک، صاحب

لَولاک، سَیّاحِ اَفلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اسے میں نے لڑائی کا اعلان دے دیا اور میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعے میرا قُرب چاہتا ہے ان میں مجھے سب سے زیادہ فرائض محبوب ہیں اور نوافل کے ذَرِیعے قُرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے ضَرور دوں گا اور پناہ مانگے تو اسے ضَرور پناہ دوں گا۔ (صَحیح البُخاری ج ۴، ص ۲۴۸ حدیث ۶۵۰۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ ضَمْرَةَ، يَقُولُ: سَأَلْنَا عَلِيًّا، عَنْ صَلاةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ النَّهَارِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ لا تُطِيقُونَ ذَلِكَ، قَالَ: فَقُلْنَا: مَنْ أَطَاقَ ذَلِكَ مِنَّا صَلَّى، فَقَالَ: كَانَ إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَإِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَهُنَا، كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلَّى أَرْبَعًا، وَيُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا،

حضرت عاصم بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دن کی نماز کے بارے میں پوچھا (راوی کہتے ہیں) انہوں نے فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے (عاصم کہتے ہیں) ہم نے کہا جو ہم میں سے پڑھ سکے گا پڑھے گا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب سورج ادھر (مشرق میں) اس طرح ہوتا جیسے عصر کے وقت ادھر (مغرب میں) ہوتا ہے تو آپ دو رکعتیں پڑھتے اور جب سورج ادھر (مشرق میں) اس طرح ہوتا جیسے ظہر کے وقت ادھر اور (مغرب میں) ہوتا ہے تو آپ چار رکعتیں پڑھتے، آپ ظہر سے پہلے چار اور بعد میں

وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْعَصْرِ	دو رکعتیں پڑھتے اور عصر سے پہلے
أَرْبَعًا، يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ	چار رکعتیں ادا فرماتے، ہر دو رکعتوں کے
بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ	درمیان (مقرب فرشتوں، انبیائے کرام
الْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّينَ، وَمَنْ	اور ان کے متبعین مسلمانوں اور
تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	ایمانداروں پر) سلام کے ساتھ جدائی
وَالْمُسْلِمِينَ.	کرتے۔

شرح حدیث: اگر شوق رفاقت ہے؟

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے وضو کیلئے پانی لایا کرتا تھا اور دیگر خدمت بھی بجالایا کرتا تھا ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا: سَل (مانگو) میں نے عرض کیا: اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے بہشت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اس کے علاوہ اور کچھ؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرا مقصود تو وہی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا تو کثرت سجدہ سے میری مدد کر۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود، الحدیث ۴۸۹، ص ۲۵۲)

مطلب یہ ہے کہ خود بھی اس مقام بلند کی شان پیدا کرو، میری عطا کے ناز پر کثرت عبادت سے غافل نہ ہو جاؤ۔

41- بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰی

نماز چاشت

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ،	حضرت یزید رشک سے مروی ہے

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاذَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ.

(وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذہ سے سنا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت ادا فرماتے تھے؟) انہوں نے فرمایا ہاں، چار رکعتیں یا جتنی زیادہ اللہ چاہتا، ادا فرماتے۔

شرح حدیث: چاشت کی نماز پابندی سے ادا کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، تمہارے ہر جوڑ پر صدقہ ہے اور ہر تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللهِ کہنا صدقہ ہے اور ہر تحمید یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا صدقہ ہے اور ہر تہلیل یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر یعنی اَللهُ اَکْبَرُ کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم دینا صدقہ ہے اور بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں ان سب کو کفایت کرتی ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلوۃ الضحی...الخ، رقم ۸۲۰۱، ص ۳۶۳)

حضرتِ سیدنا بُرَیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، آدمی کے تین سو ساٹھ جوڑ ہوتے ہیں، اسے ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرنا لازم ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، اس کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟

فرمایا، مسجد میں پڑی ہوئی رینٹھ کو دفن کر دینا اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے، اگر تم اس پر قدرت نہ رکھو تو چاشت کی دو رکعتیں تمہاری طرف سے کفایت کریں گی۔ (مسند احمد حدیث بریدہ الاسلمی، رقم ۲۳۰۵۹، ج۹، ص ۲۰)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی ،لہٰذا! میں انہیں ہرگز نہیں چھوڑتا (۱) میں وتر ادا کئے بغیر نہ سوؤں، (۲) میں چاشت کی دو رکعتیں ترک نہ کروں کیونکہ یہ اوابین یعنی کثرت سے توبہ کرنے والوں کی نماز ہے، (۳) اور ہر مہینے تین دن روزے رکھا کروں۔ (صحیح بخاری، کتاب التہجد ،باب صلوۃ الضحی فی الحضر، رقم ۱۱۷۸، ج۱، ص ۳۹۷)

حضرتِ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو شخص فجر کی نماز کے بعد چاشت کی دو رکعتیں ادا کرنے تک اپنی جگہ بیٹھا رہے اور خیر کے علاوہ کوئی بات نہ کہے اس کی خطائیں معاف کردی جاتی ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔

(مسند احمد، مسند المکیین / حدیث معاذ بن اَنس الجہنی، رقم ۱۵۶۲۳، ج۵، ص ۲۶۰)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جو فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد چاشت کی چار رکعتیں ادا کرنے تک اپنی جگہ بیٹھا رہے اور کوئی لغو بات نہ کہے بلکہ اللہ عزوجل کا ذکر کرتا رہے تو اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(مسند ابی یعلی، رقم ۴۸۰۸، ج۴، ص۹)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے ایک لشکر کو نجد کی جانب بھیجا وہ لشکر بہت سا مال غنیمت لے کر جلد لوٹ آیا تو لوگ لشکر کے مقام کی نزدیکی، کثرت مال غنیمت اور جلد لوٹ آنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو اِن سے بھی قریب جہاد کرنے والی اس سے بھی زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہے۔ (پھر فرمایا)، جو شخص وضو کرے پھر نماز چاشت ادا کرنے کیلئے مسجد میں حاضر ہو وہ ان لوگوں سے بھی قریب، زیادہ غنیمت لانے والا اور جلدی لوٹنے والا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۶۶۴۹، ج ۲، ص ۵۸۸)

حضرتِ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو اپنے گھر سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے نکلا، اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلا اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کی طرح ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا اس طرح انتظار کرنا کہ بیچ میں لغو بات نہ کی جائے تو اس کا نام علیین (یعنی اعلی درجے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب صلوۃ الضحی، رقم ۱۲۸۸، ج ۲، ص ۴۱)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحب لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم نے فرمایا، جو چاشت کی دو رکعتیں پابندی سے ادا کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگر چہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب امامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی صلوۃ الضحی، رقم ۱۳۸۲، ج ۲، ص ۱۵۳)

❖ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، كَانَ يُصَلِّي الضُّحَى سِتَّ رَكَعَاتٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ چاشت کے وقت چھ رکعتیں ادا فرماتے تھے۔

شرح حدیث: تین سو ساٹھ جوڑ کا حق

حضرتِ سیدنا بُرَیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، آدمی کے تین سو ساٹھ جوڑ ہوتے ہیں، اسے ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرنا لازم ہے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، اس کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟ فرمایا، مسجد میں پڑی ہوئی رینٹھ کو دفن کر دینا اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے، اگر تم اس پر قدرت نہ رکھو تو چاشت کی دو رکعتیں تمہاری طرف سے کفایت کریں گی۔ (مسند احمد حدیث بریدہ الاسلمی، رقم ۲۳۰۵۹، ج ۹، ص ۲۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: مَا أَخْبَرَنِي أَحَدٌ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي الضُّحَى إِلا أُمُّ هَانِئٍ، فَإِنَّهَا حَدَّثَتْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سوائے حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کسی نے نہیں بتایا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے، وہ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ میرے گھر تشریف لائے، آپ نے غسل فرمایا اور آٹھ رکعتیں اتنی مختصر

علیه وسلم، دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مَا رَأَيْتُهُ صلى الله عليه وسلم، صَلَّى صَلاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا ، غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ.

پڑھیں کہ میں نے کبھی آپ کو (اس وقت کے علاوہ) یوں پڑھتے نہیں دیکھا البتہ آپ رکوع اور سجدہ پورا فرماتے رہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نماز چاشت کی بڑی قوی دلیل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ خیال رہے کہ ام ہانی کا نام فاختہ یا عاتکہ بنت ابی طالب ہے، علی مرتضی کی حقیقی بہن ہیں، آپ مجبوراً مکہ معظمہ سے ہجرت نہ کرسکی تھیں۔

یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نمازوں سے ہلکی، رکوع سجدے تو ویسے ہی دراز تھے مگر قیام اور قعدہ ہلکا تھا لہذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے قیام و قعدہ پورا نہ کیا۔

یہ نماز شکرانہ وغیرہ کی نہ تھی بلکہ چاشت کی تھی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۲ ص ۵۴۳)

❖ حدثنا ابن أبي عمر حدثنا وكيع، حدثنا كهمس بن الحسن، عن عبد الله بن شقيق قال: قلت لعائشة: أكان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الضحى؟ قالت: لا إلا أن يجيء

حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہیں البتہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے (تو

من مغیبه. پڑھا کرتے تھے۔)

شرح حدیث: چاشت کی فضیلت

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ڈالہٖ وسلّم نے ایک لشکر کو نجد کی جانب بھیجا وہ لشکر بہت سا مال غنیمت لے کر جلد لوٹ آیا تو لوگ لشکر کے مقام کی نزدیکی، کثرت مال غنیمت اور جلد لوٹ آنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو اِن سے بھی قریب جہاد کرنے والی اس سے بھی زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہے۔ (پھر فرمایا)، جو شخص وضو کرے پھر نماز چاشت ادا کرنے کیلئے مسجد میں حاضر ہو وہ ان لوگوں سے بھی قریب، زیادہ غنیمت لانے والا اور جلدی لوٹنے والا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۶۶۴۹، ج ۲، ص ۵۸۸)

❖ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، يُصَلِّي الضُّحَى حَتَّى نَقُولَ: لَا يَدَعُهَا، وَيَدَعُهَا حَتَّى نَقُولَ: لَا يُصَلِّيهَا.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (کبھی) اس کثرت سے نماز چاشت ادا فرماتے کہ ہم سمجھتے اب کبھی ترک نہیں فرمائیں گے اور (کبھی یوں) ترک فرماتے کہ ہم سمجھتے (شاید) اب نہیں پڑھیں گے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز چاشت کی احادیث بہت ہیں اس کی راوی صرف ام ہانی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے جو منقول ہے کہ آپ چاشت نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد ہے کہ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے کبھی کبھی پڑھتے تھے یا مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ خیال رہے کہ ہم کو نوافل پر ہمیشگی چاہیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نوافل پر ہمیشگی نہ فرماتے تھے تاکہ امت اسے واجب نہ سمجھ لے یا امت کے لیئے سنت مؤکدہ نہ بن جائے، آپ کے اور احکام ہیں ہمارے کچھ اور۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ چاشت کی نماز آپ پر واجب تھی مگر ہر دن نہیں کبھی کبھی۔ واللہ اعلم!

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۲ ص ۵۴۳)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ هُشَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ، عَنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ، عَنْ قَرْثَعٍ الضَّبِّيِّ، أَوْ عَنْ قَزَعَةَ، عَنْ قَرْثَعٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، كَانَ يُدْمِنُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ تُدْمِنُ هَذِهِ الأَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ، فَقَالَ: إِنَّ أَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلا تُرْتَجُ حَتَّى تُصَلَّى

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ سورج ڈھلنے کے وقت چار رکعت نماز پڑھتے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ ہمیشہ زوال شمس کے وقت چار رکعتیں پڑھتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ نے فرمایا کہ سورج ڈھلنے کے وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں (یعنی قبولیت کا وقت ہے) اور نماز ظہر تک بند نہیں ہوتے (اس لیے) میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میری کوئی بڑی نیکی اوپر کو (خدا کے حضور اکرم) چڑھے۔ میں نے عرض کیا کیا ہر رکعت میں قرائت

الظُّهرُ، فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِي تِلْكَ السَّاعَةِ خَيْرٌ. قُلْتُ: أَفِي كُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: هَلْ فِيهِنَّ تَسْلِيمٌ فَاصِلٌ؟ قَالَ: لا۔

ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، پھر میں نے عرض کیا، کیا ان کے درمیان سلام ہے؟ (یعنی دو رکعتوں کے بعد) آپ نے فرمایا نہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آسمان کے دروازے کھلنے سے مراد بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت ہے ان کی رکعتوں کی عزت افزائی، ابھی فقیر نے عرض کیا تھا کہ یہ چار رکعتیں ایک سلام سے ہونی چاہیے اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۲ ص ۳۹۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي الْوَضَّاحِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ۔

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد اور ظہر سے پہلے چار رکعات (نفل) پڑھا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں (اس لیے) میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی اچھا عمل اوپر کو جائے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خیال رہے کہ حضرت عبداللہ ابن سائب صحابی بھی ہیں، تابعی بھی ہیں، جو صحابی ہیں انہوں نے ابی ابن کعب سے قرآن سیکھا ہے اور ان سے حضرت مجاہد نے، مخزومی ہیں، قریشی ہیں، مکہ مکرمہ میں رہے وہیں حضرت ابن زبیر کی شہادت سے کچھ پہلے وفات پائی غالبًا یہاں صحابی مراد ہیں۔

حق یہ ہے کہ یہ چار سنتیں ظہر کی ہیں چونکہ فرض ظہر کچھ دیر ٹھنڈک کر کے پڑھے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے سورج ڈھلتے ہی کھل جاتے ہیں اس لیئے سرکار نے یہ سنتیں جلدی پڑھیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس وقت ظہر کے فرض ہی کیوں نہ پڑھ لیئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۲ ص ۳۹۲)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُصَلِّيهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَيَمُدُّ فِيهَا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرتے اور فرماتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوال کے وقت (بعد یہ نماز پڑھا کرتے تھے اور اس میں کافی دیر فرماتے تھے۔)

شرح حدیث: ظہر کی سنتیں ادا کرنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا، جس نے ظہر

سے پہلے چار رکعتیں ادا کیں گویا کہ اس نے وہ رکعتیں رات کو تہجد میں ادا کیں اور جو چار رکعتیں عشاء کے بعد ادا کرے گا تو یہ شب قدر میں چار رکعتیں ادا کرنے کی مثل ہیں۔ (طبرانی اوسط، رقم ۶۳۳۲، ج ۴، ص ۳۸۶)

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرنا صبح میں چار رکعتیں ادا کرنے کی طرح ہے اور اس گھڑی میں ہر چیز اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرتی ہے پھر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی، ------

يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُه، عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ

ترجمہ کنزالایمان: اس کی پرچھائیاں داہنے اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں۔ (پ ۱۴، النحل: ۴۸)

(سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ النحل، رقم ۳۱۳۹، ج ۵، ص ۸۸)

حضرتِ سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نصف النہار کے بعد نماز پڑھنا پسند فرمایا کرتے تھے۔ ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گھڑی میں نماز پڑھنا پسند فرماتے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا، اس گھڑی میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالی اپنی مخلوق پر نظرِ رحمت فرماتا ہے اور یہ وہی نماز ہے جسے حضرتِ سیدنا آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام پابندی سے ادا کیا کرتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، الترغیب فی الصلوۃ قبل الظہر وبعدھا، رقم ۵، ج۱، ص ۲۲۵)

42-بَابُ صَلٰوةِ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ
گھر میں نفل

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَرَامِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الصَّلَاةِ فِي بَيْتِي وَالصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ: قَدْ تَرَى مَا أَقْرَبَ بَيْتِي مِنَ الْمَسْجِدِ، فَلَأَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ، إِلا أَنْ تَكُونَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً.

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (اپنے بارے میں) گھر میں اور مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا (یعنی گھر میں پڑھنا بہتر ہے یا مسجد میں) آپ نے فرمایا تم دیکھتے ہو میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے پھر بھی میں مسجد کی بجائے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند کرتا ہوں البتہ اگر فرض نماز ہو۔

شرح حدیث: گھر میں نفل نماز پڑھنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا، "لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو، فرض نماز کے علاوہ مرد کی سب سے افضل نماز وہ ہوتی ہے جسے وہ اپنے گھر

میں پڑھے''۔(سنن نسائی، کتاب قیام اللیل الخ، باب الحث علی الصلوۃ فی البیوت، ج ۳،ص ۱۹۷)

حضرتِ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، "جب تم میں سے کوئی شخص اپنی مسجد میں نماز ادا کرلے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر کیلئے نماز میں سے کچھ حصہ بچا رکھے کیونکہ اللہ عزوجل اس نماز کے سبب اس کے گھر میں خیر و برکت عطا فرمائے گا''۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلوۃ النافلۃ فی بیتہ الخ، رقم ۷۷۸، ص ۳۹۳)

حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ٖوالہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، "جس گھر میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جاتا ہے اور جس گھر میں اللہ عزوجل کا ذکر نہیں کیا جاتا، ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے''۔

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، رقم ۶۴۰۷، ج ۴، ص ۲۲۰)

43-بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صَوْمِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
روزہ مبارک

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صِيَامِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَتْ: كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ صَامَ، وَيُفْطِرُ حَتَّى

حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے روزوں کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم (کبھی اس قدر مسلسل) روزے رکھتے کہ ہم خیال کرتے (شاید اب) روزے رکھے ہی

نَقُولَ قَدْ أَفْطَرَ قَالَتْ: وَمَا صَامَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ إِلا رَمَضَانَ.

جائیں گے او کبھی (اس طرح مسلسل) افطار فرماتے کہ ہم سمجھتے (شاید اب) نہیں رکھیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد رمضان شریف کے علاوہ کبھی پورا مہینہ روزے نہیں رکھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ کلی حکم ہے جس سے کوئی مہینہ مستثنیٰ نہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ماہ رمضان کسی مہینہ کے مکمل روزے کبھی نہ رکھے۔

آپ رمضان کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں روزے ضرور رکھتے تھے مگر شعبان میں زیادہ رکھتے تھے۔ فِیْ شَھْرٍ اَکْثَرَ کی ضمیر سے حال ہے اور فِیْ شَعْبَانِ مِنْهُ کی ضمیر سے حال یا یہ دونوں ظرف ہیں۔

اس عبادت کا دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے یعنی کل شعبان سے مراد قریبًا کل ہے، چونکہ شعبان رمضان کا پڑوسی ہے اس لیے وہ بھی حرمت والا ہے، نیز اس مہینہ میں رمضانی عبادات کی تیاری کرنا چاہیئے، اس لیے اس ماہ میں نفلی نماز روزے کثرت سے ادا کرنا بہتر ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۶۴)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: كَانَ يَصُومُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزہ مبارک کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مہینے میں اس تسلسل کے ساتھ روزے رکھتے کہ

مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَرَى أَنْ لا يُرِيدَ أَنْ يُفْطِرَ مِنْهُ، وَيُفْطِرُ مِنْهُ حَتَّى نَرَى أَنْ لا يُرِيدَ أَنْ يَصُومَ مِنْهُ شَيْئًا وَكُنْتَ لا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلا رَأَيْتَهُ مُصَلِّيًا، وَلا نَائِمًا إِلا رَأَيْتَهُ نَائِمًا۔

ہمیں گمان ہوتا کہ شاید اب (آپ کا) افطار کا ارادہ نہیں اور کبھی مسلسل روزے چھوڑ دیتے۔ یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوتا کہ اب آپ روزہ رکھنے کا قصد نہیں فرمائیں گے اور اگر (اے مخاطب) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت نماز کا حالت میں دیکھنا چاہے تو آرام فرما ہی دیکھے گا (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو عبادت فرماتے تھے اور آرام بھی۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے سوا کسی مہینہ میں سارا ماہ روزے نہ رکھتے تھے بلکہ کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے اور کچھ مسلسل افطار۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ داؤدی کی تعریف فرمائی یعنی ہمیشہ ایک دن روزہ ایک دن افطار مگر خود اپنا یہ عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ روزہ داؤدی سنت قولی ہے اور اس طرح روزے سنت فعلی اس کا ثواب زیادہ اس عمل کا قرب زیادہ جیسے بعد وتر نفل کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ بیٹھ کر پڑھنے کا قرب زیادہ کہ یہ عملی ہے۔

یعنی نہ تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے اول رات سوتے اور آخر رات جاگتے اور بعد تہجد پھر سو جاتے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۲ص۲۷۹)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (بعض اوقات) مسلسل روزے رکھتے یہاں تک

قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ مَا يُرِيدُ أَنْ يُفْطِرَ مِنْهُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ مَا يُرِيدُ أَنْ يَصُومَ مِنْهُ، وَمَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ إِلَّا رَمَضَانَ۔

کہ ہم سمجھتے اب نہیں چھوڑیں گے اور (کبھی) مسلسل روزے چھوڑ دیتے یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ اب آپ روزے کا قصد نہیں فرمائیں گے اور آپ نے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد رمضان کے علاوہ کبھی بھی پورا مہینہ روزے نہیں رکھے۔

شرح حدیث: روزہ

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ شعبان میں بھی قریب قریب مہینہ بھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ دار ہی رہتے تھے۔ سال کے باقی مہینوں میں بھی یہی کیفیت رہتی تھی کہ اگر روزہ رکھنا شروع فرمادیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں چھوڑیں گے پھر ترک فرمادیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔ خاص کر ہر مہینے میں تین دن ایام بیض کے روزے، دوشنبہ و جمعرات کے روزے، عاشوراء کے روزے، عشرہ ذوالحجہ کے روزے، شوال کے چھ روزے، معمولاً رکھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "صوم وصال"، بھی رکھتے تھے، یعنی کئی کئی دن رات کا ایک روزہ، مگر اپنی امت کو ایسا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اپنے رب کے دربار میں رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھ کو (روحانی غذا) کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال... الخ، الحدیث:۱۹۶۱، ج۱، ص ۶۴۵ و وسائل الوصول

الی شمائل الرسول، الباب السادس فی صفۃ عبادتہ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثانی فی صفۃ صومہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۶۵۔۲۶۸ ملتقطاً)

❁ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان اور رمضان کے علاوہ کبھی دو مہینے متواتر روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے ہی شعبان کے اکثر روزے رکھتے تھے حتی کہ انتیسویں یا تیسویں شعبان کے بھی۔اس کی ممانعت کی توجہیں پہلے کی جاچکی ہیں کہ کمزوروں کے لیے پندرہویں شعبان کے بعد روزے مناسب نہیں،قوت والوں کے لیے مناسب ہیں۔بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں روزے زیادہ رکھتے تھے اور افطار کم فرماتے تھے یعنی کبھی وہ عمل فرماتے تھے اور کبھی یہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳ص ۲۰۲)

❁ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ صلی الله عليه وسلم، يَصُومُ فِي شَهْرٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے مہینے سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھتے نہیں دیکھا آپ شعبان کے مہینے سے زیادہ کسی مہینے میں روزے

أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ لِلَّهِ فِي شَعْبَانَ، كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلا قَلِيلا، بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ۔

رکھتے نہیں دیکھا آپ شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے بلکہ پورا مہینہ روزے رکھتے (ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اکثر پر کل کا حکم فرمایا۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے، بقرعید کے چاند پر بھی اگرچہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا اور نماز بقرعید وقربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے لہٰذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے۔

یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملاحظہ فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے تو تیس دن شعبان کے پورے فرماتے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۳ص۲۰۶)

❖ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، وَطَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنُ حُبَيْشٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ، وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کے شروع میں تین روزے رکھا کرتے تھے اور بہت کم جمعۃ المبارکہ کا روزہ چھوڑتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ پہلی دوسری تیسری تاریخوں میں یا ان کے قریب۔ حضرت ابن مسعود کی یہ روایت اپنے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ سرکار کا یہ عمل کبھی کبھی تھا اکثر ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزہ رکھا کرتے تھے لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ سرکار مہینہ کے روزوں میں خاص تاریخوں کے پابند نہ تھے اور نہ اس کے مخالف کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے۔

یعنی اکثر جمعہ کو روزہ رکھتے تھے، چونکہ جمعہ کی نیکی کا ثواب ستر گناہ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ صرف جمعہ کا روزہ رکھتے تھے اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے نہیں، ہر شخص کو اس دن کے روزے کی اجازت ہے لہذا یہ حدیث مذہب حنفی وفقہاء کے فتوی کی مؤید ہے کہ جمعہ کا روزہ ممنوع نہیں، جہاں ممناعت آئی ہے وہاں کسی عارضہ سے ہے یا بمعنی خلاف اولیٰ ہے۔ (مرقات واشعہ) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۸۶)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاذَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ قُلْتُ: مِنْ أَيِّهِ كَانَ يَصُومُ؟ قَالَتْ: كَانَ لَا يُبَالِي مِنْ أَيِّهِ صَامَ

حضرت معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا کن دنوں میں؟ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنوں کی تعیین کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں اس لیے سرکار کے حالات زیادہ تر ام المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے۔خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں مختلف روزے رکھتے تھے کبھی زیادہ کبھی کم مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے، اکثر تیرہویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے، کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخ میں دس ۱۰ قول ہیں۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج ۳ص ۲۷۴)

❖ عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَتَحَرَّى صَوْمَ الاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پیر اور جمعرات کا روزہ قصداً رکھتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے اس کی وجہ اگلی حدیث میں آرہی ہے۔پیر کو یوم الاثنین غالبًا اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے لہذا اتوار اپہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنیچر سے شروع ہوتا ہے۔(مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اس دن ہی پیدائش عالم کی ابتداء پڑی۔واللہ اعلم!

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۷۴)

❖ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَصُومُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ فِي شَعْبَانَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ شعبان شریف سے زیادہ کسی دوسرے مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے، بقر عید کے چاند پر بھی اگرچہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا اور نماز بقر عید و قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے لہٰذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے۔

یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملاحظہ فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے تو تیس دن شعبان کے پورے فرماتے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۰۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: تُعْرَضُ الأَعْمَالُ يَوْمَ الاثْنَيْنِ وَالخَمِيسِ، فَأُحِبُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پیر اور جمعرات کو اعمال (اللہ تعالیٰ کے حضور اکرم) پیش کیے جاتے ہیں پس (اس لیے) میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں نے روزہ رکھا ہوا ہو۔

أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دو دنوں میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور،اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دو بار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے،اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں مگر پیشی ہفتہ میں دو بار لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دو بار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے۔(مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں۔(اشعہ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے۔

تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الٰہی کا دریا جوش مارے۔خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔غرضکہ فرشی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہاء بقرعید پر،عرشی سال کچھ اور۔(ازمرقات)(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج ۳ ص ۲۸۴)

❖ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَصُومُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالأَحَدَ وَالاثْنَيْنِ، وَمِنَ الشَّهْرِ الآخَرِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے ہفتہ، اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے اور کسی مہینے منگل، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے۔

الثُّلَاثَاءَ وَالأَرْبَعَاءَ وَالخَمِيسَ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی آپ نے ہفتہ کے سارے دنوں میں اپنے روزے تقسیم کردیئے تھے تاکہ کوئی دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی برکت سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ ایک مہینہ میں تین دن اور دوسرے مہینہ میں اگلے تین دن روزے رکھتے تھے اور جمعہ کے روزے کی تو عادت کریمہ تھی ہی جیسا کہ ابھی حدیث پاک میں گزر گیا۔ ہم لوگ دنوں سے برکت حاصل کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سے دن برکت پاتے تھے جیسے ہم چاند سے روشنی پاتے ہیں اور چاند سورج سے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۳ص۲۸۷)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ عَاشُورَاءُ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيضَةُ وَتُرِكَ عَاشُورَاءُ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ دور جاہلیت میں قریش، عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن کا روزہ رکھتے، جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو (بھی) آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا (لیکن) جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو رمضان ہی فرض رہا اور عاشورہ (کا فرض روزہ) چھوڑ دیا گیا، جس نے چاہا عاشورہ کا فرض روزہ (نفلی) رکھا اور جس نے چاہا نہ رکھا (یعنی عاشورہ کی

فرضیت ختم ہوگئی۔)

شرح حدیث: عاشورہ کا روزہ

محرم کا مہینہ نہایت مبارک مہینہ ہے، خاص کر عاشورہ کا دن بہت ہی مبارک ہے کہ دسویں محرم جمعہ کے دن حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے زمین پر تشریف لائے اور اسی تاریخ اور اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات پائی اور فرعون غرق ہوا، اسی تاریخ اور اسی دن میں سید الشہدا امام حسین نے کربلا کے میدان میں شہادت پائی اور اسی جمعہ کا دن اور غالباً اسی دسویں محرم کو قیامت آئے گی۔ غرض یہ کہ جمعہ کا دن اور دسویں محرم بہت مبارک دن ہے اسلام میں سب سے پہلے صرف عاشورہ کا روزہ فرض ہوا، پھر رمضان شریف کے روزوں سے اس روزے کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر اس دن کا روزہ اب بھی سنت ہے لہٰذا ان دنوں میں جس طرح نیک کام کرنے کا ثواب زیادہ ہے اسی طرح گناہ کرنے کا عذاب بھی زیادہ۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، أَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يَخُصُّ مِنَ الأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ: كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً، وَأَيُّكُمْ يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يُطِيقُ۔

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا، کیا نبی کریم ﷺ نے کوئی دن (روزہ رکھنے کے لیے) مقرر فرمایا؟ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا عمل مبارک دائمی ہوتا تھا اور تم میں سے کون حضور اکرم ﷺ کی طرح (عبادت کی) طاقت رکھتا ہے۔

شرح حدیث: صوم وصال

صحیحین کی حدیث میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پے در پے نفلی روزے اس طرح رکھتے تھے کہ دن کو بھی روزہ رات کو بھی روزہ اور یہ صوم وصال مسلسل کئی دن تک جاری رہتا تھا اور اس نہ کھانے پینے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں ذرہ برابر کمزوری اور ضعف کا اثر پیدا نہ ہوتا تھا، بعض صحابہ کرام نے بھی یہ وصال کا روزہ رکھنا شروع کیا اور دو تین دن میں ایسے کمزور ہو گئے کہ ضعف کی وجہ سے چلتے چلتے گر جاتے تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا یہ حال دیکھ کر ارشاد فرمایا ابیت عند ربی وھو یطعمنی ویسقینی ایکم مثلی یعنی میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے، تم میں کون میری مثل ہے، اور بخاری شریف کی ایک حدیث میں اس مقام پر ایکم مثلی کی بجائے لَسْتُ مِثْلَكُمْ وارد ہے، یعنی میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَعِنْدِي امْرَأَةٌ، فَقَالَ: مَنْ هٰذِهِ؟ قُلْتُ: فُلَانَةُ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ، فَوَاللهِ لَا يَمَلُّ اللهُ حَتّٰى تَمَلُّوا، وَكَانَ أَحَبَّ ذٰلِكَ إِلَى

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے (اس وقت) میرے پاس ایک عورت تھی، آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں عورت ہے (یعنی نام لیا) جو رات بھر نہیں سوتی (یعنی عبادت کرتی ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتنا ہی عمل کرو جتنی طاقت رکھتے ہو، قسم بخدا! اللہ تعالیٰ تنگ نہیں پڑتا (یعنی ثواب دینے میں) یہاں تک کہ تو (عمل سے) تنگ آجائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم الَّذِی یَدُومُ عَلَیْہِ صَاحِبُہٗ۔

اس عمل کو زیادہ پسند فرماتے تھے جس کا کرنے والا اس پر ہمیشہ قائم رہے (یعنی عمل چاہے تھوڑا ہو لیکن ہمیشہ کیا جائے تو زیادہ پسندیدہ ہے۔)

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: عشاء کے فرض پڑھ کر آدمی سو رہے پھر اس وقت سے صبح صادق کے قریب جس وقت آنکھ کھلے دو رکعت نفل صبح طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لے تہجد ہو گیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مروی ہے اور مشائخ کرام سے بارہ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو ہی رکعت پڑھتے اور ان میں قرآن عظیم ختم کرتے، غرض اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نبھ سکیں اگرچہ دو ہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں فرمایا:

احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القصد فی العمل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ص ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۷ ص ۴۴۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الرِّفَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، وَأُمَّ سَلَمَةَ، أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى

حضرت ابو صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ ترین عمل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا جس

رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَتَا: مَا دِيمَ عَلَيْهِ، وَإِنْ قَلَّ۔

عمل کو ہمیشہ کیا جائے چاہے کم ہی کیوں نہ ہو۔

شرح حدیث: استقامت کی ضرورت

ہر کام میں کامیابی کے لئے استقامت کی ضرورت ہوتی ہے اور بغیر استقامت کے کامیابی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اکثر دانشوروں نے عالم فطرت کے رازوں کے انکشاف کے لئے استقامت و پائیداری سے کام لیا اور ٹھوس قدم بڑھائے جس کے نتیجہ میں انھوں نے اعلیٰ علمی مقام حاصل کئے۔ اسی طرح مضبوط ارادوں کے حامل لوگ صبر وتحمل اور سعی وکوشش سے بری صفات وعادات کی جگہ نیک اور اچھی صفات کو جاگزیں کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس طرح کے افراد نے گمراہ کنندہ نفسانی خواہشات کے مقابل استقامت و پائیداری سے کام لیا اور قوی ارادوں اور محترم انسانوں میں تبدیل ہوگئے۔ معاشرے کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے بھی استقامت و پائیداری کی ضرورت ہے۔ وہ افراد جو معاشرے کی اصلاح کے لئے مثبت اور مفید قدم اٹھا کر انھیں سعادت وبھلائی کی طرف ہدایت کرنا چاہتے ہیں انھیں چاہیئے کہ وہ مخالفین کی جانب سے ڈالی جانے والی رکاوٹوں، ان کی اذیت اور نازیبا حرکتوں کے سامنے ڈٹ جائیں اور کامیابی ملنے تک مختلف مشکلات کو استقامت وپائیداری کے ساتھ برداشت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں انسانوں کو راہ حق میں استقامت وپائیداری سے کام لینے کی دعوت دی ہے۔

بزرگان دین استقامت کو عمل صالح کی طرح درخت ایمان کا پھل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مضبوط ایمان انسان کو دین میں استقامت سے کام لینے اور شیطان کی پیروی نہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن کی نگاہ میں استقامت کی اعلیٰ ترین قسم راہ

خدا میں استقامت میں اضافہ کرنا ہے۔ انسان اگر گناہوں کو ترک کر کے، شیطانی وسوسوں کے مقابل استقامت سے کام لے تو یہ قرآن کی نظر میں محترم ہے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَاصِمَ بْنَ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، لَيْلَةً فَاسْتَاكَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ مَعَهُ فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ فَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ، إِلا وَقَفَ فَسَأَلَ، وَلا يَمُرُّ بِآيَةِ عَذَابٍ، إِلا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهِ، وَيَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ، وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ، ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوعِهِ، وَيَقُولُ فِي سُجُودِهِ: سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ، وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ قَرَأَ آلَ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا، آپ نے مسواک کی، وضو فرمایا اور پھر نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ کھڑا ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے سورہ فاتحہ اور پھر سورہ بقرہ کے ساتھ قرائت شروع کی، جب آپ کسی آیت رحمت پر پہنچتے تو ٹھہر جاتے اور رحمت پر پہنچتے تو ٹھہر جاتے اور رحمت کا سوال کرتے اور جب آیت عذاب پر پہنچتے تو پناہ مانگتے، پھر آپ نے بقدر قیام رکوع فرمایا اور پڑھا کہ حکومت، بادشاہت بڑائی اور عظمت والا (رب) پاک ہے پھر آپ نے بقدر رکوع سجدہ فرمایا اور یہ پڑھا کہ حکومت، بادشایت، بڑائی اور عظمت اولا (رب) پاک ہے پھر آپ نے (دوسری رکعت میں) سورہ آلِ عمران پڑھی پھر (تیسری رکعت میں) سورہ النساء

عِمْرَانَ ثُمَّ سُورَةً ، يَفْعَلُ مِثْلَ ذَٰلِكَ فی كل ركعة.

اور (چوتھی رکعت میں) سورہ مائدہ ، پھر (باقی رکعتوں میں) آپ اسی طرح کرتے (یعنی پہلی رکعت کی طرح رکوع و سجود ہوتا)۔

شرح حدیث: اللہ والوں کا عمل

حضرت سیّدنا حسن کرابیسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیّدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے ساتھ کئی راتیں گزاریں آپ تقریباً رات کا ایک حصہ نماز پڑھتے اور میں نے دیکھا کہ آپ پچاس آیات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اگر کبھی زیادہ پڑھتے تو سو آیات ہو جاتیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب کسی آیتِ رحمت پر پہنچتے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے اپنے لئے اور تمام مؤمنین کے لئے رحمت کا سوال کرتے اور جب عذاب والی آیت پڑھتے تو عذاب سے پناہ مانگتے۔ اپنے لئے اور تمام مؤمنین کے لئے نجات کا سوال کرتے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پچاس آیات پر اکتفاء کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قرآن مجید کے اسرار و رموز میں تبحر و کمال حاصل تھا۔

(لباب الاحیاء ص ۲۸)

44- بَابُ مَا جَاءَ فِي قِرَاءَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قراءت مبارک

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ ، أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ ، عَنْ قِرَاءَةِ

حضرت یعلیٰ بن مملک نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت مبارکہ کے بارے میں پوچھا، پس انہوں نے سنا کہ ام المومنین

رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم، فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا۔

رضی اللہ تعالٰی عنہا صاف صاف اور جدا جدا حروف (کی) قرائت بیان فرمانے لگیں (یعنی نبی کریم ﷺ حروف کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لیث ابن سعد مشہور تابعی فقیہ ہیں، مصر کے امام ہیں اور ابن ابی ملیکہ تابعی ہیں مکہ معظمہ کے قاضی تھے حضرت ابن زبیر کی طرف سے، آپ نے تیس صحابہ سے ملاقات کی ہے، یعلی ابن مملک بھی تابعین میں سے ہیں۔

یعنی حضرت ام سلمہ نے خود قرأت کر کے سنائی تو اس قرأت شریف میں دو خوبیاں تھیں ایک تو نہایت ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تھی، دوسرے ہر حرف اپنے مخرج صحیح سے ادا ہوتا تھا۔ معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی قاریہ تھیں، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأۃ کی نقل نہ کرسکتیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے ترتیل سے ایک سورۃ تلاوت کرنا بغیر ترتیل کے سارا قرآن پڑھنے سے زیادہ پسند ہے، زیادہ حسن اچھا ہے، ایک موتی، ہزار ہا روپیہ سے بہتر ہوتا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۲ ص۴۳۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ لأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبی کریم ﷺ کی قرائت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا آپ (حسب ضرورت حروف کو) کھینچ کر پڑھتے۔

وسلم؟ فَقَالَ: مَدًّا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ تلاوت فرماتے تھے، ٹھہر ٹھہر کر یا جلدی اور تیزی سے تاکہ ہم بھی اسی طرح تلاوت کیا کریں۔ معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کریم میں بھی سنت کا لحاظ رکھے۔ کوشش کرے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کرے کیونکہ طریقہ تلاوت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالٰی ہی نے سکھایا ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ۔

یہاں مد سے مراد اصلی وطبعی مد ہے کہ اگر الف، ی واو ساکن کو قدرے کھینچ کر نہ پڑھا جائے تو یہ حروف ادا نہیں ہوتے بلکہ زبر، زیر، پیش بن جاتے ہیں اسے مد اصلی کہتے ہیں ایک مد فرعی ہوتا ہے جس کے سبب دو ہیں یا تو ان ہی حروف یعنی الف ی و کے بعد ہمزہ آجائے یا حرف ساکن خواہ مشدد ہو یا غیر مشدد، تو انہیں کھینچ کر پڑھنا پڑتا ہے جیسے لام، میم، نون، کے الف ی واؤ یا دواب یا ضالین کے آ۔ یا اسرائیل کا الف ہمزہ خواہ ایک ہی کلمہ میں ان حروف کے بعد واقع ہو جیسے السّماءُ، السُّوْءُ، جَیْئَ یا دوسرے کلمہ میں جیسے مآ انزل، قالوا امنا وغیرہ مدّ کی پوری تحقیق کتب تجوید میں ملاحظہ فرمایئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۱۶)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ، يَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک (کی آیت) جدا جدا کر کے پڑھتے، فرماتے الحمدللہ رب العالمین، پھر وقفہ فرماتے اور پڑھتے الرحمٰن الرحیم پھر وقف فرماتے اور پڑھتے مالک یوم

رَبِّ الْعَالَمِينَ ثُمَّ يَقِفُ ، ثُمَّ الدين۔
يَقُولُ: الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ثُمَّ
يَقِفُ، وَكَانَ يَقْرَأُ مَلِكِ يَوْمِ
الدِّينِ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہر آیت پر ٹھہر کر سانس توڑ دیتے تھے، پھر دوسری آیت تلاوت فرماتے تھے، سکتہ اور وقف میں یہ ہے فرق ہے کہ وقف میں سانس توڑ دی جاتی ہے پھر ٹھہرا جاتا ہے مگر سکتہ میں ٹھہرتے تو ہیں سانس نہیں توڑتے۔

قراء کہتے ہیں کہ وقف تین قسم کا ہے: وقف حسن، وقف کافی، وقف تام الرحمٰن الرحیم پر وقف کافی ہے، وقف حسن نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ملک یوم الدین پر وقف کرے اسی طرح رب العلمین پر وقف تام تو ہے حسن نہیں۔ وقف حسن یہ ہے کہ الحمد سے شروع کر کے یوم الدین پر ٹھہرے، ہمارے ہاں لوگ رب العلمین پر وقف کو سخت برا جانتے ہیں یہ بھی درست نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ہاں یہ کہو کہ بہتر نہیں۔

کیونکہ ابن ابی ملیکہ نے حضرت ام سلمہ سے ملاقات نہیں کی، لہٰذا درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گئے حدیث منقطع ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابن ابی ملیکہ سے لیث ابن سعد نے بھی روایت کی ہے اور جریج نے بھی مگر لیث ابن سعد کی روایت صحیح تر ہے کہ اس میں کوئی راوی چھوٹا نہیں، ام سلمہ سے پہلے یعلی ابن مملک کا ذکر ہے اور جریج کی روایت میں راوی چھوٹ گیا ہے یہ مقطع ہے، لیث ابن سعد بہت ثقہ تھے، انہوں نے ابن ابی ملیکہ عطاء زہری سے روایات لیں۔ اور ان سے بہت محدثین نے، انہیں بیس ہزار دینار کی سالانہ آمدنی تھی، مگر ان

پر کبھی زکوۃ واجب نہ ہوئی، نیز اس حدیث کا متن بلاغت ولہجہ کے بھی خلاف ہے کہ الرحمن الرحیم پر وقف بہتر نہیں۔ (مرقات وغیرہ)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳ ص ۴۳۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ يَجْهَرُ؟ قَالَتْ: كُلُّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ قَدْ كَانَ رُبَّمَا أَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الأَمْرِ سَعَةً.

حضرت عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا، آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ قراءت فرماتے تھے یا بلند آواز سے؟ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ دونوں طرح پڑھتے تھے، کبھی آپ آہستہ پڑھتے اور کبھی بلند آواز سے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ تعریف کے لائق ہے جس نے دین کے معاملے میں وسعت رکھی ہے۔

شرح حدیث: اعلٰی حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماأذن الله لشيئ ماأذن لنبي حسن الصوت يتغنى بالقرآن يجهربه، رواه الائمة احمد والبخاري ا ـ ومسلم وابوداؤد والنسائي وابن ماجة عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه۔

(اـ صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن ۲ /۷۵۱ وصحیح مسلم کتاب فضائل القرآن ۱ /۲۶۸) (سنن ابی داؤد باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ ۱ /۲۰۷)

اللہ تبارک وتعالٰی کس چیز کو ایسی توجہ ورضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے پڑھنے کو جو خوش الحانی سے کلام الٰہی کی تلاوت بآواز کرتا ہے۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

للہ اشد اذ نا الی الرجل احسن الصوت بالقرآن یجھر بہ من صاحب القینة الی قینة ، رواہ ابن ماجة ۲ وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرطھما والبیھقی کلھم عن فضالة بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنه۔

(۲۔ المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دارالفکر بیروت ۱/۵۷۱) (سنن ابن ماجہ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۹۶) (السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات تحسین الصوت القران دارصادر بیروت ۱۰/۲۳۰)

یعنی جس شوق ورغبت سے گانے کا شوقین اپنی گائن کنیز کا گانا سنتا ہے بیشک اللہ عزوجل اس سے زیادہ پسند ورضا واکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے (ابن ماجہ ،ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری ومسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے تمام نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا ہے۔

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا کتاب اللہ وتعاھدوہ وتغنوا بہ، رواہ الامام۔ احمد عن

عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۴۶)

قرآن مجید سیکھو اور اس کی نگہداشت رکھو اسے اچھے لہجے پسندیدہ الحان سے پڑھو، (امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

زینوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا[۱]۔ رواہ الدارمی فی سننہ ومحمد بن نصر فی کتاب الصلوٰۃ بلفظ حسنوا[۲]۔ وباللفظین رواہ الحاکم فی المستدرک کلھم من البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(سنن الدارمی باب ۳۳باب التغنی بالقرآن حدیث ۳۵۰۴ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۴۰)
(المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/۵۷۵)(۲۔ کنز العمال بحوالہ الدارمی ابن نصر حدیث ۲۷۶۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۶۰۵)

قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کہ خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھا دیتی ہے (امام دارمی نے اپنی سنن میں اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں حسنوا کے الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں لفظوں سے امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے اور سب نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔)

پانچ حدیثوں صحیح رفعی جلیل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من لم یتغن بالقرآن رواہ البخاری[۳]۔ عن ابوھریرۃ وابوداؤد عن ابی لبابۃ عبد المنذر وھو کاحمد وابن حبان عن

سعد بن ابی وقاص و الحاکم عنه وعن عائشه وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید ۲ / ۱۱۲۳ وسنن ابی داؤد باب استحباب الترتیل فی القرآن ۱ / ۲۰۷) (مسند احمد بن حنبل ۱ / ۱۷۲ وکنز العمال حدیث ۲۷۶۹ ۱ / ۶۰۵) (المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن ۱ / ۵۶۹)

ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن خوش الحانی سے آواز بنا کر نہ پڑھے (امام بخاری نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا جبکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابولبابہ عبدالمنذر سے اسے روایت کیا۔ نیز اس نے امام احمد اور ابن حبان کی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص سے بھی وایت کی ہے اور حاکم نے ان سے یعنی سعد بن ابی وقاص، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس (تینوں) سے روایت کی ہے اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۳ ص ۳۵۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بلند آواز سے ہی پڑھنا بہتر ہے مگر۔۔۔

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الولی لکھتے ہیں: کسی زمانے میں بصرہ کے ہر گلی کوچے سے ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن پاک کی آوازیں بلند ہوتی تھیں اور اِس طرح لوگوں کو ذکرِ الٰہی اور تلاوت قرآن پاک کی ترغیب ہوتی تھی۔ اتفاقاً اس زمانے میں کسی عالم نے ریا کی باریکیوں کے بارے میں ایک رسالہ لکھا (اس رسالہ کی جب اِشاعت ہوئی) تو تمام لوگ ذکر و تلاوتِ جہری سے دست بردار ہو گئے، کئی لوگوں نے کہا: کاش اس عالم نے یہ رسالہ نہ لکھا ہوتا۔

(کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۶۹۲)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ الْعَبْدِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ: كُنْتُ أَسْمَعُ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، بِاللَّيْلِ وَأَنَا عَلَى عَرِيشِي۔

فرماتی ہیں کہ میں رات کے وقت (اپنے گھر کی) چھت پر نبی کریم ﷺ کی قراءت سنا کرتی تھی۔

شرح حدیث: مسحور کن قرآت

حضرت سیدنا ضماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام قبول کرنے سے قبل بھوت پریت اتارنے کا منتر کیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ آیا تو چند احمقوں کو یہ کہتے سنا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم) پر جنون کا اثر ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ کہاں رہتے ہیں، شاید اللہ تعالیٰ انہیں میرے ہاتھوں شفا دے دے۔ پھر میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، میں ہوائی اشیاء اور جنون وغیرہ کا علاج کرتا ہوں اور اللہ (عزوجل) جسے چاہتا ہے میرے ہاتھوں شفاء دے دیتا ہے، آیئے میں آپ کا علاج کر دوں۔ یہ سن کر سرورِ عالم ﷺ نے خطبہ پڑھنا شروع کیا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد کے طلب گار ہیں، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جسے وہ راہِ حق سے بھٹکا دے اس کی راہنمائی کرنے والا کوئی نہیں، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ آپ نے یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ یہ سن کر میں نے کہا، خدا کی قسم! میں نے کاہنوں کی باتیں بھی سنی ہیں اور جادوگروں کی بھی نیز شاعروں کے کلام بھی سن رکھے ہیں مگر آپ جیسا کلام کسی نے نہیں کیا، اپنا دستِ اقدس آگے بڑھایئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم

نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام لانے کی بیعت کی۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۳،ص ۴۸)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ، يَقُولُ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، عَلَى نَاقَتِهِ يَوْمَ الْفَتْحِ، وَهُوَ يَقْرَأُ: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ: فَقَرَأَ وَرَجَّعَ، قَالَ: وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ: لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَيَّ لَأَخَذْتُ لَكُمْ فِي ذَلِكَ الصَّوْتِ أَوْ قَالَ: اللَّحْنِ.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن اونٹنی پر دیکھا آپ پڑھ رہے تھے، بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب آپ کے پہلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دے) آپ خوش آوازی سے قراءت فرماتے۔ عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں (میرے استاد) معاویہ بن قرہ نے فرمایا اگر مجھے لوگوں سے جمع ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو تمہیں اسی آواز میں (یا کہا اسی لہجے میں) سنانا شروع کرتا۔

شرح حدیث: تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہونے لگے تو آپ اپنی اونٹنی "قصواء" پر سوار تھے۔ ایک سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور بخاری میں ہے کہ آپ کے سر پر "مغفر" تھا۔ آپ کے ایک جانب حضرت ابوبکر صدیق اور دوسری جانب اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا اور ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا جس کے درمیان کوکبۂ نبوی تھا۔ اس

شان وشوکت کو دیکھ کر ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے عباس! تمہارا بھتیجا تو بادشاہ ہوگیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ تیرا برا ہو اے ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ یہ "نبوت" ہے۔ اس شاہانہ جلوس کے جاہ وجلال کے باوجود شہنشاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ سورۂ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تواضع خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہِ عظمت میں اپنے عجز ونیازمندی کا اظہار کرنے کے لئے تھی۔

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۴۳۲، ۴۳۴)

❖ عَنْ حُسَامِ بْنِ مِصَكٍّ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيًّا إِلا حَسَنَ الْوَجْهِ، حَسَنَ الصَّوْتِ، وَكَانَ نَبِيُّكُمْ صلى الله عليه وسلم حَسَنَ الْوَجْهِ، حَسَنَ الصَّوْتِ، وَكَانَ لا يُرَجِّعُ.

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوبصورت اور خوش آواز بنا کر بھیجا اور تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (بھی) خوبرو اور خوش آواز تھے اور آپ قراءت میں (ہمیشہ) خوش الحانی نہیں فرماتے تھے۔

شرح حدیث: خوش آواز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اللہ عزوجل فرمائے گا: میرے اطاعت گزار بندوں کو "مَرْحَبا" اے میرے فرشتو! ان کو خوشی کے نغمے سناؤ۔ چنانچہ ملائکہ جائیں گے اور اُن کے لئے جنت کی گانے والی حورِ عین کو لائیں گے اور ٹہنیوں اور درختوں پر سیٹیاں نصب کریں گے تمام درختوں کی ہر ٹہنی پر ستر (70) ہزار جنّتی ساز ہوں گے، عرش کے نیچے سے ہوا چل کر ان جنتی سازوں میں داخل ہوگی تو ان سے ایسے نغمے سنے جائیں گے جن سے اچھے نغمے سننے

والوں نے نہ سنے ہوں گے۔

پھر اللہ عزوجل حورِعین سے فرمائے گا: میرے بندوں کو خوشی کے نغمے سناؤ کیونکہ یہ میری رضا کے لئے دنیا میں گانوں کی آواز سے اپنے کانوں کو بچاتے تھے، میرے ذکر اور میرے کلام (یعنی قرآنِ مجید) کو سن کر لطف اندوز ہوا کرتے تھے، تو تم ان کو اپنی آواز میں میری حمد وثناء سناؤ۔ تو حورِعین گائیں گی اور ساز بھی ان کے ہم آواز ہو کر بجتے ہوں گے سب لوگ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اسے سن کر خوشی سے مست و بے خود ہو جائیں گے جب وجد وسرور سے افاقہ ہوگا اور سیر ہو جائیں گے تو عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہم دنیا میں تیرا ذکر اور تیرا پیارا کلام پسند کیا کرتے تھے۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا: ہاں! بے شک میرے پاس تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جس کی تمہیں جنت میں خواہش ہے اور تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: اے داؤد (علیہ السلام)! تو وہ عرض کریں گے: لَبَّیْكَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْن (یعنی اے تمام جہانوں کے مالک میں حاضر ہوں)۔ اللہ عزوجل فرمائے گا: اے داؤد (علیہ السلام)! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم منبر پر کھڑے ہو کر میرے محبوب بندوں کو "زبور شریف" کی دس سورتیں سناؤ۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام منبر پر تشریف فرما ہو کر زبور شریف کی دس سورتوں کی تلاوت فرمائیں گے، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز جو کہ گانے والی جنتی حوروں کی آواز سے بھی بڑھ کر ہو گی اس سے اہل جنت خوشی و مسرت سے وجد وسرور میں آ جائیں گے جیسے نشے میں ہوں اور حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز (خوش الحانی میں) نوے (90) مزامیر کی آواز کے برابر ہو گی جب اہل جنت کو (وجد سے) سیر ہو کر افاقہ ہوگا تو اللہ عزوجل فرمائے گا: اے میرے بندو! کیا تم نے اس سے اچھی آواز کبھی سنی تھی؟ تو وہ عرض کریں گے: نہیں، اللہ عزوجل کی قسم! آج تک ہمارے کانوں نے نہ تیرے نبی حضرت سیدنا داؤد

علیہ السلام کی آواز کی مثل آواز سنی تھی اور نہ اس سے بہتر اور پیاری آواز سنی تھی۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: میری عزت وجلال کی قسم! میں تمہیں اس سے بھی زیادہ اچھی آواز سناؤں گا، اے میرے محبوب! اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہو کر سورۂ یٰس اور سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کیجئے۔ تو سلطانِ دوجہاں، صاحبِ قرآں، صاحبِ حسنِ صوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تلاوت فرمائیں گے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز سے ستر (70) گنا زیادہ خوش کن ہوگی، سارے جنتی، ان کے نیچے کرسیاں، عرش کی قندیلیں، ملائکہ، حور وغلماں اور بچے سب خوشی سے وجد وسرور میں آجائیں گے اور جنت کی کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سورۂ یٰس اور سورۂ طٰہٰ کی تلاوت پر آپ کی آواز کی نغمگی اور حسن سے نہ جھومتی ہوگی۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: اے میرے محبوب بندو! کیا تم نے اس سے بھی زیادہ اچھی آواز کبھی سنی تھی؟ تو وہ عرض کریں گے: تیری عزت اور جلال کی قسم! جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی اور اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے زیادہ میٹھی آواز کسی کی نہیں سنی۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، میری عزت وجلال کی قسم! میں تمہیں اس سے بھی زیادہ میٹھی اور زیادہ سریلی آواز سناؤں گا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خود سورۂ اِنعام سنائے گا، جب جنتی حق تبارک وتعالیٰ کا کلام سنیں گے تو وجد ومستی میں ہوش وحواس کھو بیٹھیں گے تمام مال واسباب، پردے، حجابات، محلات، درخت، حوریں اور نور کے سمندر بے قرار ہو جائیں گے، باغات جھوم اٹھیں گے، تمام درخت اور نہریں کلامِ عزیز وغفّار عزوجل کی مٹھاس سے وجد کرنے لگیں گی جنت بھی وجد میں آجائے گی اس کے ستون خوشی سے لہرائیں گے، عرش، کرسی، ملائکہ سب جھومنے لگیں گے اور جنت اپنے تمام ساز وسامان سمیت محبت وشوق سے

وارفتہ ہوجائے گی۔(قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن ص ۱۱۱۔ ۱۱۴ مؤلف فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی المتوفی ۳۷۵ھ)

پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح

حضرت داؤد علیہ السلام خداوند قدوس کی تسبیح و تقدیس میں بہت زیادہ مشغول و مصروف رہتے تھے اور آپ اس قدر خوش الحان تھے کہ جب آپ زبور شریف پڑھتے تھے تو آپ کے وجد آفریں نغموں سے نہ صرف انسان بلکہ وحوش و طیور بھی وجد میں آجاتے اور آپ کے گرد جمع ہو کر خدا کی حمد کے ترانے گاتے اور اپنی اپنی سریلی اور پرکیف آوازوں میں تسبیح و تقدیس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی ہمنوائی کرتے اور چرند و پرند ہی نہیں بلکہ پہاڑ بھی خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء میں گونج اٹھتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، رُبَّمَا يَسْمَعُهَا مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت (اتنی بلند ہوتی کہ) صحن میں بیٹھا ہوا آدمی سن لیتا حالانکہ آپ گھر کے اندر نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مرقاۃ و لمعات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں حجرے سے مراد گھر کا صحن ہے اور بیت سے مراد کوٹھڑی یعنی آپ کی تلاوت درمیانی تھی یہ عمومی حالات کا ذکر ہے

ورنہ کبھی اس سے زیادہ آواز بھی ہوتی تھی اور کبھی کم بھی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۲ ص ۴۲۹)

45-بَابُ مَا جَاءَ فِي بُكَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

گریہ مبارک

❖ عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ مُطَرِّفٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ يُصَلِّي، وَلِجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ۔

حضرت مطرف اپنے والد ماجد عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا آپ (اس وقت) نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینے مبارک سے ہنڈیا کے جوش کی طرح رونے کی آواز آرہی تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمٰن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مطرف تابعی ہیں اور ان کے والد عبداللہ ابن شخیر صحابی ان کا پورا نام یہ ہے مطرف ابن عبداللہ ابن عامر ابن صعصعہ شخیر۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا خوف خدا یا عشق الٰہی میں تھا یا اپنی امت کی شفاعت میں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام تہجد پڑھ رہے تھے اور آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ بار بار پڑھتے تھے اور روتے تھے یہ رونا رب تعالیٰ کو بہت پیارا ہے، اب بھی جو نمازی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق یا خدا کے خوف سے نماز میں روئے تو نماز بڑی مقبول ہوتی ہے خصوصًا نماز تہجد، ہاں دنیوی تکلیف سے نماز میں رونا منع ہے اور اگر اس میں تین حرف ادا ہو گئے تو نماز فاسد ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۲ ص ۲۲۵)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: اقْرَأْ عَلَيَّ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ، قَالَ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي، فَقَرَأْتُ سُورَةَ النِّسَاءِ، حَتَّى بَلَغْتُ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا، قَالَ: فَرَأَيْتُ عَيْنَيْ رَسُولِ اللهِ تَهْمِلَانِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے (کچھ) قرآن پاک پڑھنے کا حکم فرمایا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! (ﷺ) کیا میں آپ کے سامنے پڑھوں حالانکہ قرآن کریم آپ پر نازل ہوا؟ آپ نے فرمایا میں دوسرے آدمی سے سننا چاہتا ہوں، میں نے سورہ نساء پڑھی اور جب میں وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا پر پہنچا تو میں نے نبی کریم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: یعنی تم قرآن پڑھو میں سنو۔ شعر

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید از حدیث دیگراں

معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سب عبادت اور سنت رسول ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پڑھوانا نہ تو تعلیم کی لیے تھا نہ اصلاح کے لیے بلکہ صرف سننے کے لیے تھا۔

یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو میری کیا حقیقت ہے، یا قرآن کریم حکمت ہے حضور حکیم ہیں، جنہیں اللہ عزیز حکیم نے سکھایا، حکمت حکیم کے منہ سے سجتی ہے، میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔

کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی، پہلی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں، آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں، عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جہاں چند احباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں، یہ اس حدیث پر عمل ہے۔

یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا جب کہ ان کے انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیاء کی تائیدی گواہی دو گے کہ مولیٰ یہ سارے انبیاء سچے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی، اس آیت کریمہ کی نفیس تفسیر ہماری کتاب "شان حبیب الرحمان" اور تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو ہیبت الٰہی سے قیامت کے اس مقدمہ کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہو گئے اور بعض حضرات مر بھی گئے۔ معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو۔ بیہقی شریف میں ہے کہ قرآن کریم غم و رنج لیے ہوئے آیا ہے، اس لیے تم اس کی تلاوت پر روؤ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۳ ص ۴۲۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اقدس میں ایک دن سورج کو گرہن

بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: انْكسفَتِ الشَّمْسُ يَوْمًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي، حَتَّى لَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ، فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ. ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ. فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، فَجَعَلَ يَنْفُخُ وَيَبْكِي، وَيَقُولُ: رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيهِمْ؟ رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ؟ وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ فَلَمَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ. فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالَى، وَأَثْنَى عَلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلا لِحَيَاتِهِ. فَإِذَا

لگ گیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی شروع کی (اور اتنا لمبا قیام کیا کہ) آپ رکوع کرنے والے معلوم نہیں ہوتے تھے، پھر رکوع فرمایا (اور اتنا لمبا رکوع فرمایا کہ) سجدہ کرتے معلوم نہیں ہوتے تھے پھر نہایت لمبا قومہ کیا اور پھر سجدہ فرمایا اور کافی دیر تک سر نہ اُٹھایا، پھر دونوں سجدوں کے درمیان نہایت لمبا جلسہ فرمانے کے بعد آپ نے دوسرا جلسہ فرمایا اور اس میں اتنی دیر ٹھہرتے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ سجدے کی حالت میں آپ کراہنے اور رونے لگے اور دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار! کیا یہ تمھارا وعدہ نہیں کہ جب تک میں ان میں ہوں، تو ان کو عذاب نہیں دے گا۔ اے میرے پرور دگار کیا تمھارا وعدہ نہیں کہ جب تک یہ (امتی) بخشش مانگتے رہیں گے تو انہیں عذاب نہیں دے گا۔ (اے اللہ!) ہم تجھ سے بخشش کے طلبگار ہیں۔ جب آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی تو سورج روشن ہوگیا، پھر آپ نے کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ

انْكَسَفَا ، فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِ اللهِ تَعَالَى۔

کی حمد وثنا کی اور فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، انہیں کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتا، جب ان کو گرہن ہو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ پناہ چاہو۔

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ابْنَةً لَهُ تَقْضِي فَاحْتَضَنَهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَمَاتَتْ وَهِيَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَصَاحَتْ أُمُّ أَيْمَنَ . فَقَالَ يَعْنِي صلى الله عليه وسلم : أَتَبْكِينَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ؟ فَقَالَتْ: أَلَسْتُ أَرَاكَ تَبْكِي؟ قَالَ: إِنِّي لَسْتُ أَبْكِي، إِنَّمَا هِيَ رَحْمَةٌ ، إِنَّ الْمُؤْمِنَ بِكُلِّ خَيْرٍ عَلَى كُلِّ حَالٍ، إِنَّ نَفْسَهُ تُنْزَعُ مِنْ بَيْنِ جَنْبَيْهِ، وَهُوَ يَحْمَدُ اللهَ تعالى۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک صاحبزادی کو، جو نزع کی حالت میں تھی ، بغل میں لیا اور پھر اپنے سامنے رکھا (چنانچہ) وہ آپ کے سامنے ہی وہ انتقال فرما گئیں، حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا (صدمے کی وجہ سے) چیخ پڑیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تو اللہ کے رسول کے سامنے روتی ہے؟ ام ایمن نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نہیں رو رہے؟ آپ نے فرمایا میں رو نہیں رہا، بے شک یہ (آنسو) رحمت ہیں اور مومن تو یقیناً ہر حال میں بھلائی پر ہوتا ہے ، بیشک اس کی جان دونوں پہلوؤں کے درمیان سے نکالی جاتی ہے تو وہ اس وقت بھی اللہ کی تعریف کر رہا ہوتا ہے۔

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت اور وفات

دو جہاں کے سردار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلانِ نبوت سے دس سال پہلے جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف ۳۰ برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکیں ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہوئے اور قید ہوئے اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کیلئے فدیے ارسال کئے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کیلئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جہیز میں دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جب اس کو دیکھا تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد تازہ ہوگئی آبدیدہ ہوئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورے سے یہ قرار پایا کہ ابوالعاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیا جائے اس شرط پر کہ وہ واپس جا کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ طیبہ بھیج دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دو آدمی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لینے کے لیے ساتھ کر دیئے کہ وہ مکہ سے باہر ٹھہر جائیں اور ابوالعاص حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان تک پہنچوا دیں۔

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دیور کنانہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر چلے، آپ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں، کفار کو جب اس کی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہوگئے اور ایک جماعت مزاحمت کے لئے پہنچ گئی۔ جس میں ہبّار بن اسود جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا وہ اور اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا ان دونوں میں سے کسی نے، اور اکثر نے ہبّار ہی کو لکھا ہے، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہوکر اونٹ سے گریں چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے پیٹ کا بچہ بھی ضائع ہوا۔ کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا ابوسفیان نے ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان چلی جائے یہ گوارا نہیں۔ اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔

کنانہ نے اس کو قبول کرلیا اور واپس لے آئے۔ دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا حضرت زینب کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور کئی سال تک اس میں بیمار رہ کر ۸ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ عنہا وارضاها عنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۸،ص۲۶۔۲۷ و سیرۃ النبویۃ لابن ھشام، خروج زینب الی المدینۃ، ج۱،ص۵۷۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِي أَوْ قَالَ: عَيْنَاهُ تَهْرَاقَانِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال کر گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی میت کو بوسہ بھی دے رہے تھے (یا راوی نے) کہا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان ابن مظعون وہ پہلے مہاجر ہیں جو مدینہ پاک میں فوت

ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دست اقدس سے ان کی قبر کے سرہانے پتھر گاڑا، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں، صاحب ہجرتین ہیں، اسلام سے پہلے بھی کبھی شراب نہ پی، بڑے عابد اور تہجد گزار صحابی تھے، ہجرت کے تیس ماہ بعد شعبان کے مہینہ میں وفات پائی، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا انہیں چومنا غسل دینے سے پہلے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت غسل سے پہلے بھی پاک ہوتی ہے اس کا غسل جنابت کا سا غسل ہے۔ (لمعات) لمعات میں اسی جگہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا عظیم الشان مقبرہ بنایا گیا۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۴۷)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: شَهِدْنَا ابْنَةً لِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَرَسُولُ اللهِ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ: أَفِيكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَنَا، قَالَ: انْزِلْ فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شہزادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما تھے، میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آپ نے فرمایا کیا تم میں کوئی شخص ہے جس نے آج رات جماع نہ کیا ہو؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہوں۔ آپ نے فرمایا اترو! چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر میں اترے (اور انہیں دفن کیا)۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یہ جنازہ حضرت ام کلثوم بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو حضرت عثمان کی زوجہ تھیں۔

یقارف، مقارفۃٌ سے بنا جس کے معنے ہیں کرنا یا قریب جانا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً۔ جماع کو قراف کہتے ہیں۔ بعض شارحین نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ آج رات گناہ نہ کیا ہو مگر یہ غلط ہے، کیا سارے صحابہ راتیں گناہوں میں گزارتے تھے، یہاں بمعنی جماع ہے۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ امّ کلثوم بہت عرصہ سے بیمار تھیں حضرت عثمان کو یہ خبر نہ تھی کہ آج ان کی آخری رات ہے اتفاقًا اس رات اپنی لونڈی سے صحبت کر بیٹھے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزری اشارۃً اس طرح تنبیہ فرمائی، گویا یہ محبوبانہ شکوہ کیا کہ میری بیٹی اتنی بیمار اور تم نے صبر نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر خفیہ اور ظاہری عمل سے خبردار ہیں، دیکھو عثمان غنی کا پردہ کا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن تھا۔

یا تو قبر کو اندر سے صاف کرنے کے لئے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں یا میت کو قبر میں رکھنے کے لئے۔ تب اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوگا کہ بوقت ضرورت اجنبی نیک شخص میت عورت کو کفن کے اوپر سے ہاتھ لگا سکتا ہے۔ شائد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی عذر ہوگا جس کی وجہ سے آپ خود قبر میں نہ اترے ورنہ عورت میت کو بیٹا، والد، بھائی۔ خاوند قبر میں اتارے، عثمان غنی سے یہ خدمت نہ لینا اظہار عتاب کے لیئے تھا یا انہیں بھی کوئی عذر ہوگا۔ (لمعات) (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۷ ۹۳)

46- بَابُ مَا جَاءَ فِي فِرَاشِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بستر مبارک

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ   حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَ : إِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، الَّذِي يَنَامُ عَلَيْهِ مِنْ أَدَمٍ ، حَشْوُهُ لِيفٌ .

فرماتی ہیں کہ جس بستر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرماتے تھے وہ چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کے پتے (کوٹے ہوئے) بھرے ہوئے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے لیف کے معنی کیے ہیں کھجور کی چھال، یہ غلط ہے چھال بہت سخت ہوتی ہے۔ لیف کھجور کے درخت کا گودا جو نرم ہوتا ہے، عرب شریف میں کم چوڑے بہت لمبے گدیلے تکیہ نما ہوتے ہیں ان پر سویا جاتا ہے یہاں وہی مراد ہے یعنی حضور کے سونے کا بستر ایسے گدیلے تھے سردی میں یہ بستر تھا اور گرمیوں میں ٹاٹ لہذا یہ حدیث ٹاٹ والی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۱۵۴)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَيْمُونٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ: وَسُئِلَتْ حَفْصَةُ ، مَا كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي بَيْتِكِ؟ قَالَتْ: مِسْحًا نَثْنِيهِ ثَنِيَّتَيْنِ فَيَنَامُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، قُلْتُ: لَوْ ثَنَيْتَهُ أَرْبَعَ ثَنْيَاتٍ، لَكَانَ أَوْطَأَ لَهُ، فَثَنَيْنَاهُ

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں (انہوں نے فرمایا) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے حجرہ مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک کیسا تھا؟ ام المومنین نے فرمایا چمڑے کا بنا ہوا (گدا) تھا اور اس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپکے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جسے ہم

لَهُ بِأَرْبَعِ ثَنْيَاتٍ ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ، قَالَ: مَا فَرَشْتُمْ لِيَ اللَّيْلَةَ قَالَتْ: قُلْنَا : هُوَ فِرَاشُكَ، إِلا أَنَّا ثَنَيْنَاهُ بِأَرْبَعِ ثَنْيَاتٍ، قُلْنَا : هُوَ أَوْطَأُ لَكَ، قَالَ: رُدُّوهُ لِحَالَتِهِ الأُولَى، فَإِنَّهُ مَنَعَتْنِي وَطَاءَتُهُ صَلَاتِيَ اللَّيْلَةَ ۔

دوہرا کرلیا کرتے تھے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آرام فرماتے ایک رات میں نے سوچا کہ اگر میں اس ٹاٹ کی چار تہیں کردوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادہ نرم ہوگا چنانچہ ہم نے اس کی چار تہیں کردیں، صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے رات کو کونسا بستر بچھایا تھا؟ (انہوں نے فرمایا) ہم نے عرض کیا کہ بستر تو وہی تھا لیکن ہم نے اس کی چار تہیں کردی تھیں (کیونکہ) ہمارے خیال میں وہ آپ کے لیے زیادہ نرم ہے۔ آپ نے فرمایا اسے پہلی حالت پر کردو کیونکہ اس کے نرمی نے مجھے رات کی نماز سے روکے رکھا۔

شرح حدیث: زاہدانہ زندگی

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہنشاہ کونین اور تاجدار دو عالم ہوتے ہوئے ایسی زاہدانہ اور سادہ زندگی بسر فرماتے تھے کہ تاریخ نبوت میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، خوراک و پوشاک، مکان و سامان، رہن سہن غرض حیات مبارکہ کے ہر گوشہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا عالم اس درجہ نمایاں تھا کہ جس کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت میں ایک مچھر کے پر سے بھی زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں کبھی تین دن لگا تار ایسے نہیں گزرے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شکم سیر ہو کر روٹی کھائی ہو ایک ایک مہینہ تک کاشانہ نبوت میں چولہا نہیں جلتا تھا اور کھجور و پانی کے سوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں کی کوئی دوسری خوراک نہیں ہوا کرتی تھی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں مکہ کی پہاڑیوں کو سونا بنا دوں اور وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں اور آپ ان کو جس طرح چاہیں خرچ کرتے رہیں مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں کیا اور بارگاہِ خداوندی عزوجل میں عرض کیا کہ اے میرے رب! عزوجل مجھے یہی زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانا کھاؤں تا کہ بھوک کے دن خوب گڑگڑا کر تجھ سے دعائیں مانگوں اور آسودگی کے دن تیری حمد کروں اور تیرا شکر بجالاؤں۔

بستر کو چارتہ کر کے بچھا دیا تو صبح کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے کی طرح اس ٹاٹ کو تم دہرا کر کے بچھا دیا کرو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس بستر کی نرمی سے کہیں مجھ پر گہری نیند کا حملہ ہو جائے تو میری نماز تہجد میں خلل پیدا ہو جائے گا۔

روایت ہے کہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسی چارپائی پر بھی آرام فرمایا کرتے تھے جو کھردرے بان سے بنی ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر بچھونے کے اس چارپائی پر لیٹتے تھے تو جسم نازک پر بان کے نشان پڑ جایا کرتے تھے۔

47- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ تَوَاضُعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انکسار مبارک

❖ عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

اللهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: لا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ۔

عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اس طرح (حد سے) نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو (حد سے) بڑھایا بیشک میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لا تطرو بنا ہے اطراء سے بمعنی مبالغہ کرنا، جھوٹی تعریف کرنا، حد سے بڑھانا یعنی مجھے خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا تعالیٰ کا رشتہ دار عزیز نہ کہو کہ یہ چیزیں ہم جنسوں میں ہوتی ہیں رب تعالیٰ جنس سے پاک ہے، یہاں خاص مبالغہ کی ممانعت ہے یعنی جس قسم کا مبالغہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا تم میرے بارے میں وہ نہ کرو۔

اس کے معنی یہ نہیں کہ تم مجھے عبداللہ و رسولہ کے سوا اور کچھ نہ کہو نہ شفیع المذنبین کہو نہ رحمۃ اللعالمین کہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ میری وہ صفات بیان کرو جو عبدیت کے ماتحت ہوں الوہیت والی صفات مت بیان کرو لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں انا سید ولد ادم یا جیسے انا خطبھم اذا صمتوا یہ حدیث قرآن کریم کی آیات نعت کے خلاف ہے، رب فرماتا ہے: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ حق یہ ہے کہ سواء ابن اللہ وغیرہ کے جو تعریف کر سکتے ہو کرو امام بوصیری فرماتے ہیں۔

دع ما ادعته النصاری فی نبیهم

واحکم بماشئت من شرف ومن عظم

فان فضل رسول الله لیس له

حد فیعرب عنه ناطق بفم

نبی کریم کو ابن اللہ وغیرہ نہ کہو باقی جو کہہ سکتے ہو کہو کہ ہمارے الفاظ محدود ہیں حضورانور کے صفات غیر محدود، ساری دنیا ساری عمر حضور کے صفات بیان کرے سمندر کا قطرہ بیان نہیں ہوسکتا کہ غیر محدود کو محدود کیسے بیان کرے، ہمارے الفاظ محدود ہیں ۲۸ حرفوں میں حضور کی صفات لامحدود ہیں۔ سبحان اللہ! فیصلہ کردیا۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۲۷۷)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَتْ لَهُ: إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً، فَقَالَ: اجْلِسِي فِي أَيِّ طَرِيقِ الْمَدِينَةِ شِئْتِ، أَجْلِسْ إِلَيْكِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا (یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے آپ سے ایک کام ہے، آپ نے فرمایا کہ تم مدینہ طیبہ کے جس راستہ میں چاہے چل کر بیٹھ، میں بھی وہاں بیٹھتا ہوں (یعنی جہاں چاہے مجھے اپنی ضرورت سے آگاہ کردے۔)

شرح حدیث: تواضع

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ تواضع بھی سارے عالم سے نرالی تھی، اللہ تعالٰی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو شاہانہ زندگی بسر فرمائیں اور اگر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چاہیں تو ایک بندے کی زندگی گزاریں، تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بندہ بن کر زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

کی یہ تواضع دیکھ کر فرمایا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کی اس تواضع کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے اٹھائے جائیں گے اور میدانِ حشر میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، فصل واما تواضعہ، ج۱، ص ۱۳۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عصاء مبارک پر ٹیک لگاتے ہوئے کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے تو ہم سب صحابہ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے یہ دیکھ کر تواضع کے طور پر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس طرح نہ کھڑے رہا کرو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے رہا کرتے ہیں میں تو ایک بندہ ہوں بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل واما تواضعہ، ج۱، ص ۱۳۰)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے پیچھے سواری پر اپنے کسی خادم کو بھی بٹھا لیا کرتے تھے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جنگ قریظہ کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے جانور کی لگام چھال کی رسی سے بنی ہوئی تھی۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی، ج۶، ص ۴۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غلاموں کی دعوت کو بھی قبول فرماتے تھے۔ جو کی روٹی اور پرانی چربی کھانے کی دعوت دی جاتی تھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دعوت کو قبول فرماتے تھے۔ مسکینوں کی بیمار پرسی فرماتے، فقراء کے ساتھ ہم نشینی فرماتے اور اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان مل

جل کر نشست فرماتے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل واما تواضعہ، ج ا، ص ۱۳۱ ملتقطاً)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھریلو کام خود اپنے دستِ مبارک سے کرلیا کرتے تھے۔ اپنے خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور گھر کے کاموں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خادموں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل واما تواضعہ، ج ا، ص ۱۳۲ ملتقطاً)

ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا تو جلالت نبوت کی ہیبت سے ایک دم خائف ہو کر لرزہ براندام ہو گیا اور کانپنے لگا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بالکل مت ڈرو۔ میں نہ کوئی بادشاہ ہوں، نہ کوئی جبار حاکم، میں تو قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کی بوٹیاں کھایا کرتی تھی۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی، ج ٦، ص ١٧)

فتح مکہ کے دن جب فاتحانہ شان کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لشکروں کے ہجوم میں شہر مکہ کے اندر داخل ہونے لگے تو اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تواضع اور انکسار کی ایسی تجلی نمودار تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونٹنی کی پیٹھ پر اس طرح سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک کجاوہ کے اگلے حصہ سے لگا ہوا تھا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل واما تواضعہ...الخ، ج ا، ص ۱۳۲)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ مُسْلِمٍ الأَعْوَرِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازوں میں تشریف لے جاتے، دراز گوش پر سوار

صلی اللہ علیه وسلم يَعُودُ الْمَرِيضَ، وَيَشْهَدُ الْجَنَائِزَ، وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ، وَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ، وَكَانَ يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ عَلَى حِمَارٍ مَخْطُومٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِيفٍ، وَعَلَيْهِ إِكَافٌ مِنْ لِيفٍ۔

ہوتے اور غلام کی بھی دعوت قبول فرماتے، جنگ بنی قریظہ کے دن آپ ایک دراز گوش پر سوار تھے جس کی رسی اور پلان کھجور کی مونجھ کے تھے۔

شرح حدیث: رزق کے خزانوں کا مالک

فضل بن ربیع کا بیان ہے: میں ایک مرتبہ سفرحج میں خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید کے ساتھ تھا۔ واپسی پر جب ہمارا گزر "کوفہ" سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت سیدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ کھڑے ہیں اور بہت بلند آواز سے چیخ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا: خاموش ہو جائیے! خلیفۃ المسلمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ پھر جب خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ المجید کی سواری قریب آئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زور سے کہا: اے امیر المؤمنین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! ذرا میری بات سنئے! خلیفہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز سنی تو رک گئے۔

حضرت سیدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! مجھے "ایمن بن نایل" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث سنائی کہ حضرت سیدنا قدامہ بن عبداللہ عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو وادی منیٰ میں دیکھا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک سادے سے کجاوے میں تشریف فرما تھے اور وہاں نہ مارنا تھا، نہ اِدھر اُدھر ہٹانا تھا اور نہ ہی یہ کہ ایک طرف ہو جاؤ۔

(جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی کراھیۃ طرد الناس... الخ، الحدیث: ۹۰۳، ج ۳ ص ۱۷۳)

تیری سادگی پہ لاکھوں تیری عاجزی پہ لاکھوں
ہوں سلام عاجزانہ مدنی مدینے والے!

فضل بن ربیع کا بیان ہے: میں نے امیر المؤمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: حضور! یہ بہلول دیوانہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں انہیں جانتا ہوں، پھر کہا: اے بہلول (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! مجھے کچھ اور نصیحت کرو۔ چنانچہ انہوں نے یہ دو عربی اشعار پڑھے، جن کا مفہوم یہ ہے:

ترجمہ: (۱) (بالفرض) اگر تجھے ساری دنیا کی حکومت مل جائے اور تمام لوگ تیرے مطیع وفرمانبردار بن جائیں،

(۲) پھر بھی کیا تیرا آخری ٹھکانا تنگ وتاریک قبر نہیں؟ (یعنی تیرے مرنے کے بعد) لوگ باری باری تجھ پر مٹی ڈالیں گے۔

(عُیُونُ الحِکَایَات ص ۱۷، امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ)

❖ حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى الْكُوفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، يُدْعَى إِلَى خُبْزِ الشَّعِيرِ، وَالإِهَالَةِ السَّنِخَةِ، فَيُجِيبُ وَلَقَدْ كَانَ لَهُ دِرْعٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ، فَمَا وَجَدَ مَا يَفُكُّهَا حَتَّى مَاتَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی چکنائی کی دعوت دی جاتی تو (بھی) قبول فرما لیتے آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی تھی لیکن آپ نے وصال فرمانے تک اس کو چھڑانے کے لیے کچھ نہ پایا۔ (یہ فقر اختیاری کی شان تھی)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اھالہ پگھلائی ہوئی چربی اور سنخہ پرانی چربی جس میں پرانی ہونے کی وجہ سے بو پیدا ہوگئی ہو۔ معلوم ہوا کہ ایسی چربی حلال ہے کہ یہ مضر صحت نہیں ہوتی مگر سڑا بھنا کھانا صحت کے لیے بہت مضر ہے اس لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔

حتی کہ جب حضور انور کی وفات ہوئی تو ذرہ یہودی کے ہاں گروی رکھی ہوئی حضرت ابوبکر صدیق نے چھڑائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے تجارتی لین دین مالی معاملات جائز ہیں اگرچہ ان کی آمدنی حرام و حلال سے مخلوط ہو، یہود کی حرام خوری پر قرآن مجید گواہ ہے لَيَأْكُلُوْنَ اَمْوٰلَ النَّاسِ بِالْبٰطِلِ مگر حضور انور نے ان سے قرض لیا کفار کے ہدیئے قبول فرمائے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۷، ص ۸۳)

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ صَبِيحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: حَجَّ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، عَلَى رَحْلٍ رَثٍّ، وَعَلَيْهِ قَطِيفَةٌ، لَا تُسَاوِي أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا، لَا رِيَاءَ فِيهِ، وَلَا سُمْعَةَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر، جس پر ایک کمبل پڑا ہوا تھا، حج فرمایا، اس کمبل کی قیمت چار درہم بھی نہیں تھی۔ آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! اس کو ایسا حج بنادے جس میں ریاکاری اور نمائش نہ ہو۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا، لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهَتِهِ لِذَلِكَ.

فرماتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا (حضرت انس فرماتے ہیں پھر بھی) جب صحابہ کرام آپکو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ اسے پسند نہیں فرماتے۔

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعِجْلِيُّ، قَالَ: أَنْبَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ، يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنٍ لِأَبِي هَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ، وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارکہ کے بارے میں پوچھا، آپ ہند بن ابی ہالہ) حلیہ مبارکہ سے زیادہ واقف تھے اور میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کچھ بیان کریں، انہوں (ہند بن ابی ہالہ) نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نہایت ذی شان، معزز تھے اور آپ کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا، پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کردی (پوری حدیث پیچھے گزر چکی

مَخْرَجِهِ كَيْفَ يَصْنَعُ فِيهِ؟ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَخْزِنُ لِسَانَهُ إِلا فِيمَا يَعْنِيهِ، وَيُؤَلِّفُهُمْ وَلا يُنَفِّرُهُمْ، وَيُكْرِمُ كَرِيمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُوَلِّيهِ عَلَيْهِمْ، وَيُحَذِّرُ النَّاسَ وَيَحْتَرِسُ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَطْوِيَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ بِشْرَهُ وَخُلُقَهُ، وَيَتَفَقَّدُ أَصْحَابَهُ، وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ، وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقَوِّيهِ، وَيُقَبِّحُ الْقَبِيحَ وَيُوَهِّيهِ، مُعْتَدِلُ الأَمْرِ غَيْرُ مُخْتَلِفٍ، لا يَغْفُلُ مَخَافَةَ أَنْ يَغْفُلُوا أَوْ يَمِيلُوا، لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهُ عَتَادٌ، لا يُقَصِّرُ عَنِ الْحَقِّ وَلا يُجَاوِزُهُ الَّذِينَ يَلُونَهُ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ، أَفْضَلُهُمْ عِنْدَهُ أَعَمُّهُمْ نَصِيحَةً، وَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَنْزِلَةً أَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَمُؤَازَرَةً قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَجْلِسِهِ،

ہے)۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدت دراز تک حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھپانے کے بعد (ایک مرتبہ) میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ (امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہلے ہی ان (اپنے ماموں ہند) سے پوچھ چکے ہیں اور جو کچھ مجھے معلوم ہوا، اس سے وہ بھی آگاہ ہو چکے ہیں (اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ) انہوں نے اپنے والد ماجد (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لانے، باہر جانے اور آپ کے طور طریقوں کے بارے میں پوچھ لیا ہے او کوئی بات بھی (بلا تحقیق) نہیں چھوڑی، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لانے (کی کیفیت) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو اپنے گھر کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے، ایک حصہ

فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لا يَقُومُ وَلا يَجْلِسُ، إِلا عَلَى ذِكْرٍ ، وَإِذَا انْتَهَى إِلَى قَوْمٍ ، جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ، وَيَأْمُرُ بِذَلِكَ ، يُعْطِي كُلَّ جُلَسَائِهِ بِنَصِيبِهِ، لا يَحْسَبُ جَلِيسُهُ أَنَّ أَحَدًا أَكْرَمُ عَلَيْهِ مِنْهُ، مَنْ جَالَسَهُ أَوْ فَاوَضَهُ فِي حَاجَةٍ، صَابَرَهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ عَنْهُ ، وَمَنْ سَأَلَهُ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهُ إِلا بِهَا ، أَوْ بِمَيْسُورٍ مِنَ الْقَوْلِ ، قَدْ وَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهُ وَخُلُقُهُ ، فَصَارَ لَهُمْ أَبًا وَصَارُوا عِنْدَهُ فِي الْحَقِّ سَوَاءً، مَجْلِسُهُ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَحِلْمٍ وَحَيَاءٍ وَأَمَانَةٍ وَصَبْرٍ. لا تُرْفَعُ فِيهِ الأَصْوَاتُ ، وَلا تُؤْبَنُ فِيهِ الْحُرَمُ، وَلا تُثَنَّى فَلَتَاتُهُ، مُتَعَادِلِينَ، بَلْ كَانُوا يَتَفَاضَلُونَ فِيهِ بِالتَّقْوَى، مُتَوَاضِعِينَ يُوَقِّرُونَ فِيهِ الْكَبِيرَ، وَيَرْحَمُونَ

اللہ تعالیٰ (کی عبادت) کے لیے ایک حصہ گھر والوں کے (حقوق کی ادائیگی) لیے اور ایک حصہ اپنی ذات کے لیے، پھر اپنا حصہ اپنا اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے ، پس (اپنے فیوض وبرکات) خاص صحابہ کرام کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچا دیتے اور ان سے کوئی چیز روک کر نہ رکھتے۔ امت کے حصہ (وقت) میں آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ علم وعمل والوں کو (گھر کے اندر آنے کی) اجازت فرماتے اور ان کی دینی فضیلت کے اعتبار سے ان پر وقت تقسیم فرماتے ، ان میں سے کسی کی ایک ضرورت ہوتی، کوئی دو ضرورتوں والا ہوتا اور کسی کی بہت سی ضرورتیں ہوتیں آپ ان (کی ضروریات) میں مشغول ہوتے اور ان کو ان کی اپنی اور باقی امت کی اصلاح سے متعلق کاموں میں مشغول رکھتے ان سے ان کے مسائل کے بارے میں پوچھتے اور ان کے مناسب حال ہدایات فرماتے، نبی کریم ﷺ فرماتے حاضر کو غائب تک

فِيهِ الصَّغِيرَ، وَيُؤْثِرُونَ ذَا الْحَاجَةِ، وَيَحْفَظُونَ الْغَرِيبَ.

(سنے ہوئے مسائل) پہچانے چاہئیں اور میرے پاس ایسے آدمی کی ضرورت بھی پہنچایا کرو جو خود نہیں پہنچا سکتا کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کی حاجات کسی صاحب اختیار کے پاس پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ثابت قدم رکھے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایسی ہی ضروریات کا ذکر کیا جاتا تھا، آپ اس کے خلاف (یعنی فضول بات) قبول نہیں فرماتے تھے، لوگ آپ کے پاس (علم و فضل) کی چاہت لے کر آتے اور جب واپس جاتے تو (علم وفضل کے علاوہ) کھانا وغیرہ بھی کھا کر جاتے اور بھلائی کے رہنما بن کر جاتے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے (اپنے والد ماجد سے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باہر تشریف لے جانے (کی کیفیت) کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان مبارک کو صرف با مقصد کلام کے لیے استعمال فرماتے، صحابہ کرام کو باہم محبت سکھاتے اور ان کو

جدا نہ ہونے دیتے۔ آپ ہر قوم کے معزز
آدمی کی عزت کرتے اور اسے ان پر حاکم
مقرر کرتے، لوگوں کو (عذاب الٰہی کا) ڈر
سناتے اور ان سے اپنی حفاظت فرماتے
لیکن اس کے باوجود ہر ایک سے خندہ
روئی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے۔
اپنے صحابہ کرام کے حالات دریافت
کرتے اور لوگوں کے حالات بھی دریافت
کرتے اور لوگوں کے حالات بھی دریافت
فرماتے رہتے۔ آپ اچھے کو اچھا سمجھتے اور
اس کی تائید فرماتے برے کو بُرا سمجھتے اور
اسے ذلیل و کمزور کرتے آپ ہمیشہ میانہ
روی اختیار فرماتے اور (صحابہ کرام سے)
بے خبر نہ رہتے کہ کہیں وہ غافل یا ست نہ
ہو جائیں۔ آپ کے پاس ہر حالت کے
لیے مکمل سامان ہوتا نہ تو حق سے قاصر
رہتے اور نہ آگے بڑھتے (یعنی حق پر
رہتے) لوگوں میں سے بہترین افراد آپ
کے ہم نشین ہوتے جو لوگوں کا زیادہ خیر
خواہ ہوتا وہ آپ کے نزدیک افضل ہوتا
اور جو شخص لوگوں پر زیادہ احسان کرتا اور

ان سے اچھا برتاؤں کرتا، آپ کے
نزدیک وہ بڑے مرتبے والا ہوتا۔ حضرت
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
میں نے ان سے (یعنی اپنے والد ماجد
سے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک
کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ
کا ذکر کرتے۔ جب آپ مجلس میں تشریف
لے جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی تشریف
رکھتے اور اسی بات کا حکم بھی فرماتے، ہر
بیٹھنے والے کو اس کا حق دیتے (یعنی سب
سے برابر پیش آتے) کوئی بیٹھنے والا یہ نہ
سمجھتا کہ اس سے کوئی زیادہ باعزت ہے
جب کوئی شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا آپ
سے گفتگو کرتا تو جب تک وہ خوف نہ چلا
جاتا آپ اس کے پاس بیٹھے رہتے اور جو
آپ کے سامنے اپنی ضرورت پیش کرتا
آپ اس کی ضرورت پوری فرماتے یا نرمی
سے جواب دے دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی خوش مزاجی اور حسن اخلاق عام تھا
چنانچہ آپ لوگوں کے لیے باپ کی طرح

تھے اور تمام لوگوں کے حقوق آپ کے
نزدیک برابر تھے آپ کی مبارک مجلس،
بردباری، حیا وصبر اور امانت کی مجلس ہوتی
تھی، نہ تو وہاں آوازیں بلند ہوتیں اور نہ
ہی (معزز لوگوں کی) عزتوں پر عیب لگایا
جاتا۔ اس مجلس مبارک کی غلطیاں (یعنی
بالفرض اگر کسی سے صادر ہو بھی جاتیں)
پھیلائی نہیں جاتی تھیں، اہل مجلس آپس
میں برابر ہوتے تھے (ایک دوسرے پر فخر
نہیں کرتے تھے) صرف تقویٰ کی وجہ
سے ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے تھے
(اہل مجلس عاجزی کرتے، بڑوں کی عزت
کرتے اور چھوٹوں پر رحم کرتے، حاجت
مندوں کو ترجیح دیتے اور مسافر کے حقوق)
کا خیال کرتے۔

شرح حدیث: حسن معاشرت

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اپنے احباب، اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اپنے رشتے داروں، اپنے پڑوسیوں ہر ایک کے ساتھ اتنی خوش اخلاقی اور ملنساری کا برتاؤ فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کا گرویدہ اور مداح تھا، خادم خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس برس تک سفر و وطن میں حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا مگر کبھی بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ مجھے ڈانٹا نہ جھڑکا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ... الخ، ج ۶، ص ۴۲، ۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے جو کوئی بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارتا تو آپ لبیک کہہ کر جواب دیتے۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا کبھی بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پاس آنے سے نہیں روکا اور جس وقت بھی مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خوش طبعی بھی فرماتے اور سب کے ساتھ مل جل کر رہتے اور ہر ایک سے گفتگو فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بچوں سے بھی خوش طبعی فرماتے اور ان بچوں کو اپنی مقدس گود میں بٹھا لیتے اور آزاد نیز لونڈی غلام اور مسکین سب کی دعوتیں قبول فرماتے اور مدینہ کے انتہائی حصہ میں رہنے والے مریضوں کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے اور عذر پیش کرنے والوں کے عذر کو قبول فرماتے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فصل واما حسن عشرتہ، ج ۱، ص ۱۲۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کان میں کوئی سرگوشی کی بات کرتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک اپنا سر اس کے منہ سے الگ نہ فرماتے جب تک وہ کان میں کچھ کہتا رہتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آتا آپ سلام کرنے میں پہل کرتے اور ملاقاتیوں سے مصافحہ فرماتے اور اکثر اوقات اپنے پاس آنے والے

ملاقاتیوں کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک بچھا دیتے اور اپنی مسند بھی پیش کر دیتے اور اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کی کنیتوں اور اچھے ناموں سے پکارتے کبھی کسی بات کرنے والے کی بات کو کاٹتے نہیں تھے۔ ہر شخص سے خوش روئی کے ساتھ مسکرا کر ملاقات فرماتے، مدینہ کے خدام اور نوکر چاکر برتنوں میں صبح کو پانی لے کر آتے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے برتنوں میں دست مبارک ڈبو دیں اور پانی متبرک ہو جائے تو سخت جاڑے کے موسم میں بھی صبح کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ایک کے برتن میں اپنا مقدس ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے اور جاڑے کی سردی کے باوجود کسی کو محروم نہیں فرماتے تھے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل واما حسن عشرتہ، ج۱، ص۱۲۱، ۱۲۲ ملتقطاً)

حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی باپ یعنی حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا ایک حصہ ان کے لئے بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا باقی حصہ ان کے لئے بچھا دیا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی آئے تو آپ نے ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ہمیشہ کپڑا وغیرہ بھیجتے رہتے تھے یہ ابولہب کی لونڈی تھیں اور چند دنوں تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انہوں نے بھی دودھ پلایا تھا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل واما خلقہ، ج۱، ص۱۲۸، ۱۲۹)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لئے کوئی مخصوص بستر نہیں رکھتے تھے بلکہ ہمیشہ

ازواجِ مطہرات کے بستروں ہی پر آرام فرماتے تھے اور اپنے پیار و محبت سے ہمیشہ اپنی مقدس بیویوں رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خوش رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پیالے میں پانی پی کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب پیالہ دیتی تو آپ پیالے میں اسی جگہ اپنا لب مبارک لگا کر پانی نوش فرماتے جہاں میرے ہونٹ لگے ہوتے اور میں گوشت سے بھری کوئی ہڈی اپنے دانتوں سے نوچ کر وہ ہڈی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیتی تو آپ بھی اسی جگہ سے گوشت کو اپنے دانتوں سے نوچ کر تناول فرماتے جس جگہ میرا منہ لگا ہوتا۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ... الخ، ج۶، ص۵۵، ۵۶ ملتقطاً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزانہ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے ملاقات فرماتے اور اپنی صاحبزادیوں کے گھروں پر بھی رونق افروز ہو کر ان کی خبر گیری فرماتے اور اپنے نواسوں اور نواسیوں کو بھی اپنے پیار و شفقت سے بار بار نوازتے اور سب کی دلجوئی و رواداری فرماتے اور بچوں سے بھی گفتگو فرما کر ان کی بات چیت سے اپنا دل خوش کرتے اور ان کا بھی دل بہلاتے اپنے پڑوسیوں کی بھی خبر گیری اور ان کے ساتھ انتہائی کریمانہ اور مشفقانہ برتاؤ فرماتے الغرض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے طرزِ عمل اور اپنی سیرت مقدسہ سے ایسے اسلامی معاشرہ کی تشکیل فرمائی کہ اگر آج دنیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے لگے تو تمام دنیا میں امن و سکون اور محبت و رحمت کا دریا بہنے لگے اور سارے عالم سے جدال و قتال اور نفاق و شقاق کا جہنم بجھ جائے اور عالم کائنات امن و راحت اور پیار و محبت کی بہشت بن جائے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: لَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ، وَلَوْ دُعِيتُ عَلَيْهِ لَأَجَبْتُ۔

نے فرمایا اگر مجھے بکری کا پایہ تحفۃً دیا جائے تو میں قبول کرلوں اور اگر اس کی دعوت بھی دی جائے تو بھی قبول کرلوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہم کو معمولی آدمی کی دعوت اور معمولی ہدیہ قبول فرمانے میں عار نہیں ضرور قبول فرمائیں گے، اس میں مالداروں بلکہ بادشاہوں کو تعلیم ہے کہ غریبوں اور اپنے نوکروں کے حقیر ہدیوں کو نہ ٹھکراؤ ان کے اخلاص کی قدر کرو اور ہم غریبوں کی ہمت افزائی ہے کہ جس قدر ہو سکے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں مال و اعمال کے ثوابوں کا ہدیہ کرتے رہیں۔ یہاں کراع سے مراد کھرے (گائے بکری کے پائے) ہیں نہ کہ کراع الغمیم منزل جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی فقیر صدقہ کا معمولی مال بھی لے کر ہماری دعوت کردے تو ہم قبول فرمالیں گے کیونکہ صدقہ اس پر ختم ہو چکا اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

(مراۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۵)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: جَاءَنِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، آپ نہ تو خچر پر سوار تھے اور نہ ہی ترکی گھوڑے پر (بلکہ پیدل تشریف لائے جو آپ کی تواضع کا واضح

وسلم لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا ثبوت ہے۔)

بِرْذَوْنٍ۔

شرحِ حدیث: راہِ خدا عزوجل میں پاؤں گرد آلود ہونے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابی المُصَبِّح المُقرائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم روم کی سرزمین پر محو سفر تھے۔ حضرتِ سیدنا مالک بن عبداللہ خَثعمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کے سالار تھے۔ جب حضرتِ سیدنا مالک رضی اللہ عنہ حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب سے گزرے جو اپنے خچر کی لگام تھامے آگے جا رہے تھے تو حضرتِ سیدنا مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، اے بندے! اللہ تعالیٰ نے تمہیں سواری دی ہے اس پر سوار ہو جاؤ۔ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں اپنی سواری سدھار رہا ہوں اور اپنی قوم سے بے پرواہ ہوں اور میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، جس کے قدم راہِ خدا عزوجل میں گرد آلود ہو جائیں اللہ عزوجل اسے جہنم پر حرام فرما دیتا ہے۔

ان کی بات حضرت سیدنا مالک رضی اللہ عنہ کو پسند آئی پھر وہ آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں خاموشی تھی۔ کسی نے بلند آواز سے کہا، اے ابوعبد اللہ! اللہ عزوجل نے تمہیں سواری عطا فرمائی ہے لہٰذا اس پر سوار ہو جاؤ۔ تو حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ منادی کا مقصد سمجھ گئے، چنانچہ فرمایا، میں اپنی سواری سدھار رہا ہوں اور اپنی قوم سے بے پرواہ ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس کے قدم راہِ خدا عزوجل میں گرد آلود ہو جائیں اللہ عزوجل اسے جہنم پر حرام فرما دیتا ہے۔ یہ سن کر لوگ اپنی سواریوں سے اتر پڑے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن ان سے زیادہ پیدل چلنے والا نہیں دیکھا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۵۸۵، ج ۷، ص ۶۱)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي الْهَيْثَمِ الْعَطَّارُ، قَالَ: سَمِعْتُ يُوسُفَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: سَمَّانِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُوسُفَ، وَأَقْعَدَنِي فِي حِجْرِهِ، وَمَسَحَ عَلَى رَأْسِي۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرا نام یوسف رکھا اور مجھے اپنی گود میں بٹھا کر میرے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔ (یعنی بچپن میں)

شرح حدیث: سیدنا عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں ان کے یہ صاحبزادہ بھی صحابی ہیں، آپ کا نام حضور انور نے یوسف رکھا، کنیت ابو یعقوب ہے، ۱۰۰ھ سو ہجری میں آپ کی وفات ہے، آپ سے تین احادیث مروی ہیں۔

آپ جب پیدا ہوئے تو گھر کے اندر اور باہر ہر طرف اسلام کی آواز گونج رہی تھی، آپ نے اسی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور تعلیم و تربیت پائی، صحابہ کا معمول تھا کہ ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دُعا و برکت کے لیے، لاتے یہ پیدا ہوئے تو اُن کو بھی بارگاہِ نبوت میں لایا گیا، آپ نے ان کو گود میں بٹھایا اور سر پر دستِ شفقت پھیرا اور ان کا نام یوسف تجویز فرمایا۔

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ وَهُوَ ابْنُ صَبِيحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ الرَّقَاشِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک کمبل پر (جو اس پالان پر تھا) جس کی قیمت ہمارے خیال میں چار درہم تھی، حج فرمایا، جب اونٹنی پر تشریف فرما

مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، حَجَّ عَلَى رَحْلٍ رَثٍّ وَقَطِيفَةٍ، كُنَّا نَرَى ثَمَنَهَا أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ، فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ، قَالَ: لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ لَا سُمْعَةَ فِيهَا وَلَا رِيَاءَ۔

ہوئے تو فرمایا میں ایسے حج کے لیے پکارتا ہوں جو شہرت اور نمائش سے پاک ہے۔

شرح حدیث: حجۃ الوداع

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر ذوقعدہ میں جمعرات کے دن مدینہ میں غسل فرما کر تہبند اور چادر زیب تن فرمایا اور نماز ظہر مسجد نبوی میں ادا فرما کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ سے چھ میل دور اہل مدینہ کی میقات "ذوالحلیفہ" پر پہنچ کر رات بھر قیام فرمایا پھر احرام کے لئے غسل فرمایا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ہاتھ سے جسم اطہر پر خوشبو لگائی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اپنی اونٹنی "قصواء" پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے "لبیک" پڑھا اور روانہ ہو گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائیں بائیں حدِ نگاہ تک آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ بیہقی کی روایت ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار اور دوسری روایتوں میں ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ تھے۔ (المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، النوع السادس فی ذکر حجہ وعمرہ، ج ۱۱، ص ۳۲۹۔۳۳۱ وحجۃ الوداع، ج ۴، ص ۱۴۶)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفات پہنچ کر ایک کمبل کے خیمہ میں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی "قصواء" پر سوار ہو کر

خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ میں آپ نے بہت سے ضروری احکامِ اسلام کا اعلان فرمایا اور زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں اور بیہودہ رسموں کو آپ نے مٹاتے ہوئے اعلان فرمایا کہ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِّنْ اَمْرِالْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ۔ سن لو! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں۔

(المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، النوع السادس فی ذکر حجہ وعمرہ، ج۱۱، ص ۳۸۴، ۳۹۳۔ ۳۹۵، ۳۹۷ ملتقطاًوصحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۲۱۸، ص ۶۳۴)

اسی طرح زمانہ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور رنگ ونسل کی برتری اور قومیت میں نیچ اونچ وغیرہ تصورات جاہلیت کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے اور مساوات اسلام کا عَلَم بلند فرماتے ہوئے تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث: ۲۳۵۴۸، ج۹، ص ۱۲۷)

اسی طرح تمام دنیا میں امن وامان قائم فرمانے کے لئے امن وسلامتی کے شہنشاہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خدائی فرمان جاری فرمایا کہ تمہارا خون اور تمہارا مال تم پر تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ مہینہ، تمہارا یہ شہر محترم ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، الحدیث: ۱۷۴۱، ج۱، ص ۵۷۷ ملتقطاً)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک درزی نے نبی

وَعَاصِمٍ الأَحْوَلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلا خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَرَّبَ مِنْهُ ثَرِيدًا عَلَيْهِ دُبَّاءٌ، قَالَ: فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يَأْخُذُ الدُّبَّاءَ، وَكَانَ يُحِبُّ الدُّبَّاءَ، قَالَ ثَابِتٌ: فَسَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: فَمَا صُنِعَ لِي طَعَامٌ، أَقْدَرُ عَلَى أَنْ يُصْنَعَ فِيهِ دُبَّاءٌ، إِلا صُنِعَ۔

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور آپ کے سامنے ثرید (روٹی اور گوشت) جس میں کدو (بھی) تھے، لاکر رکھے (حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو لے لیکر کھاتے (کیونکہ) آپ کدو پسند فرماتے تھے، حضرت ثابت فراتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس کے بعد جب بھی میرے لیے کھانا تیار کیا جائے تو میں جہاں تک ممکن ہوتا، اس میں کدو ڈالتا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں فرماتے ہیں کہ یا تو اس درزی نے حضرت انس کی بھی دعوت کی تھی یا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے اور مخدوم کے ساتھ عمومًا خاص خدام جایا ہی کرتے ہیں، گھر والے ان کی آمد سے راضی ہوتے ہیں عرفًا یہ بات مروج ہے اس لیے آپ بھی حضور انور کے ساتھ گئے۔ جس حدیث میں آتا ہے کہ پانچ صاحبوں کی دعوت پر چھٹا آدمی ساتھ گیا تو حضور انور نے اس کے لیے علیٰحدہ اجازت مانگی، صاحبِ خانہ نے اجازت دے دی تب اسے کھانے میں شریک کیا وہ چھٹا آدمی خادم خاص نہ تھا لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں۔

قدید بنا ہے قد سے بمعنی کاٹنا، عرب میں گوشت کے بڑے بڑے پارچے نمک لگا کر سکھالئے جاتے ہیں جو عرصہ تک کھائے جاتے ہیں انہیں قدید کہتے ہیں۔ ہم

نے بھی منیٰ شریف میں بدویوں کو قربانی کا گوشت سکھاتے دیکھا ہے۔

حوال جمع ہے حول کی بمعنی گھومنا، کناروں کو حوال کہا جاتا ہے کہ اس طرف گھومنا ہوتا ہے۔ قصعہ یا صحفہ وہ بڑا پیالہ جس سے پانچ چھ آدمی کھا سکیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ہر طرف سے کدو کے ٹکڑے اٹھا کر کھانے لگے۔ معلوم ہوا کہ کدو مرغوب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مخدوم و خادم ایک پیالے سے کھائیں تو مخدوم ہر طرف سے کھا سکتا ہے۔ وہ جو ارشاد ہے کل مما یلیك اپنے سامنے سے کھاؤ، وہاں چھوٹوں یا برابر والوں سے خطاب ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ جب ایک ساتھی کے ہر طرف ہاتھ ڈالنے سے دوسرے ساتھی نفرت کریں تب یہ حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے چیز لگ کر تبرک بن جاتی ہے، حضرات صحابہ نے تو حضور کا پیشاب بلکہ خون بھی پیا ہے تبرکاً لہذا حضور کا حکم دوسرا ہے۔ (مرقات) بہر حال یہ حدیث بہت واضح ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت انس بھی کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے حضور انور کے سامنے رکھنے لگے۔

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اپنے خدام و غلاموں کی دعوت قبول کرنا چاہیے اگرچہ وہ اپنے سے درجہ میں کم ہو۔ دوسرے یہ کہ خادم کو اپنے ساتھ ایک پیالے میں کھلانا بہت اچھا ہے۔ تیسرے یہ کہ کدو پسند کرنا سنت ہے۔ چوتھے یہ کہ ہر سنت سے محبت کرنا خواہ سنت زائد ہو یا سنت ابدی طریقہ صحابہ کرام ہے۔ شعر

فقط اتنی حقیقت ہے ہمارے دین و ایمان کی
کہ اس جان جہاں کے حسن پر دیوانہ ہو جانا

پانچویں یہ مخدوم اپنے خادم کے ساتھ کھائے تو پیالے میں سے ہر طرف سے کھا سکتا ہے خادم کو یہ حق نہیں۔ چھٹے کہ خادم پیالہ سے بوٹیاں یا کدو وغیرہ چن کر مخدوم کے سامنے رکھ سکتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۵)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، قَالَتْ: قِيلَ لِعَائِشَةَ: مَاذَا كَانَ يَعْمَلُ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم فِي بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ، يَفْلِي ثَوْبَهُ، وَيَحْلُبُ شَاتَهُ، وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ۔

حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو معمولات کے بارے میں پوچھا گیا۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ انسانوں میں ایک انسان تھے، اپنے کپڑوں میں خود جوئیں دیکھتے، بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے کام خود کرتے (آپ نہایت پاکیزہ تھے اس کی باوجود جوئیں دیکھنا اس وجہ سے تھا کہ کہیں اور سے نہ لگ گئی ہو۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں فرماتے ہیں کہ اس عمل شریف سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پیوند والا کپڑا اور پیوند لگا ہوا جوتا پہننے میں عار نہ کرے یہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے یہ کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں بھی شرم نہ کرے دوسرے کا حاجت مند نہ رہے مگر یہ دونوں عمل بخل کی بناء پر نہ ہوں بلکہ تواضع انکسار کے لیے ہوں لہذا یہ حدیث اس فرمان عالی کے خلاف نہیں کہ جب نیا کپڑا یا نیا جوتا پاؤ تو پرانا خیرات کردو کہ وہاں سخاوت کی تعلیم ہے اور یہاں تواضع کی۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر ہر کام جانتے ہیں، حضور سلطنت کرنا، مقدمہ میں فیصلہ کرنا بھی جانتے ہیں اور کپڑے سینا، جوتے میں پیوند لگانے سے بھی واقف ہیں یہ سب کچھ کسی سے سیکھا نہیں رب کے ہاں سے سیکھے سکھائے تشریف لائے، حضور انور نے کوئی کمال

کسی مخلوق سے نہیں سیکھا۔

یعنی حضور کی زندگی پاک شاہانہ پر تکلف نہ تھی عام بشر کی طرح سادہ تھی۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور انور میں سواء بشریت کے اور کوئی کمال نہ تھا اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ حضرات صحابہ کرام حضور کو بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔بشر کہنا تو بڑی بات ہے حضرت عباس حضور کو بھتیجا نہیں کہتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھائی نہیں کہتے، حضرت عائشہ خاوند کہہ کر نہیں پکارتیں سب یہی کہتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔

خیال رہے کہ حضور انور کے سر یا کپڑوں میں جوئیں پڑتی نہ تھیں ہاں دوسرے کی چڑھ جاتی تھیں وہ آپ اپنے کپڑوں سے صاف کرتے تھے اور ام حرام آپ کے سر شریف سے نکالتی تھیں، ہاں مکھی جسم پاک پر نہیں بیٹھتی تھی مچھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ دیتے تھے۔(اشعہ) بعض شارحین نے فرمایا کہ کبھی ایک دو جوں پڑ جاتی جوں پڑنا صفائی خون کی علامت ہے اس لیے جذامی کے سر یا کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی مگر فقیر کے نزدیک پہلی بات قوی ہے۔

یعنی اپنے کام خود آپ بھی کر لیتے تھے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت انس اور دوسرے صحابہ حضور انور کی خدمت کرتے تھے۔

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص۸۱)

48-بَابُ مَا جَاءَ فِیْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اخلاقِ حسنہ

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللہِ

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ چند آدمی

بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِءُ، قَالَ : حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَارِجَةَ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ : دَخَلَ نَفَرٌ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، فَقَالُوا لَهُ: حَدِّثْنَا أَحَادِيثَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: مَاذَا أُحَدِّثُكُمْ؟ كُنْتُ جَارَهُ فَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بَعَثَ إِلَيَّ فَكَتَبْتُهُ لَهُ، فَكُنَّا إِذَا ذَكَرْنَا الدُّنْيَا ذَكَرَهَا مَعَنَا، وَإِذَا ذَكَرْنَا الْآخِرَةَ ذَكَرَهَا مَعَنَا، وَإِذَا ذَكَرْنَا الطَّعَامَ ذَكَرَهُ مَعَنَا، فَكُلُّ هٰذَا أُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارکہ بتائیے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں کیا بتاؤں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا اور جب (آپ پر) وحی نازل ہوتی، مجھے بلا بھیجتے اور میں (وحی) لکھ لیتا، جب ہم دنیا کا ذکر کرتے آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے جب ہم آخرت کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم کھانے پینے کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ ان باتوں میں شریک ہوجاتے پس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام سیرت تم سے بیان کرتا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں فرماتے ہیں کہ حضرت زید ابن ثابت تو مشہور صحابی ہیں، کاتب وحی ہیں مگر آپ کے فرزند خارجہ تابعی ہیں، خلافت عثمانیہ کا زمانہ پایا ہے، مدینہ منورہ کے سات قاریوں میں سے ایک ہیں۔

یعنی مجھے حضور انور کے پڑوسی ہونے کا شرف حاصل ہے اور میں حضور انور کے

حالات سے اچھی طرح باخبر ہوں کہ پڑوسی اپنے پڑوسی کے حالات سے باخبر ہوتا ہے مجھ سے پوچھو وہ کیسے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں صرف آخرت ہی کا ذکر نہ ہوتا تھا کہ لوگ اکتا جائیں بلکہ دنیا کی برائی یا بھلائی کا ذکر بھی ہوتا تھا۔ دنیا نفس کے لیے بری ہے اور آخرت کی کھیتی ہو تو اچھی ہے۔ جب ہم دنیا کی کوئی بات کرتے تو حضور انور بھی اس میں شریک ہو جاتے تھے تا کہ معلوم ہو کہ یہ باتیں بھی جائز ہیں۔

مگر ان ذکروں میں بہت سے مسائل شرعیہ بھی حاصل ہو جاتے ہیں کیا کھانا چاہیے، کیسے کھانا چاہیے، کون سا کھانا ہم کو مرغوب ہے، اس کھانے میں کیا فوائد ہیں۔ حضور کی مجلس علم کی مجلس تھی ہر بات میں تبلیغ و تعلیم تھی۔

بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو شیخ جلوت میں ہر وقت اللہ اللہ ہی کرتا ہو اور کوئی بات ہی نہ کرتا وہ مکار ہے مجلس میں ہر طرح کا ذکر چاہیے، ہاں جائز ذکر چاہیے ناجائز نہ چاہیے۔ رب تعالیٰ کو اپنے محبوب حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں پسند ہیں جو ان اداؤں کی نقل کرے گا وہ خدا کو محبوب ہوگا۔ مجلس کی یہ ادا کہ وہاں ہر طرح کا دین کا دنیا کا ذکر ہو محبوب کی ایک ادا ہے تم بھی اس ادا کی نقل کرو۔

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص ۸۲)

❖ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يُقْبِلُ بِوَجْهِهِ وَحَدِيثِهِ عَلَى أَشَرِّ الْقَوْمِ، يَتَأَلَّفُهُمْ بِذَلِكَ فَكَانَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهِ وَحَدِيثِهِ عَلَيَّ، حَتَّى

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے شریر آدمی کی طرف بھی متوجہ ہوتے اور اس سے باتیں کرتے تا کہ اس (طریقے) سے ان کا دل (نیکیوں کی طرف) نرم ہو جائے اور آپ میری طرف

ظَنَنْتُ أَنِّي خَيْرُ الْقَوْمِ. فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ، أَنَا خَيْرٌ أَوْ أَبُو بَكْرٍ؟ فَقَالَ: أَبُو بَكْرٍ، فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ، أَنَا خَيْرٌ أَوْ عُمَرُ؟ فَقَالَ: عُمَرُ، فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ، أَنَا خَيْرٌ أَوْ عُثْمَانُ؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ، فَلَمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَصَدَقَنِي فَلَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ سَأَلْتُهُ.

توجہ فرماتے اور باتیں کرتے یہاں تک کہ میں اپنے آپ کو سب سے اچھا خیال کرتا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہتر ہوں یا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ؟ آپ نے فرمایا ابوبکر، میں نے عرض کیا، میں بہتر ہوں یا عمر بن خطاب آپ نے فرمایا عمر بن خطاب میں نے پوچھا میں بہتر ہوں یا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ؟ آپ نے فرمایا عثمان غنی، چونکہ میرے پوچھنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچی بات بتادی (اس لیے) کاش! میں آپ سے نہ پوچھتا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن سلوک ہر ایک سے برابر تھا اس لیے ہر آدمی یہی سمجھتا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ مقرب ہوں۔)

شرح حدیث: حسن اخلاق

اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ ؤالہ وسلم کی مدح بیان کرتے ہوئے ارشادفرماتا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○

(ترجمۂ کنزالایمان:) اور بے شک تمہاری خُوبو (خلق) بڑی شان کی ہے۔(پ29، القلم:4)

حضرت سیِّدُ ناسعید بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اخلاق کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا اخلاق قرآن ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنہ أومرض، الحدیث ۱۷۳۹، ص ۷۹۴)

حضورنبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کافرمانِ عالیشان ہے: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ترجمہ: مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (السنن الکبری للبیھقی، کتاب الشھادات، باب بیان مکارم الاخلاق ۔۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۲۰۷۸۲، ج۱۰، ص ۳۲۳)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَدَمْتُ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ، وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ، لِمَ صَنَعْتَهُ، وَلا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ، لِمَ تَرَكْتَهُ؟ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم، مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا، وَلا مَسَسْتُ خَزًّا وَلا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزارے آپ نے مجھے کبھی اُف تک نہ فرمایا، نہ کسی کام کے کرنے پر فرمایا کہ تم نے کیوں کیا؟ اور نہ کسی کام کے ترک پر فرمایا کہ تم نے کیوں چھوڑا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسندیدہ اخلاق والے تھے آپ کے دستِ اقدس سے زیادہ ملائم میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی، نہ تو ریشم ملا کپڑا نہ خالص ریشمی کپڑا اور نہ دوسری کوئی چیز، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

حَرِيرًا، وَلا شَيْئًا كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَلا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ، وَلا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رسول الله صلى الله عليه وسلم.

پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار چیز میں نے نہیں سونگھی نہ کوئی مشک اور نہ ہی کوئی عطر۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور انور کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال تھی، ان کے والدین اس وقت حضور انور کی خدمت میں انہیں لائے اور بولے کہ ہم نے انہیں آپ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ وفات شریف سنہ ۱۰ ہجری میں ہوئی، وفات شریف تک حضور انور کی خدمت میں رہے بعد وفات مدینہ سے باہر آ گئے، مقام موصل میں آپ کا مزار ہے۔

یعنی میں کم عمر بھی تھا اور کم سمجھ بھی، مجھ سے قصور بھی ہوتے تھے اور کبھی کچھ نقصان بھی ہو جاتا تھا جیسے کوئی چیز ٹوٹ جانا وغیرہ مگر اس سراپا رحم وکرم نے مجھے کبھی جھڑکا نہیں اور ملامت کے طریقہ پر یہ نہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کر دیا یہ کیوں چھوڑ دیا۔ اف کا ترجمہ اردو میں ہے افوہ یہ سرزنش اور ملامت کے وقت بولا جاتا ہے یہاں دنیاوی کاموں میں اف نہ فرمانا مراد ہے شرعی غلطی پر پکڑ کرنا تو اصلاح ہے۔ (مرقات واشعہ)

پسینہ چمک دار اور نہایت ہی آبدار صاف شفاف خوشبودار یہاں صرف صفائی و آب تاب مراد ہے خوشبو دوسری احادیث سے مروی ہے۔

جب طاقتور آدمی چلتے ہیں تو رفتار کے دوران یکدم پاؤں زمین سے اٹھاتے ہیں گویا پاؤں کو ہیٹر رہے ہیں، حضور انور کی چال پہلی قسم کی تھی۔ تکفا کے یہ معنی ہیں جیسے

انسان اوپر سے اترتے ہوئے قدم اٹھاتا ہے حضور کی رفتار ایسی تھی۔

حضور انور کے ہاتھ موٹے موٹے یعنی بھرے ہوئے نہایت طاقتور تھے مگر ساتھ ہی نہایت نرم بھی تھے۔اس گنہگار نے ایک بار خواب میں اس دست اقدس کو بوسہ دیا ہے بالکل ایسے ہی دیکھے نہایت ٹھنڈے کہ مصافحہ ہوا تو کلیجہ ٹھنڈا ہوگیا رب تعالٰی پھر نصیب کرے۔شعر

خدا نے ان کو اپنے حسن کے سانچے میں ڈھالا ہے

وہ آئے اس جہاں میں سب حسینوں سے حسین ہوکر

یہ خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے ہر وقت مہکتی تھی بہت تیز تھی اور دور دور پہنچتی تھی حتی کہ گلی سے گزرتے تو گھروں والے اندرون خانہ محسوس کر لیتے تھے پھر یہ خوشبو بہت دیر تک پھیلی رہتی تھی کہ جس گلی سے گزر جاتے بعد میں بہت دیر تک وہ گلی مہکتی رہتی تھی کہ بعد میں آنے والے پہچان لیتے کہ یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزر گئے ہیں۔اعلٰی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔شعر

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ

کیسی خوشبو میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

بلکہ اب بھی روضہ اطہر پر خصوصًا مواجہہ شریف جہاں کھڑے ہوکر سلام پڑھا جاتا ہے کبھی کبھی نہایت نفیس خوشبو محسوس ہوتی۔بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ کبھی کسی کو اپنے گھر میں خصوصًا تہجد کے وقت غیبی خوشبو محسوس ہوتی ہے اس وقت درود شریف پڑھنا چاہیے، یہ خیال کرے کہ یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں۔بعض لوگوں کی وفات کے بعد ایسی خوشبو محسوس ہوتی ہے سمجھو حضور تشریف لائے ہوئے ہیں اس میت کو لینے آئے ہیں۔(مراۃ المناجیح، ج۸،ص۴۶،۶۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حضرت انس بن مالک رضی اللہ

وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ هُوَ الضَّبِّيُّ، وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَلْمٍ الْعَلَوِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ رَجُلٌ بِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، لَا يَكَادُ يُوَاجِهُ أَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ، فَلَمَّا قَامَ، قَالَ لِلْقَوْمِ: لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدَعُ هَذِهِ الصُّفْرَةَ۔

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کے کپڑوں پر زعفران کا کچھ رنگ تھا اور نبی کریم ﷺ کسی کو (بھی) منہ پر ایسی بات نہیں فرماتے تھے جو اسے ناپسند ہو (اس لیے) جب وہ چلا گیا تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کیا اچھا ہوتا اگر تم اسے اس زردی کے چھوڑنے کا کہتے۔

شرح حدیث: حضرت سیدنا اَنَس (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) فرماتے ہیں: نبی اکرم تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کے منہ پر وہ بات نہیں کرتے تھے جو اسے ناپسند ہو۔

(سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۳۰۴ کتاب الادب)

ہر اس کلام سے خاموشی اختیار کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے اجمالاً ہو یا تفصیلاً، ہاں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے سلسلے میں جو کچھ بیان کرنا اس پر واجب ہو اور خاموشی کی اجازت نہ ہو تو اس صورت میں اس کے برا ماننے کی پرواہ نہ کرے کیوں کہ حقیقتاً یہ اس پر احسان ہے اگر چہ اس کے خیال میں بظاہر برائی ہے۔

❖ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ وَاسْمُهُ عَبْدُ بْنُ عَبْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: لَمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ تو طبعی طور پر فحش کہنے والے تھے اور نہ بہ تکلف فحش

يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَاحِشًا، وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي الأَسْوَاقِ، وَلَا يَجْزِءُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ.

گو تھے (یونہی) آپ بازاروں میں چلانے والے بھی نہ تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرماتے۔

شرح حدیث: معاف کرنے والے آقا

اس کے بعد شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ہزاروں کے مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سر جھکائے، نگاہیں نیچی کئے ہوئے لرزاں و ترساں اشراف قریش کھڑے ہوئے ہیں۔ ان ظالموں اور جفا کاروں میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ لوگ بھی تھے جو بارہا آپ پر پتھروں کی بارش کر چکے تھے۔ وہ خونخوار بھی تھے جنہوں نے بار بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملے کئے تھے۔ وہ بے رحم و بے درد بھی تھے جنہوں نے آپ کے دندان مبارک کو شہید اور آپ کے چہرۂ انور کو لہولہان کر ڈالا تھا۔ وہ اوباش بھی تھے جو برسہابرس تک اپنی بہتان تراشیوں اور شرمناک گالیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو زخمی کر چکے تھے۔ وہ سفاک و درندہ صفت بھی تھے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ چکے تھے۔ وہ ظلم و ستم کے مجسمے اور پاپ کے پتلے بھی تھے جنہوں نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ وہ آپ کے خون کے پیاسے بھی تھے جن کی تشنہ لبی اور پیاس خون نبوت کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ جفا کار و خونخوار بھی تھے جن کے جارحانہ حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ منورہ کے درو دیوار دہل چکے تھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل اور ان کی ناک، کان کاٹنے والے، ان کی آنکھیں پھوڑنے والے، ان کا جگر چبانے والے بھی اس مجمع میں موجود تھے وہ ستم گار جنہوں نے شمع نبوت کے جاں نثار پروانوں حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کو رسیوں سے باندھ باندھ کر کوڑے مار مار کر جلتی ہوئی ریتوں پر لٹایا تھا، کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر سلایا تھا، کسی کو چٹائیوں میں لپیٹ لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دیئے تھے، سینکڑوں بار گلا گھونٹا تھا۔ یہ تمام جور و جفا اور ظلم و ستمگاری کے پیکر، جن کے جسم کے رونگٹے رونگٹے اور بدن کے بال بال ظلم وعدوان اور سرکشی وطغیان کے وبال سے خوفناک جرموں اور شرمناک مظالم کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین وانصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوٹیاں چیلوں اور کووں کو کھلا دی جائیں گی اور انصار ومہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک وخون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گی اور ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج کر کے تہس نہس کر ڈالیں گی ان مجرموں کے سینوں میں خوف وہراس کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔ دہشت اور ڈر سے ان کے بدنوں کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی، دل دھڑک رہے تھے، کلیجے منہ میں آ گئے تھے اور عالم یاس میں انہیں زمین سے آسمان تک دھوئیں ہی دھوئیں کے خوفناک بادل نظر آ رہے تھے۔ اسی مایوسی اور ناامیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ رحمت ان پاپیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور ان مجرموں سے آپ نے پوچھا کہ

بولو! تم کو کچھ معلوم ہے؟ کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔

اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے مجرمین حواس باختہ ہوکر کانپ اُٹھے لیکن جبین رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر اُمید وبیم کے محشر میں لرزتے ہوئے سب یک زبان ہوکر بولے کہ اَخٌ كَرِيْمٌ وَابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔

سب کی للچائی ہوئی نظریں جمال نبوت کا منہ تک رہی تھیں ۔اور سب کے کان شہنشاہ نبوت کا فیصلہ کن جواب سننے کے منتظر تھے کہ اک دم دفعۃً فاتح مکہ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشادفرمایا کہ

لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج۳،ص۴۴۹)

آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤتم سب آزاد ہو۔

بالکل غیرمتوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمان رسالت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرط ندامت سے اشکبار ہوگئیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذبات شکریہ کے آثار آنسوؤں کی دھار بن کر ان کے رخسار پر مچلنے لگے اور کفار کی زبانوں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے نعروں سے حرم کعبہ کے درودیوار پر ہرطرف انوار کی بارش ہونے لگی۔ ناگہاں بالکل ہی اچانک اور دفعۃً ایک عجیب انقلاب برپا ہوگیا کہ سماں ہی بدل گیا، فضاہی پلٹ گئی اور ایک دم ایسامحسوس ہونے لگا کہ ؎

جہاں تاریک تھا، بے نور تھا اور سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

کفار نے مہاجرین کی جائدادوں، مکانوں، دکانوں پر غاصبانہ قبضہ جمالیا تھا۔ اب وقت تھا کہ مہاجرین کو ان کے حقوق دلائے جاتے اور ان سب جائدادوں، مکانوں، دکانوں اور سامانوں کو مکہ کے غاصبوں کے قبضوں سے واگزار کر کے مہاجرین

کے سپرد کیے جاتے۔ لیکن شہنشاہ رسالت نے مہاجرین کو حکم دے دیا کہ وہ اپنی کل جائدادیں خوشی خوشی مکہ والوں کو ہبہ کر دیں۔

اللہ اکبر! اے اقوام عالم کی تاریخی داستانو! بتاؤ کیا دنیا کے کسی فاتح کی کتاب زندگی میں کوئی ایسا حسین و زریں ورق ہے؟ اے دھرتی! خدا کے لئے بتا؟ اے آسمان! للہ بول۔ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا فاتح گزرا ہے؟ جس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا حسن سلوک کیا ہو؟ اے چاند اور سورج کی چمکتی اور دور بین نگاہو! کیا تم نے لاکھوں برس کی گردش لیل ونہار میں کوئی ایسا تاجدار دیکھا ہے؟ تم اس کے سوا اور کیا کہو گے؟ کہ یہ نبی جمال وجلال کا وہ بے مثال شاہکار ہے کہ شاہان عالم کے لئے اس کا تصور بھی محال ہے۔ اس لئے ہم تمام دنیا کو چیلنج کے ساتھ دعوت نظارہ دیتے ہیں کہ

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، بِيَدِهِ شَيْئًا قَطُّ، إِلا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلا ضَرَبَ خَادِمًا وَلا امْرَأَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سوائے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا اور آپ نے نہ تو کسی خادم کو پیٹا اور نہ کسی عورت کو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہاں شیئًا سے مراد آدمی ہے یعنی حضور نے کسی آدمی کو کبھی نہ مارا

اونٹ گھوڑے کو بارہا مارا ہے، ایک بار بچھو بھی مارا ہے، سانپ کے مارنے کا حکم دیا ہے۔

چونکہ انسان کو اپنی بیویوں خادموں سے تعلق بہت رہتا ہے اکثر انہیں مارنا پڑتا ہے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا ورنہ شیئًا میں یہ بھی داخل تھے کہ یہ بھی آدمی ہی ہیں۔

حضور انور نے غزوہ احد میں ابی ابن خلف کو اپنے ہاتھ شریف سے قتل کیا۔ (مرقات) صرف یہ ہی ایک کافر حضور کے ہاتھوں سے قتل ہوا ہے۔ یہاں شرعی سزائیں تعزیرات مراد نہیں وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرموں پر جاری فرمائی ہیں، یہ تمام قتل وغیرہ اپنی ذات کے لیے نہ تھے اللہ تعالٰی کی رضا کے لیے تھے۔

یعنی اگر کوئی شخص قانون اسلامی کی مخالفت کرتا چوری زنا کرتا تو اس کو سزا ضرور دیتے تھے اور اگر کوئی شخص آپ کا کوئی حق مار لیتا تو آپ اسے معاف فرما دیتے تھے اس سے بدلہ نہ لیتے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج۸، ص۷۷)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم مُنْتَصِرًا مِنْ مَظْلَمَةٍ ظُلِمَهَا قَطُّ، مَا لَمْ يُنْتَهَكْ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ تَعَالَى شَيْءٌ، فَإِذَا انْتُهِكَ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ شَيْءٌ كَانَ مِنْ أَشَدِّهِمْ فِي ذَلِكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات پر ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا جب تک کہ اللہ تعالٰی کہ محارم کو توڑا جاتا (یعنی) کوئی شرعی حدود سے تجاوز کرتا تو اس بارے میں (سب سے) زیادہ غضب ناک ہو جایا کرتے اور جب آپ کو دو کاموں میں (سے ایک کا) اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان کو اختیار فرماتے (بشرطیکہ) وہ

غَضَبًا، وَمَا خُيِّرَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ مَأْثَمًا۔ گناہ کا کام نہ ہوتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اختیار دینے والا اللہ تعالیٰ ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ حضور انور کو دو کاموں کا اختیار دیتا تو آپ آسان کام اختیار فرماتے تاکہ امت کو تکلیف نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اختیار دینے والے یا کفار ہوتے یا مسلمان کہ اگر یہ لوگ دو باتیں حضور پر پیش کرتے تو آپ آسان اختیار فرماتے جیسے بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل کا مشورہ دیا گیا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا بھی، تو حضور انور نے حضور ابو بکر صدیق کا مشورہ فدیہ قبول فرمایا یہ ہے آسان کو اختیار فرمانا، پھر رب تعالیٰ نے اس فدیہ لے کر چھوڑنے کو قانون بنا دیا کہ فرمایا: فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً۔ اس کی مفصل بحث ہماری تفسیر میں دیکھو۔

اگر اختیار دینے والا رب تعالیٰ ہے تو گناہ سے مراد ہے کسی جائز کام کا گناہ کا ذریعہ بننا ایسے کام سے حضور دور رہتے جیسے رب نے حضور کو اختیار دیا کہ یا آپ شاہانہ زندگی اختیار فرمائیں خزانے آپ کے ساتھ رہیں یا آپ سادہ زندگی قبول فرماویں، چونکہ شاہانہ زندگی دنیا میں مشغولیتِ نیکیوں میں کمی کا ذریعہ بن سکتی تھی اس لیے حضور انور نے سادہ زندگی اختیار فرمائی۔ شعر

عجز اللہ رہے تمہارا کہ شہہ کل ہو کر
زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری

یعنی حضور انور نے اپنی ذات کے لیے کسی موذی سے بدلہ نہ لیا، جس سے بدلہ لیا دین کی حرمت کے لیے، حضور نے اپنے جن دشمنوں کو قتل کرایا ہے یا قتل کیا ہے وہ بھی

درحقیقت دین ہی کے دشمن تھے جیسے عقبہ بن ابی معیط، عبداللہ ابن خطل کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرایا کہ وہ درحقیقت دین کے دشمن تھے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں مالی جرم کا عوض مراد ہے آبرو کے دشمنوں سے بدلہ لیا ہے۔ (مرقات، اشعہ) مگر پہلی بات قوی ہے۔ حضور نے ہندہ وحشی عکرمہ کو معافی دے دی کہ وہ اپنے دشمن تھے مگر فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ کٹوا دیا کہ اس نے چوری کی تھی قانون اسلامی کا جرم کیا تھا، اس موقع پر کسی کی سفارش قبول نہ فرمائی بلکہ سفارش پر ناراضی فرمائی۔ (مراۃ المناجیح، ج۸، ص۷۶)

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتِ: اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَأَنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ أَوْ أَخُو الْعَشِيرَةِ، ثُمَّ أَذِنَ لَهُ، فَأَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ، فَلَمَّا خَرَجَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر گھر آنے کی اجازت مانگی، میں اس وقت آپ کے پاس موجود تھی۔ آپ نے فرمایا (یہ) اپنے قبیلے کا برا بیٹا اور برا بھائی ہے پھر آپ نے اجازت فرمائی اور جب وہ داخل ہوا تو آپ نے نہایت نرمی سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے تو آپ نے وہ بات فرمائی اور پھر نرمی سے گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے شک لوگوں میں سے وہ شخص زیادہ شریر ہے جسے لوگ اس کی بدزبانی کو وجہ سے چھوڑ دیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور انور نے یہ بات اس وقت فرمائی جب کہ وہ ابھی حضور کے پاس پہنچا نہ تھا دروازہ پر ہی تھا یعنی اس کے پس پشت بیان فرمایا جو لغۃً غیبت ہے اس لیے صاحب مشکوۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے۔ اس شخص کا نام عیینہ ابن حصن تھا۔ مؤلفۃ القلوب سے تھا، اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت تھا، حضور کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہوگیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا مگر اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا اس کا بھتیجا حرب ابن قیس پختہ مسلمان صاحب علم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص مقرب تھا، اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے، آپ ناراض ہوئے سزا دینی چاہی، حرب ابن قیس نے عرض کیا خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ۔ حضور یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر کریں۔ (مرقات، اشعہ)

یعنی حضور مطابق عادت کریمہ کے بہت اخلاق سے پیش آئے کرم کریمانہ سے کلام فرمایا۔

یہ کلام تو حضرت عروہ کا ہے اس لیے قلت نہ کہا بلکہ فقالت عائشہ فرمایا یا حضرت عائشہ کا ہی ہے مگر خود اپنے عمل کی حکایت اپنے نام سے کی۔ مقصد یہ ہے کہ حضور کا یہ عمل شریف غیبت میں تو داخل نہیں ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں اسے برا فرمایا اور سامنے اخلاق سے گفتگو فرمائی۔

یعنی ہم دوست دشمن نیک و بد سب سے اخلاق ہی برتتے ہیں کسی سے کج خلقی سے پیش نہیں آتے تم کو ہمارا تجربہ ہے۔

یعنی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے نالاں ہوتے ہیں مگر اس سے

ڈرکراس کا احترام کرتے ہیں یہ انہیں میں سے ہے اگر میں اس کے سامنے وہ ہی کہتا جو اس کے پس پشت کہا تھا تو یہ میرے پاس آنا چھوڑ دیتا اور اس کی اصلاح نہ ہوسکتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں، نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے کے لیے اس کی شر پر مطلع کر دینا غیبت نہیں، نیز کسی کی اصلاح کے لیے اس کو برا نہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جداگانہ ہیں حضور حکیم مطلق ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۶۶۴)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعِجْلِيُّ، قَالَ: أَنْبَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ، وَيُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنٍ لأَبِي هَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ الْحُسَيْنُ: سَأَلْتُ أَبِي عَنْ سِيرَةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فِي جُلَسَائِهِ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، دَائِمَ الْبِشْرِ، سَهْلَ الْخُلُقِ، لَيِّنَ الْجَانِبِ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلا غَلِيظٍ، وَلا صَخَّابٍ وَلا

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ہم نشینوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کشادہ رو، نرم خو نرم مزاج رہتے تھے، آپ نہ بدخو تھے نہ سخت دل، نہ چلانے والے، نہ بدگو نہ عیب جو اور نہ تنگی کرنے والے تھے، آپ جس چیز کی خواہش نہ رکھتے اس سے خود تو چشم پوشی فرماتے لیکن دوسروں کو مایوس نہ فرماتے اور خود اس کی دعوت قبول نہ فرماتے، آپ نے اپنے آپ کو تین چیزوں، جھگڑے،

فَحَّاشٍ، وَلا عَيَّابٍ وَلا مُشَاحٍ ، يَتَغَافَلُ عَمَّا لا يَشْتَهِي، وَلا يُؤْيِسُ مِنْهُ رَاجِيهِ وَلا يُخَيَّبُ فِيهِ. قَدْ تَرَكَ نَفْسَهُ مِنْ ثَلاثٍ: الْمِرَاءِ، وَالإِكْثَارِ، وَمَا لا يَعْنِيهِ، وَتَرَكَ النَّاسَ مِنْ ثَلاثٍ: كَانَ لا يَذُمُّ أَحَدًا ، وَلا يَعِيبُهُ ، وَلا يَطْلُبُ عَوْرَتَهُ ، وَلا يَتَكَلَّمُ إِلا فِيمَا رَجَا ثَوَابَهُ، وَإِذَا تَكَلَّمَ أَطْرَقَ جُلَسَاؤُهُ، كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوسِهِمُ الطَّيْرُ، فَإِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوا لا يَتَنَازَعُونَ عِنْدَهُ الْحَدِيثَ، وَمَنْ تَكَلَّمَ عِنْدَهُ أَنْصَتُوا لَهُ حَتَّى يَفْرُغَ، حَدِيثُهُمْ عِنْدَهُ حَدِيثُ أَوَّلِهِمْ، يَضْحَكُ مِمَّا يَضْحَكُونَ مِنْهُ، وَيَتَعَجَّبُ مِمَّا يَتَعَجَّبُونَ مِنْهُ، وَيَصْبِرُ لِلْغَرِيبِ عَلَى الْجَفْوَةِ فِي مَنْطِقِهِ وَمَسْأَلَتِهِ ، حَتَّى إِنْ كَانَ أَصْحَابُهُ، وَيَقُولُ: إِذَا رَأَيْتُمْ طَالِبَ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَأَرْفِدُوهُ، وَلا يَقْبَلُ الثَّنَاءَ إِلا مِنْ مُكَافِئٍ

تکبر اور بے مقصد باتوں سے دور رکھا ہوا تھا اور تین (ہی) چیزوں کو لوگوں سے بچا رکھتے یعنی نہ کو کسی کی برائی کرتے ، نہ کسی کو عیب لگاتے اور نہ (ہی) کسی کا عیب تلاش کرتے ، آپ صرف وہی کلام کرتے جس میں ثواب کی امید رکھتے جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے ہمنشین سر جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے (بیٹھے ہوئے) ہیں اور جب آپ خاموش ہو جاتے تو وہ (اہل مجلس) گفتگو کرتے اور وہ آپ کے سامنے کسی بات پر نہ جھگڑتے اور جب کوئی شخص آپ کے سامنے (آپ کی اجازت سے) بات کرتا تو باقی لوگ خاموش رہتے جب تک کہ وہ خاموش نہ ہو جاتا، ان سب کی گفتگو آپ کے نزدیک پہلے آدمی کی گفتگو آپ کے نزدیک پہلے آدمی کی گفتگو آپ کے نزدیک پہلے آدمی کی گفتگو کی طرح ہی ہوتی (یعنی سب کی گفتگو ایک طرح سماعت فرماتے) جس بات سے باقی لوگ ہنستے۔ آپ بھی تبسم فرماتے اور جس بات سے دوسرے تعجب

وَلَا يَقْطَعُ عَلَى أَحَدٍ حَدِيثَهُ حَتَّى يَجُوزَ فَيَقْطَعُهُ بِنَهْيٍ أَوْ قِيَامٍ۔

کرتے آپ بھی تعجب فرماتے، کسی اجنبی آدمی کو (سوال کرنے میں) بدتمیزی اور بے باکی کو برداشت فرماتے یہاں تک کہ صحابہ کرام پردیسی آدمیوں کو آپ کے پاس لے آتے تاکہ (ان کی بے تکلف گفتگو سے) وہ بھی فائدہ اٹھائیں، آپ فرمایا کرتے تھے جب کسی حاجت مند کو مطلب حاجت میں دیکھو تو اسے دے دیا کرو، آپ اپنی تعریف صرف اسی آدمی سے قبول کرتے جو احسان کے بدلے میں تعریف کرتا، آپ کسی کی گفتگو کو نہ کاٹتے البتہ اگر وہ حد سے بڑھ جاتا تو اسے روک دیتے یا اٹھ کر تشریف لے جاتے۔

شرح حدیث: سیرت مبارکہ کیا ہے؟

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے وفات اقدس تک کے تمام مراحل حیات، آپ کی ذات وصفات، آپ کے دن رات اور تمام وہ چیزیں جن کو آپ کی ذات والا صفات سے تعلقات ہوں خواہ وہ انسانی زندگی کے معاملات ہوں یا نبوت کے معجزات ہوں ان سب کو" کتاب سیرت'' ہی کے ابواب وفصول اور مسائل شمار کرنے لگے۔

چنانچہ اعلان نبوت سے پہلے اور بعد کے تمام واقعات کاشانہ نبوت سے جبل حراء کے غار تک اور جبل حراء کے غار سے جبل ثور کے غار تک اور حرم کعبہ سے طائف کے

بازار تک اور مکہ کی چراگاہوں سے ملک شام کی تجارت گاہوں تک اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں کی خلوت گاہوں سے لیکر اسلامی غزوات کی رزم گاہوں تک آپ کی حیات مقدسہ کے ہر ہر لمحہ میں آپ کی مقدس سیرت کا آفتاب عالم تاب جلوہ گر ہے۔

اسی طرح خلفاء راشدین ہوں یا دوسرے صحابۂ کرام، ازواج مطہرات ہوں یا آپ کی اولاد عظام، ان سب کی کتاب زندگی کے اوراق پر سیرت نبوت کے نقش ونگار پھولوں کی طرح مہکتے، موتیوں کی طرح چمکتے اور ستاروں کی طرح جگمگاتے ہیں۔ اور یہ تمام مضامین سیرت نبویہ کے "شجرۃ الخلد" ہی کی شاخیں، پتیاں، پھول اور پھل ہیں۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: مَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ: لَا.

حضرت محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی (بھی) کسی چیز کے مانگنے پر لا (نہیں) نہیں فرمایا۔

شرح حدیث: سخاوت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ سخاوت محتاج بیان نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ بڑھ کر سخی تھے۔ خصوصاً ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت اس قدر بڑھ جاتی تھی کہ برسنے والی بدلیوں کو اٹھانے والی ہواؤں سے بھی

زیادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخی ہو جاتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سائل کے جواب میں خواہ وہ کتنی ہی بڑی چیز کا سوال کیوں نہ کرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لا (نہیں) کا لفظ نہیں فرمایا۔ (شفاء شریف جلد ا ص ٦٥)

یہی وہ مضمون ہے جس کو فرزدق شاعر تابعی متوفی ۱۱۰ھ نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِهٖ
لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاؤُهٗ نَعَمْ

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل واما الجود والکرم... الخ، ج ا ص ۱۱۱، ۱۱۲ والمواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ... الخ، ج ٦ ص ۱۱۳)

اسی کا ترجمہ کسی فارسی کے شاعر نے اس طرح کیا ہے کہ ؎

نہ گفت لا بزبان مبارکش ہر گز
مگر در اشہد ان لا الہ الا اللہ

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سائل کے جواب میں لا (نہیں) کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ نعم (ہاں) ہی کہا مگر کلمہ شہادت میں لا (نہیں) کا لفظ ضرور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر آتا تھا اور اگر کلمہ شہادت میں لا کہنے کی ضرورت نہ ہوتی تو اس میں بھی لا (نہیں) کی جگہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نَعَمْ (ہاں) ہی فرماتے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت کسی سائل کے سوال ہی پر محدود و منحصر نہیں تھی بلکہ بغیر مانگے ہوئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس قدر زیادہ مال عطا فرما دیا کہ عالم سخاوت میں اس کی مثال نادر و نایاب ہے۔ آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت بڑے دشمن امیہ بن خلف کافر کا بیٹا صفوان بن امیہ جب مقام "جعرانہ" میں حاضر دربار ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اتنی کثیر تعداد میں اونٹوں اور بکریوں کا ریوڑ عطا فرما دیا کہ دو پہاڑیوں کے درمیان کا میدان بھر گیا۔

چنانچہ صفوان مکہ جا کر چلا چلا کر اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اے لوگو! دامن اسلام میں آ جاؤ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس قدر زیادہ مال عطا فرماتے ہیں کہ فقیری کا کوئی اندیشہ ہی باقی نہیں رہتا اس کے بعد پھر صفوان خود بھی مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(المواھب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ...الخ، ج۶،ص۱۰۹،۱۱۰)

بہر حال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جود و نوال اور سخاوت کے احوال اس قدر عدیم المثال اور اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان کا تذکرہ تحریر کیا جائے تو بہت سی کتابوں کا انبار تیار ہو سکتا ہے مگر اس سے پہلے کے اوراق میں ہم جتنا اور جس قدر لکھ چکے ہیں وہ سخاوت نبوت کو سمجھنے کے لئے بہت کافی ہے۔ خداوند کریم عزوجل ہم سب مسلمانوں کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عِمْرَانَ أَبُو الْقَاسِمِ الْقُرَشِيُّ الْمَكِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھلائی میں سب سے بڑھ کر سخی تھے اور آپ کی یہ سخاوت رمضان کے مہینے میں پہلے سے زیادہ ہوتی تھی، آپ کے پاس (رمضان شریف میں) حضرت جبریل حاضر ہوتے اور آپ ان کو قرآن پاک سناتے، جبریل

يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، حَتَّى يَنْسَلِخَ، فَيَأْتِيهِ جِبْرِيلُ، فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ۔

سے ملاقات کے وقت آپ تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہوتے تھے۔

شرح حدیث: سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سَخاوت

علما فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اُس دن کی عطا سخی بادشاہوں کی عمر بھر کی دادو دِہش (یعنی سخاوت و بخشش) سے زائد تھی، جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم) عطا فرما رہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلم) پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سب اَموال تقسیم ہو لئے ایک اَعرابی (یعنی عرب کے دیہات میں رہنے والے) نے رِدائے مبارک (یعنی چادر مبارک) بدنِ اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ وپشتِ مبارک پر اس کا نشان بن گیا، اس پر اِتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔

(ملتقطاً، صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الشجاعۃ فی الحرب۔۔الخ، الحدیث ۲۸۲۱، ج۲، ص ۲۶۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ ؤالہٖ وسلم کل کے لیے کوئی چیز جمع کر کے نہیں رکھتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی اپنی ذات کریم کے لیے کوئی چیز کل کے لیے نہ رکھتے، روزانہ حالت یہ ہوتی تھی کہ نیا روز نئی روزی یہ انتہائی توکل ہے۔ رہا مہمانوں اور گھر والوں کا معاملہ اس کے متعلق طریقہ یہ تھا کہ فتح خیبر سے پہلے تو گھر شریف میں بھی کچھ نہ ہوتا تھا دو دو ماہ صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کبھی بالکل فاقہ۔ شعر

اور کبھی تھوڑے چھوارے کھانا پانی پی کر پھر رہ جانا
دو دو مہینے یوں ہی گزارا صلی اللہ علیہ وسلم
جس کی تمنا روز نہ کھانا اک دن فاقہ اک دن کھانا
جس دن کھانا شکر کا کرنا صلی اللہ علیہ وسلم

مگر فتح خیبر کے بعد ہر بی بی صاحبہ کو ایک سال کے لیے جو اور کھجوریں عطا فرما دیتے تھے وہ ذخیرہ بال بچوں اور مہمانوں کے لیے ہوتا تھا۔ (مرقات واشعہ) لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کیونکہ سب کو تو حضور کا سا توکل میسر نہیں۔ شعر

ہوسیا آداب دانا دیگر اند
سوختہ جان دہر داناں دیگر اند

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص ۸۴)

❖ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ رَجُلا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، وَلَكِنِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر کچھ مانگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس وقت) میرے پاس کچھ نہیں نہیں لیکن تم میرے نام پر خرید لو جب میرے پاس کچھ آئے گا

اَبْتَعْ عَلَيَّ، فَإِذَا جَاءَنِي شَيْءٌ قَضَيْتُهُ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَدْ أَعْطَيْتَهُ فَمَا كَلَّفَكَ اللهُ مَا لا تَقْدِرُ عَلَيْهِ، فَكَرِهَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَوْلَ عُمَرَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنْفِقْ وَلا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلالا، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَعُرِفَ فِي وَجْهِهِ الْبِشْرَ لِقَوْلِ الأَنْصَارِيِّ، ثُمَّ قَالَ: بِهَذَا أُمِرْتُ.

تو میں ادا کردوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار آپ اس کو دے چکے ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں بنایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات پسند نہ آئی۔ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ خرچ فرمائیں اور عرش والے محتاجی کی فکر نہ کریں (اس پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے اور انصاری کی اس بات سے آپ کے چہرہ اقدس پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے پھر آپ نے فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

شرح حدیث: سخاوت کی فضلیت

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ دین ہے جسے میں نے اپنے لئے پسند کیا اور اس کی اصلاح سخاوت اور حسنِ اَخلاق پر منحصر ہے، پس جس قدر ہو سکے ان دونوں چیزوں کے ذریعے اس کی عزت کرو۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۰۰۳، عبداللہ بن ابراھیم، ج۵، ص ۳۱۴)

ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا:

فَأَكْرِمُوْهُ، بِهِمَا مَا صَحِبْتُمُوْهُ۔

ترجمہ: جب تک اس دین پر رہو ان دونوں چیزوں کے ذریعے اس کا احترام کرو۔ (المرجع السابق)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزت نشان ہے:

مَا جَبَلَ اللهُ وَلِيًّا إِلَّا عَلَى السَّخَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ۔

ترجمہ: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ہر ولی کو فطرتاً حُسنِ اَخلاق اور سخاوت کی خوبی عطا فرمائی۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۲۴، احمد بن عبد الرحمٰن بن الحارث، ج۱، ص ۳۰۸)

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کون سا ایمان افضل ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ ترجمہ: صبر اور سخاوت۔

(مسند ابی یعلی الموصلی، مسند جابر بن عبد اللہ، الحدیث ۱۸۴۹، ج۲، ص ۲۲۰)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَأَجْرٍ زُغْبٍ، فَأَعْطَانِي مِلْءَ كَفِّهِ حُلِيًّا

حضرت معوذ بن عفراء کی صاحبزادی حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تازہ کھجوروں اور چھوٹے چھوٹے بالوں والے خربوزوں کا ایک تھال لے کر حاضر ہوئی تو آپ نے مجھے ہاتھ بھر کر زیورات اور سونا دیا۔

وَذَهَبًا۔

شرح حدیث: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جود و سخا

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔
(المعجم الاوسط، الحدیث ۶۸۱۶، ج۵، ص۱۳۱، مفہوماً)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس کوئی درہم و دینار رات کے وقت نہیں بچتے تھے اگر کوئی بچ جاتا اور کوئی لینے والا نہ ہوتا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوتے جب تک آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم محتاج لوگوں کو دے کر اس سے بری الذمہ نہ ہو جاتے۔ (سنن ابی داوٗد، کتاب الخراج، باب فی الامام یقبل ھدایا۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۳۰۵۵، ص ۱۴۵۳، مختصراً)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جو کچھ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو عطا فرمایا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس سے صرف ایک سال کی غذا حاصل کرتے، اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزاں (یعنی سستے) کھجوریں اور جَو ہوتے۔ باقی سب کچھ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی راہ میں صدقہ فرما دیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب حکم الفیء، الحدیث ۴۵۷۵، ص۹۸۹، مختصراً)

جب بھی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے کوئی چیز بھی مانگی جاتی عطا فرماتے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث ۱۳۹۷۷، ج۴، ص۵۵۶)

پھر اپنے سال بھر کی خوراک میں سے مانگنے والوں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے یہاں تک کہ بعض اوقات سال پورا ہونے سے پہلے خوراک ختم ہو جاتی اور اگر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں کوئی چیز نہ پیش کی جاتی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم صبر فرماتے۔

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحفہ قبول

عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ، وَيُثِيبُ عَلَيْهَا.

فرماتے اور اس کا بدلہ عنایت فرماتے تھے۔

شرح حدیث: ابو حامد حضرتِ سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنے رسالے اَلْاَدَبُ فِی الدِّین صفحہ ۳۸ پر میں لکھتے ہیں:

تحفہ دینے والے کے آداب

جسے تحفہ دے رہا ہے اس کی فضیلت کو مدِنظر رکھے، اس کے تحفے کو قبول کرلیا جائے تو خوشی و مسرت کا اظہار کرے، جب تحفہ لینے والے سے ملاقات کرے تو اس کا شکریہ ادا کرے، اور اسے کلی اختیارات دے دے اگرچہ تحفہ بڑا ہو۔

تحفہ لینے والے کے آداب

(تحفہ لینے والے کو چاہیے کہ) تحفہ ملنے پر خوشی کا اظہار کرے اگرچہ وہ کم قیمت کا ہو، تحفہ بھیجنے والے کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعائے خیر کرے۔ جب وہ آئے تو خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملاقات کرے۔ جب قدرت حاصل ہو تو یہ بھی اپنے محسن کو تحفہ وغیرہ دے۔ جب موقع ملے اس کی تعریف کرے، اس کے سامنے عاجزی نہ کرے، اس سے احتیاط برتے کہ کہیں اس کی محبت میں ایمان نہ چلا جائے، دوبارہ اس سے تحفہ وغیرہ حاصل کرنے کی حرص و طمع نہ کرے۔

49- بَابُ مَا جَاءَ فِي حَيَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حیاء مبارک

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي عُتْبَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا، وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ۔

میں (بیٹھنے والی) کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاء فرماتے تھے اور جب آپ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ناپسندیدگی کے آثار آپ کے چہرہ انور سے ظاہر ہو جاتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ، عَنْ مَوْلًى لِعَائِشَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا نَظَرْتُ إِلَى فَرْجِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَوْ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ فَرْجَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَطُّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک (آزاد کردہ) غلام سے روایت ہے، ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر کی طرح نظر نہیں کی، یا آپ نے فرمایا کہ میں نے (کبھی بھی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر کی طرف نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کنواری لڑکی کی جب شادی ہونے والی ہوتی ہے تو اسے گھر کے ایک گوشہ میں بٹھا دیا جاتا ہے اسے اردو میں مایوں بٹھانا کہا جاتا ہے، اس جگہ یعنی گھر کے گوشہ کو مائیں کہتے ہیں عربی میں خدر۔ اور اس زمانہ میں لڑکی بہت ہی شرمیلی ہوتی

ہے، گھر والوں سے بھی شرم کرتی ہے، کسی سے کھل کر بات نہیں کرتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم اس سے بھی زیادہ تھی، حیاء انسان کا خاص جوہر ہے جتنا ایمان قوی اتنی حیا زیادہ۔

یعنی دنیاوی باتوں میں سے کوئی بات یا کوئی چیز حضور انور کو ناپسند ہوتی تو زبان مبارک سے نہ فرماتے مگر چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہوجاتے تھے خدام بارگاہ پہچان لیتے تھے۔ایک دعوتِ ولیمہ پر دو تین آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف میں کھانے کے بعد بیٹھے باتیں کررہے تھے حضور کو ان کے بیٹھنے سے تکلیف ہوئی مگر ان سے نہ فرمایا کہ چلے جاؤ، رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ تمہارا یہ عمل ہمارے نبی کی تکلیف کا باعث ہے مگر وہ تم سے حیا فرماتے ہیں رب تعالیٰ نہیں شرماتا، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸،ص ۷۲)

50- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ حِجَامَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سنگی لگوانا

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ، فَقَالَ: احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ

حضرت حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنگی لگانے والے کی اجرت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطیبہ (غلام) سے سنگی لگوائی اور اس کے لیے دو صاع غلہ دینے کا حکم فرمایا نیز آپ نے

طَعَامٍ، وَكَلَّمَ أَهْلَهُ فَوَضَعُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ، وَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ۔

اس کے مالکوں سے سفارش کر کے کچھ خراج (جو اس نے اپنے مالک کو دینا ہوتا تھا) کم کرادیا اور آپ نے فرمایا بے شک تمہارا بہترین علاج سنگی لگوانا ہے یا (فرمایا) تمہاری بہترین دوا سنگی لگوانا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ابو طیبہ کا نام نافع یا دینار ہے، لقب میسرہ، یہ بنی بیاضہ کے غلام تھے، ان کے مولیٰ کا نام محیصہ ابن مسعود انصاری ہے، یہ فصد لینے کے فن میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فصد کی اجرت جائز ہے، جہاں جہاں ممانعت آئی ہے وہاں تنزیہی کراہت مراد ہے، وہ فرمان عالی کراہت کے بیان کے لیے ہے اور یہ عمل شریف بیان جواز کے لیے لہذا احادیث متعارض نہیں۔

خراج سے غلام کی آمدنی مراد ہے، مولیٰ اپنے غلام کو کاروبار کی اجازت دے دیتا تھا اور کہتا تھا کہ تو مجھے روزانہ اتنے پیسے دے دیا کر باقی کمائی تیری جیسے آج بعض لوگ تانگے، گاڑیاں ٹھیکے پر دے دیا کرتے ہیں اسے خراج کہتے تھے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ دوا و علاج جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ معالج وطبیب کو اجرت دینا جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ خراج کم کرنے کی سفارش کرنا جائز ہے۔ چوتھے یہ کہ فصد لینا جائز ہے۔ پانچویں یہ کہ فصد کی اجرت جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۸، ص۷۲)

❖ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى،

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنگی لگوائی اور میں نے آپ کے حکم پر سنگی

عَنْ أَبِي جَمِيلَةَ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم، احْتَجَمَ وَأَمَرَنِي فَأَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ أَجْرَهُ۔

لگانے والے کو اجرت دی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں کہ فصد ہمیشہ طبیب حاذق کی رائے سے کرنا چاہیے، بعض شارحین نے فرمایا کہ حجامت، فصد میں فرق ہے سنگی کے ذریعہ خون نکالنا حجامت ہے اور پچھنے سے خون نکالنا فصد۔

ان تاریخوں کی ترجیح کی پوری وجہ ان شاءاللہ کتاب الطب والرقی میں ہوگی، یہاں اتنا سمجھ لو کہ چاند کی شروع تاریخوں میں خون میں جوش ہوتا ہے اور آخری تاریخوں میں سکون لہذا درمیانی تاریخیں اختیار کی گئیں جب کہ نہ پورا جوش نہ بالکل سکون، یہ تاریخیں چاند کی معتبر ہیں نہ کہ انگریزی اور تاریخیں طاق چاہئیں جفت نہ ہوں۔

فصد میں جسمانی، روحانی بہت فوائد ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سر میں فصد کرانے میں جنون، جذام، برص، زیادتی نیند، دانتوں کی تکالیف دور ہوتی ہیں، دوسری روایت میں ہے کہ فصد دردسر، آنکھ کی دھند کو دفع کرتی ہے، اس سے قوت حافظہ زیادتی ہوتی ہے۔ فصد کے لیے بہترین دن جمعرات، دوشنبہ، منگل کے دن ہیں، جمعہ، ہفتہ، اتوار کے دن فصد نہ کرائے۔ بدھ کے دن فصد کرانے سے کوڑھ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، منگل کے دن حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا ہوئی تھی اس دن فصد بہتر ہے۔

(مرقات)(مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۳۱۴)

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ،

حضرت شعبی رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے

عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم احْتَجَمَ فِي الأَخْدَعَيْنِ، وَبَيْنَ الْكَتِفَيْنِ، وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ۔

شاگرد کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی گردن مبارک کے دو جانب کی رگوں میں اور دونوں کندھوں کے درمیان سنگی لگوائی اور سنگی لگانے والے کو اجرت عطا فرمائی اگر یہ (اجرت) حرام ہوتی تو آپ اسے نہ دیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ آپریشن (Operation) پچھنے سینگی لگوانا جائز ہے اس کی اجرت بھی مباح۔ جن احادیث میں اس کی اجرت سے ممانعت آئی وہ تمام منسوخ ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۵۷۹)

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، دَعَا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ وَسَأَلَهُ: كَمْ خَرَاجُكَ؟ فَقَالَ: ثَلاثَةُ آصُعٍ، فَوَضَعَ عَنْهُ صَاعًا وَأَعْطَاهُ أَجْرَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنگی لگانے والے کو بلایا اور فرمایا کہ بتاؤ تمہارے ذمہ کتنا خراج ہے اس نے کہا تین صاع (ناپنے کا ایک آلہ ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس کے مالک سے سفارش فرما کر) ایک صاع کم کرا دیا اور پھر اسے اس کی اجرت (بھی) دے دی۔

شرح حدیث: اجرت دینا کیسا؟

سنگی لگوانے کی اجرت دینا جائز ہے کیوں کہ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ جیسے سود، زنا کی اجرت، کاہن اور نجومی کی فیس، رشوت اور گانے والے کی اجرت وغیرہا کہ ان میں سے ہر ایک کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے لیکن قیدی کو قید سے چھڑانے کے لیے یا اپنی عزت وآبرو بچانے کے لئے یا کسی کو اپنی ہجو سے روکنے کے لئے رشوت دینا جب کہ اس کے بغیر کام نہ چلے، دینے والے پر گناہ نہیں۔ (الأشباہ والنظائر، الفن الأوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الثالثۃ عشرۃ، ص ۱۳۲)

لیکن لینے والے کے لئے بہر حال حرام وگناہ ہے۔

(غمز عیون البصائر، الفن الأوّل فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الرابعۃ عشرۃ، ج۱، ص ۳۹۱)

کہ یہ صورتیں اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ کے ماتحت آتی ہیں۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، وَجَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَحْتَجِمُ فِي الأَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ، وَكَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعَ عَشْرَةَ، وَتِسْعَ عَشْرَةَ، وَإِحْدَى وَعِشْرِينَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گردن کی دونوں جانب کی رگوں اور کندھے میں سنگی لگوایا کرتے تھے اور آپ سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سنگی لگوایا کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ اخدعین گردن کی دوطرفہ رگوں کو کہتے ہیں، یہ رگیں جبل ورید کی ہی شاخیں ہیں۔اور گردن میں پیٹھ سے متصل پچھنے لگوانا بہت سی بیماریوں میں مفید ہے،،ہم لوگوں کو چاہیے کہ بغیر طبیب حاذق کے مشورہ کے پچھنے ہرگز نہ کرائیں اہل عرب اور ہماری بیماریوں میں بڑا فرق ہے۔

یعنی آپ اکثر چاند کی ان طاق تاریخوں میں فصد لیتے تھے ان تاریخوں میں خون میں جوش نہیں ہوتا فصد سے زیادہ خون بہ جانے کا خطرہ نہیں ہوتا،تاریخوں کو ہمارے حالات میں بڑا دخل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام کیفیات سے واقف ہیں۔ٗ(مراۃ المناجیح،ج۶،ص ۳۸۵)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِمَلَلٍ عَلَى ظَهْرِ الْقَدَمِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ملل میں بحالت احرام پاؤں کی پشت پر سنگی لگوائی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چونکہ درمیان قدم پر بال ہوتے ہی نہیں لہذا وہاں فصد کی صورت میں بال دور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا اس حدیث میں کسی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں،خصوصًا جب کہ یہ فصد عذر کی بنا پر تھی،عذر میں تو بال مونڈ کر فصد لینا بھی جائز ہے اگر چہ فدیہ واجب ہوگا۔(لمعات واشعہ وغیرہ)

(مراۃ المناجیح،ج۴،ص ۳۰۴)

51-بَابُ مَا جَاءَ فِي أَسْمَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسماء مبارک

❖ عن سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ لِي أَسْمَاءً، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ.

حضرت محمد بن جبیر اپنے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میرے کئی نام (القاب) ہیں، میرا نام محمد ہے، احمد ہے اور میرا نام ماحی ہے کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا اور میرا نام حاشر ہے یعنی قیامت کے دن لوگ میرے قدموں پر (میرے بعد) اُٹھائے جائیں گے اور میرا نام عاقب (سب سے آخری) ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین نام حمد سے مشتق ہیں: محمد، احمد، محمود۔ محمد کے معنی ہیں ہر طرح ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کا حمد کیا ہوا، یا ان کی ہر ادا کی ہر وصف کی ذات کی حمد کی ہوئی۔ مخلوق بھی ان کی حمد کرے، خالق بھی ان کی حمد فرمائے۔ جتنی نعتیں جتنی سوانح عمریاں ہر زبان میں ہر وقت حضور کی ہو رہی ہیں اتنی کسی کی نہیں ہوئیں، کیوں نہ ہو کہ قیامت کا دن اس نعت خوانی ہی میں تو صرف ہونا ہے حساب کتاب تو چار گھنٹہ میں ختم ہو جاوے گا اور دن ہے پچاس ہزار سال کا وہ نعت خوانی میں خرچ ہوگا۔ شعر

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزم محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

احمد اسم تفضیل ہے حمد کا یا تو حمد معروف کا تو معنی ہوں گے بہت ہی حمد فرمانے والے اپنے رب کی، یا حمد مجہول کا تو معنی ہوں گے بہت ہی حمد کیے ہوئے پہلے معنی قوی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جامع ہیں حامدیت اور محمودیت میں جیسے آپ مرید بھی اللہ کے اور مراد بھی، یوں ہی آپ طالب بھی ہیں مطلوب بھی، یوں ہی آپ احمد بھی محمود بھی، حبیب بھی ہیں محبوب بھی۔ (مرقات)

حضور سورج ہیں دوسرے انبیاء چاند تارے شمع تھے اور کفر تاریکی ہے اگرچہ تاریکی کو چراغ چاند ستارے بھی دور کرتے ہیں مگر وہ رات کو دن نہیں بناتے سورج رات کو دن بنا دیتا ہے، نیز چراغ وغیرہ ایک محدود جگہ میں روشنی کرتے ہیں سورج ساری زمین کو منور کر دیتا ہے اس لیے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ماحی ہوا، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں اندھیرا ہی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور کیا، نیز حضور ہم گنہگاروں کے گناہوں کو، محجوبوں کے حجاب کو دور کرتے ہیں۔

سب سے پہلے قبر انور سے حضور اُٹھیں گے پھر دوسرے لوگ، سب سے پہلے حضور میدانِ محشر میں پہنچیں گے پھر حضور کے پیچھے ساری مخلوق۔ نیز سارے لوگ آخر کار شفاعت کی بھیک مانگنے حضور ہی کے پاس پہنچیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اردگرد جمع ہو جائیں گے، حضور ہی کو گھیر لیں گے، حضور کے پاس آ کر پھر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے اس لیے حضور حاشر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عاقب بنا ہے عقب سے بمعنی پیچھے۔ حضور سارے نبیوں سے پیچھے دنیا میں آئے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بہت خیر چھوڑ گئے لہٰذا حضور عاقب ہیں سب کی عاقبت حضور کے دم سے ہی ہے۔ خیال رہے کہ حضور عاقب یعنی پچھلے نبی ہیں لہذا

نہ تو آپ کے زمانہ میں کوئی نبی تھا اور نہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی ہوسکتا ہے۔ جو انبیاء کرام زندہ تھے یا زندہ ہیں وہ اب بہ شان نبوت زندہ نہیں، اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں جیسے حضرت عیسیٰ و ادریس آسمان میں اور خضر و الیاس زمین میں علیہم الصلوۃ والسلام۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۳۵)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْكُوفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: لَقِيتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ، وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ، وَأَنَا الْمُقَفَّى، وَأَنَا الْحَاشِرُ، وَنَبِيُّ الْمَلَاحِمِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ سے ایک راستے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تو آپ نے فرمایا (اے حذیفہ!) میں محمد اور احمد ہوں نبی رحمت اور نبی توبہ ہوں اور میں سب سے پیچھے آنے والا نبی ہوں اور خدا کی راہ میں جنگ کرے والا نبی ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ اور لفظ محمد میں چند طرح مناسبت ہے: اللہ میں حرف چار تو محمد میں حرف چار، اللہ کے چاروں حرف بے نقطہ محمد کے چاروں حرف بے نقطہ، اللہ میں ایک شد محمد میں ایک شد، اللہ کے تین حرف حرکت والے محمد کے تین حرف حرکت والے، ہاں اللہ کے شد پر الف ہے محمد کے شد پر الف نہیں، اللہ سلطان حضور اس سلطنت کے وزیر اعظم، اللہ بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہوتے ہیں محمد بولنے سے دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں کہ وہ نیچوں کو اوپر والوں سے ملانے ہی تو آئے ہیں۔

مقفی اسم فاعل سب نبیوں سے پیچھے دنیا میں آنے والا، مقفی اسم مفعول سب

نبیوں تمام انسانوں ساری مخلوق سے آگے رہنے والا کہ میرے نقش قدم پر سب چلنے والے یا مقفی اسم سب کی مہمانی کرنے والا کہ دنیا اس کی مہمان ہو وہ سب کا میزبان، قفاوہ کہتے ہیں لطف وکرم مہمانی کے کھانے کو۔(مرقات)

اس طرح کہ میرے ہاتھ پر ساری خلقت نے توبہ کی اور کرے گی یا میرے دین میں توبہ آسان کردی گئی یا میری برکت میرے صدقہ سے حضرت آدم ودیگر نبیوں کی توبہ قبول ہوئی ان کی مشکلیں حل ہوئیں۔شعر

اگر نام محمد را نہ آوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

یا جو میرے دروازے پر آجاوے رب کو تواب ورحیم پائے لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

حضور کی رحمت عامہ تمام جہان پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے دنیا میں عذاب آنا بند ہو گئے رحمت خاصہ مؤمنوں پر رحمت خاص الخاصہ ولیوں، صدیقوں بلکہ گذشتہ نبیوں پر بھی ہے، اللہ رب العالمین ہے حضور رحمۃ للعالمین، حضور مؤمنوں پر رؤف ورحیم۔شعر

رب اعلیٰ کی نعمت پر اعلی درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

حضور کی رحمت کا پورا بیان ناممکن ہے۔(مراۃ المناجیح، ج۸،ص۳۶)

نبی رحمت

ایک شخص امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لیے حاضر ہوا کرتے امیر المومنین ان کی طرف التفات نہ فرماتے نہ ان کی حاجت پر غور کرتے، ایک دن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے ملے ان سے شکایت

کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ائت المیضاۃ فتوضا ثم ات المسجد فصل فیه رکعتین ثم قل اللهم انی اسئلك واتوجه الیك بنبینا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فیقضی حاجتی وتذکر حاجتك و رح الی حتی اروح معك۔

وضو کی جگہ جا کر وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو پھر یوں دعا کرو کہ الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی رحمت کے ذریعے سے متوجہ ہوتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائیے۔ اور اپنی حاجت کا ذکر کرو، شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔

صاحب حاجت نے جا کر ایسا ہی کیا، پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوئے، دربان آیا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا، امیر المومنین (عثمان غنی) نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کیسے آئے ہو؟ انہوں نے اپنی حاجت عرض کی، امیر المومنین نے فوراً روا فرمائی، پھر ارشاد کیا: اتنے دنوں میں تم نے اس وقت اپنی حاجت کہی۔ اور فرمایا: جب کبھی تمہیں کوئی حاجت پیش آئے ہمارے پاس آنا۔ اب یہ صاحب امیر المومنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے امیر المومنین نہ میری حاجت میں غور فرماتے تھے نہ میری طرف التفات لاتے، یہاں تک کہ آپ نے میری سفارش ان سے کی۔

عثمان بن حنیف نے فرمایا:

واللہ ماکلمتہ ولکن شھدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واتاہ رجل ضریر تشکی الیہ ذھاب بصرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسلم ایت المیضاۃ فتوضا ثم صل رکعتین ثم ادع بھٰذہ الدعوات فقال عثمان بن حنیف فواللہ ماتفرقنا وطال بنا الحدیث ۔حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن بہ ضر قط۔

(المعجم الکبیر عن عثمان بن حنیف حدیث ۸۳۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۹ /۱۸)

خدا کی قسم! میں نے تو تمہارے بارے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہے یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور اپنی نابینائی کی شکایت حضور سے عرض کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: موضع وضو پر جاکر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعائیں پڑھ۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم! ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس انکھیارے ہوکر آئے گویا کبھی انکی آنکھوں میں کچھ نقصان نہ تھا۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۳۰ ص ۴۹۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نبی توبہ:

اقول وہ نبی توبہ ہیں، بندوں کو حکم ہے کہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوکر توبہ واستغفار کریں اللہ تو ہر جگہ سنتا ہے، اس کا علم اس کا سمع اس کا شہود سب جگہ ایک سا ہے مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ قال تعالیٰ:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروااللہ واستغفرلھم

الرسول لوجدوا اللہ توابًا رحیما۔ (القرآن الکریم ۴/ ۶۴)

اگر وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول ان کی مغفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

حضور کے عالم حیات ظاہری میں حضور ظاہر تھا، اب حضور مزار پُر انوار ہے اور جہاں یہ بھی میسر نہ ہو تو دل سے حضور پر نور کی طرف توجہ حضور سے توسل فریاد، استغاثہ، طلب شفاعت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں،

ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

روح النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام۔ (شرح شفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض، الباب الرابع من القسم الثانی، مطبعۃ الازہریۃ المصریۃ، مصر ۳/ ۴۶۴)

نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۵ص ۶۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

52- بَابُ مَا جَاءَ فِي عَيْشِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

گزراوقات

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ:

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ کو فرماتے ہوئے سنا (اے لوگوں) کیا تم اپنی پسند کے مطابق

أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ؛ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صلى الله عليه وسلم، وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ، مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ۔

کھانے اور پینے کی چیزیں حاصل نہیں کرتے؟ بیشک میں نے تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے پاس اتنی ردی کھجوریں بھی نہیں تھیں جن سے آپ سیر ہو جاتے (نبی کریم ﷺ کا فقر اختیاری تھا اضطراری تھا۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام و تابعین سے ہے جب کہ مسلمانوں کو اللہ تعالٰی نے بڑی فراخی عطا فرمادی تھی خصوصا عہد فاروقی عثمانی میں۔ مقصد یہ ہے کہ اس فراخی رزق پر اللہ تعالٰی کا شکر کرو یا اعتراضا فرمایا کہ تم لوگوں نے دنیا کی فراوانی پاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد تقویٰ اور ترک دنیا کا طریقہ چھوڑ دیا۔ (مرقات)

دقل کا لفظی ترجمہ گڈ ہے یعنی ایسے معمولی خرمے جس میں ہر قسم کے خرمے موجود ہیں انکا کوئی خاص نام نہ ہو بکھرے پھرتے ہوں یعنی اعلٰی کھانوں اعلٰی کھجوروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ردی معمولی گڈ خرمے بھی افراط سے نہ پاتے تھے، غالبًا یہ ذکر ہے فتح خیبر سے پہلے کا۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۴۵)

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ، إِنْ هُوَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ ہم اہل بیت رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات) ایک ایک مہینہ (گھر میں) آگ نہیں جلاتے تھے اور صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا

إلا التَّمْرُ وَالْمَاءُ۔ (اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہ اہل بیت میں شامل ہیں۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی بعض مہینے ایسے گزرتے تھے کہ ہم پورا پورا مہینہ کچھ نہ پکاتے تھے صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرتے تھے، ہاں اگر کوئی شخص کچھ تھوڑا گوشت بھیج دیتا تو اس کے پکانے کو آگ جلاتے تھے، یہ ہے غذا اس شہنشاہ کونین کی جو کل جہاں کے مالک و مختار ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور کبھی تھوڑے چھوہارے کھانا پانی پی کر پھر رہ جانا
دو دو مہینے یوں ہی گزارہ صلی اللہ علیہ وسلم

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۴۲)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَنْصُورٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم، الْجُوعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُونِنَا عَنْ حَجَرٍ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم، عَنْ بَطْنِهِ عَنْ حَجَرَيْنِ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر باندھے ہوئے ایک ایک پتھر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شکم انور سے کپڑا اٹھا کر دو (باندھے ہوئے) پتھر دکھائے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوہ خندق کا نہیں کیونکہ اس غزوہ میں تو حضرت ابوطلحہ کے گھر تمام خندق کھودنے والے بلکہ تمام اہل مدینہ کی دعوت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کہ چار سو جو کی روٹیوں سے سارے اہل مدینہ کو شکم سیر فرمادیا یہ کسی اور غزوہ کا واقعہ ہے۔

یعنی تمام صحابہ کو ایک ایک دن کا فاقہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن یا زیادہ کے لگاتار فاقے تھے۔ بہت روز تک نہ کھانے سے انسان میں کھڑے ہونے کی قوت نہیں رہتی پیٹ پر پتھر باندھنے سے کھڑا ہونا ممکن ہوجاتا ہے اسے ہم لوگوں نے نہیں آزمایا یہ کام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر گئے ہم کو ایسی نعمتیں کھلاتے ہیں کہ سبحان اللہ! (مراۃ المناجیح، ج ۷، ص ۹۷)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فِي سَاعَةٍ لا يَخْرُجُ فِيهَا، وَلا يَلْقَاهُ فِيهَا أَحَدٌ، فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟، قَالَ: خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُولَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت باہر تشریف لائے جس وقت آپ نہ تو باہر تشریف لایا کرتے تھے اور نہ آپ سے کوئی ملاقات کرتا تھا (یعنی آپ کا یہ معمول نہ تھا) (اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! کیوں آئے ہو؟ عرض کیا آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا ہوں، اور (اس لیے تاکہ) آپ کی زیارت کروں اور

اللهِ صلى الله عليه وسلم وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ، وَالتَّسْلِيمَ عَلَيْهِ. فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ؟، قَالَ: الْجُوعُ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ صلى الله عليه وسلم: وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذَلِكَ. فَانْطَلَقُوا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيْهَانِ الأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ رَجُلا كَثِيرَ النَّخْلِ وَالشَّاءِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ. فَلَمْ يَجِدُوهُ. فَقَالُوا لامْرَأَتِهِ : أَيْنَ صَاحِبُكِ؟ فَقَالَتِ: انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ، فَلَمْ يَلْبَثُوا أَنْ جَاءَ أَبُو الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا. فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَيُفَدِّيهِ بِأَبِيهِ وَأُمِّهِ. ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى حَدِيقَتِهِ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا. ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى نَخْلَةٍ فَجَاءَ بِقِنْوٍ فَوَضَعَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: أَفَلا

سلام عرض کروں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی آنے کا سبب پوچھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے آیا ہوں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بھی کچھ بھوک محسوس کی ہے پھر (تینوں حضرات) ابوالہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، حضرت ابوالہیثم بہت سی کھجوروں، درختوں اور بکریوں کے مالک تھے (لیکن) آپ کے ہاں کوئی خادم نہیں تھا، حضرت ابوالہیثم (اس وقت) گھر پر نہیں تھے چنانچہ ان کے بارے میں ان کی زوجہ محترمہ سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوالہیثم تشریف لے آئے، آپ کے پاس ایک مشک تھی جسے آپ بمشکل اٹھائے ہوئے تھے، آتے ہی (پانی رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ

تَنَقَّيْتَ لَنَا مِنْ رُطَبِهِ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوا، أَوْ تَخَيَّرُوا مِنْ رُطَبِهِ وَبُسْرِهِ. فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ صلى الله عليه وسلم: هَذَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ، وَرُطَبٌ طَيِّبٌ، وَمَاءٌ بَارِدٌ فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: لا تَذْبَحَنَّ ذَاتَ دَرٍّ، فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقًا أَوْ جَدْيًا، فَأَتَاهُمْ بِهَا فَأَكَلُوا، فَقَالَ صلى الله عليه وسلم: هَلْ لَكَ خَادِمٌ؟، قَالَ: لا، قَالَ: فَإِذَا أَتَانَا، سَبْيٌ، فَأْتِنَا فَأُتِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِرَأْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ، فَأَتَاهُ أَبُو الْهَيْثَمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اخْتَرْ

گئے اور عرض کرنے لگے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، پھر (تینوں حضرات) کو اپنے باغ میں لے گئے اور ان کے لیے فرش (کمبل وغیرہ) بچھایا، پھر گئے اور کھجور کا ایک پورا خوشہ لا کر حاضر کر دیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو ان میں سے ہمارے لیے پختہ کھجوریں چن کر کیوں نہیں لایا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے چاہا کہ آپ خود حسب مرضی پختہ یا کچی منتخب فرمالیں، پھر ان تمام حضرات نے کھجوریں کھائیں اور اس پانی میں سے پیا (جو وہ لائے تھے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا قسم بخدا! یہ ٹھنڈا سایہ، تازہ وعمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی ان نعمتوں سے ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا پھر حضرت ابوالہیثم (گھر) تشریف لے جانے لگے تاکہ کھانا تیار کر کے لائیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا چنانچہ انہوں نے بکری کا بچہ ذبح کیا پھر مہمانوں نے کھانا کھایا تو

لِی فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم: إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ، خُذْ هَذَا، فَإِنِّی رَأَیْتُهُ یُصَلِّی، وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوفًا فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَیْثَمِ إِلَی امْرَأَتِهِ، فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم، فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: مَا أَنْتَ بِبَالِغٍ حَقَّ مَا، قَالَ فِیهِ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم إِلا بِأَنْ تَعْتِقَهُ. قَالَ: فَهُوَ عَتِیقٌ، فَقَالَ صلی الله علیه وسلم: إِنَّ اللَّهَ لَمْ یَبْعَثْ نَبِیًّا وَلا خَلِیفَةً إِلا وَلَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْکَرِ، وَبِطَانَةٌ لا تَأْلُوهُ خَبَالا، وَمَنْ یُوقَ بِطَانَةَ السُّوءِ فَقَدْ وُقِیَ۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس خادم ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو حاضر ہونا (پھر کچھ عرصہ بعد) نبی کریم ﷺ کے پاس صرف دو غلام آئے جن کے ساتھ تیسرا نہ تھا، حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ان دونوں میں سے ایک پسند کرلو، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ آپ خود ہی منتخب فرمالیں (اس پر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک جس آدمی سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے، تو اس (غلام) کو لے جا۔ کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور میں تجھے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، پھر حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر جا کر اپنی زوجہ کو نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک سنایا تو آپ کی بیوی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں جو حقوق پورا

کرنے کا حکم دیا ہے تم ہر گز پورا نہیں کر سکتے البتہ تم اسے آزاد کر دو (اس پر) حضرت ابوالہیثم نے فرمایا کہ وہ آزاد ہے (یعنی آزاد کر دیا) نبی اکرم ﷺ نے (خبر ملنے پر) فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور ہر خلیفہ کے لیے دو باطنی مشیر مقرر کیے ہیں ایک (باطنی) مشیر اسے نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور ایک (باطنی) مشیر تباہ کرنے میں کمی نہیں کرتا (اس لیے) جو شخص برے مشیر سے بچایا گیا وہ ہر قسم کی برائیوں سے) محفوظ رکھا گیا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام احمد، لقب احمر ہے، کنیت ابو عسیب مگر اپنی نسبت میں مشہور ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

یعنی چار حضرات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ساتھ ہی یہ تین خدام بارگاہ۔

یہ باغ ابوالہیثم کا تھا یا کسی اور انصاری کا مگر یہ واقعہ دوسرا ہے اور جو پہلے مذکور ہوا وہ دوسرا تھا۔

پہلے جو واقعہ مذکور ہوا وہاں باغ والے صاحب خود کھجوروں کا خوشہ لائے تھے اور بکری ذبح کی تھی۔ یہاں طلب سرکار نے فرمائی، لہٰذا یہ واقعہ دوسرا ہے۔

یہ سوال وہ نہیں جس سے منع فرمایا گیا ہے یعنی ذات کا سوال، یہ سوال ایسا ہے

جیسے والد اپنی اولاد سے یا مولیٰ اپنے غلام سے یا دوست اپنے دوست سے کچھ طلب کرے اس سوال سے تو صاحب خانہ کو قیامت تک کے لیے فخر ہو گیا کہ مجھے سرکار حضور نے اس لائق سمجھا کہ مجھ سے یہ طلب فرمایا لہٰذا یہ احادیث شریفہ میں تعارض نہیں جس سوال سے ممانعت ہے وہ اور سوال ہے یہ کچھ اور سوال۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پیا اور ان حضرات صحابہ نے بھی، حضور کو ٹھنڈا بلکہ باسی پانی بہت مرغوب تھا۔

خیال رہے کہ یہاں لتسئلن صیغہ جمع متکلم نہیں بلکہ جمع مخاطب ہے یعنی ت سے ہے ن سے نہیں، یعنی اے میری امت والو! تم سے سوال ہوگا حساب ہوگا کہ ان نعمتوں کا شکریہ تم نے کیا ادا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حساب نہیں حضور سے سوال تو یہ ہوگا کہ آپ کی امت نے آپ سے کیا برتاوا کیا، حضرات انبیاء کرام سے نعمتوں کا سوال نہیں۔ (مرقات)

یعنی یہ کھجوریں اگرچہ نعمتیں ہیں مگر نہایت معمولی جن کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی یوں ہی باری باری پھرتی ہیں، تعجب ہے کہ ان کا حساب بھی ہوگا۔ حضرت عمر کا یہ عمل اور یہ سوال انتہائی خوفِ الٰہی کا باعث تھا کہ جب ان جیسی چیزوں کا بھی حساب ہے تو اعلیٰ چیزوں کا کیا بنے گا، ان کا حساب کس قدر سخت ہوگا تحقیر کے لیے یہ سوال نہیں۔

جو ضروریات زندگی سے ہیں ان کے متعلق حساب نہ ہوگا کہ تم نے ان کا شکریہ کیا ادا کیا وہ چیزیں تو عبدیت و مربوبیت کا حق ہیں حق کا حساب نہیں ہوتا۔

یعنی بقاء انسانی ان تین چیزوں پر موقوف ہے: زندگی رکھنے کے لیے ستر چھپانے والا کپڑا اور پیٹ میں بوجھ ڈالنے کے لیے روٹی کا معمولی ٹکڑا اور چوہے کے سوراخ جیسا معمولی مکان جس میں مال بہ تکلف جا آ سکے۔ سردی گرمی سے بچاؤ کے لیے یہ چیزیں زندگی کی موقوف علیہ ہیں قیامت کے حساب سے خارج ہیں مگر یہ کھجوریں اگرچہ

معمولی سہی مگر ہیں ضروریات کے علاوہ کہ یہ بھی ہیں جن میں لذت ہے لہذا ان کا حساب ہوگا۔ حجر ح کے پیش جیم کے سکون سے بمعنی سوراخ یا بمعنی مجر یعنی پتھروں سے گھیری ہوئی زمین۔ (مرقات)

حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث نقل کر کے آخر میں فرمایا کہ حضور نے ارشاد کیا کہ اگر تم کو یہ گراں معلوم ہو تو ہر نعمت کھاتے وقت یہ پڑھ لیا کرو بسم اللہ علیٰ برکت اللہ اور کھا چکنے پر پڑھا کرو الحمد للہ الذی ھو اشبعنا وارادانا وانعم علینا وافضل، یہ کلمات ان نعمتوں کا شکریہ ہیں۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ٦، ص ١٠١)

مزید آگے ارشاد فرماتے ہیں:

یہ واقعہ مشکوۃ شریف باب ضیافت میں گزر چکا ہے۔ یہ ابوالہیثم وہ ہی خوش نصیب صحابی ہیں جن کے باغ میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہم بھوک کی حالت میں مہمان ہوئے تھے اور انہوں نے حضور کی شاندار مہمانی کی وہاں ہی آپ کے حالات بیان ہو چکے۔

وہاں ادھار نہیں ہوتا کوئی معمولی نذر عقیدت پیش کرے وہاں سے مالا مال کر دیا جاتا ہے، کھانا کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ ہم تم کو غلام عطا کریں گے۔

یعنی آپ کا چناؤ میرے چناؤ سے بہتر ہوگا کہ حضور مجھ پر مجھ سے زیادہ مہربان ہیں۔ حضور مصطفی مختار ہیں، حضور کے اختیار پر دار و مدار ہے۔ (مرقات) جو حضور کے چناؤ میں آ گیا وہ رب تعالیٰ کے چناؤ میں آ گیا۔

قیامت تک کے لیے یہ قاعدہ مقرر فرما دیا کہ اگر تم سے کوئی شخص مشورہ کرے تو تم پر لازم ہے کہ خلاف مصلحت اسے مشورہ نہ دو اگر ایسا کیا تو تم خائن ہو گے، مشورہ لینے والا اگرچہ دشمن ہو مگر مشورہ اچھا دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ نمازی مسلمان کو اپنے کام کاج کے لیے ملازم

رکھو، بیوی اولاد، خدام، دوست احباب، رشتہ دار وہی اچھے جو نمازی ہوں، نمازی آدمی ان شاءاللہ متقی پرہیزگار خیر خواہ ہوتا ہے جو خدا سے نہ ڈرے وہ بندے سے اور اس کا حق مارنے سے کیا ڈرے گا۔

اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اس خادم کو ہمیشہ اچھی باتوں کی نصیحت وصیت کرتے رہنا اس کی اصلاح بھی تمہارے ذمہ ہے۔ دوسرے یہ کہ تم اس کے متعلق میری وصیت قبول کرو کہ اس سے بھلائی کے ساتھ پیش آنا وہ حضرت یہ دوسرے معنی میں سمجھے اور انہوں نے گھر لے جا کر اسے آزاد کر دیا۔

(مراۃ المناجیح، ج٦، ص٨٨٩)

❖ حَدَّثَنَا عمر بن إسماعيل بن مجالد بن سعيد، حَدَّثَنِيْ أبي عَنْ بيان حَدَّثَنِيْ قيس بن حازم، قَالَ: سمعت سعد بن أبي وقاص يَقُوْلُ: إنى لَأَوَّل رَجل أَهْرَقَ دَمًا فِي سَبِيلِ اللهِ، وَإِنِّي لَأَوَّل رَجلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ لقَدْ رَأَيْتُنِي أغزوا فِي الْعِصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم مَا نَأْكُلُ إِلاَّ وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةَ حَتَّى تَقَرَّحَتْ أَشْدَاقُنَا وَإِنْ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالبَعِير

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں (اس امت میں) پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں (کسی کافر کا) خون بہایا اور اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تیر چلانے والا (بھی) میں ہوں، میں اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی جماعت میں جہاد کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں ہم صرف درختوں کے پتے اور خار دار درختوں کے پھل کھاتے تھے یہاں تک کہ ہمارے منہ (اندر سے) زخمی ہو گئے

وَأَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ يُعَزِّرُونَنِي فِي الدِّينِ لَقَدْ خِبْتُ إِذَنْ وَخَسِرْتُ وَضَلَّ عَمَلِي۔

اور جب ہم سے کوئی ایک قضائے حاجت کرتا تو بکری اور اونٹ کی طرح مینگنیاں باہر آتیں (اس کے باوجود) اب قبیلہ بنو اسد مجھ کو دین کے معاملے میں طعنہ دیتے ہیں (اگر ایسا ہے) تو پھر میں ضرور ہی نقصان میں ہوں اور میرے اعمال ضائع ہو گئے (حالانکہ یہ ممکن نہیں)۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس کی شرح ابھی کچھ پہلے کی جا چکی ہے کہ آپ نے کس موقعہ پر یہ تیر چلایا تھا اول تیر چلانا بھی اللہ تعالٰی کی بڑی نعمت رحمت ہے۔

حبلہ ح کے پیش ب کے سکون سے کیکر یعنی ببول کے بیج۔ نہ معلوم وہ حضرات یہ کیسے کھاتے ہوں گے یہ ہیں ان حضرات کی قربانیاں بے مثال اسلام کی قدر ان سے پوچھو ہم نے کمایا ہوا اسلام پایا ہم کیا قدر کر سکتے ہیں۔

یعنی ہم کو پاخانہ بکری کی مینگنی کی طرح بالکل خشک ہوتا تھا جس میں کوئی تری نہیں، اگر کوئی تر چیز کھائیں تو تری ہو جب پتے اور ببول کے بیج کھائے جائیں گے تو پاخانہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

یہاں اسلام سے مراد نماز ہے کیونکہ نماز اسلام کا بہت اہم رکن ہے، قرآن مجید میں نماز کو ایمان کہا گیا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ تعزیر بمعنی سزا بھی آتا ہے اور بمعنی تعلیم اور بمعنی تعظیم بھی وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ یہاں بمعنی تعلیم ہے۔ (اشعہ)

یعنی اگر ان تمام خدمات اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود مجھے نماز بھی نہیں آئی میں ان لوگوں کے سکھانے کا حاجت مند رہا تو میں بہت ہی خائب و خاسر

ہوا، یہ لوگ مجھے نماز سکھانے کی کوشش نہ کریں بلکہ مجھ سے نماز اور دوسرے احکام اسلام سیکھیں میں صحبت یافتہ مصطفی ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہاں بنی اسد سے مراد زبیر ابن عوام ابن خویلد ابن اسد کی اولاد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنے علمی کمالات وفضائل بیان کرنا جائز ہے کہ یہ بھی رب کا شکر ہے فخر نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا، وہاں قبیلہ بنی اسد آباد تھے ان لوگوں نے آپ کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کی اس شکایت میں یہ بھی کہا کہ یہ نماز غلط پڑھتے ہیں اور ہم کو غلط ہی پڑھاتے ہیں جس سے ہماری نمازیں برباد ہوتی ہیں، حضرت عمر نے آپ کو طلب فرمایا اور ان کی شکایت پیش کیں تو آپ نے جواب میں یہ فرمایا کہ میں اولین مؤمنوں میں سے ہوں میں نے صدہا نمازیں حضور کے پیچھے پڑھی ہیں میری نماز غلط کیسے ہوسکتی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۸، ص۳۶۹)

❖ حدثنا محمد بن بشار حدثنا صفوان بن عيسى حدثنا محمد بن عمرو بن عيسى أبو نعامة العدوی قال: سمعت خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ وشويسًا أبا الرقاد قالا: بعث عمر بن الخطاب عُتْبَةَ بْنُ غَزْوَانَ وقَالَ انطلق أنت ومن معك حتى إذا كنتم في أقصى أرض العرب وأدنى بلاد أرض العجم

حضرت خالد بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شویس (ابو رقاد) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (لشکر کا سردار بنا کر) بھیجا اور فرمایا تم اور تمہارے ساتھی جاؤ اور جب سر زمین عرب کے آخر اور عجمی شہروں کے قریب پہنچو (تو وہاں قیام کرو) پھر وہ تمام روانہ ہوئے اور جب مربد (جہاں اب بصرہ کی بیرونی آبادی ہے) کے مقام پر

فأقبلوا حتى إذا كانوا بالمربد وجدوا هذا المكان فقالوا: ما هذه؟ هذه البصرة. فساروا حتى إذا بلغوا حيال الجسر الصغير فقالوا: هاهنا أمرتم, فنزلوا فذكروا الحديث بطوله. قال: فقال عتبة بن غزوان: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَسَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَا لَنَا طَعَامٌ إِلاَّ وَرَقُ الشَّجَرِ حَتَّى تَقَرَحَتْ أَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فقسمتها بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بن أبي وقاص فَمَا مِنَّا من أُولَئِكَ السَبْعَة أَحَد إِلاَّ وَهُوَ أَمِيرَ مِصْرٍ مِنَ الأَمْصَارِ وَسَتَجُرُبونَ الأُمَرَاءَ بَعْدَنَا۔

پہنچے تو وہاں انہوں نے نرم و سفید پتھر پائے (وہاں کے لوگوں سے) پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ بصرہ (نامی پتھر) ہیں اور جب (دجلہ کے) چھوٹے پل کے برابر پہنچے تو (آپس میں) کہنے لگے تمہیں اسی جگہ کا حکم دیا گیا ہے پھر وہاں اتر گئے (پھر راوی نے سارا واقعہ بیان کیا) راوی نے کہا کہ عتبہ بن غزوان نے بیان کیا کہ میں نے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ دیکھا اس وقت میں (پہلے) سات (مسلمانوں) میں سے ایک تھا ہمارے پاس کھانے کے لیے صرف درختوں کے پتے تھے یہاں تک کہ ہمارے منہ (اندر سے) زخمی ہو گئے پھر مجھے ایک (گری ہوئی) چادر ملی جسے میں نے اپنے اور حضرت سعد کے درمیان تقسیم کرلیا (اوراب) ہم ساتوں کسی نہ کسی شہر کے حاکم ہیں اور ہمارے بعد آنے والے حاکموں کا تم تجربہ کرلو گے۔

شرح حدیث: مسلمانوں پر کفار مکہ کا ظلم وستم

حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ میں ہیں جنہوں نے ابتداء ہی میں داعیِ

توحید کو لبیک کہا تھا، (مستدرک حاکم جلد ۳: ۲۶۰)

کفار مکہ کی ظلم وستم سے تنگ آ کر ملک حبش کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئے؛ لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر واپس آ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک مکہ میں موجود تھے۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اولین صحابہ کرام میں سے ہیں، دوسری ہجرت حبشہ میں شریک ہوئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر واپس چلے آئے۔ ہجرت مدینہ کی سعادت حاصل کی اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مواخات قائم کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ تیراندازی کے لحاظ سے ان کا شمار اپنے فن کے کاملین میں ہوتا تھا۔ اصحاب صفہ میں شامل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کئی مہمات کی کامیاب قیادت کی۔ تقویٰ، زہد، جفاکشی اور عاجزی وانکساری کے اوصاف سے مزین تھے۔ تکبر اور غرور سے دور کا بھی علاقہ نہیں تھا۔ فرمایا کرتے تھے میں خدا سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ انسانوں کی نظروں میں حقیر رہنے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھوں۔ (اسد الغابہ)

عتبہ بن غزوان کا خطبہ

خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمیں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے کے بعد کہا: دنیا نے اپنے اختتام کی خبر دے دی ہے اور بہت جلد پیٹھ موڑنے والی ہے اور اب دنیا صرف اتنی رہ گئی جتنا برتن میں کچھ بچا ہوا پانی رہ جاتا ہے اور اب تم دنیا سے اس جہان کی طرف منتقل ہونے والے ہو جو لازوال ہوگا، سو! تم اپنے ساتھ بہترین ماحضر لے کر منتقل ہو، کیونکہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک پتھر کو جہنم کے کنارے سے گرایا جائے گا وہ ستر سال تک اس کی گہرائی میں گرتا رہے گا پھر بھی اس کی تہہ کو نہیں پا سکے گا، اور خدا کی قسم جہنم بھر جائے

گی اور بے شک ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے ایک پٹ سے لے کر دوسرے پٹ تک چالیس سال کی مسافت ہے اور جنت میں ضرور ایک ایسا دن آئے گا جب وہ لوگوں کے رش سے بھری ہوئی ہوگی، اور تم کو معلوم ہے کہ میں ان سات صحابہ میں سے ساتواں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی، حتیٰ کہ ہماری باچھیں چھل گئیں۔ مجھے ایک چادر مل گئی تو میں نے اپنے اور حضرت سعد بن مالک کے درمیان اس کے دو حصے کیئے، نصف چادر کا میں نے تہبند بنایا اور نصف کا حضرت سعد بن مالک نے، اور آج ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے، اور میں اس چیز سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ أَسْلَمَ أَبُو حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ، وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ، إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ إِبْطُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی راہ میں اتنا ڈرایا اور ستایا گیا جتنا کسی دوسرے کو نہیں ڈرایا اور ستایا گیا اور بے شک مجھ پر (ایک دفعہ) تیس دن اور رات ایسے بھی گزرے کہ میرے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھانے کی کوئی ایسی چیز تھی جسے کوئی جاندار کھالے صرف اتنی چیز جسے بلال بغل میں لے لیں (یعنی تھوڑی سی چیز)۔

بِلَالٍ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی دین کی تبلیغ قرآن کریم کی اشاعت کے سلسلے میں جتنا کفار نے مجھے ڈرایا ہے اتنا کسی نبی کو ان کی قوم نے نہیں ڈرایا۔

اس فرمان عالی سے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ دین کی تبلیغ میں جتنا کفار نے مجھے ستایا اتنا کسی نبی کو نہیں ستایا۔ دوسرے یہ کہ جب کفار مکہ نے مجھے بہت ستایا تب میں اکیلا تھا میرے ساتھ طاقتور مسلمان نہ تھے، جب لوگ ایمان لائے تو کفار کا زور کم ہو گیا انہیں کم ستایا گیا، مرقات نے یہ ہی دوسرے معنی کیے، اشعۃ اللمعات نے پہلے معنی کیے۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم سے تکلیفیں اٹھائیں اور حضور انور نے تئیس سال مگر یہ تئیس سال کی تکالیف ان ساڑھے نو سو برس کی تکالیف سے سخت تر ہیں، چونکہ حضور نبیوں کے سردار ہیں اس لیے آپ کی مشکلات بھی زیادہ ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے شعر

بڑوں کو دکھ بہت ہیں چھوٹوں سے دکھ دور
تارے سب نیارے ہیں گہن چاند اور سورج

یعنی چاند سورج کو گہن لگتا ہے تاروں کو نہیں لگتا، بڑوں کو دکھ ہوتا ہے چھوٹوں کو نہیں۔

یہ واقعہ ہجرت کا نہیں ہے کیونکہ ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ابوبکر صدیق تھے حضرت بلال ساتھ نہ تھے بلکہ یہ واقعہ طائف شریف تبلیغ کے لیے تشریف لے جانے کا ہے۔ خیال رہے کہ نبوت کے دسویں سال جناب ابوطالب کی وفات ہوئی اور پانچویں دن حضرات ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کی وفات ہوگئی، حضور نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا یعنی رنج وغم کا سال۔ تین ماہ کے بعد آخر شوال میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت زید ابن حارثہ تھے، آپ نے طائف کے سردار بنی ثقیف کے معتمد شخص عبید یا لیل ابن عبد کلال کو تبلیغ کی اس نے آپ کے پیچھے طائف کے آوارہ لوگ اور وہاں کے لونڈے لگا دیئے جنہوں نے حضور انور کو پتھروں سے زخمی کر دیا، جناب زید ابن حارثہ نے آپ کو بچالیا تو ان کا سر زخموں سے چور ہو گیا تب جبریل امین نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ حکم دیں تو ہم طائف کے پہاڑوں کو ملا دیں جس سے یہ لوگ پس جاویں، فرمایا اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ممکن ہے ان کی اولاد مسلمان ہو جائے۔ شعر

الٰہ العالمین کر رحم طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

وہ واقعہ بھی یہاں مراد نہیں کیونکہ اس سفر میں حضرت بلال حضور کے ساتھ نہ تھے بلکہ حضرت زید ابن حارثہ ساتھ تھے، یہاں طائف کا کوئی اور سفر مراد ہے جس میں حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ (لمعات، مرقات) بعض نے فرمایا حضور نے طائف کے بہت سفر کیے ہیں۔ ذو کبد فرما کر یہ بتایا کہ ہم دونوں کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو کوئی جانور بھی کھا سکے چہ جائیکہ انسان کھائے۔

ظاہر ہے کہ بغل میں کھانا بہت ہی تھوڑا سا سمائے گا چار چھ روٹیاں اتنا کھانا اور تیس دن دو صاحبوں کا گزارہ۔ اس سید الصابرین پر لاکھوں سلام ہوں اللہ تعالٰی ہم تمام کی طرف سے جزاالجزاء عطا فرمائے کہ تبلیغ میں ایسی مشقیں یٔ اٹھائیں جن کی مثال نہ ملے گی۔ (مراۃ المناجیح، ج۷، ص۹۶)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے میں صبح یا شام کبھی

يَزِيدَ الْعَطَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، لَمْ يَجْتَمِعْ عِنْدَهُ غَدَاءٌ وَلَا عَشَاءٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ، إِلَّا عَلَى ضَفَفٍ. قَالَ عَبْدُ اللهِ: ، قَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ كَثْرَةُ الْأَيْدِي۔

بھی روٹی اور گوشت جمع نہیں ہوئے مگر ہاں جب (ضفف) اجتماع ہو، حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ بعض اہل لغت کے نزدیک ضفف سے مراد ہاتھوں کی کثرت ہے (یعنی کئی آدمیوں کا مل کر کھانا۔)

شرح حدیث: اِمامُ الزاہدین صلی اللہ علیہ وسلم

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم وصالِ ظاہری فرما گئے اور ہمارے پاس کوئی ایسی شئے نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے مگر تھوڑے سے جَو میری کٹھلیا میں تھے، میں ایک مدت تک اس سے کھاتی رہی پھر میں نے ان کو ماپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فضل الفقر، الحدیث: ۶۴۵۱، ص ۵۴۲)

حضرت سیدنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: مدینے کے تاجدار، دوعالم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خوان (یعنی چھوٹی میز کی مثل اونچے دستر خوان) پر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی چپاتی (یعنی پتلی روٹی) کھائی یہاں تک آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے وصال ظاہری فرمایا۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۶۴۵۰)

؎ کبھی جو کی موٹی روٹی تو کبھی کھجور پانی
تیرا ایسا سادہ کھانا مدنی مدینے والے

مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک شریف کا بیان

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کبھی بھی لگاتار دو دن تک سیر ہو کر "جَو" کی روٹی نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم وصال ظاہری فرما گئے۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ....الخ، الحدیث: ۲۳۵۷، ص۱۸۸۸)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مسلسل کئی راتیں بھوک کی حالت میں گزارتے اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے گھر والوں کو شام کا کھانا تک میسر نہ آتا اور اُن کے کھانے میں اکثر جَو کی روٹی ہوتی۔ (المرجع السابق، الحدیث ۲۳۶۰)

دنیا پر آخرت کو ترجیح

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عنِ العُیوب عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور کبھی اللہ عزوجل سے مال کی کثرت کا سوال نہ کیا اور اگر سوال کیا تو بقدرِ کفایت کا سوال کیا۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دعا مانگی: اے اللہ عزوجل! محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) کی آل کو اتنا رزق عطا فرما جو بقدرِ ضرورت ہو۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۲۳۶۱)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ

حضرت نوفل بن ایاس ھذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے ہم مجلس

أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنْ نَوْفَلِ بْنِ إِيَاسٍ الْهُذَلِيِّ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ لَنَا جَلِيسًا، وَكَانَ نِعْمَ الْجَلِيسُ، وَإِنَّهُ انْقَلَبَ بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ، حَتَّى إِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ وَدَخَلَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ وَأُتِيْنَا بِصَحْفَةٍ فِيهَا خُبْزٌ وَلَحْمٌ. فَلَمَّا وُضِعَتْ بَكَى عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَقُلْتُ لَهُ : يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، مَا يُبْكِيكَ؟ فَقَالَ: هَلَكَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ وَأَهْلُ بَيْتِهِ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ فَلَا أُرَانَا أُخِّرْنَا لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَنَا.

تھے اور وہ بہترین ہم نشین تھے، ایک دن وہ ہمیں اپنے ساتھ لے آئے جب گھر میں داخل ہوئے تو غسل کیا اور پھر باہر تشریف لائے پھر ہمارے پاس گوشت اور روٹی کا (ملا ہوا) بڑا پیالہ لایا گیا، جب پیالہ رکھا گیا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے ہیں نے کہا اے ابو محمد! آپ کیوں روئے؟ انہوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں وصال فرمایا کہ (کبھی) آپ اور آپ کے اہل بیت نے جو کی روٹی (بھی) پیٹ بھر کر نہیں کھائی، پس میں نہیں خیال کرتا کہ ہم جس (خوشحالی) کے لیے پیچھے چھوڑ گئے ہیں وہ ہمارے لیے بہتر ہے۔

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بھنی ہوئی بکری

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جس کے سامنے کھانے کے لئے بھنی ہوئی مسلّم بکری رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے آپ کو کھانے کے لئے بلایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی میں بھلا ان لذیذ اور پر تکلف کھانوں کو کھانا کیونکر گوارا کر سکتا ہوں۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء... الخ، الحدیث: ۵۲۳۸، ج۲، ص ۲۵۴)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی آخری تمنا

امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کفن مبارک میں کتنے کپڑے تھے اور آپ کی وفات کس دن ہوئی؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی یہ انتہائی تمنا تھی کہ زندگی کے ہر ہر لمحات میں تو میں نے اپنے تمام معاملات میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کی مکمل طور پر اتباع کی ہے۔ مرنے کے بعد کفن اور وفات کے دن میں بھی مجھے آپ کی اتباعِ سنت نصیب ہو جائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین، الحدیث: ۱۳۸۷، ج۱، ص۴۶۸)

53- بَابُ مَا جَاءَ فِيْ سِنِّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عمر مبارک

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَكَثَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحَى إِلَيْهِ، وَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرًا، وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبوت ملنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں رہے اور تریسٹھ برس کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی آئی تو عمر شریف چالیس سال تھی۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ظہور نبوت چالیس سال کی عمر میں ہوا، اس پر بھی سب متفق ہیں کہ بعد ہجرت مدینہ میں دس سال قیام فرمایا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بعد ظہور نبوت مکہ معظمہ میں کتنا قیام رہا اس کے متعلق تین روایات ملتی ہیں: دس سال، تیرہ سال، پندرہ سال، تیرہ سال کو ترجیح ہے اور اس کا یہاں بیان ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے متعلق تین قول ہیں: ساٹھ سال، تریسٹھ سال، پینسٹھ سال، قوی تر قول تریسٹھ سال کا ہے۔ بعض شارحین نے ان تینوں قولوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ ساٹھ کے قول میں اکائیوں کو چھوڑ دیا گیا ہے صرف چھ دہائیاں بیان ہوئی ہیں اور پینسٹھ والے قول میں سالِ ولادت اور سالِ ہجرت کو الگ الگ سال شمار کرلیا گیا ہے بہرحال تریسٹھ کا قول قوی ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم، حضرت ابوبکر، عمر فاروق، علی مرتضی ان تمام حضرات کی عمریں تریسٹھ سال ہوئی ہیں۔

نکتہ: لا الہ الا اللہ کے حروف بارہ ہیں اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حروف بارہ، یوں ہی ابوبکر صدیق، عمر ابن الخطاب، عثمان ابن عفان، علی ابن ابی طالب سب کے حروف بارہ بارہ ہیں۔ ان حضرات کے ناموں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں سے بہت ہی قرب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۸، ص۹۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ برس کی عمر میں وصال

مُعَاوِيَةَ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَخْطُبُ، قَالَ: مَاتَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَأَنَا ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ سنة۔

فرمایا اور اسی عمر میں حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی انتقال ہوا اور اب میں (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تریسٹھ برس کا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی کی عمر شریف بیاسی سال ہوئی ان تمام حضرات کے نام اور کام یکساں ہیں۔

نکتہ عجیبہ: حضور انور نے فرمایا خیر القرون قرنی۔اس قرنی میں ق سے اشارہ ہے ابوبکر صدیق کی طرف، ر سے عمر فاروق کی طرف، ن سے عثمان غنی کی طرف اور ی سے حضرت علی کی طرف یہ چاروں زمانے حضور انور کے اپنے زمانے ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔حضرت صدیق اکبر کی خلافت دوسال چار ماہ ہوئی، بائیس جمادی الاول منگل کی شب ١٣ھ تیرہ ہجری مغرب وعشاء کے درمیان وفات پائی، آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا، عمر فاروق نے نماز پڑھائی۔

حضرت عمر کی خلافت دس سال چھ ماہ ہوئی، چھبیس ذی الحجہ بدھ کے دن آپ کو مغیرہ ابن شعبہ کے یہودی غلام ابولولو نے فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے محراب النبی میں برچھا مارا اس سے آپ شہید ہوئے، ٢٣ھ اتوار کے دن دفن کئے گئے خاص روضہ انور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں۔حضرت علی خاص شہادت عثمان کے دن خلیفہ ہوئے یعنی اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے دن ٣٥ھ پینتیس ہجری میں عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے آپ کو جمعہ کے دن سترہ رمضان ٤٠ھ ہجری میں کوفہ میں شہید کیا، آپ کی خلافت چار سال ۹ ماہ چند دن ہوئی۔حضرت انس نے جب یہ حدیث بیان

کی تو اس وقت حضرت علی زندہ تھے اس لیے آپ کا ذکر نہیں کیا۔ (مرقات) ایک دن امیر معاویہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر کی عمریں تریسٹھ سال ہوئیں اب میری عمر بھی تریسٹھ سال ہے میری تمنا ہے کہ اس سال میری وفات بھی ہو جائے مگر آپ کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی۔ بلکہ آپ کی عمر شریف اٹھتر سال ہوئی مگر آپ کو اس تمنا کا ثواب مل گیا۔ (مرقات) وترمذی میں جریر عن معاویہ۔

(مراۃ المناجیح، ج۸،ص۹۸)

❖ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ سَنَةً.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا وصال تریسٹھ برس کی عمر میں ہوا۔

شرح حدیث: غم والم کے بادلوں کا چھا جانا

(۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس غم والم کے موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے: میرے پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول فرمایا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا، آہ جبرائیل علیہ السلام کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال کی خبر کون پہنچائے؟ الٰہی عزوجل! روح فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو روح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچادے۔ الٰہی عزوجل! مجھے دیدار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مسرور کردے۔ الٰہی عزوجل! مجھے اس مصیبت کو جھیلنے کے ثواب سے بے نصیب نہ رکھنا اور روز محشر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ فرمانا۔

(۲) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا نے اس سانحہ عظیم پر اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ہائے افسوس! وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس نے فقر کو غنا پر، اور مسکینی کو دولت مندی پر ترجیح دی، افسوس! وہ معلم دین جو گناہ گار امت کی فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا، ہم سے رخصت ہوگیا۔ جس نے ہمیشہ صبر وثبات سے اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا، جس نے برائیوں پر کبھی توجہ نہ کی، جس نے نیکی اور احسان کے دروازے کبھی ضرورت مندوں پر بند نہ کئے، جس روشن ضمیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا رسانی کا گرد وغبار کبھی نہ بیٹھا۔

(۳) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ ساری امت کے جذبات رنج و غم کے ترجمان ہیں۔

میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نثار، آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی وفات سے نہ گئی تھی، یعنی غیب کی خبروں، اور وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موت صدمہ عظیم ہے۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا، اور آہ وزاری سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر آنسو بہا دیتے پھر بھی اس درد کا علاج اور زخم کا اندمال نہ ہوتا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، باب جہاز رسول صلی اللہ علیہ وسلم ودفنہ، ج ۴، ص ۵۵۵)

(۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے، اس کی ہر چیز روشن ہوگئی تھی اور جس روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی ہے، اس کی ہر چیز اداس ہوگئی ہے اور بعد تدفین ابھی مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا۔ (کیونکہ اب انھیں مرشد کامل کی صحبت کے انوار کاملہ دکھائی نہ

پڑتے تھے)

(شرح العلامۃ الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ تعالیٰ..... الخ، ج ۱۲، ص ۱۷۶)

(۵) حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یاد کر کے رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا، آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے خدا تعالیٰ کے پاس (یہاں سے) بہتر نعمتیں موجود نہیں؟ انہوں نے بھی تصدیق کی، لیکن اپنے رونے کا یہ سبب بتلایا کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ اس پر ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شریک گریہ وغم ہو گئے۔

(الوفا فی احوال المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم (مترجم) باب وصال مصطفی اور کیفیت صحابہ، ص ۸۱۷)

الغرض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے ہر شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات پر سوگوار تھا اور یاس وحرمان کی تصویر بنا ہوا تھا۔

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۳۹۔۲۴۱)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، قَالَ: أَنْبَأَنَا عَمَّارٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّينَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال مبارک ۶۵ برس کی عمر میں ہوا، (انہوں نے پیدائش اور وصال کے سال کا اعتبار کیا ہے ورنہ آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال ہی تھی)

❖ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ دَغْفَلِ بْنِ حَنْظَلَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، قُبِضَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّينَ، قَالَ أَبُو عِيسَى: وَدَغْفَلُ، لا نَعْرِفُ لَهُ سَمَاعًا مِنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔

حضرت دغفل بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وصال کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۶۵ برس تھی۔

شرح حدیث: پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری خطبہ

جب حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ اَفلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نماز سے فارغ ہوئے تو منبرِ اقدس پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور الوداع کہنے والے کی طرح چہرۂ اقدس لوگوں کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا:

اے لوگو! کیا میں نے تم تک رسالت نہ پہنچا دی اور نصیحت و امانت ادا نہ کر دی؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں، یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! بے شک آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے رسالت پہنچا دی اور امانت ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی کی اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کی یہاں تک کہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا آخری وقت آ گیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہماری طرف سے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو ہر نبی علیہ السّلام کی جزا سے افضل جزا دے جو اس نے ہر نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا کی۔ پھر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم منبر شریف سے نیچے اُترے اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو الوداع کہا، ان سے مصافحہ فرمایا، صحابۂ

کرام علیہم الرضوان رو رہے تھے۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ ص ۸۰، مُصَنِّف اَلشَّیْخ شُعَیْب الْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ، وَلَا بِالْقَصِيرِ، وَلَا بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ، وَلَا بِالْآدَمِ، وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ، وَلَا بِالسَّبْطِ، بَعَثَهُ اللهُ تَعَالَى عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ، وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ، وَتَوَفَّاهُ اللهُ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً، وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ۔

حضرت ربیعہ بن ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قد مبارک نہ تو بہت لمبا تھا اور نہ ہی بہت پست اور رنگ مبارک نہ تو بالکل سفید (بغیر سرخی کے تھا اور نہ بالکل گندم گوں (سیاہی مائل نہ تھا)۔ آپ کے بال مبارک نہ تو بہت زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے۔ چالیس برس کی عمر میں آپ نے اعلان نبوت کیا پھر دس سال تک مکہ مکرمہ میں رہے اور دس سال مدینہ طیبہ میں اور پھر ساٹھ برس کی عمر میں آپ کا وصال مبارک ہو گیا (عربی دستور کے مطابق کسر کا ذکر نہیں کیا ورنہ عمر مبارک ۶۳ سال ہی تھی) اور (وصال کے وقت) آپ کے سر انور اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ بائن بنا ہے بون سے بمعنی دوری اسی سے ہے طلاق بائنہ، یہاں بائن سے مراد ہے بہت زیادتی جو حد اعتدال سے دور ہو یعنی حضور انور اتنے دراز قد نہ تھے کہ حد اعتدال سے دور ہوں۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور مائل بہ درازی تھے کیونکہ طویل کے ساتھ بائن کی قید بیان ہوئی اور قصیر مطلق بغیر قید کے فرمایا۔

بلکہ آپ کا رنگ شریف سفید مائل بہ سرخی تھا یا سرخی پیلا ہوا سفید جو کہ بہت ہی حسین ہوتا ہے۔

یعنی حضور کے بال شریف نہ تو حبشہ والوں کی طرح بالکل چھلے دار مٹھے ہوئے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ بال سیدھے کناروں پر خم دار تھے ایسے بال بہت حسین معلوم ہوتے ہیں۔

سرے سے مراد آخری کنارہ ہے۔ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا جب آپ کا سنہ شریف پورے چالیس سال کا ہو چکا تھا۔

تمام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا، اس پر بھی سب متفق ہیں کہ بعد ہجرت مدینہ منورہ میں قیام دس سال رہا مگر اس میں اختلاف ہے کہ ظہور نبوت کے بعد ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں کتنا قیام رہا دس سال، تیرہ سال، پندرہ سال۔ قوی یہ ہے کہ تیرہ سال قیام رہا لہذا عمر شریف کل تریسٹھ سال ہوئی ساٹھ یا پینسٹھ سال نہیں یہاں دس سال والی روایت ہے۔

مرقات نے یہاں فرمایا کہ ساٹھ والی روایت میں دہائی لی گئی ہے تین جو کسر تھی وہ چھوڑ دی گئی اور پینسٹھ سال والی روایت میں ولادت اور وفات کے سال شامل کر لیے گئے ہیں ورنہ عمر شریف تریسٹھ سال ہے اور یہ دونوں روایات اس کے خلاف نہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ سر مبارک داڑھی شریف اور ریش بچی سب میں ملا کر بیس بال سفید تھے، بعض میں ہے کہ کل چودہ بال سفید تھے، یہ روایت چودہ بالوں والی ہے شمار میں اختلاف ہوسکتا ہے، اس روایت میں ہے کہ سر مبارک میں چودہ بال سفید تھے، داڑھی شریف میں پانچ بال اور ریش بچی میں ایک بال سفید۔

پہلے گزر چکا کہ حضور انور درمیانہ قد تھے مائل بہ درازی یہ قد بہت حسین ہوتا ہے۔

رنگت سفید جس میں سرخی پلائی ہوئی اور وہ جگمگاتی ہوتی تھی یہ حسن کی انتہا ہے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک دار رنگت پہ لاکھوں سلام

بالوں کی درازی میں چار روایتیں ہیں: نصف کان تک، کانوں کی گدیوں تک، کانوں اور کندھوں کے درمیانی تک، کندھوں تک، ان میں تعارض نہیں کبھی تا بگوش کبھی تا بدوش مختلف اوقات میں مختلف حالات تھے۔ حضور انور بال کٹواتے تھے اور سواء حج وعمرہ کے کبھی منڈواتے نہیں تھے۔

چھوٹا سر کم عقلی کی علامت ہوتی ہے اور بہت بڑا سر حسین نہیں ہوتا درمیان سر قدرے بڑا بہت حسین ہے وہ ہی یہاں مراد ہے۔ شعر

ہر چہ اسباب جمال است رخ خوب ترا
ہمہ بروجہ کمال است کما لایخفی

(اشعہ)

بھاری قدم بہادری ثابت قدمی اور عبادت میں طاقت کی دلیل ہیں، پتلے دبلے قدم کمزوروں کی علامت ہے، یوں ہی تلوے اندر کو دھنسے ہونا حسن کے خلاف ہے کہ زمین پر صرف کنارہ قدم لگے باقی الگ رہیں پورا قدم زمین کو لگے، بھرے قدم ہوں

یہ حسن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف ایسے ہی تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔ شعر

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا
سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

یعنی آپ کا حسن کماحقہٗ میں بیان نہیں کرسکتا بس اتنا سمجھ لو کہ میری آنکھوں نے نہ آپ سے پہلے حسین دیکھا نہ آپ کے بعد۔ حضرت انس کی آنکھ تو کیا دیکھتی جناب جبرئیل امین کی آنکھوں نے ایسا نہ دیکھا۔ شعر

معراج میں جبرئیل سے کہنے لگے شاہِ امم
تم نے تو دیکھے ہیں بہت بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم
روح الامین کہنے لگے اے مہ جبین تیری قسم
آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ
ام بسیار خوباں دیدم ام لیکن تو چیزے دیگری

کشادہ ہتھیلی علامت ہے جود وسخا کی حضور جیسا سخی پیدا نہ ہوا نہ ہوگا۔ عرب کہتے ہیں عبد الکف بخیل و سبط الکف جواد تنگ ہتھیلی والا کنجوس ہوتا ہے، وسیع ہتھیلی والا سخی داتا۔

خیال رہے کہ حضور انور کے دستِ مبارک قدم شریف تھے تو بھاری مگر کھال مبارک نہایت نرم تھی جیسا کہ روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء ریشم سے بھی زیادہ نرم تھے۔ نرمی اور چیز ہے بھاری ہونا کچھ اور یہ بھی خیال رہے کہ ہاتھ پاؤں بھاری ہونا مردوں میں ہنر ہے عورتوں میں عیب ہے کیونکہ مردوں کے مضبوط اعضاء بہادری کی علامت ہیں عورتوں کے اعضاء نازک چاہئیں۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص۴۱)

54- بَابُ مَا جَاءَ فِي وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وصال مبارک

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: آخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، كَشْفُ السِّتَارَةِ يَوْمَ الاثْنَيْنِ، فَنَظَرْتُ إِلَى وَجْهِهِ كَأَنَّهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ، وَالنَّاسُ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ، فَكَادَ النَّاسُ أَنْ يَضْطَرِبُوا، فَأَشَارَ إِلَى النَّاسِ أَنِ اثْبُتُوا، وَأَبُو بَكْرٍ يَؤُمُّهُمْ وَأَلْقَى السِّجْفَ، وَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے آخری مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس وقت دیکھا جب آپ نے سوموار کے دن (کھڑکی سے) پردہ ہٹایا، میں نے آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھا (تو ایسا معلوم ہوا) کہ گویا قرآن پاک کا ایک ورق ہے، اس وقت صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، قریب تھا کہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہو جاتا اتنے میں آپ نے لوگوں کو (اپنی جگہ) ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی امامت فرما رہے تھے، پھر آپ نے پردہ ڈال دیا اور اس دن پچھلے پہر آپ کا وصال ہو گیا۔

شرح حدیث: سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اور صحابۂ کرام کا حزن وملال

جب حضور پُرنور، شافعِ یومُ النشور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے پردہ فرمایا تو لوگ مسجد میں جمع ہو گئے اور غم واَلم سے سِسکیاں لے لے کر رونے لگے اور

دُنیا تاریک ہوگئی۔ حضرت سیِّدُنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکارنے لگے: وَانَبِیَّاہُ! اے میرے جلیل القدر نبی! حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فریاد نکلی: وَا اَبَتَاہُ! اے میرے عظیم باپ! حضرت سیِّدُنا حسن وحضرت سیِّدُنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صدا لگائی: وَاجَدَّاہُ! اے ہمارے جدِ کریم! اور ہر مسلمان نے غم والم میں ڈوب کر کہا: وَاحُزْنَاہُ! ہائے! ہمارا رنج والم!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پُرملال پر شدّتِ غم سے خلفائے راشدین امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے سیلِ اَشک رواں ہوگیا۔

بھائیو! اس دنیا میں رہنے کی طمع کیوں کی جاتی ہے؟ حالانکہ نبیِّ مختار، محبوبِ غفار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے بھی اس کو چھوڑ دیا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے وصالِ پُرملال پر جگر جل رہا ہے اور پلکیں آنسوؤں میں ڈوب رہی ہیں، صبر ہاتھوں سے جا رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی جدائی کی چوٹ نے تمام مصائب کو کم کر دیا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی رخصت نے دوستوں کی زندگی بے کیف کر دی۔ آنسوؤں کے ہار کو منتشر کر دیا۔ پسلیوں کے درمیان غم کی آگ روشن کر دی۔ جمے ہوئے آنسوؤں کو پگھلا دیا اور غم کی بجھی ہوئی آگ کو بھڑکا دیا۔

تو اے غمزدہ! کیا حضور سیِّدُ المرسلین، جنابِ رحمۃٌ للعالمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے وصال کے بعد بھی اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کی طمع کرتا ہے؟ کیا تیرے لئے ان لوگوں میں عبرت نہیں جنہیں گذشتہ سالوں میں مہینوں اور زمانوں نے ختم کر دیا؟ کیا

تیرے لئے ان لوگوں میں کوئی غور و فکر نہیں جنہیں تجھ سے پہلے موت نے پچھاڑ دیا۔ ان میں سے کوئی بوڑھا تھا تو کوئی ادھیڑ عمر، کوئی نوجوان تھا تو کوئی بچہ جبکہ کوئی تو پیدا ہوتے ہی راہِ آخرت پر چل پڑا۔ کیا تو نے انؓ سے عبرت نہ پکڑی جن کو تو نے قبروں میں دفن کیا جیسے دوست، احباب، بھائی اور ہمسائے وغیرہ۔ تو کب تک محض دنیوی تعلقات کی طرف متوجہ رہے گا؟ گویا تجھے موت کا یقین نہیں۔ کیا موت کے متعلق تجھے مہلت نے دھوکے میں ڈالا یا زمانے (کے حالات) نے تجھ سے دھوکا کیا۔

(اَلرَّوْضُ الْفَائِقُ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ ص ۵۱۳ مُصنِّف اَلشَّیخ شُعَیب اَلْحُرَیفِی ۸۱۰ھ)

❖ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ مُسْنِدَةً النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، إِلَى صَدْرِي أَوْ قَالَتْ: إِلَى حِجْرِي فَدَعَا بِطَسْتٍ لِيَبُولَ فِيهِ، ثُمَّ بَالَ، فَمَاتَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینے میں یا (آپ نے فرمایا) میری گود سے تکیہ لگایا ہوا تھا، آپ نے پیشاب فرمانے کے لیے ایک برتن منگوایا اور اس میں پیشاب فرمایا پھر (کچھ دیر بعد دعا مانگتے مانگتے) آپ کا وصال ہو گیا۔

شرح حدیث: آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری دنیا میں آخری گھڑیاں

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم دنیا سے رخصت ہونے والے تھے۔ ہمیں دیکھ کر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ

واٰلہٖ وسلَّم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے پھر فرمایا خوش آمدید! اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہیں زندہ رکھے، تمہیں پناہ دے، تمہاری مدد فرمائے، میں تمہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے تمہاری بھلائی کا طلب گار ہوں، میں اس کی طرف سے تمہیں واضح ڈر سنانے والا ہوں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے شہروں اور بندوں کے سلسلے میں تکبر نہ کرنا، موت قریب آ چکی ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ، سدرۃ المنتہیٰ، جنت المأویٰ اور بھرے ہوئے جام کی طرف لوٹنا ہے، میری طرف سے اپنے آپ کو اور میرے بعد تمہارے دین میں داخل ہونے والوں کو سلام کہنا۔

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۲۸، ج۵،ص ۳۹۴ تا ۳۹۶)

ایک روایت میں ہے کہ نبیوں کے سلطان، سرورِ ذیشان، محبوبِ رحمن عَزَّ وَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنے وصالِ ظاہری کے وقت حضرت سَیِّدُنا جبرائیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: مَنْ لِأُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ ترجمہ: میرے بعد میری اُمّت کے لئے کون ہوگا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو خوشخبری سنا دو کہ میں انہیں اُن کی اُمّت کے بارے میں رُسوا نہیں کروں گا اور انہیں یہ بھی خوشخبری دے دو، کہ جب لوگوں کو (قبروں سے) اُٹھایا جائے گا، تو سب سے پہلے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم باہر تشریف لائیں گے، جب لوگ جمع ہوں گے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہی ان کے سردار ہوں گے اور کوئی اُمّت جنّت میں داخل نہ ہوگی یہاں تک کہ آپ کی اُمّت اس میں داخل ہو جائے۔ یہ سن کر پیارے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْآنَ قَدْ قَرَّتْ عَیْنِیْ ترجمہ: اب میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۲۶۷۶، ج۳، ص ۶۳، مفہوماً بدون الآنَ قَرَّتْ عَیْنِیْ)

اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: سرکارِ

مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے میرے گھر میں، میری باری کے دن، میرے سینے اور گردن کے درمیان وِصال فرمایا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے وصال کے وقت میرے اور آپ کے لُعاب کو جمع فرما دیا، میرے پاس میرے بھائی حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مسواک کی طرف دیکھنے لگے، تو میں سمجھ گئی کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اسے پسند فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی: میں یہ مسواک ان سے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے لے لوں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے سرِ انور کے اشارے سے فرمایا: ہاں! میں نے ان سے وہ مسواک لی، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اسے اپنے دہنِ مبارک میں داخل فرمایا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو سخت محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا: نرم کردوں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے سرِ انور سے اشارہ فرمایا: ہاں۔ میں نے اسے (دانتوں سے) نرم کردیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سامنے پانی کا ایک پیالہ تھا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس میں اپنا دستِ مبارک داخل کرتے اور فرماتے: لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بے شک موت کی سختیاں ہیں۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دستِ مبارک اُوپر اٹھائے اور فرمایا: اَلرَّفِيْقُ الْاَعْلٰى، اَلرَّفِيْقُ الْاَعْلٰى یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہی اعلیٰ دوست ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہی اعلیٰ دوست ہے۔ تو میں نے کہا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! اب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہمیں اختیار نہیں فرمائیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، الحدیث ۴۴۴۹، ص ۳۶۵)

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سَیِّدُنا

ابوبکر صِدِّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! مجھ سے سوال کرو؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا موت قریب آ گئی؟ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: یقیناً قریب آ گئی اور بہت قریب آ گئی۔ حضرت سَیِّدُ نا ابوبکر صِدِّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نبی! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں جو نعمتیں ہیں وہ آپ کو مبارک ہوں، کاش! ہمیں اپنے انجام کا علم ہو جاتا؟ تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ہمارا انجام بارگاہِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ، سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ، فردوسِ اعلیٰ، بھرپور پیالے، رفیقِ اعلیٰ، لطف اُٹھانے اور خوشگوار زندگی کی طرف ہے۔ انہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ! آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو کون غسل دے؟ رسولِ کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: میرے اہل بیت میں قریبی شخص۔ پھر ہم نے عرض کی: آپ کو کِن کپڑوں میں کفن دیں؟ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے جواباً فرمایا: میرے انہی کپڑوں؛ یمنی چادر اور مصری جُبّہ میں۔

حضرت سَیِّدُ نا ابوبکر صِدِّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر نمازِ جنازہ کا طریقہ کیا ہوگا؟ (راوی فرماتے ہیں) یہ سن کر ہم سب رو پڑے، حضرت سَیِّدُ نا ابوبکر صِدِّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رونے لگ گئے، تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: بس کرو، اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے، جب تم میرے غسل وکفن سے فارغ ہو جاؤ، تو مجھے میرے اسی حجرے میں میری قبر کے کنارے چارپائی پر رکھ دینا اور کچھ دیر کے لئے باہر نکل جانا، کیونکہ سب سے پہلے میرا رب مجھ پر درود بھیجے گا۔ (اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ رحمت نشان ہے) هُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُه، ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔ (پ۲۲،

الاحزاب: ۴۳) پھر وہ اپنے فرشتوں کو مجھ پر درود پاک پڑھنے کی اجازت دے گا، تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی مخلوق میں سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے حجرے میں داخل ہوں گے اور مجھ پر درود بھیجیں گے پھر حضرت میکائیل علیہ السلام پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام پھر حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام بہت بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ آئیں گے، پھر تمام فرشتے آئیں گے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان سب پر رحمت فرمائے۔ (آمین)

پھر تم سب لوگ قافلہ در قافلہ اور گروہ در گروہ آنا اور مجھ پر درود وسلام پیش کرنا اور چیخ وپکار کر کے اور رو دھو کر مجھے اذیت نہ پہنچانا اور تم میں سے پہلے امام اور میرے اہل بیت میں سے زیادہ قریب والے مجھ پر درودِ پاک پڑھیں، پھر عورتوں کا گروہ، پھر بچوں کا گروہ۔ امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو قبر شریف میں کون اُتارے گا؟ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: میرے اہلِ بیت میں سے قریبی لوگ، ان کے ساتھ بے شمار فرشتے ہوں گے جو تمہیں نظر نہیں آتے، لیکن وہ تمہیں دیکھتے ہیں، اٹھو اور میری طرف سے بعد والوں کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۲۶۷۶، ج ۳، ص ۶۳) (البحر الزخار بمسند البزار، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۲۸، ج ۵، ص ۳۹۴ تا ۳۹۶)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ سَرْجِسَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ بِالْمَوْتِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وصال کے وقت دیکھا، آپ کے پاس اس میں دست مبارک ڈالتے اور چہرہ انور پر ملتے۔ پھر آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! موت کی سختیوں پر یا (آپ نے

وَعِنْدَهُ قَدَحٌ فِيهِ مَاءٌ، وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ، ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى مُنْكَرَاتِ أَوْ قَالَ: عَلَى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ.

فرمایا) موت کی بیہوشیوں پر میری مدد فرما۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ غشی یا تپش دور کرنے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے کیونکہ بوقتِ موت بہت گرمی محسوس ہوتی ہے اسی لیے اکثر اس وقت میت کو پسینہ آجاتا ہے اور پیاس کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے اس وقت منہ میں پانی ٹپکانے کا حکم ہے اگرچہ سردی کا موسم ہو۔

بعض شارحین نے فرمایا کہ منکرات سے مراد وسوسے اور برے خیالات ہیں جن سے میت کا دھیان رب سے ہٹ جائے اور سکرات سکرۃ کی جمع ہے، بمعنی غشی، رب تعالٰی فرماتا ہے: وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى۔ یہاں وہ تکلیف مراد ہے جو عقل زائل کردے یعنی سخت تکلیف اور یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے کہ اس وقت یہ دعا کیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے ان تکالیف کو برداشت کرنے کی طاقت دے یا انہیں کم فرمادے، یہاں شیخ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت الہیہ کے متولی اور منتظم ہیں، کون و مکان کے سارے احکام آپ کو سپرد ہیں، تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ حکومت میں ہے، ایسی ذمہ دار ہستی جب احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جائے تو اسے ہیبت زیادہ ہوتی ہے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیبت الہیہ کا غلبہ تھا، اس کی کیفیت تھی۔ (اشعۃ اللمعات) اسی شدت کی اور بہت وجہ بیان کی گئی ہیں، مگر حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمارے عقل وقیاس سے وراء ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۷۸۹)

❖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَا أَغْبِطُ أَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے کسی کی آسانی موت پر رشک نہیں آتا جب سے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وصال (کے وقت) تکلیف دیکھ چکی ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ دوسرے کی بھلائی اپنے لیے بھی چاہنا غبطہ یا رشک کہلاتا ہے اور کسی کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا حسد یا جلن کہا جاتا ہے، رشک کبھی اچھا ہوتا ہے کبھی برا مگر حسد ہمیشہ بری ہی ہوتی ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پہلے میں کسی کی جانکنی آسان دیکھتی تو رشک کرتی اور چاہتی تھی کہ میری موت بھی ایسی ہی آسان ہو۔ سمجھتی تھی کہ آسان نزع مرنے والے کی نیکی و مقبولیت کی علامت ہے مگر جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت نزع دیکھی تو یہ خیال و رشک دونوں جاتے رہے، سمجھ گئی کہ سختی جانکنی اچھی چیز ہے بری نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۲، ص۷۸۸)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ الْمُلَيْكِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، اخْتَلَفُوا فِي دَفْنِهِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ مِنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام میں آپ کے دفن کے معاملے میں اختلاف ہوا (اس پر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد سنا ہے جو مجھے (ابھی تک) نہیں بھولا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی

رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم ، شَيْئًا مَا نَسِيتُهُ ، قَالَ: مَا قَبَضَ اللهُ نَبِيًّا إِلا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ ، ادْفِنُوهُ فِي مَوْضِعِ فِرَاشِهِ ۔

کا وصال اسی جگہ ہوتا ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتا ہے (لہٰذا) نبی کریم ﷺ کو آپ کے بستر ہی کی جگہ دفن کرو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چنانچہ بعض صحابہ نے کہا کہ حضور کو مکہ معظمہ میں دفن کیا جاوے، بعض نے کہا بیت المقدس میں جہاں حضرات انبیاء کرام سو رہے ہیں، بعض نے کہا کہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں (اشعہ و مرقات) بلکہ بعض نے کہا کہ حضور انور کو دفن کیا ہی نہ جاوے (مرقات) تا کہ تاقیامت لوگ اس چاند کا دیدار کرتے رہیں۔

صحابہ نے پہلے تو حضرت صدیق اکبر سے پوچھا کہ کیا حضور انور کو دفن کیا جاوے گا فرمایا ہاں، پھر پوچھا کہ کہاں، فرمایا وہاں ہی جہاں وفات ہوئی ہے۔ (شمائل مرقات)

یعنی جس جگہ اللہ تعالیٰ کو یا ان رسول کو دفن ہونا پسند تھا وہاں ہی ان کو وفات دی گئی لہذا رب کو یہی پسند ہے کہ حضور انور حضرت عائشہ کے حجرہ میں دفن ہوں تا کہ آپ سے جگہ کو عزت ملے کسی جگہ سے آپکو عزت نہ ملے۔ خیال رہے کہ حضرت موسیٰ نے دعا کی کہ مجھے فلسطین پہنچا کر وفات دی جاوے چنانچہ وہاں ہی آپ کی وفات اور آپ کا دفن واقع ہوئے۔ یوسف علیہ السلام اولاً مصر میں دفن ہوئے اپنی جائے وفات میں، پھر چار سو برس کے بعد آپ کا تابوت فلسطین لایا گیا۔ یعقوب علیہ السلام زندگی شریف میں فلسطین پہنچے پھر وہاں وفات پا کر دفن ہوئے لہذا ان واقعات سے اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ یہ حضرات اپنی وفات کی جگہ دفن نہ ہوئے یا یہ کہو کہ نبی جس جگہ وفات پائیں اس جگہ انکا دفن ہونا بہتر ہے، اگر اور جگہ دفن کر دیئے جائیں تو بہتر نہ ہوگا

غرضکہ یہاں ذکر بہتری کا ہے نہ کہ واقع کا۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ حضور انور اپنے گھر میں دفن ہوئے کیونکہ آپ کا گھر آپ کی وفات کے بعد کسی وارث کی ملک نہ بنا بلکہ وقف ہوگیا اور وقف میں قبر بنائی جاسکتی ہے، پھر حضرت صدیق و فاروق اس وقف شدہ جگہ میں حضور کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ہم لوگ اپنے گھر میں دفن نہیں ہوسکتے یوں ہی ہم مسجد میں دفن نہیں ہوسکتے کہ مسجد اور قسم کا وقف اور قبر دوسری قسم کا وقف۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں عبدالرحمن ابن ابوبکر ملکی یہ ضعیف ہے۔ (مرقات) مگر یہ ضعف ترمذی کے لیے ہے صدیق اکبر کے لیے نہیں کیونکہ یہ حدیث دوسری اسنادوں سے بھی مروی ہے۔ مالک نے یہ حدیث یوں روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف کے پاس دفن کرو، بعض نے کہا کہ بقیع میں تب جناب صدیق نے یہ فرمایا اور حجرہ عائشہ صدیقہ میں قبر کھودی گئی۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۲۰۸)

❖ عن سفيان الثوري عن موسى بن أبي عائشة عن عبيد الله عن ابن عباس وعائشة: أن أبا بكر قبل النبي صلى الله عليه وسلم بعدما مات . حدثنا نصر بن علي الجهضمي ، حدثنا مرحوم بن عبد العزيز العطار ، عن يزيد بن بابنوس ، عن عائشة أن أبا بكر دخل على

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، آپ نے اپنا منہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان اور اپنا ہاتھ آپ کی دونوں کلائیوں پر رکھا اور فرمایا ہائے نبی! ہائے برگزیدہ! ہائے دوست (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

النبی صلی الله علیه وسلم بعد
وفاته فوضع فمه بین عینیه،
ووضع یدیه علی ساعدیه،
وقال: وانبیاه واصفیاه،
واخلیلاه۔

شرح حدیث: فضائلِ صدیق اکبر بزبانِ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت سیدنا اُسید بن صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو مدینے کی فضا میں رنج وغم کے آثار تھے، ہر شخص شدّتِ غم سے نڈھال تھا، ہر آنکھ سے اشک رواں تھے، صحابہ کرام علیہم الرضوان پر اسی طرح پریشانی کے آثار تھے جیسے حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے وصال ظاہری کے وقت تھے، سارا مدینہ غم میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دینے کے بعد کفن پہنایا گیا تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم تشریف لائے، اور کہنے لگے: آج کے دن نبی آخر الزماں صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے خلیفہ ہم سے رخصت ہو گئے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، آپ رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بہترین رفیق، اچھے محب، بااعتماد رفیق اور محبوب خدا عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے رازداں تھے۔ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں سب سے پہلے مؤمن، ایمان میں سب سے زیادہ مخلص، پختہ یقین رکھنے والے اور متقی و

پرہیز گار تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے معاملات میں بہت زیادہ سخی اور اللہ کے رسول عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سب سے زیادہ قریبی دوست تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت سب سے اچھی تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ سب سے بلند تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے لئے بہترین واسطہ تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اندازِ خیر خواہی ،دعوت وتبلیغ کا طریقہ، شفقتیں اور عطائیں رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی طرح تھیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بہت زیادہ خدمت گزار تھے۔اللہ عزوجل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور اسلام کی خدمت کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دینِ متین اور نبی مکرم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بہت زیادہ خدمت کی، اللہ عزوجل اپنی رحمت کے شایانِ شان آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جزاء عطا فرمائے۔(آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم)

جس وقت لوگوں نے رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو جھٹلایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی تصدیق فرمائی، حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ہر فرمان کو حق وسچ جانا اور ہر معاملے میں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی تصدیق فرمائی، اللہ عزوجل نے قرآنِ کریم میں آپ کو صدیق کا لقب عطا فرمایا فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ O

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔(پ24،الزمر:33)

اس آیت میں صَدَّقَ بِہٖ سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تمام مؤمنین

ہیں۔

پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيم نے مزید فرمایا: اے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جس وقت لوگوں نے بخل کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سخاوت کی ،لوگوں نے مصائب وآلام میں رسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا ساتھ چھوڑ دیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ رہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم ،رءُوف رحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی صحبتِ بابرکت سے بہت زیادہ فیضیاب ہوئے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ ہے کہ ،آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ثانی اثنین کا لقب ملا ،آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یارِغار ہیں ،اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکینہ نازل فرمایا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ،رءُوف رحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ہجرت فرمائی ،آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے رفیق وامین اور خلیفہ فی الدین تھے،آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا حق ادا کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدوں سے جہاد کیا،حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے وصالِ ظاہری کے بعد لوگوں کے لئے سہارا بنے، جب لوگوں میں اُداسی اور مایوسی پھیلنے لگی تو اس وقت بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوصلے بلند رہے۔لوگوں نے اپنے اسلام کو چھپایا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایمان کا اظہار کیا،جب لوگوں میں کمزوری آئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تقویت بخشی ،ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور انہیں سنبھالا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ نبی کریم ،رءُوف رحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی سنتوں کی اتباع کی ،آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے خلیفہ برحق تھے،منافقین وکفار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوصلوں کو

پست نہ کر سکے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو ذلیل کیا، باغیوں پر خوب شدت کی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار ومنافقین کے لئے غیض وغضب کا پہاڑ تھے۔ لوگوں نے دینی اُمور میں سستی کی لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بخوشی دین پر عمل کیا۔ لوگوں نے حق بات سے خاموشی اختیار کی مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی الاعلان کلمہ حق کہا، جب لوگ اندھیروں میں بھٹکنے لگے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ان کے لئے منارہ نور ثابت ہوئی۔ انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رُخ کیا اور کامیاب ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ ذہین وفطین، اعلیٰ کردار کے مالک، سچے، خاموش طبیعت، دور اَندیش، اچھی رائے کے مالک، بہادر اور سب سے زیادہ پاکیزہ خصلت تھے۔

خداعزوجل کی قسم! جب لوگوں نے دین اسلام سے دوری اختیار کی تو سب سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے سردار تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں پر مشفق باپ کی طرح شفقتیں فرمائیں، جس بوجھ سے وہ لوگ تھک کر نڈھال ہو گئے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں سہارا دیتے ہوئے وہ بوجھ اپنے کندھوں پر لادلیا۔ جب لوگوں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قوم کی باگ ڈور سنبھالی، جس چیز سے لوگ بے خبر تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے جانتے تھے اور جب لوگوں نے بے صبری کا مظاہرہ کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبر سے کام لیا۔ جو چیز لوگ طلب کرتے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عطا فرما دیتے۔ لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرتے رہے اور کامیابی کی طرف بڑھتے رہے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشوروں اور حکمت عملی کی وجہ سے انہیں ایسی ایسی کامیابیاں عطا ہوئیں جو ان لوگوں کے وہم وگمان میں بھی نہ تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافروں کے لئے دردناک عذاب اور

مؤمنوں کے لئے رحمت، شفقت اور محفوظ قلعہ تھے۔ خداعزوجل کی قسم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی منزلِ مقصود کی طرف پرواز کر گئے۔ اور اپنے مقصود کو پالیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کبھی غلط نہ ہوئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بزدلی کا مظاہرہ نہ کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت نڈر رہتے، کبھی بھی نہ گھبراتے گویا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جذبوں اور ہمتوں کا ایسا پہاڑ تھے جسے نہ تو آندھیاں ڈگمگا سکیں نہ ہی سخت گرج والی بجلیاں متزلزل کر سکیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل ایسے ہی تھے جیسے حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدن کے اعتبار سے اگرچہ کمزور تھے لیکن اللہ عزوجل کے دین کے معاملے میں بہت زیادہ قوی و مضبوط تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو بہت عاجز سمجھتے، لیکن اللہ عزوجل کی بارگاہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رتبہ بہت بلند تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی نظروں میں بھی بہت باعزت و باوقار تھے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے مزید فرمایا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی کسی کو عیب نہ لگایا، نہ کسی کی غیبت کی اور نہ ہی کبھی لالچ کیا۔ بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں پر بہت زیادہ شفیق و مہربان تھے، کمزور وناتواں لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک محبوب اور عزت والے ہوتے، اگر کسی مالدار اور طاقتور شخص پر ان کا حق ہوتا تو انہیں ضرور ان کا حق دلواتے۔ طاقت اور شان وشوکت والوں سے جب تک لوگوں کا حق نہ لے لیتے وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک کمزور ہوتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک امیر وغریب سب برابر تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ مقرب ومحبوب وہ تھا جو سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صدق وسچائی کے پیکر تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ اٹل ہوتا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مضبوط رائے کے مالک اور حلیم و بردبار تھے۔ خداعزوجل کی قسم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سے سبقت لے گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد والے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت عظیم کامیابی حاصل ہوئی، (اے یارِ غار!) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شان سے اپنے اصلی وطن کی طرف کوچ کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کے ڈنکے آسمانوں میں بج رہے ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی کا غم ساری دنیا کو رُلا رہا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہم ہر حال میں اپنے رب عزوجل کے ہر فیصلے پر راضی ہیں، ہر معاملے میں اس کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ اے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! رسول اللہ عزوجل وصلّٰی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی کا غم مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا غم ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اہل اسلام کے لئے عزت کا باعث بنی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑا سہارا اور جائے پناہ تھے۔ اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری آرام گاہ اپنے پیارے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے قرب میں بنائی۔ اللہ عزوجل ہمیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اچھا اجر عطا فرمائے، اور ہمیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ اور گمراہی سے بچائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم)

لوگ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کا کلام خاموشی سے سنتے رہے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاموشی اختیار کی تو لوگوں نے زاروقطار

رونا شروع کر دیا اور سب نے بیک زبان ہو کر کہا، اے حیدرِ کرّار! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل سچ فرمایا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل سچ فرمایا۔

(عُیُوْنُ الحِکَایَات ص ۱۳۶ امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ)

❖ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَمَا نَفَضْنَا أَيْدِيَنَا مِنَ التُّرَابِ، وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ صلى الله عليه وسلم، حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو (انوار نبوت سے) ہر شے روشن ہو گئی اور جس دن آپ کا وصال مبارک ہوا ہر چیز تاریک ہو گئی اور ابھی ہم نے (مرقد انور کی) مٹی مبارک سے ہاتھ جھاڑے بھی نہ تھے اور تدفین ہی میں مصروف تھے کہ ہمیں اپنے دلوں کی حالت بدلی ہوئی معلوم ہوئی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حراب چھوٹا نیزہ، بعض روایات میں بحنا جرھم ہے یعنی حضور انور کی تشریف آوری کی خوشی میں مدینہ منورہ میں رہنے والے حبشی لوگ نیزہ بازی یا خنجر بازی کرنے لگے کہ نیزے یا خنجروں کو لے کر یہ لوگ ناچتے کودتے تھے اپنے کرتب دکھاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ خوشی میں بچوں کا گانا بجانا، کھیل کود کرنا جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے۔ عید میلاد کے موقعہ پر جلوس نکالنا اور جلوس کے آگے تلوار نیزہ گتکہ پٹا

وغیرہ لے کر کرتب دکھانا سب جائز ہے۔ جس طریقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی جائے درست ہے۔ اس موقع پر بنی نجار کی بچیاںؓ بھی دف بجاتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے گاتی تھیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں شریک ہونا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

یہ عبارت بالکل ظاہری معنی پر ہے اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ واقعی اس دن سورج نکلا تھا دھوپ بھی تھی مگر سورج میں بھی تاریکی اور سیاہی تھی اور دھوپ میں بھی وفات شریف کا اثر ہر در ودیوار پر ظاہر تھا۔ یہ غلط احساس نہ تھا کیوں نہ ہوتا کہ یہ فراق رسول کا دن ہے جیسے شہادت امام حسین کے روز سارا دن سرخ خونی رنگ تھا اور جو پتھر وغیرہ اٹھایا گیا اس کے نیچے خون نمودار ہوا۔

یہ چمک دھوپ سے نہ تھی بلکہ قدرتی نورانیت تھی جو بیان میں نہیں آسکتی صرف دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے جیسے قیامت میں نورانی چمک ہوگی، رب فرماتا ہے: وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔ آج بھی بعض اہلِ بصر باخبر حضرات کو کبھی یہ تجلی ربیع الاول کی بارہویں تاریخ دن میں بلکہ رات میں بھی اور شبِ قدر میں نظر آتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس دن وہ تجلی سب کو نظر آتی تھی اب کسی قسمت والے کو نظر آتی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ چمک محسوس تھی۔

یعنی ابھی ہم حضور انور کے دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ہمارے دلوں میں وہ نورانیت، صفائی، نرمی رغبت الی اللہ نہ رہی جو کہ حضور کی حیات شریف میں تھی کیونکہ اب وحی آنا بند ہوگئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا مشاہدہ ختم ہوگیا، تعلیم و تائید ظاہری انتہاء کو پہنچ گئی۔ (مرقات واشعہ) غرضکہ ایمانی حالت تصدیق میں فرق آنا مراد نہیں۔ خیال رہے کہ حضور سب کچھ دے گئے مگر اپنا دیدار ساتھ لے گئے جس سے لوگ صحابی بنتے تھے اس لیے تاقیامت حاجی، قاری، قاضی نمازی بنتے رہیں گے مگر

صحابی نہ بنیں گے کیونکہ صحابی بنانے والی چیز تو قبر انور میں چھپ گئی ؎

خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا اس کا
خوشا وہ وقت کہ طیبہ مقام تھا اس کا

ہم خواب میں دیدار کو بھی ترس گئے ؎

تم آتے خواب میں ہم پتلیاں تلووں سے مل لیتے
ہم اپنی سوئی قسمت کو جگاتے اپنی آنکھوں سے

(مراۃ المناجیح، ج۶، ص۳۵)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الاثْنَيْنِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا وصال سوموار کے دن ہوا۔

شرح حدیث: سرکار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے کب پردہ فرمایا؟

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے: تمہارے نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پیر کے دن پیدا ہوئے۔ پیر کے دن مکۂ مکرّمہ زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيمًا سے ہجرت کی۔ پیر کے دن مدینۂ منوّرہ زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَّتَكْرِيمًا تشریف لائے اور وصال بھی بارہ ربیعُ الاوّل (ربیع النور) شریف پیر کے دن ہی فرمایا۔ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی مدتِ مرض بارہ دن تھی اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا بخار دردِ سر کے سبب تھا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۲۹۸۴، ج۱۲، ص۱۸۳)

حضرت سیِّدُنا ابن ابی یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: سرکار ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی ولادتِ باسعادت عام الفیل بارہ ربیع الاوّل شریف پیر کے دن ہوئی۔ اسی دن آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مکۂ مکرّمہ

زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَکْرِیْمًا سے ہجرت فرمائی اور اسی دن مدینۂ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا تشریف لائے۔ نیز آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا وصالِ ظاہری بھی گیارہ ہجری پیر کے دن وقتِ چاشت اور نصف النہار کے درمیان ہوا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ولادۃ رسول اللہ، ج۱، ص۱۶۱۔ المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عباس، الحدیث ۲۵۰۶، ج۱، ص۵۹۴)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الاثْنَيْنِ فَمَكَثَ ذَلِكَ الْيَوْمَ وَلَيْلَةَ الثُّلاثَاءِ، وَدُفِنَ مِنَ اللَّيْلِ، وَقَالَ سُفْيَانُ: وَقَالَ غَيْرُهُ: يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِي مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ.

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سوموار کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا پھر اس دن اور منگل کی رات (انتظام خلافت وغیرہ کی وجہ سے) توقف کے بعد آئندہ رات (بدھ کی رات) آپ کو دفن کیا گیا، سفیان راوی) کہتے ہیں کہ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ رات کے آخری حصہ میں کدالوں کی آواز سنی گئی۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنازہ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل متحمل نہ تھا، انبیاء علیہم السلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں، سیدنا سلیمن علیہ الصلوۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے سال بھر بعد دفن ہوئے، جنازہ مبارکہ حجرہ ام المومنین صدیقہ میں تھا جہاں اب

مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا، چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اُس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی دوسری آتی، یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اور اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس تین برس یوں ہی رکھا رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھی۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۹ ص ۲۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ الاثْنَيْنِ، وَدُفِنَ يَوْمَ الثُّلاثَاءِ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک سوموار کو ہوا اور منگل کو تدفین ہوئی۔

شرح حدیث: وصال پر چند پُر درد اشعار

دربار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کلام پڑھا، اس کے چند پُر درد اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے، جس سے ان کے رنج و غم کے گہرے اور سچے جذبات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تیری نیند کے اچاٹ ہونے کا سبب اس عظیم انسان کی جدائی ہے جو ہمارا ہادی ورہنما ہے، صد افسوس! کہ وہ جو زمین پر بہترین ہستی تھی، آج زیر زمین مدفون ہے۔ اے میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کاش ایسا ہوتا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بقیع الغرقد میں دفن ہو جاتا۔ میرے ماں باپ اس نبی کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں جو پیر کے روز ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ مدینہ کی سرزمین مجھے ویران وسنسان دکھائی دیتی ہے۔ کاش! میں آج کے دن کے لیے پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر مدینہ میں رہ سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال میرے لئے جام زہر سے تلخ تر ہے۔ میرے آقا! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کا پاک وجود ایسا نور تھا جس نے تمام روئے زمین کو روشن کر رکھا تھا۔ جس نے بھی اس نور سے فیض پایا اس نے ہدایت پائی۔

اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جنت الفردوس میں اکٹھا کردے۔ خدا عزوجل کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے روتا اور تڑپتا رہوں گا۔

(السیرۃ النبویۃ، شعر حسان بن ثابت فی مرثیۃ، ج ۴، ص ۵۵۸۔۵۶۲)

❖ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ نُبَيْطٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدَ، عَنْ نُبَيْطِ بْنِ شَرِيطٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ، قَالَ: أُغْمِيَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فِي مَرَضِهِ فَأَفَاقَ، فَقَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ فَقَالَ: مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ لِلنَّاسِ أَوْ قَالَ: بِالنَّاسِ، قَالَ: ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ، فَأَفَاقَ، فَقَالَ:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی حضرت سالم بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر مرض وصال میں غشی طاری ہوئی پھر آپ کو صحت ہوئی تو فرمایا کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ اذان پڑھیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھیں، پھر آپ پر (دوبارہ) غشی طاری ہوگئی پھر آپ کو کچھ افاقہ ہوا تو پوچھا کہ کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے، حاضرین نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ نے فرمایا

حَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ
فَقَالَ: مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ ،
وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ،
فَقَالَتْ عَائِشَةُ : إِنَّ أَبِي رَجُلٌ
أَسِيفٌ ، إِذَا قَامَ ذَلِكَ الْمَقَامَ
بَكَى فَلَا يَسْتَطِيعُ ، فَلَوْ أَمَرْتَ
غَيْرَهُ ، قَالَ : ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ
فَأَفَاقَ فَقَالَ : مُرُوا بِلَالًا
فَلْيُؤَذِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ
بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ أَوْ
صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ، قَالَ : فَأُمِرَ
بِلَالٌ فَأَذَّنَ، وَأُمِرَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى
بِالنَّاسِ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى
الله عليه وسلم، وَجَدَ خِفَّةً،
فَقَالَ: انْظُرُوا لِي مَنْ أَتَّكِئُ
عَلَيْهِ، فَجَاءَتْ بَرِيرَةُ، وَرَجُلٌ آخَرُ،
فَاتَّكَأَ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ
ذَهَبَ لِيَنْكُصَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ
يَثْبُتَ مَكَانَهُ، حَتَّى قَضَى أَبُو بَكْرٍ
صَلَاتَهُ ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى
الله عليه وسلم قُبِضَ ، فَقَالَ

حضرت بلال سے کہو کہ اذان پڑھیں اور
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (اس پر)
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض
کیا میرے والد نرم دل ہیں، جب وہ اس
مقام (مقام حضور اکرم) پر کھڑے ہوں
گے تو رو پڑیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں
گے، کیا اچھا ہوتا آپ کسی اور کو حکم فرما
دیتے۔ پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب
افاقہ ہوا تو پھر فرمایا بلال سے کہو کہ اذان
پڑھیں اور ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں،
تم (ازواج مطہرات) یوسف عورتوں کی
مثل ہو، راوی کہتے ہیں پھر حضرت بلال کو
کہا گیا تو انہوں نے اذان پڑھی اور
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا تو
انہوں نے نماز پڑھائی پھر نبی کریم
ﷺ نے کچھ آرام پایا تو فرمایا میرے
لیے ایسا شخص دیکھا لاؤ جس کا میں
سہارا لوں، چنانچہ (حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی) بریرہ اور
ایک مرد آئے اور نبی کریم ﷺ نے ان

عُمَرُ : وَاللّٰهِ لا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قُبِضَ إلا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هَذَا، قَالَ: وَكَانَ النَّاسُ أُمِّيِّينَ لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهُ، فَأَمْسَكَ النَّاسُ، فَقَالُوا: يَا سَالِمُ، انْطَلِقْ إِلَى صَاحِبِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَادْعُهُ. فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتَيْتُهُ أَبْكِي دَهِشًا، فَلَمَّا رَآنِي، قَالَ: أَقُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قُلْتُ: إِنَّ عُمَرَ، يَقُولُ: لا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قُبِضَ إلا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هَذَا، فَقَالَ لِي: انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَجَاءَ هُوَ وَالنَّاسُ قَدْ دَخَلُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْرِجُوا لِي، فَأَفْرَجُوا لَهُ فَجَاءَ حَتَّى أَكَبَّ عَلَيْهِ

دونوں کا سہارا لیا، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے (لیکن) آپ نے اشارے سے انہیں اپنی جگہ ٹھہرنے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز مکمل کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر کسی سے میں نے سن لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا ہے تو میں اسے اپنی اس تلوار سے قتل کردوں گا۔ لوگ لکھے پڑھے نہ تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل کوئی نبی بھی نہیں آیا تھا (اس لیے) لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر اس بات سے رُک گئے، پھر صحابہ کرام نے کہا اے سالم! جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار غار کو بلا لاؤ (آپ فرماتے ہیں) میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا، اس وقت آپ مسجد میں تھے، میں حیرانی (کی حالت) میں رو رہا تھا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا گیا

وَمَسَّهُ، فَقَالَ: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ، ثُمَّ قَالُوا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، أَقُبِضَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: نَعَمْ، فَعَلِمُوا أَنْ قَدْ صَدَقَ، قَالُوا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، أَيُصَلَّى عَلَى رَسُولِ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالُوا: وَكَيْفَ؟ قَالَ: يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيُصَلُّونَ، وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، حَتَّى يَدْخُلَ النَّاسُ، قَالُوا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، أَيُدْفَنُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: أَيْنَ؟ قَالَ: فِي الْمَكَانِ الَّذِي قَبَضَ اللهُ فِيهِ رُوحَهُ، فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوحَهُ إِلا فِي

نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں کسی سے یہ بات نہ سنوں کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا ورنہ میں اسے اپنی اس تلوار قتل کر دوں گا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چلو! چنانچہ میں آپ کے ہمراہ آیا، اس وقت لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس (اندر) داخل ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! مجھے راستہ دو چنانچہ انہوں نے آپ کو راستہ دے دیا۔ آپ آئے اور نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس پر جھکتے ہوئے اسے چھوا اور پھر آپ نے آیت پڑھی کہ بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے، پھر صحابہ کرام نے کہا اے رسول اللہ! ﷺ کے یار غار! کیا رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! چنانچہ انہیں معلوم ہو گیا کہ آپ نے سچی بات کی ہے پھر انہوں نے پوچھا پھر انہوں نے پوچھا۔ اے رسول اللہ ﷺ کے

مَكَانٍ طَيِّبٍ فَعَلِمُوا أَنْ قَدْ صَدَقَ ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَغْسِلَهُ بَنُو أَبِيهِ ، وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ يَتَشَاوَرُونَ، فَقَالُوا : انْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوانِنَا مِنَ الأَنْصَارِ نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِي هَذَا الأَمْرِ ، فَقَالَتِ الأَنْصَارُ : مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : مَنْ لَهُ مِثْلُ هَذِهِ الثَّلاثِ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا مَنْ هُمَا ؟ قَالَ : ثُمَّ بَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ بَيْعَةً حَسَنَةً جَمِيلَةً .

یار غار! کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! پوچھا کیسے؟ آپ نے فرمایا ایک جماعت (اندر) داخل ہو اور تکبیریں کہے، دعا کرے، درود شریف پڑھے اور باہر آجائے پھر دوسری جماعت داخل ہو، تکبیریں کہے، دعا کرے، درود شریف پڑھے اور باہر آجائے یہاں تک کہ سب لوگ فارغ ہو جائیں پھر صحابہ کرام نے پوچھا اے رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست! کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا اس جگہ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک کو قبض فرمایا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک پاک جگہ پر قبض فرمائی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کو معلوم ہو گیا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی خاص برادری والے غسل دیں۔ ادھر مہاجرین جمع ہو کر (خلافت کے بارے میں) مشورے کرنے لگے، پھر مہاجرین

نے عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ انصار
بھائیوں کے پاس چلیں تا کہ ہم ان کو بھی
مشورہ میں شرکت کریں (جب وہاں گئے
تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے
ہو اور ایک تم میں سے حضرت عمر بن
خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ
تین صفات کس شخص میں ہیں) جو اس
آیت قرآنی میں مذکور ہیں کہ وہ دو میں
سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں
تھے، جب انہوں نے اپنے ساتھ سے
فرمایا غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ
ہے، پھر فرمایا وہ دو کون ہیں (یعنی ایک
رسول اللہ ﷺ اور دوسرے حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی نے
کہا کہ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ہاتھ بڑھایا اور ان (حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت
کی پس لوگوں نے (بھی آپ کے ہاتھ پر
بغیر کسی نزاع کے) نہایت عمدہ اور اچھی
بیعت کی (اور آپ کو خلیفہ تسلیم کرلیا)۔

شرح حدیث: وفات کا اثر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتنا بڑا صدمہ پہنچا؟ اور اہل مدینہ کا کیا حال ہو گیا؟ اس کی تصویر کشی کے لئے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ وہ شمع نبوت کے پروانے جو چند دنوں تک جمال نبوت کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بے قرار اور ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان عاشقانِ رسول پر جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائمی فراق کا کتنا روح فرسا اور کس قدر جانکاہ صدمہ عظیم ہوا ہو گا؟ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلا مبالغہ ہوش وحواس کھو بیٹھے، ان کی عقلیں گم ہو گئیں، آوازیں بند ہو گئیں اور وہ اس قدر مخبوط الحواس ہو گئے کہ ان کے لئے یہ سوچنا بھی مشکل ہو گیا کہ کیا کہیں؟ اور کیا کریں؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہو گیا کہ وہ اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے مگر کسی سے نہ کچھ کہتے تھے نہ کسی کی کچھ سنتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنج وملال میں نڈھال ہو کر اس طرح بیٹھ رہے کہ ان میں اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت ہی نہیں رہی۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور ان کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۲ ملخصاً والمواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ... الخ، ج ۱۲، ص ۱۴۲، ۱۴۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر ہوش وحواس کھو بیٹھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں اِدھر اُدھر آتے جاتے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں اِس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت عمر و

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت لے کر مکان میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کہ بہت ہی سخت غشی طاری ہوگئی ہے۔ جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے عمر! تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپے سے باہر ہو گئے اور تڑپ کر بولے کہ اے مغیرہ! تم جھوٹے ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت تک انتقال نہیں ہو سکتا جب تک دنیا سے ایک ایک منافق کا خاتمہ نہ ہو جائے۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ...الخ، ج ۱۲، ص ۱۳۹)

مواہب لدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ "سُنح" میں تھے جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان کی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہیں رہتی تھیں۔

چونکہ دوشنبہ کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی اور کچھ سکون معلوم ہوا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دے دی تھی کہ تم "سُنح" چلے جاؤ اور بیوی بچوں کو دیکھتے آؤ۔

(المواہب اللدنیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ...الخ، ج ۱۲، ص ۱۳۳، ۱۳۴)

بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر "سُنح" سے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور سے چادر ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں

حالتوں میں پاکیزہ رہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پا چکے۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع کر دیا کہ

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت...الخ، الحدیث: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ج ۱، ص ۴۲۱ ملخصاً)

اما بعد! جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور جو شخص تم میں سے خدا عزوجل کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ (پ ۴، ال عمران: ۱۴۴)

اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کریگا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا۔ (آل عمران)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا۔

ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت...الخ، الحدیث: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ج۱، ص ۴۲۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سورہ آلِ عمران کی یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اضطراب کی حالت میں ننگی شمشیر لے کر جو اعلان کرتے پھرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا اس سے رجوع کیا اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ گویا ہم پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس آیت کی طرف ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ نے اس پردہ کو اٹھا دیا۔ (مدارج النبوت، قسم چہارم، باب دوم، ج ۲، ص ۴۳۴)

❖ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، شَيْخٌ بَاهِلِيٌّ قَدِيمٌ بَصْرِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم، مِنْ كُرَبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ: وَا كَرْبَاهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم: لَا كَرْبَ عَلَى أَبِيكِ بَعْدَ الْيَوْمِ، إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ أَبِيكِ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت (طبعی) تکلیف (جو عین منشائے الٰہی تھی) پائی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہائے تکلیف! (یعنی آپ کو کس قدر تکلیف ہے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد تمہارے باپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، تیرے والد (ماجد) کے پاس وہ چیز (موت) حاضر ہوئی جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں، اب قیامت کے دن ملاقات

مِنْهُ أَحَدًا الْمُوافَاةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ہوگی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کرب سے مراد یا شدت مرض ہے یا بے چینی یا سخت تکلیف جس سے غشی آجاوے۔

یعنی اب میں کیا کروں آپ کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جاتی دفع کرنے یا اپنے پر لینے سے مجبور ہوں۔

یعنی اے بیٹی تیرے باپ پر بس یہ آخری تکلیف ہے اس کے بعد کبھی تکلیف نہ ہوگی کیونکہ اب میں دار التکلیف سے رخصت ہو رہا ہوں وہاں جا رہا ہوں جہاں راحت ہی راحت ہے۔

یعنی ابا جان آپ نے ہم کو بے کس چھوڑ دیا اپنے رب کا بلاوا قبول کرلیا اب میں کہاں جاؤں کسے ابا کہہ کر پکاروں تم نے مجھے کس پر چھوڑا۔

یعنی آپ تو جنت کو سدھار گئے ہم کو یہاں تڑپتا چھوڑ گئے، ہم حضرت جبریل کو آپ کی خبر وفات سنائیں جن کا اب زمین پر آنا وحی لانا ختم ہوگیا۔

یعنی اے انس تم نے کن ہاتھوں اور کس دل سے حضور انور پر قبر کی مٹی ڈالی اور تم نے کیسے اس چاند کو قبر میں چھپایا تم سے یہ کیسے برداشت ہوا۔ خیال رہے کہ سیدہ کے یہ الفاظ نہ تو نوحہ ہیں نہ بے صبری بلکہ حضور کے فراق پر بے چینی ہے جو بذات خود عبادت ہے۔ نوحہ یہ ہے کہ میت کے ایسے اوصاف بیان کیے جاویں جو اس میں نہ ہوں اور پیٹا جاوے۔ بے صبری یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی شکایت کی جاوے، جناب سیدہ ان دونوں سے محفوظ ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ دنیا میں پانچ حضرات بہت روئے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام فراق جنت میں، حضرت نوح علیہ السلام و یحیی علیہ السلام خوف خدا

میں، حضرت فاطمہ زہرا فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں، حضرت امام زین العابدین واقعہ کربلا کے بعد حضرت حسین کی پیاس یاد کر کے۔ جناب سیدہ زینب فرماتی تھیں ؎

صبت علی مصائب لوانها
صبت علی الایام صرن لیالیا

مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر روز روشن پر پڑتیں تو وہ شب تاریک بن جاتی۔ (مراۃ المناجیح، ج۸، ص۲۰۶)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ ، وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ ، قَالَا : حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ بَارِقٍ الْحَنَفِيُّ ، قَالَ : سَمِعْتُ جَدِّي أَبَا أُمِّي سِمَاكَ بْنَ الْوَلِيدِ يُحَدِّثُ ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يَقُولُ: مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطَانِ مِنْ أُمَّتِي أَدْخَلَهُ اللهُ تَعَالَى بِهِمَا الْجَنَّةَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ ؟ قَالَ : وَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ يَا مُوَفَّقَةُ قَالَتْ : فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ ؟ قَالَ : فَأَنَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت سے جس کے دو فرط (نا بالغ بچے جو مر جائیں اور ماں باپ صابر و شاکر) ہوں اسے اللہ تعالیٰ ان کے سبب جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، آپ کی امت سے وہ شخص جس کا ایک نابالغ بچہ مر جائے (تو اس کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا ہاں جس کا ایک بچہ فوت ہو (وہ بھی جنتی ہے) ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آپ کی امت میں سے جس کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو، آپ نے فرمایا میں اپنی امت کے لیے ذریعہ نجات

فَرَطٌ لِأُمَّتِي، لَنْ يُصَابُوا بِمِثْلِي۔ ہوں، انہیں اتنی تکلیف نہیں پہنچتی جتنی مجھے پہنچتی ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ فوت شدہ چھوٹے بچوں کو فرط اس لیئے فرمایا کہ وہ اپنے صابر ماں باپ کو جنت پہنچائے گا، نیز وہ آگے پہنچ کر اس کے اجر کا باعث بنتا ہے۔ فرط کے معنی پہلے ہو چکے وہ پیش رو جماعت جو منزل پر قافلہ سے آگے پہنچے اور تمام چیزوں کا انتظام کرے۔ اس حدیث کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ایسے صابر کا فرط میں نہیں صرف بچے ہی ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسے صابر کا فرط بچے بھی ہیں میں بھی اور دوسروں کا فرط میں ہی ہوں۔ سبحان اللہ! کیسی امید افزاء حدیث ہے۔

یعنی میری امت کے لیئے جیسی مصیبت اور تکلیف کا باعث میری وفات ہے ایسی انہیں کوئی مصیبت نہیں اور یہ حقیقت بھی ہے جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دیکھی ان پر جو مصیبت پڑی وہ تو وہی جان سکتے ہیں۔ آج جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آتے ہیں تو عاشقوں کے کلیجے پھٹ جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ سے چلتے وقت زائرین کا جو حال ہوتا ہے وہ نہ پوچھو، مدینہ کے در و دیوار کا فراق ستاتا ہے۔ میں نے مسجد نبوی شریف کی چوکھٹ سے لپٹ کر لوگوں کو روتے دیکھا ہے۔

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینہ سے
تیرے فدائی نکلتے ہیں جب مدینہ سے

فقیر نے تیسرے حج پر رخصت کے وقت مدینہ کے در و دیوار سے عرض کیا تھا۔

جا رہا ہے اب ہمارا قافلہ
اے در و دیوار شہرِ مصطفی
یاد تیری جس گھڑی بھی آئے گی

ہے یقین دل کو بہت تڑپائے گی

غرض یہ حدیث بالکل حق اور صحیح ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فراق ساری امت کے لیئے مصیبت عظمٰی ہے۔ یہ قصیدہ وداعیہ فقیر کی کتاب "دیوان سالک" میں دیکھئے۔

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص۹۵۷)

55-بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيْرَاثِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وارثت

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، أَخِي جُوَيْرِيَةَ لَهُ صُحْبَةٌ ، قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلا سِلاحَهُ، وَبَغْلَتَهُ، وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً .

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ جو حضرت جویریہ (ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی آزاد کردہ لونڈی) کے بھائی تھے اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (وصال کے وقت) صرف اپنے، ہتھیار، خچر اور کچھ زمین چھوڑی تھی جسے آپ نے (راہ خدا میں) صدقہ کر دیا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور انور کے جو لونڈی غلام تھے یا تو حضور کی حیات شریف میں وفات پا گئے تھے یا حضور انور نے انہیں آزاد فرما دیا تھا، آپ نے کوئی غلام یا لونڈی نہ چھوڑی۔

اس خچر کا نام دلدل تھا، یہ مقوقش شاہ اسکندریہ نے حضور انور کی خدمت میں تحفہ

پیش کیا تھا۔(اشعہ)

ان ہتھیاروں میں ایک زرہ تھی جو ایک یہودی کے پاس گروی تھی، ایک نیزہ تھا، ایک خود، ایک تلوار ذوالفقار تھی، گھر کے کپڑے کمبل شریف وغیرہ کا یہاں ذکر نہیں کہ وہ معمولی چیز ہیں۔(مرقات)

جعلھا کا مرجع مذکورہ تینوں چیزیں ہیں یعنی یہ سب چیزیں حضور نے وقف فرمادیں تھیں اپنے اس فرمان عالی سے کہ ما ترکناہ صدقۃ۔ حضور انور کی ملک چار چیزیں تھیں: فدک کا نصف حصہ، وادی قریٰ کا تہائی، خیبر کا پانچواں حصہ اور کچھ بنی نضیر کی زمیں کا یہ تمام چیزیں وقف ہوگئیں تھیں۔ بعد وفات حضرت فاطمہ نے اور حضور انور کی ازواج مطہرات نے حضرت صدیق اکبر سے میراث مانگی، آپ نے سب کو انکار فرمادیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان زمینوں کی تولیت حضرت علی وعباس کو دی، جھگڑا ہوجانے پر ان دونوں نے تقسیم کی درخواست کی جو نامنظور ہوئی، تمام خلفاء کے زمانوں میں یہ وقف ہی رہیں، مروان ابن حکم نے ان پر قبضہ کرلیا۔(ازاشعہ ومرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۲۱۹)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَتْ: مَنْ يَرِثُكَ؟ فَقَالَ: أَهْلِي وَوَلَدِي، فَقَالَتْ: مَا لِي لا أَرِثُ أَبِي؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (امیر المومنین) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ آپ کا وارث کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا میرے گھر والے اور میری اولاد (اس پر) خاتونِ جنت نے فرمایا (تو پھر) میں اپنے والد ماجد کی

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يَقُولُ: لا نُورَثُ، وَلَكِنِّي أَعُولُ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يَعُولُهُ، وَأُنْفِقُ عَلَى مَنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُنْفِقُ عَلَيْهِ۔

وارث کیوں نہیں ہوں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوسکتا (یعنی نبی کا مال وراثت نہیں ہوتا) پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس کی خبر گیری کرتا رہوں گا جس کی خبر گیری نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے رہے اور جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ فرماتے رہے، میں بھی خرچ کرتا ہوں گا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ حضور انور کی وفات سے آپ کا نکاح ٹوٹتا نہیں اس لیے کہ حضور انور زندہ ہیں لہٰذا حضور پر اپنی ازواج کا خرچہ بعد وفات بھی واجب ہے جو آپ کا خلیفہ ادا کرے گا۔ بعض نے فرمایا کہ حضور کی ازواج ہمیشہ گویا عدت میں رہتی ہیں اور عدت کا خرچہ خاوند پر ہوتا ہے لہٰذا ان کا خرچہ حضور پر لازم ہے۔ عامل سے مراد یا تو خلیفہ ہے یا حضور کی زمین میں کام کاج کرنے والے مگر حق یہ ہے کہ جو مسلمانوں کا کام کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوکر ہے، اس کی تنخواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہوتی ہے۔ (مرقات) لہٰذا ہم سب لوگ علماء مشائخ، سلاطین، وزراء حکام سب حضور کے نوکر چاکر ہیں، انہیں تنخواہ حضور کے ہاں سے ملتی ہے کسی کو تو کسی نوکری وغیرہ کے ذریعہ سے اور کسی کو محض توکل کے وسیلہ سے۔ فقیر کی آزمائش تو یہ ہے کہ جو شخص ان کی نوکری کرے اسے گھر بیٹھے تنخواہ ملتی ہے، جس جانور کو کھونٹے سے باندھ دیا

جاوے اس کی ساری ضرورتیں چارہ، پانی دوا وغیرہ کھونٹے پر ہی پہنچایا جاتا ہے۔ خدا کرے کہ ان کی نوکری مل جاوے وہ نوکر رکھ لیں یعنی ان دو خرچوں کے بعد جو باقی بچے وہ عام مسلمانوں پر صدقہ ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور عمر ابن عبدالعزیز نے مروان کے تمام مظالم ختم کیے، اس کے قبضہ میں حضور کی زمینیں واگذار کر کے وقف کیں۔ (مرقات)

یعنی انبیاء کی وفات کے بعد انبیاء کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ سارے انبیاء کرام کا یہ ہی حکم ہے، قرآن کریم میں جو ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ وہاں علم کی میراث مراد ہے نہ کہ مال کی اسی لیے آگے ہے وَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ۔ نیز اگر مالی میراث مراد ہوتی تو صرف حضرت سلیمان کا ذکر نہ ہوتا بلکہ حضرت داؤد کے بارہ بیٹے ۹۹ بیویوں وغیرہم سب کا ذکر ہوتا۔ خیال رہے کہ عموماً وراثت مال نسب سے ملتی ہے وراثت کمال نسبت سے اور وراثت احوال فنا سے۔ حضور کا مال نہیں بٹتا حضور کے کمال حضور کے احوال تقسیم ہوتے ہیں، خدا تعالیٰ ہم کو حضور سے نسبت دے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۲۲۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيُّ أَبُو غَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، أَنَّ الْعَبَّاسَ، وَعَلِيًّا، جَاءَا إِلَى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ، يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَنْتَ كَذَا، أَنْتَ كَذَا،

حضرت ابوالبختری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے، دونوں ایک دوسرے سے فرما رہے تھے تو ایسا ہے تو ایسا ہے (اس پر) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے

فَقَالَ عُمَرُ، لِطَلْحَةَ، وَالزُّبَيْرِ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدٍ: أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ أَسَمِعْتُمْ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، يَقُولُ: كُلُّ مَالِ نَبِيٍّ صَدَقَةٌ، إِلا مَا أَطْعَمَهُ، إِنَّا لا نُورَثُ؛ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے البتہ جو اس نے (دوسروں کو) کھلایا پلایا، بے شک ہمارا کوئی وارث نہیں بن سکتا۔ اس حدیث میں اور واقعہ بھی ہے۔

❖ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: لا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بن سکتا، ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

شرح حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی اس قدر زاہدانہ تھی کہ کچھ اپنے پاس رکھتے ہی نہیں تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات کے بعد کیا چھوڑا ہوگا؟ چنانچہ حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً۔

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا...الخ، الحدیث: ۲۷۳۹، ج۲، ص۲۳۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم و دینار چھوڑا نہ لونڈی و غلام نہ اور کچھ صرف اپنا سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے چھوڑا تھا۔ (بخاری ج۱ ص ۳۸۲ کتاب الوصایا)

بہر حال پھر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متروکات میں تین چیزیں تھیں۔ (۱) بنونضیر، فدک، خیبر کی زمینیں (۲) سواری کا جانور (۳) ہتھیار۔ یہ تینوں چیزیں قابل ذکر ہیں۔

زمین

بنونضیر، فدک، خیبر کی زمینوں کے باغات وغیرہ کی آمدنیاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے سال بھر کے اخراجات اور فقراء ومساکین اور عام مسلمانوں کی حاجات میں صرف فرماتے تھے۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج والفیئ۔۔۔الخ، باب فی فایا۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۴ ملتقطاً ومدارج النبوت، قسم چہارم، باب سوم، ج ۲، ص ۴۴۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن چاہتی تھیں کہ ان جائیدادوں کو میراث کے طور پر وارثوں کے درمیان تقسیم ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان لوگوں نے اس کی درخواست پیش کی مگر آپ اور حضرت عمر وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان لوگوں کو یہ حدیث سنادی کہ لَانُوْرَثُ مَاتَرَکْنَاصَدَقَةٌ

(سنن ابی داود، کتاب الخراج ۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۴ وصحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب قرابۃ۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۷۱۱۔۳۷۱۲، ج ۲، ص ۵۳۷، ۵۳۸ وکتاب الفرائض، باب قول النبی لانورث۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۷۲۵۔۶۷۲۶، ج ۴، ص ۳۱۳ ملتقطاً)

ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ مسلمانوں پر صدقہ ہے۔

اور اس حدیث کی روشنی میں صاف صاف کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت کے بموجب یہ جائیدادیں وقف ہو چکی ہیں۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مقدس زندگی میں جن مدآت و مصارف میں ان کی آمدنیاں خرچ فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصرار سے بنونضیر کی جائیداد کا ان دونوں کو اس شرط پر متولی بنا دیا تھا کہ اس جائیداد کی آمدنیاں انہیں مصارف میں خرچ کرتے رہیں گے جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ پھر ان دونوں میں کچھ ان بن ہو گئی اور ان دونوں حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بنونضیر کی جائیداد تقسیم کر کے آدھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تولیت میں دے دی جائے اور آدھی کے متولی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخواست کو نامنظور فرما دیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۵)

لیکن خیبر اور فدک کی زمینیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک خلفاء ہی کے ہاتھوں میں رہیں حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے اس کو اپنی جاگیر بنالی تھی مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں پھر وہی عملدرآمد جاری کر دیا جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور خلافت میں تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج۔۔۔الخ، باب فی صفایا۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۷۲، ج ۳، ص ۱۹۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہماری وراثت درہم اور دینار تقسیم نہیں

عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: لا يَقْسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا وَلا دِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ.

ہوتے، میں اپنی ازواجِ مطہرات کے اخراجات اور اپنے عامل (خلیفہ) کے مصارف کے بعد جو کچھ بھی چھوڑ جاؤں وہ صدقہ ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ حضور انور کی وفات سے آپ کا نکاح ٹوٹتا نہیں اس لیے کہ حضور انور زندہ ہیں لہٰذا حضور پر اپنی ازواج کا خرچہ بعد وفات بھی واجب ہے جو آپ کا خلیفہ ادا کرے گا۔ بعض نے فرمایا کہ حضور کی ازواج ہمیشہ گویا عدت میں رہتی ہیں اور عدت کا خرچہ خاوند پر ہوتا ہے لہٰذا ان کا خرچہ حضور پر لازم ہے۔ عامل سے مراد یا تو خلیفہ ہے یا حضور کی زمین میں کام کاج کرنے والے مگر حق یہ ہے کہ جو مسلمانوں کا کام کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوکر ہے، اس کی تنخواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہوتی ہے۔ (مرقات) لہٰذا ہم سب لوگ علماء مشائخ، سلاطین، وزراء حکام سب حضور کے نوکر چاکر ہیں، انہیں تنخواہ حضور کے ہاں سے ملتی ہے کسی کو تو کسی نوکری وغیرہ کے ذریعہ سے اور کسی کو محض توکل کے وسیلہ سے۔ فقیر کی آزمائش تو یہ ہے کہ جو شخص ان کی نوکری کرے اسے گھر بیٹھے تنخواہ ملتی ہے، جس جانور کو کھونٹے سے باندھ دیا جاوے اس کی ساری ضرورتیں چارہ، پانی دوا وغیرہ کھونٹے پر ہی پہنچایا جاتا ہے۔ خدا کرے کہ ان کی نوکری مل جاوے وہ نوکر رکھ لیں یعنی ان دو خرچوں کے بعد جو باقی بچے وہ عام مسلمانوں پر صدقہ ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور عمر ابن عبدالعزیز نے مروان کے تمام مظالم ختم کیے، اس کے قبضہ میں حضور کی زمینیں واگذار

کر کے وقف کیں۔ (مرقات)

یعنی ہماری وفات کے بعد ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ سارے انبیاء کرام کا یہ ہی حکم ہے، قرآن کریم میں جو ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ وہاں علم کی میراث مراد ہے نہ کہ مال کی اسی لیے آگے ہے وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ۔ نیز اگر مالی میراث مراد ہوتی تو صرف حضرت سلیمان کا ذکر نہ ہوتا بلکہ حضرت داؤد کے بارہ بیٹے ۹۹ بیویوں وغیرہم سب کا ذکر ہوتا۔ خیال رہے کہ عموماً وراثت مال نسب سے ملتی ہے وراثت کمال نسبت سے اور وراثت احوال فنا سے۔ حضور کا مال نہیں بٹتا حضور کے کمال حضور کے احوال تقسیم ہوتے ہیں، خدا تعالٰی ہم کو حضور سے نسبت دے۔

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص۲۲۰)

❖ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَطَلْحَةُ، وَسَعْدٌ، وَجَاءَ عَلِيٌّ، وَالْعَبَّاسُ، يَخْتَصِمَانِ، فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ: أَنْشُدُكُمْ بِالَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالأَرْضُ، أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه

حضرت مالک بن اوس بن حدثان فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاں حاضر ہوا (اسی اثنا میں) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے (اور پھر) حضرت علی المرتضٰی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی آپس میں جھگڑتے ہوئے تشریف لے آئے، ان (حاضرین صحابہ کرام) سے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں (اور پوچھتا ہوں) جس کے حکم سے آسمان

وسلم، قَالَ: لا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ . فَقَالُوا : اللّٰهُمَّ نَعَمْ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ ـ

اورزمین قائم ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، صدقہ ہے، انہوں نے جواب دیا اے اللہ! ہاں (ہم جانتے ہیں) اس حدیث میں طویل واقعہ ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی وارث نہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لانورث ماترکناہ صدقة [۱]۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی بکر صدیق وابوداؤد عن ام المؤمنین ونحوہ عن الزبیر واحمد والشیخان وابوداؤد عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

([۱] صحیح مسلم شریف کتاب الجہاد باب حکم الفیئ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۹۱) (سنن ابوداؤد کتاب الخراج والفیئ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۶۰)

ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا ہم جو چھوڑ جائیں گے صدقہ ہے، اسے امام احمد، بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے بھی روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

حدیث اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ہے:

فاذامت فھوالی ولی الامر من بعدی۔

(سنن ابوداؤد کتاب الخراج والفیئ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۶۰)

جب میں انتقال فرماجاؤں تو میرے ترکے کا اختیار اُسے ہے جو میرے

بعد ولی امر و خلیفہ ہوگا۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ ابْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيرًا، قَالَ: وَأَشُكُّ فِي الْعَبْدِ وَالأَمَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ درہم و دینار چھوڑے اور نہ ہی بکریاں اور اونٹ (چھوڑے) راوی کہتے ہیں مجھے شک ہے کہ (شاید آپ نے) غلام اور لونڈی کے بارے میں بھی فرمایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی ان چیزوں میں سے کچھ بھی میراث بنا کر نہ چھوڑی جو کچھ چھوڑا وہ وقف فی سبیل اللہ کر کے چھوڑا کہ ان کا وارث کوئی نہ ہو سارے مسلمان فائدہ اٹھائیں۔لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور نے اپنے ایک خچر اور قصوا اونٹنی اور نو حجرے اور بنی نضیر کے مال اور فدک باغ چھوڑے کیونکہ یہ سب کچھ وقف فی سبیل اللہ ہوئے کسی وارث کو کچھ نہ ملا۔دیکھ لو کہ نو حجرے روضہ اطہر بنا دیئے گئے، اس میں حضور انور اور جناب صدیق و فاروق کی قبریں بنیں۔مقبرہ وقف ہوتا ہے کسی کی ملک نہیں ہوتا، بقیہ سارے مالوں کا یہ ہی حال ہوا۔کتب تواریخ میں جو آتا ہے کہ حضور انور کی بیس اونٹنیاں بہت سے اونٹ اور سات بکریاں سات بھیڑیں تھیں وہ غلط ہے، اس حدیث نے ان سب کی نفی کر دی وہ جانور صدقات کے تھے ان کا حضور انور انتظام فرماتے تھے۔(از مرقات و لمعات) اس کی تصریح ابھی آگے آ رہی ہے۔

یعنی اپنے کسی مال کی وصیت کسی کے لیے نہیں کی کہ فلاں مال فلاں کو دینا ورنہ حضور انور نے نماز تقویٰ طہارت کی وصیت ساری امت کو فرمائی۔ خیال رہے کہ جس مال کی میراث تقسیم نہیں ہوتی اس کی وصیت بھی نہیں ہوسکتی، میراث اور وصیت گویا ہم جنس ہیں۔ جب حضور انور کا مال قابل میراث نہیں تو قابل وصیت بھی نہیں۔ بعض لوگ ام المؤمنین سے کہتے تھے کہ حضرت علی حضور کے وصی ہیں، آپ نے باغ فدک وغیرہ کی وصیت انہیں کی تھی تو آپ تردید میں فرماتی تھیں کہ حضور انور کا وصال تو میرے سینہ پر ہوا وصیت کس وقت کردی وصال کے وقت تو میں موجود تھی۔

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص۲۱۸)

56- بَابُ مَا جَاءَ فِي رُؤْيَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خواب میں زیارت

❖ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لا يَتَمَثَّلُ بِي.

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں اپنا سکتا۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری

صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لا يَتَصَوَّرُ أَوْ قَالَ: لا يَتَشَبَّهُ بِي.

صورت نہیں اپنا سکتا، یا راوی کو شک ہے کہ یہ فرمایا میری شبیہ نہیں بن سکتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی جو شخص خواب میں ایک شکل دیکھے اور سمجھے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ حضور اقدس ہی ہیں شیطان آپ کی شکل بن کر نہیں آیا خواہ وہ شخص حضور کو بچپن شریف کی عمر میں دیکھے یا جوانی کی عمر میں یا بڑھاپے شریف کی عمر میں۔ خیال رہے کہ خواب میں حضور کا نورانی چہرہ چمکدار دیکھنا اپنے درستی عقائد کی علامت ہے اور چہرہ انور میں سیاہی دیکھنا اپنے دل کی سیاہی بدعقیدگی ہے، حضور کا لباس صاف سفید اپنے نیک اعمال ہونے کی علامت ہے، لباس مبارک کثیف دیکھنا اپنے اعمال خراب ہونے کی علامت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ حق نما ہے آئینہ میں اپنا چہرہ نظر آتا ہے۔ شعر

گفت من آئینہ منقول دوست
ترکی و ہندی بہ بیند آنچہ است

اگر خواب میں حضور کوئی ناجائز حکم دیں تو وہ ہمارے اپنے سننے میں فرق ہے، کسی نے خواب میں دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں اشرب خمراتم شراب پیو اس کی تعبیر دی گئی کہ حضور نے فرمایا ہے لاتشرب تو نے غلطی سے سن لیا اشرب یا خمر سے مراد شراب طہور شراب محبت ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ شیطان خواب میں خدا بن کر آ سکتا ہے مگر مصطفی بن کر نہیں

آسکتا کیونکہ حضور ہادی مطلق ہیں اور شیطان مضل مطلق گمراہ گر ہادی کی شکل میں کیسے آئے ضدین جمع نہیں ہوسکتیں اللہ تعالیٰ ہادی بھی ہے مضل بھی دیکھو مدعی الوہیت کے ہاتھ پر عجائبات ظاہر ہو سکتے ہیں جیسے دجال مگر مدعی نبوت کے ہاتھ پر کبھی عجائبات ظاہر نہیں ہوسکتے۔ (اشعۃ اللمعات) (مراۃ المناجیح، ج٦، ص ٢٤٥)

بے مثل آقا

اللہ جل جلالہ نے حضرت محمد صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا بنایا ہے کہ نہ اس سے پہلے کوئی بنایا ہے نہ بعد میں کوئی بن سکتا ہے، نہ آئے گا۔ سب سے اعلیٰ، سب سے اجمل، سب سے افضل، سب سے اکمل، سب سے ارفع، سب سے انور، سب سے ابہا، سب سے اعلم، سب سے احسب، سب سے انسب، تمام کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بیان کرنے سے قاصر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس وہ ان الفاظ کی تعبیرات سے بہت بلند و بالا ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال میں سے بہت تھوڑا سا ظاہر فرمایا اگر سارا ظاہر فرماتے تو آنکھیں اُس کو برداشت نہ کرسکتیں۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سارا حسن ظاہر کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن کی چند جھلکیاں دکھائی گئیں اور باقی سب مستور رہیں، کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اُس جمال کی تاب لا سکتی، اس لئے ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ہم تک پہنچایا۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه

حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی

وسلم: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ دیکھا۔

رَآنِي۔

شرح حدیث: خواب میں زیارت

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا ایک خط آپ کے ایک رفیق شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس حضرت سیدی علی خواص علیہ الرحمۃ نے دیکھا۔ جو اس شخص کے جواب میں لکھا تھا جس نے بادشاہ کے پاس آپ کی سفارش طلب کرنے کو لکھا تھا۔ اس خط کے جواب میں علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا تھا۔ میرے بھائی میں اس وقت تک ۷۵ مرتبہ بیداری کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بالمشافہ حاضر ہو چکا ہوں اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بادشاہ وامراء کے پاس جانے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ملاقات ترک کر دیں گے تو ضرور قلعہ میں جاتا اور بادشاہ سے تمہاری سفارش کرتا۔ میں ایک خادم حدیث ہوں جن حدیثوں کو محدثین سے اپنے طریقوں سے ضعیف کہا ہے ان کی تصحیح کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف محتاج ہوں اور بلاشبہ اس کا نفع تمہارے نفع پر ترجیح رکھتا ہے۔ مذکورہ واقعہ کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت محمد بن ترین مداحِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں جاگتے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمنے سامنے زیارت ہوتی تھی۔ جب وہ صبح کے وقت روضہ اطہر پر حاضر ہوئے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اپنی قبر اطہر میں سے کلام فرمایا۔ یہ بزرگ اپنے اسی مقام پر فائز رہے حتی کہ ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ شہر کے حاکم کے پاس اس کی سفارش کریں آپ علیہ الرحمۃ حاکم کے پاس پہنچے اور سفارش کی اس نے آپ علیہ الرحمۃ کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ تب سے آپ علیہ الرحمۃ کی زیارت کا سلسلہ ختم ہو گیا پھر یہ ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کی بارگاہ میں زیارت کی تمنا پیش کرتے رہے۔ مگر زیارت نہ ہوئی ایک مرتبہ ایک شعر عرض کیا تو دور سے زیارت ہوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ظالموں کی مسند پر بیٹھنے کے ساتھ میری زیارت چاہتا ہے اس کا کوئی راستہ نہیں۔ حضرت علی خواص فرماتے ہیں کہ پھر ہمیں ان بزرگ کے متعلق خبر نہ ملی کہ ان کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی یا نہیں حتی کہ ان کا وصال ہو گیا۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ ص ۴۸)

امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ حضرت امام ابو الحسن شاذلی اور ان کے شاگرد حضرت شیخ ابو العباس مرلیسی علیہما الرحمۃ فرماتے تھے کہ اگر ہم لحہ بھر کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے محروم ہو جائیں تو اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کریں۔ (میزان الشریعۃ ص ۴۸)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُنِي، قَالَ أَبِي: فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ: قَدْ رَأَيْتُهُ، فَذَكَرْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، فَقُلْتُ: شَبَّهْتُهُ

حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقۃً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میرا ہم صورت نہیں بن سکتا (حضرت عاصم کہتے ہیں) میرے والد نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کی اور (یہ بھی) کہا کہ

بِهِ . فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ كَانَ يُشْبِهُهُ.

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ پایا ہے (اس پر) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیق کی کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ تھے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَوْفُ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ ، عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ وَكَانَ يَكْتُبُ الْمَصَاحِفَ ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِي الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ . قَالَ : فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي النَّوْمِ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : إِنَّ رَسُولَ اللهِ كَانَ ، يَقُولُ: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَشَبَّهَ بِي ، فَمَنْ رَآنِي فِي النَّوْمِ

حضرت یزید فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قرآن پاک لکھا کرتے تھے، فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور پھر یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میرے مشابہ نہیں ہو سکتا (اس لیے) جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا (پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا) کیا تو اس شخص کا حلیہ بیان کر سکتا ہے جسے تو نے خواب میں دیکھا ہے؟

فَقَدْ رَآنِي، هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَنْعَتَ هَذَا الرَّجُلَ الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّوْمِ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَنْعَتُ لَكَ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، جِسْمُهُ وَلَحْمُهُ أَسْمَرُ إِلَى الْبَيَاضِ، أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ، حَسَنُ الضَّحِكِ، جَمِيلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ، مَلأَتْ لِحْيَتُهُ مَا بَيْنَ هَذِهِ إِلَى هَذِهِ، قَدْ مَلأَتْ نَحْرَهُ. قَالَ عَوْفٌ: وَلا أَدْرِي مَا كَانَ مَعَ هَذَا النَّعْتِ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَوْ رَأَيْتَهُ فِي الْيَقَظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعَتَهُ فَوْقَ هَذَا.

انہوں نے کہا ہاں میں بیان کرتا ہوں، اس کا جسم اور گوشت دو آدمیوں کے درمیان کا جسم تھا (نہ بہت فربہ اور نہ بہت پتلا، نہ بہت لمبا اور نہ بہت پست) گندم گوں سفیدی مائل رنگ، سرمگیں آنکھیں، دل پسند مسکراہٹ خوشنما کناروں والا چہرہ اور کانوں کے درمیانی حصے اور سینے کو پُر کرنے والی داڑھی، حضرت عوف (راوی) فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان صفات کے علاوہ اور کیا بیان کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اگر تم بیداری کی حالت میں نبی کریم ص کی زیارت سے مشرف ہوتے تو ان صفات سے زیادہ نہ بیان کر سکتے (یعنی نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹھیک یہی حلیہ مبارک تھا)۔

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مَنْ رَآنِي، يَعْنِي فِي النَّوْمِ،

حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو سلمہ حضرت ابو قتادہ کے واسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے

فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ . مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا (یعنی واقعی مجھ ہی کو دیکھا)۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے چند معنی کیے گئے ہیں: ایک یہ کہ دیکھنے سے مراد ہے خواب میں دیکھنا اور حق سے مراد ہے واقعی دیکھنا باطل کا مقابل یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا وہ شکل خیالی یا شیطانی نہیں میری ہے۔ دوسرے یہ کہ تاقیامت جو ولی بیداری میں مجھے دیکھے گا وہ مجھ ہی کو دیکھے گا۔ شیطان میری شکل میں اس کے سامنے نہ آئے گا۔ بعض اولیاء بیداری میں حضور کو دیکھتے آپ سے کلام کرتے ہیں، مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ شیخ ابو مسعود ہر نماز کے بعد حضور انور سے مصافحہ کرتے تھے، ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور نے فرمایا اے علی اپنے کپڑے پاک رکھو، نور الدین یحیی نے روضہ انور سے جواب سلام سنا، شیخ ابوالعباس کہتے ہیں کہ اگر میں ایک ساعت بھی حضور کا جمال نہ دیکھوتو اپنے مرتد ہوجانے کا فتویٰ دوں، حضرت غوث پاک وعظ فرمارہے تھے کہ شیخ علی ابن ہیتی سامنے بیٹھے تھے کہ انہیں نیند آگئی حضور غوث پاک منبر سے اتر کران کے پاس باادب کھڑے ہوگئے اور حاضرین سے فرمایا باادب رہو خاموش رہو کچھ دیر بعد علی بیدار ہوئے جناب غوث پاک نے فرمایا اے علی کیا تم نے خواب میں حضور کی زیارت کی بولے ہاں، فرمایا اس لیے میں تمہارے پاس پاس باادب کھڑا ہوگیا، فرمایا تم کو حضور نے کیا حکم دیا عرض کیا آپ کی مجلس میں حاضر رہنے کا، شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا جناب غوث نے بیداری میں دیکھا غرضکہ بیداری میں حضور کو دیکھنا اولیاء اللہ سے ثابت ہے یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ (اشعۃ اللمعات) کوئی شخص اس دنیا میں آنکھوں سے بیداری میں رب تعالٰی کو نہیں دیکھ سکتا، قرآن مجید فرماتا ہے: لَا

تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ ان آنکھوں سے رب کو صرف حضور انور نے بیداری میں دیکھا مگر زمین پر رہ کر نہیں بلکہ عرش سے ورا جا کر یعنی معراج کی رات، ہاں خواب میں رب تعالٰی کی زیارت ہوسکتی ہے بلکہ بعض خواص کو ہوئی ہے، حضور انور صبح کی نماز میں دیر سے آئے بعد نماز فرمایا میں نے رب کو اچھی صورت میں دیکھا جیسا کہ ہم نے باب المساجد میں اس حدیث کی شرح میں لکھ چکے ہیں، بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد رب تعالٰی کی ذات ہے اور معنی یہ ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا تعالٰی کو دیکھ لیا کیونکہ حضور انور آئینہ ذات کبریا ہیں جیسے کہا جائے کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اس نے رب سے کلام کرلیا یا جس نے بخاری دیکھی اس نے محمد بن اسماعیل کو دیکھ لیا اگرچہ بعض لوگ اس معنی کی تردید کرتے ہیں لیکن ہم نے جو توجیہ عرض کی اس توجیہ سے یہ معنی درست ہیں، قرآن کریم نے حضور کو ذکر اللہ فرمایا: قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا کیونکہ حضور کو دیکھ کر خدا تعالٰی یاد آتا ہے حضور مذکر ہیں اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ۔ یہاں مرقات، اشعۃ اللمعات نے اس حدیث کے متعلق بڑی اعلٰی باتیں فرمائی ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۴۶)

❖ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي وَقَالَ: وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقۃً مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری مثال نہیں بن سکتا اور (یہ بھی) فرمایا کہ مومن کی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ رؤیا صالحہ سے مراد سچی خواب ہے جو نہ شیطانی وسوسہ سے ہو نہ دل کے خیالات سے بلکہ خاص رحمان کی طرف سے ہو جس قدر تقویٰ اعلیٰ اس قدر خوابیں سچی ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ کبھی کفار وفساق کی خوابیں بھی سچی ہوتی ہیں، شاہ مصر کافر تھا مگر اس نے آیندہ کے سات سال کی قحط سالی بالیوں کی شکل میں دیکھی، حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر دی اور وہ خواب سچی تھی اس کی اس خواب کے بہت اعلیٰ نتیجے ہوئے۔

اس کا حقیقی مطلب رب تعالٰی جانے یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور کی نبوت کا زمانہ تیئس سال ہے اور ظہور نبوت سے پہلے چھ ماہ یعنی نصف سال آپ کو بہت ہی سچی اور اعلیٰ خوابیں آئیں تو زمانہ خواب زمانہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اس لیے خواب کو چھیالیسواں حصہ فرمایا گیا۔ واللہ اعلم! بعض روایا ت میں ہے سترواں حصہ ہے، بعض میں ہے پچاسواں حصہ ہے۔ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کے اچھے اخلاق اور میانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے لہذا چاہیے یہ کہ فرمان پر ایمان لاؤ مطلب اللہ رسول کے سپرد کرو، بعض نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم کو چھیالیس خصوصی صفات عالیہ عطا ہوئیں جن میں سے ایک صفت اچھی خواب ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے عدد خاص مراد نہیں بلکہ زیادتی بیان کرنا مقصود ہے یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی چھیالیس قسم کی ہوئی ہے بلاواسطہ جبریل، بواسطہ جبریل، پھر گھنٹہ کی سی آواز، صاف بیان حق تعالٰی کا خواب میں کچھ فرمادینا حتی کہ معراج میں مشاہدہ جمال کرا کر کلام فرمایا ان چھیالیس حصہ سے ایک خواب بھی ہے لہذا یہ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (اشعہ) خیال رہے کہ حضور پر نبوت ختم ہوچکی مگر نبوت کے اوصاف تاقیامت باقی ہیں اوصاف نبوت یا اجزاء نبوت بعینہ نبوت نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص ۴۴۴)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: قَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ: إِذَا ابْتُلِيتَ بِالْقَضَاءِ فَعَلَيْكَ بِالْأَثَرِ.

حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب تو قاضی (منصف) بنایا جائے تو تجھے حدیث پاک کی اتباع لازم ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ترجمہ کنزالایمان: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

(پ۲۱، الاحزاب:۲۱)

اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خود ارشاد فرمایا: خَيْرُ الْهُدٰى هَدْيُ مُحَمَّدٍ یعنی بہترین راستہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا راستہ ہے۔ اَوْ كَمَا قَالَ

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنہ۔۔۔الخ، الحدیث ۱۰، ج ۱، ص ۱۰۶ ملخصاً)

یقیناً نبی کریم رء وف رحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فرامین عظیمہ میں ہمارے لئے نصیحتوں کے انمول خزانے پنہاں ہیں۔

اہلِ علم پر مخفی نہیں احادیث کا ترجمہ اور پھر اس کی وضاحت بے حد مشکل کام ہے کیونکہ حدیث تفصیلاتِ عقائد اور احکامِ شرعیہ کے استنباط کا شرعی ماخذ بھی ہے۔ اگر ترجمہ و وضاحت کرنے والے سے ذرا بھی چُوک ہوگئی تو کچھ بعید نہیں کہ شارعِ اسلام صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مقصود ہی ادا ہونے سے رہ جائے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ،

حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ

حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: هٰذَا الْحَدِيْثُ دِيْنٌ، فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ.

عنہ فرماتے ہیں کہ یہ احادیث مبارکہ دین ہیں، پس تم دیکھو کہ اپنا دین کس سے لے رہے ہو (یعنی دیندار اور دیانتدار آدمی سے حدیث لینی نہایت ضروری ہے۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام محمد ابن سیرین، کنیت ابوبکر ہے، شاندار تابعین میں سے ہیں، آپ کے والد سیرین حضرت انس کے آزادکردہ غلام تھے، آپ بڑے عالم، فقیہ، علم تعبیر کے امام تھے، آپ کی عمر ۷۷ سال ہوئی، ۱۱۰ھ میں وصال ہوا، بصرہ سے قریباً دس میل دور عشرہ میں خواجہ حسن بصری کے قبہ میں آپ کا مزار ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔

یعنی علم شریعت علم دین جب بنے گا جب سکھانے والا استاد عالم دین ہوگا، بے دین عالم سے حاصل کیا ہوا علم بے دینی ہی دے گا، آج لوگ بے دینوں سے تفسیر وحدیث پڑھ کر بے دین ہو رہے ہیں، فرمان کے ساتھ فیضان ضروری ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۶۳)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ منکرانِ تقدیر کے پاس نہ بیٹھو نہ اُنہیں اپنے پاس بٹھاؤ نہ ان سے سلام کلام کی ابتدا کرو۔

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب فی ذراری المشرکین، الحدیث: ۴۷۲۰، ج ۴، ص ۳۰۵)

پیارے بھائیو! بُری صحبت سے دین و دنیا دونوں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، بُرے ماحول میں انسان کی عادات اور اطوار بگڑ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی زیادہ ہونے لگتی ہے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں پامال ہونے لگتی ہیں آہستہ آہستہ انسان فسق و فجور کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ ایسے شخص کی بیداری

شیطان کے لئے باعثِ فرحت و مسرت ہوتی ہے۔ لہذا شیطان لعین اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ ایسا شخص بیدار ہی رہے تاکہ زیادہ سے زیادہ معاشرہ اور اس میں بسنے والے افراد اس کے فسق و فجور کا نشانہ بن سکیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

لَا شَیْءَ اَشَدُّ عَلٰی اِبْلِیسَ مِنْ نَّوْمِ الْعَاصِیْ فَاِذَا نَامَ الْعَاصِیْ یَقُوْلُ مَتٰی یَنْتَبِہُ وَیَقُوْمُ حَتّٰی یَعْصِیَ اللّٰہَ

(کشف المحجوب، باب فی نومہم فی السفر والحضر، ص ۳۹۵)

ترجمہ: یعنی شیطان پر گناہ گار کے سونے سے بڑھ کر کوئی چیز سخت نہیں کہ جب گناہ گار سوتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ کب اُٹھے گا جو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریگا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفہ چہارم جانشین رسول وزوج بتول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت "ابوالحسن" اور "ابوتراب" ہے۔ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا ابوطالب کے فرزند ارجمند ہیں۔ عام الفیل کے تیس برس بعد جبکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف تیس برس کی تھی۔ ۱۳ رجب کو جمعہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانۂ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ نے اپنے بچپن ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے زیر تربیت ہر وقت آپ کی امداد و نصرت میں لگے رہتے تھے۔ آپ مہاجرین اولین اور عشرہ مبشرہ میں اپنے بعض خصوصی درجات کے لحاظ سے بہت زیادہ ممتاز ہیں۔ جنگ بدر، جنگ اُحد، جنگ خندق وغیرہ تمام اسلامی لڑائیوں میں اپنی بے پناہ شجاعت کے ساتھ جنگ فرماتے

رہے اور کفار عرب کے بڑے بڑے نامور بہادر اور سورما آپ کی مقدس تلوارِ ذُوالفقار کی مار سے مقتول ہوئے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد انصار ومہاجرین نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے آپ کو امیر المؤمنین منتخب کیا اور چار برس آٹھ ماہ نو دن تک آپ مسند خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو عبدالرحمن بن ملجم مرادی خارجی مردود نے نماز فجر کو جاتے ہوئے آپ کی مقدس پیشانی اورنورانی چہرے پر ایسی تلوار ماری جس سے آپ شدید طور پر زخمی ہو گئے اور دودن زندہ رہ کر جام شہادت سے سیراب ہو گئے اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ۱۹ رمضان جمعہ کی رات میں آپ زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان شب یکشنبہ آپ کی شہادت ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

آپ کے بڑے فرزند ارجمند حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو دفن فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء، الخلفاء الراشدون، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۲ واسد الغابۃ، علی بن ابی طالب، ج ۴، ص ۱۲۸۔ ۱۳۲ ملتقطاً وازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مقصد دوم، اما مآثر امیر المؤمنین وامام اجمعین اسد اللہ... الخ، ج ۴، ص ۴۰۵ ملتقطاً ومعرفۃ الصحابۃ، علی بن ابی طالب، الحدیث: ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۲۵، ج ۱، ص ۱۰۰ ملتقطاً وغیرہما)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یمن کے قبیلہ دوس سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام "عبد شمس"، تھا مگر جب یہ ۷ھ میں جنگ خیبر کے بعد دامن اسلام میں آگئے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کا نام عبد اللہ یا عبدالرحمن رکھ دیا۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی آستین میں ایک بلی دیکھی تو آپ نے ان کو یَا اَبَاھُرَیْرَۃَ! (اے بلی کے باپ!) کہہ کر پکارا۔ اسی دن سے ان کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ ان کا اصلی نام ہی بھول گئے۔ یہ بہت ہی عبادت گزار، انتہائی متقی

اور پرہیز گار صحابی ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ یہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔آٹھ سو صحابہ اور تابعین آپ کے شاگرد ہیں۔آپ نے پانچ ہزار تین سو چوہتر حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے چار سو چھیالیس بخاری شریف میں ہیں۔ ۵۹ھ میں اٹھتر سال کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الھاء، فصل فی الصحابۃ، ص ۶۲۲ واسد الغابۃ، ابوھریرۃ، ج۶، ص ۳۳۶۔۳۳۷ وارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، تحت الحدیث: ۹، ج۱، ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے لیے حکمت اور فقہ وتفسیر کے علوم کے حاصل ہونے کے لیے دعا مانگی۔ان کا علم بہت ہی وسیع تھا اسی لئے کچھ لوگ ان کو بحر (دریا) کہتے تھے اور حَبر الامۃ (امت کا بہت بڑا عالم) یہ تو آپ کا بہت ہی مشہور لقب ہے۔ یہ بہت ہی خوبصورت اور گورے رنگ کے نہایت ہی حسین وجمیل شخص تھے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو کم عمری کے باوجود امور خلافت کے اہم ترین مشوروں میں شریک کرتے رہے۔

لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ میں نے طاؤس محدث سے کہا کہ تم اس نوعمر شخص (عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی درس گاہ سے چمٹے ہوئے ہو اور اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی درس گاہوں میں نہیں جا رہے ہو۔

طاؤس محدث نے فرمایا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو وہ سب حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کرتے تھے اس لئے مجھے ان کے علم کی وسعت پر اعتماد ہے اس لئے میں ان کی درس گاہ چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوف خدا کا بہت زیادہ غلبہ رہتا۔ آپ اس قدر زیادہ روتے کہ آپ کے دونوں رخساروں پر آنسوؤں کی دھار بہنے کا نشان پڑ گیا تھا۔ ۶۸ھ میں بمقام طائف ۷۱ برس کی عمر میں وصال ہوا۔ (اسد الغابۃ، عبداللہ بن عباس، ج ۳، ص ۲۹۵ـ۲۹۹ ملتقطاً)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو یزید ہے بنو کندہ میں سے تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ امام زہری ان کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور ہیں۔ ۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۸)

حضرت ام ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں فتح مکہ کے سال ۸ھ میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا ظہور اسلام سے پہلے ہی ان کی شادی ہبیرہ بن ابی وہب کے ساتھ ہو گئی تھی ہبیرہ اپنے کفر پر اڑا رہا اور مسلمان نہیں ہوا۔

(الاستیعاب، کتاب کنی النساء، باب الھاء ۳۶۵۶، اُم ھانی بنت أبی طالب، ج ۴، ص ۵۱۷)

اس لئے میاں بیوی میں جدائی ہو گئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے ان کے زخمی دل کو تسکین دینے کے لئے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تمہاری خواہش ہو تو میں خود تم سے نکاح کر لوں انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم! جب میں کفر کی حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم سے محبت کرتی تھی تو بھلا اسلام کی دولت مل جانے کے بعد میں کیوں نہ آپ سے محبت کروں گی؟ لیکن بڑی مشکل یہ ہے کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں مجھے خوف ہے کہ میرے

ان بچوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم ان کا جواب سن کر مطمئن ہو گئے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ دو خصوصیات بہت زیادہ باعث شرف ہیں ایک یہ کہ فتح مکہ کے دن حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کافر کو امان اور پناہ دے دی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کافر کو قتل کرنا چاہا جب ام ہانی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جس کو تم نے امان دے دی اس کو ہم نے بھی امان دے دی۔

(صحیح البخاری، کتاب الجزیۃ وطوادعۃ، باب امان النساء، رقم ۳۱۷۱، ج ۲، ص ۳۶۷)

دوسری یہ کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم نے ان کے مکان پر غسل فرمایا اور کھانا نوش فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائی۔

(صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب التستر فی الغسل عند الناس، رقم ۲۸۰، ج ۱، ص ۱۱۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں ان کی ماں کا نام "ام رومان'' ہے ان کا نکاح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم سے قبل ہجرت مکہ مکرمہ میں ہوا تھا لیکن کاشانہ نبوت میں یہ مدینہ منورہ کے اندر شوال ۲ ھ میں آئیں یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم کی محبوبہ اور بہت ہی چہیتی بیوی ہیں۔

(شرح العلامۃ الزرقانی، حضرت عائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، ج ۴، ص ۳۸۱۔ ۳۸۲، ۳۸۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ ٖالہٖ وسلّم کا ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ کسی بیوی کے لحاف میں میرے اوپر وحی نہیں اتری مگر حضرت عائشہ جب میرے ساتھ نبوت کے بستر پر سوتی رہتی ہیں تو اس حالت میں بھی مجھ پر وحی اترتی رہتی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، رقم

۳۷۷۵، ج۲، ص ۵۵۲)

فقہ وحدیث کے علوم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی بیبیوں کے درمیان ان کا درجہ بہت اونچا ہے بڑے بڑے صحابہ علیہم الرضوان ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے عبادت میں ان کا یہ عالم تھا کہ نماز تہجد کی بے حد پابند تھیں اور نفلی روزے بھی بہت زیادہ رکھتی تھیں سخاوت اور صدقات وخیرات کے معاملہ میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کی سب بیبیوں میں خاص طور پر بہت ممتاز تھیں ام درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ کہیں سے ایک لاکھ درہم ان کے پاس آئے آپ نے اسی وقت ان سب درہموں کو خیرات کر دیا اس دن وہ روزہ دار تھیں میں نے عرض کیا کہ آپ نے سب درہموں کو بانٹ دیا اور ایک درہم بھی آپ نے باقی نہیں رکھا کہ اس سے آپ گوشت خرید کر روزہ افطار کرتیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے پہلے کہا ہوتا تو میں ایک درہم کا گوشت منگا لیتی آپ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں ۱۷ رمضان منگل کی رات میں ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں مدینہ منورہ کے اندر آپ کی وفات ہوئی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات میں دوسری ازواج مطہرات کے پہلو میں جنت البقیع کے اندر مدفون ہوئیں۔(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب، حضرت عائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، ج۴، ص۳۸۹۔۳۹۲)

عبداللہ ابن مغفل

آپ مزنی ہیں، بیعت رضوان میں شریک ہوئے اولاً مدینہ منورہ میں پھر بصرہ میں رہے آپ ان گیارہ میں سے ہیں جنہیں حضرت عمر نے بصرہ بھیجا لوگوں کو علم فقہ سکھانے کے لیے، آپ نے بصرہ میں ۶۰ ساٹھ میں وفات پائی، آپ سے خواجہ حسن بصری وغیرہ نے روایات لیں حسن بصری فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ان سے افضل کوئی نہ ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔

ان کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون ہے۔ یہ بچپن ہی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ علم و فضل کے ساتھ بہت ہی عبادت گزار اور متقی و پرہیز گار تھے۔ میمون بن مہران تابعی کا فرمان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بڑھ کر کسی کو متقی و پرہیز گار نہیں دیکھا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے امام ہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اقدس کے بعد ساٹھ برس تک حج کے مجمعوں اور دوسرے مواقع پر مسلمانوں کو اسلامی احکام کے بارے میں فتویٰ دیتے رہے۔ مزاج میں بہت زیادہ سخاوت کا غلبہ تھا اور بہت زیادہ صدقہ و خیرات کی عادت تھی۔ اپنی جو چیز پسند آجاتی تھی فوراً ہی اس کو راہ خدا عزوجل میں خیرات کردیتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلاموں کو خرید خرید کر آزاد فرمایا۔ جنگ خندق اور اس کے بعد کی اسلامی لڑائیوں میں برابر کفار سے جنگ کرتے رہے۔ ہاں البتہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں آپ ان لڑائیوں میں غیر جانبدار رہے۔

عبدالملک بن مروان کی حکومت کے دوران حجاج بن یوسف ثقفی امیر الحج بن کر آیا۔ آپ نے خطبہ کے درمیان اس کو ٹوک دیا۔ حجاج ظالم نے جل بھن کر اپنے ایک سپاہی کو حکم دے دیا کہ وہ زہر میں بجھایا ہوا نیزہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں مار دے چنانچہ اس مردود نے آپ کے پاؤں میں نیزہ مار دیا۔ زہر کے اثر سے آپ کا پاؤں بہت زیادہ پھول گیا اور آپ علیل ہو کر صاحب فراش ہو گئے۔ مکار حجاج بن یوسف آپ کی عیادت کے لیے آیا اور کہنے لگا کہ حضرت! کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ کس نے آپ کو نیزہ مارا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو جان کر پھر تم کیا کرو گے؟ حجاج نے کہا کہ اگر میں اس کو قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم کبھی ہرگز ہرگز اس کو قتل نہیں کرو گے اس نے تو تمہارے حکم ہی سے ایسا کیا ہے۔ یہ سن کر حجاج بن یوسف کہنے لگا کہ نہیں نہیں،

اے ابوعبدالرحمن! آپ ہرگز ہرگز یہ خیال نہ کریں اور جلدی سے اٹھ کر چل دیا۔ اسی مرض میں ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے تین ماہ بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوراسی یا چھیاسی برس کی عمر پا کر وفات پا گئے اور مکہ معظمہ میں مقام "محصب" یا مقام "ذی طویٰ" میں مدفون ہوئے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف العین، فصل فی الصحابۃ، ص ۶۰۴-۶۰۵ واسد الغابۃ، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، ج ۳، ص ۳۴۷-۳۵۱ ملخصاً)

حضرت ابوجحیفہ

آپ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے یعنی سواء ابن عامہ سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایات لی ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں ۷۴ھ میں فوت ہوئے، آپ سے آپ کے بیٹے عوذ نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔ (اشعہ ومرقات)

حضرت ابورمثہ تیمی

آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تمیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔ (لمعات ومرقات واشعۃ اللمعات)

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۷۵)

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین سو اٹھتر حدیثیں مروی ہیں ان

میں تیرہ حدیثیں بخاری و مسلم میں صرف بخاری میں تین حدیثیں اور تنہا مسلم میں تیرہ اور باقی دیگر کتابوں میں مروی ہیں۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲،ص ۴۷۶)

ام المؤمنین حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال امہات المؤمنین میں سے سب سے آخر میں ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ۵۹ھ میں ہوا جو صحیح تر ہے اور بعض ۶۲ھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بتاتے ہیں۔ اور اس قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے ترمذی نے ایک انصار کی بیوی سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو روتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا اے ام سلمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا کس چیز نے رلایا ہے؟ فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی خواب میں تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کا سرِ انور اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے محاسن شریف گرد آلود ہیں اور گریہ فرما رہے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کس بات پر گریہ فرما رہے ہیں۔ فرمایا: جہاں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا وہاں موجود تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت حیات تھیں۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال چوراسی سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ ان کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بقول دیگر سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲،ص ۴۷۵)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی زاد بہن ہیں اور ان کی کنیت ام سلمہ ہے قبیلہ انصار سے تعلق رکھنے والی صحابیہ ہیں یہ بہت عقل مند اور ہوش گوش والی

عورت تھیں ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم! میں بہت سی عورتوں کی نمائندہ بن کر آئی ہوں سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے چنانچہ ہم عورتیں آپ پر ایمان لائی ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیروی کا عہد کیا ہے اب صورت حال یہ ہے کہ ہم عورتیں پردہ نشین بنا کر گھروں میں بٹھا دی گئی ہیں اور ہم اپنے شوہروں کی خواہشات پوری کرتی ہیں اور ان کے بچوں کو گود میں لئے پھرتی ہیں اور ان کے گھروں کی رکھوالی کرتی ہیں اور ان کے مالوں اور سامانوں کی حفاظت کرتی ہیں اور مرد لوگ جنازوں اور جہادوں میں شرکت کر کے اجر عظیم حاصل کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ان مردوں کے ثوابوں میں سے کچھ ہم عورتوں کو بھی حصہ ملے گا یا نہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ دیکھو اس عورت نے اپنے دین کے بارے میں کتنا اچھا سوال کیا ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اے اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا! تم سن لو اور جا کر عورتوں سے کہہ دو کہ عورتیں اگر اپنے شوہروں کی خدمت گزاری کر کے ان کو خوش رکھیں اور ہمیشہ اپنے شوہروں کی خوشنودی طلب کرتی رہیں اور ان کی فرمانبرداری کرتی رہیں تو مردوں کے اعمال کے برابر ہی عورتوں کو بھی ثواب ملے گا یہ سن کر حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا مارے خوشی کے نعرہ تکبیر لگاتی ہوئی باہر نکلیں۔ (الاستیعاب، باب النساء، باب الالف ۳۲۶۷، اُسماء بنت یزید، ج ۴، ص ۳۵۰)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ان کی والدہ کا نام "اسماء بنت عمیس" رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ ان کے والدین جب ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تو یہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئے پھر اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ یہ بہت ہی دانشمند و حلیم، نہایت ہی علم و فضل والے اور بہت ہی پاکباز و پرہیزگار تھے اور سخاوت

میں تو اس قدر بلند مرتبہ تھے کہ ان کو بَحْرُ الْجُوْدِ (سخاوت کا دریا) اور اَسْخَی الْمُسْلِمِیْنَ (مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخی) کہتے تھے۔ نوّے برس کی عمر پا کر ۸۰ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف العین، فصل فی الصحابۃ، ص ۶۰۴ واسد الغابۃ، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۱۹۹)

ان کے وصال کے وقت عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے حاکم حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے ان کو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ آئے اور خود اپنے ہاتھوں سے ان کو غسل دے کر کفن پہنایا اور ان کا جنازہ اٹھا کر جنت البقیع کے قبرستان تک لے گئے۔

حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آنسوان کے رخسار پر بہہ رہے تھے اور وہ زور زور سے یہ کہہ رہے تھے کہ اے عبداللہ بن جعفر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ بہت ہی بہترین آدمی تھے، آپ میں کبھی کوئی شر تھا ہی نہیں، آپ شریف تھے، لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے والے نیکوکار تھے۔ پھر حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ آپ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کی عمر نوّے برس کی تھی اور بعض کا قول ہے کہ بانوے برس کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا۔ اسی طرح آپ کے وصال کے سال میں بھی اختلاف ہے۔

۸۰ھ، ۸۲ھ، ۸۵ھ تین اقوال ہیں۔ (اسد الغابۃ، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۲۰۱ وتھذیب التھذیب، حرف العین، عبداللہ بن جعفر... الخ، ج ۴، ص ۲۵۷)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند ہیں۔ اس لئے یہ رشتہ میں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد ہیں۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ یعنی ان دس خوش نصیب صحابہ کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔

بہت ہی بلند قامت، گورے اور چھریرے بدن کے آدمی تھے اور اپنی والدہ ماجدہ کی بہترین تربیت کی بدولت بچپن ہی سے نڈر، جفاکش، بلند حوصلہ اور نہایت ہی اولوالعزم اور بہادر تھے۔ سولہ برس کی عمر میں اس وقت اسلام قبول کیا جبکہ ابھی چھ یا سات آدمی ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ تمام اسلامی لڑائیوں میں دلاوران عرب کے مقابلے میں آپ نے جس مجاہدانہ بہادری کا مظاہرہ کیا تواریخ جنگ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ جس طرف بھی تلوار لے کر بڑھتے کفار کے پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیتے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنگ خندق کے دن "حواری"، (مخلص وجاں نثار دوست) کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ جنگ جمل سے بیزار ہو کر واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ عمرو بن جرموز نے آپ کو دھوکہ دے کر شہید کر دیا۔ وقت شہادت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف چونسٹھ برس کی تھی۔ ۳۶ھ میں بمقام سفوان آپ کی شہادت ہوئی۔

پہلے یہ "وادی السباع"، میں دفن کئے گئے مگر پھر لوگوں نے ان کی مقدس لاش کو قبر سے نکالا اور پورے اعزاز واحترام کے ساتھ لا کر آپ کو شہر بصرہ میں سپرد خاک کیا جہاں آپ کی قبر شریف مشہور زیارت گاہ ہے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الزای، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۵ واسد الغابۃ، الزبیر بن العوام، ج ۲، ص ۲۹۵۔۲۹۸ ملتقطاً والریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، البابالسادس فی مناقب الزبیر بن العوام، الفصل السادس فی خصائصہ، ذکر اختصاصہ...الخ، ج ۲، ص ۲۷۵)

ابوبکرہ

آپ کا نام نُقیع ابن حارث ابن کلدہ ہے، ثقفی ہیں، آپ غزوہ طائف کے موقعہ

پر ایک کنوئیں کی رسی کے ذریعہ جسے عربی میں بکرہ کہتے ہیں، لٹک کر حضور انور کی خدمت میں پہنچے حضور انور نے فرمایا تم ابو بکرہ یعنی رسی والے ہو، آپ غلام تھے حضور نے آپ کو آزاد کیا، بصرہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی، ۴۹ انچاس میں وفات ہوئی۔ (اکمال)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نام صدی بن عجلان ہے مگر یہ اپنی کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔ بنو باہلہ کے خاندان سے ہیں اس لئے باہلی کہلاتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں شریک ہوکر بیعۃ الرضوان کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ دو سو پچاس حدیثیں ان سے مروی ہیں اور حدیثوں کے درس واشاعت میں ان کو بے حد شغف تھا، پہلے مصر میں رہتے تھے پھر حمص چلے گئے اور وہیں ۸۶ھ میں اکانوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ بعض مؤرخین نے ان کا سال وفات ۸۱ھ تحریر کیا ہے۔ یہ اپنی داڑھی میں زرد رنگ کا خضاب کرتے تھے۔

(اسد الغابۃ، صدی بن عجلان، ج ۳، ص ۱۶۔ ۱۷ والاکمال فی اسماء الرجال، حرف الہمزۃ، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۸۶ والاعلام للزرکلی، صدی بن عجلان، ج ۳، ص ۲۰۳)

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور بعض کا قول ہے کہ یہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے انہوں نے اس شرط پر ان کو آزاد کیا تھا کہ عمر بھر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت کرتے رہیں گے۔ "سفینہ" ان کا لقب ہے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے کسی نے "رباح"، کسی نے "مہران"، کسی نے "رومان" نام بتایا ہے: "سفینہ" عربی میں کشتی کو کہتے ہیں۔ ان کا لقب "سفینہ" ہونے کا سبب یہ ہے کہ دوران سفر ایک شخص تھک گیا

تو اس نے اپنا سامان ان کے کندھوں پر ڈال دیا اور یہ پہلے ہی بہت زیادہ سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خوش طبعی اور مزاح کے طور پر یہ فرمایا کہ اَنْتَ سَفِیْنَۃٌ (تم تو کشتی ہو) اس دن سے آپ کا یہ لقب اتنا مشہور ہو گیا کہ لوگ آپ کا اصلی نام ہی بھول گئے، لوگ ان کا اصلی نام پوچھتے تو یہ فرماتے تھے کہ میں نہیں بتاؤں گا۔ میرا نام رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے "سفینہ" رکھ دیا ہے اب میں اس نام کو کبھی ہرگز ہرگز نہیں بدلوں گا۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۷ واسد الغابۃ، سفینۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۴۸۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے باشندہ تھے مکہ مکرمہ میں آکر اسلام قبول کیا۔ پہلے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے پھر حبشہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر تمام مہاجرین حبشہ کے ساتھ آپ بھی تشریف لائے اور خیبر میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۰ ھ میں ان کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک یہ بصرہ کے گورنر رہے جب حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جنگ شروع ہوئی تو پہلے آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار تھے مگر اس جھگڑے سے منقبض ہو کر مکہ مکرمہ چلے گئے یہاں تک کہ ۵۲ ھ میں آپ کی وفات ہو گئی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف المیم، فصل فی الصحابۃ، ص ۶۱۸)

مغیرہ بن شعبہ

آپ ثقفی ہیں، خندق کے سال ایمان لائے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے، آخر میں کوفہ میں رہے ستر سال عمر ہوئی ۵۰ پچاس میں وفات ہوئی، آپ سے بہت احادیث مروی ہیں، امیر معاویہ کی طرف سے حاکم رہے آپ کا مزار کوفہ میں ہے

مشہور صحابی ہیں۔(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف المیم، فصل فی الصحابۃ، ص ۶۱۸)

عبداللہ ابن مسعود

آپ کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے، ہزلی ہیں، پرانے مؤمنین سے ہیں، حضرت عمر فاروق سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ اسلام کے چھٹے صاحب ہیں کہ آپ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے حضور انور کے خاص خادم تھے حضور کے صاحب اسرار تھے سفر میں حضور انور کی نعلین مسواک وضو کا برتن آپ کے پاس رہتا تھا بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور نے آپ کے جنتی ہونے کی گواہی دی اور فرمایا کہ میں اپنی امت کے لیے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود ناپسند کریں، اخلاق عادات طور طریقہ میں حضور انور سے بہت ملتے جلتے تھے دبلے دراز قدم گندمی رنگ تھے حضرت عمر کے زمانہ بلکہ شروع خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے، پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آگئے وہاں ہی ۳۲ میں وفات ہوئی، ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی خلفاء راشدین نے آپ سے احادیث لیں۔ مترجم کہتا ہے کہ صحابہ کرام میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتی کہ امام اعظم ابو حنیفہ آپ کی اتباع کرتے ہیں۔(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف العین، فصل فی الصحابۃ)

جابر ابن عبداللہ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، انصاری ہیں، سلمی ہیں، بہت احادیث آپ سے مروی ہیں، آپ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور کی وفات کے بعد شام ومصر گئے، آخر نابینا ہو گئے تھے، آپ کی عمر چورانوے سال ہوئی ۷۴ھ چوہتر میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی، آپ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے زمین مدینہ صحابی سے خالی ہوگئی۔(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الجیم، فصل فی الصحابۃ)

حضرت عبداللہ بن سلام

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں یہودیوں کے سب سے

بڑے عالم تھے، آپ کی کنیت ابو یوسف ہے اسرائیلی ہیں، یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، بنی عوف ابن خزرج کے حلیف تھے خود ان کا اپنا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ جوق در جوق ان کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آنے لگے تو میں بھی اُسی وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جونہی میری نظر جمالِ نبوت پر پڑی تو پہلی نظر میں میرے دل نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ

اے لوگو! سلام کا چرچا کرو اور کھانا کھلاؤ اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرو اور راتوں کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا اور آپ کے یہ چار بول میرے کان میں پڑے تو میں اس قدر متاثر ہو گیا کہ میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی اور میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اسلام میں آ جانا یہ اتنا اہم واقعہ تھا کہ مدینہ کے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج ۲، ص ۶۶ ملخصاً والمستدرک للحاکم، کتاب البر والصلہ، باب ارحموا اہل الارض... الخ، الحدیث ۷۳۵۹، ج ۵، ص ۲۲۱ ملخصاً)

حضور انور نے آپ کے جنتی ہونے کی شہادت دی آپ کے بیٹوں یوسف اور محمد وغیرہما نے آپ سے روایات لیں، مدینہ منورہ میں ۴۳ تینتالیس میں وفات ہوئی آپ کے فضائل بہت ہیں، آپ کے متعلق بہت آیات ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ یہ فارس کے شہر "رامہرمز" کے باشندہ تھے۔ مجوسی مذہب کے پابند تھے اور ان کے باپ مجوسیوں کی عبادت گاہ آتش خانہ کے منتظم تھے۔ یہ بہت سے راہبوں اور عیسائی سادھوؤں کی صحبت اٹھا کر مجوسی مذہب سے بیزار ہو گئے اور اپنے وطن سے مجوسی دین چھوڑ کر دین حق کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے اور عیسائیوں کی صحبت میں رہ کر عیسائی ہو گئے۔ پھر ڈاکوؤں نے گرفتار کر لیا اور اپنا غلام بنا کر بیچ ڈالا اور یکے بعد دیگرے یہ دس آدمیوں سے زیادہ اشخاص کے غلام رہے۔ جب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت یہ ایک یہودی کے غلام تھے جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو جناب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو خرید کر آزاد فرما دیا۔

جنگ خندق میں مدینہ منورہ شہر کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ انہوں نے ہی دیا تھا۔ یہ بہت ہی طاقتور تھے اور انصار و مہاجرین دونوں ہی ان سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ انصاریوں نے کہنا شروع کیا کہ سَلْمَانُ مِنَّا یعنی سلمان ہم میں سے ہیں اور مہاجرین نے بھی یہی کہا کہ سَلْمَانُ مِنَّا یعنی سلمان ہم میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ان پر بہت بڑا کرم عظیم تھا جب انصار و مہاجرین کا نعرہ سنا تو ارشاد فرمایا: سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ الْبَیْتِ (یعنی سلمان ہم میں سے ہیں) یہ فرما کر ان کو اپنے اہل بیت میں شامل فرما لیا۔ عقد مواخات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو ابو الدرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا، اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ان کا شمار ہے۔ بہت عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ یہ رات میں بالکل ہی اکیلے صحبت نبوی سے سرفراز ہوا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے

تھے کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم اول بھی سیکھا اور علم آخر بھی سیکھا اور وہ ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ احادیث میں ان کے فضائل ومناقب بہت مذکور ہیں۔ ابونعیم نے فرمایا کہ ان کی عمر بہت زیادہ ہوئی۔ بعض کا قول ہے تین سو پچاس برس کی عمر ہوئی اور دوسو پچاس برس کی عمر پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے۔ ۳۵ھ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔

یہ مرض الموت میں تھے تو حضرت سعد اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی بیمار پرسی کے لیے گئے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ ان حضرات نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ہم لوگوں کو وصیت کی تھی کہ تم لوگ دنیا میں اتنا ہی سامان رکھنا جتنا کہ ایک سوار مسافر اپنے ساتھ رکھتا ہے لیکن افسوس کہ میں اس مقدس وصیت پر عمل نہیں کرسکا کیونکہ میرے پاس اس سے کچھ زائد سامان ہے۔

بعض مؤرخین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا سال ۱۰ رجب ۳۳ھ یا ۳۶ھ تحریر کیا ہے۔ مزار مبارک مدائن میں ہے جو زیارت گاہ خلائق ہے۔

(اسد الغابۃ، سلمان الفارسی، ج ۲، ص ۴۸۷۔ ۴۹۲ ملتقطاً والاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۷ وکنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، سلمان الفارسی، الحدیث: ۳۷۱۲۶، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۸۴ وتھذیب التھذیب، حرف السین، سلمان الخیر الفارسی، ج ۳، ص ۴۲۴ ملتقطاً)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو اسحاق ہے اور خاندان قریش کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں جو مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں جبکہ ابھی ان کی عمر سترہ برس کی تھی دامن اسلام میں آ گئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ

وسلم کے ساتھ ساتھ تمام معرکوں میں حاضر رہے۔ یہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار پر تیر چلایا اور ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ رہ کر اس حال میں جہاد کیا کہ ہم لوگوں کے پاس سوائے ببول کے پتوں اور ببول کی پھلیوں کے کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص۵۹۶ ملتقطاً و معرفۃ الصحابۃ، معرفۃ سعد بن ابی وقاص...الخ، الحدیث:۵۲۵، ج۱، ص۱۴۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خاص طور پر ان کے لئے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ

اے اللہ! عزوجل ان کے تیر کے نشانہ کو درست فرمادے اور ان کی دعا کو مقبول فرما! (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، سعد بن ابی وقاص...الخ، الحدیث:۳۶۶۴۰، ج۷، الجزء ۱۳، ص۹۲)

خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی یہ فارس اور روم کے جہادوں میں سپہ سالار رہے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا پھر اس عہدہ سے معزول کر دیا اور یہ برابر جہادوں میں کفار سے کبھی سپاہی بن کر اور کبھی اسلامی لشکر کے سپہ سالار بن کر لڑتے رہے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین ہوئے تو انہوں نے دوبارہ انہیں کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ یہ مدینہ منورہ کے قریب مقام "عقیق" میں اپنا ایک گھر بنا کر اس میں رہتے تھے اور ۵۵ھ میں جبکہ ان کی عمر شریف پچھتّر برس کی تھی اسی مکان کے اندر وصال فرمایا۔ آپ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں میرا اون کا وہ پرانا جبہ ضرور پہنایا جائے جس کو پہن کر میں نے جنگ بدر میں کفار سے جہاد کیا تھا چنانچہ وہ جبہ آپ کے کفن میں شامل کیا گیا۔ لوگ فرط عقیدت سے آپ کے جنازے کو کندھوں پر

اٹھا کر مقام "عقیق" سے مدینہ منورہ لائے اور حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کی قبر منور بنائی۔

"عشرہ مبشرہ" یعنی جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابیوں میں سے یہی سب سے اخیر میں دنیا سے تشریف لے گئے اوران کے بعد دنیا عشرہ مبشرہ کے ظاہری وجود سے خالی ہوگئی مگر زمانہ ان کی برکات سے ہمیشہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص۵۹۶ واسد الغابۃ، سعد بن مالک القرشی، ج۲، ص ۴۳۴، ۴۳۷ ملتقطاً وملخصاً)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا اسم گرامی جندب بن جنادہ ہے مگر اپنی کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ بہت ہی بلند پایہ صحابی ہیں اور یہ اپنے زہد وقناعت اورتقوی وعبادت کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہوگئے تھے یہاں تک کہ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ اسلام لانے میں ان کا پانچواں نمبر ہے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کیا پھر اپنے وطن قبیلۂ بنی غفار میں چلے گئے پھر جنگ خندق کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کچھ دنوں کے لیے ملک شام چلے گئے پھر وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آئے اور مدینہ منورہ سے چند میل دور مقام "ربذہ" میں سکونت اختیار کرلی۔ بہت سے صحابہ اورتابعین علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بمقام ربذہ ۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الذال، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۴ واسد الغابۃ، جندب بن جنادۃ، ج۱، ص ۴۴۰، ۴۴۱ ملتقطاً)

ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

جس شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کا شوق ہو وہ ابوذر کا دیدار کرلے۔
(کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابۃ و فضلھم... الخ، الحدیث: ۳۳۲۲۷، ج۶، الجزء ۱۱، ص ۳۰۷)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ ان کی کنیت "ابوعبد الرحمن" ہے اور بعض کے نزدیک "ابوحماد" اور کچھ لوگوں نے کہا کہ "ابوعمرو" ہے۔

اسلام لانے کے بعد سب سے پہلا جہاد جس میں انہوں نے شرکت کی وہ جنگ خیبر ہے۔ یہ بہت ہی جاں باز اور مجاہد صحابی تھے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ ملک شام کی سکونت اختیار کرلی تھی اور حدیث میں کچھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے تابعین ان کے شاگرد ہیں۔ شہر دمشق میں ۷۳ھ کے سال میں ان کا وصال شریف ہوا۔ (اسد الغابۃ، عوف بن مالک الاشجعی، ج۴، ص ۳۳۲)

زید بن ثابت

آپ انصاری ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہیں، ہجرت کے بعد سے وفات پاک تک کاتب رہے، صحابہ کرام میں بڑے فقیہ ہیں، علم میراث کے امام ہیں، قرآن مجید جمع کرنے والی جماعت کے امیر ہیں کہ آپ نے اپنی جماعت کے ساتھ خلافت صدیقی میں قرآن مجید جمع کیا اور عہد عثمانی میں اسے مصاحف میں نقل فرمایا، آپ سے بڑی مخلوق نے احادیث روایت کیں، پچاس سال عمر پائی ۴۵ پینتالیس میں وفات شریف ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفۂ دوم جانشین پیغمبر حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت "ابوحفص" اور لقب "فاروق اعظم" ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشرافِ قریش میں اپنی ذاتی وخاندانی وجاہت کے لحاظ سے بہت ہی ممتاز ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی شجرہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے شجرۂ نسب سے ملتا ہے۔آپ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اعلان نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے، جبکہ ایک روایت میں آپ سے پہلے کل انتالیس آدمی اسلام قبول کر چکے تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہوجانے سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اور ان کو ایک بہت بڑا سہارا مل گیا یہاں تک کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ کی مسجد میں اعلانیہ نماز ادا فرمائی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اسلامی جنگوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تمام اسلامی تحریکات اور صلح وجنگ وغیرہ کی تمام منصوبہ بندیوں میں حضور سلطان مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وزیر ومشیر کی حیثیت سے وفادار ورفیق کار رہے۔

امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب فرمایا اور دس برس چھ ماہ چار دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تخت خلافت پر رونق افروز ہو کر جانشینی رسول کی تمام ذمہ داریوں کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ چہار شنبہ کے دن نماز فجر میں ابولؤلوہ فیروز مجوسی کافر نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکم میں خنجر مارا اور آپ یہ زخم کھا کر تیسرے دن شرف شہادت سے سرفراز ہوگئے۔ بوقت وفات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف تریسٹھ برس کی تھی۔حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور روضۂ مبارکہ کے اندر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلوئے انور میں مدفون ہوئے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف العین، فصل فی الصحابۃ، ص ۶۰۲)

نعمان بن بشیر

ابوعبداللہ حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ انصاری ہیں، آپ ہجرت کے بعد

انصار میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال نو مہینے تھی، آپ کے والدین بھی صحابی تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ کوفہ کے والی تھے، ۷۴ھ میں آپ کو اہل حمص نے شہید کیا، آپ سے ایک جماعت نے احادیث روایت کیں جن میں آپ کے صاحبزادے محمد اور حضرت امام شعبی (رضی اللہ عنہم) بھی شامل ہیں۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف النون، فصل فی الصحابۃ)

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ قبیلۂ انصار کے خاندان بنونجار میں سے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیوہ ہوجانے کے بعد ان سے نکاح کرلیا تھا۔ یہ بہت ہی مشہور تیرانداز اور نشانہ باز تھے۔ ان کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ لشکر میں ابوطلحہ کی ایک للکار ایک ہزار سواروں سے بڑھ کر رعب دار ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے قبل ہی حج کے موقع پر منیٰ کی گھاٹی میں اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بیعت اسلام کر کے مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر جنگ بدر و جنگ احد اور اس کے بعد کی تمام اسلامی لڑائیوں میں انتہائی جذبہ ایمانی اور جوش اسلامی کے ساتھ جہاد کرتے رہے اور بڑے بڑے مجاہدانہ کارناموں کا مظاہرہ کر کے اور اسلامی خدمات کے شاہکار پیش کر کے ۳۱ھ میں ستتر برس کی عمر میں راہی ملک بقا ہوئے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الطاء، فصل فی الصحابۃ، ص ۶۰۱ وکنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ و فضلھم رضی اللہ عنہم، الحدیث: ۳۳۳۷۵، ۳۳۳۷۶، ج ۶، الجزء ۱۱، ص ۳۱۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یہ

ہے: انس بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام انصاری۔ آپ قبیلہ انصار میں خزرج کی ایک شاخ بنی نجار میں سے ہیں ان کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان ہے۔ ان کی کنیت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ابوحمزہ رکھی اور ان کا مشہور لقب "خادم النبی" ہے اور اس لقب پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے حد فخر تھا۔ دس برس کی عمر میں یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دس برس تک سفر و وطن، جنگ و صلح ہر جگہ ہر حال میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت کرتے رہے اور ہر دم خدمت اقدس میں حاضر باش رہتے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے تبرکات میں سے ان کے پاس چھوٹی سی لاٹھی تھی۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ اس کو بوقت دفن میرے کفن میں رکھ دیں۔ چنانچہ یہ لاٹھی آپ کے کفن میں رکھ دی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے خاص طور پر مال اور اولاد میں ترقی اور برکت کی دعائیں فرمائی تھیں، چنانچہ ان کے مال اور اولاد میں بے حد برکت و ترقی ہوئی۔ مختلف بیویوں اور باندیوں سے آپ کے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور جس دن آپ کا وصال ہوا اس دن آپ کے بیٹوں اور پوتوں وغیرہ کی تعداد ایک سو بیس تھی۔ بہت زیادہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے حنا کا خضاب سر اور داڑھی میں لگاتے تھے اور خوشبو بھی بکثرت استعمال کرتے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے کفن میں وہی خوشبو لگائی جائے جس میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پسینہ ملا ہوا ہے۔ ان کی والدہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پسینہ کو جمع کر کے خوشبو میں ملایا کرتی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے آپ مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے۔ آپ کے سال وصال اور آپ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ۹۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ بعضوں نے ۹۲ھ

بعض نے ۹۳ھ بعض نے ۹۰ھ کو آپ کے وصال کا سال تحریر کیا ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ایک سو تین برس کی تھی۔ بعض نے ایک سو دس بعض نے ایک سو سات اور بعض نے ننانوے برس لکھا ہے۔ بصرہ میں وفات پانے والے صحابیوں میں سے سب سے آخر میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے بعد شہر بصرہ میں کوئی صحابی باقی نہیں رہا۔ بصرہ سے دو کوس کے فاصلہ پر آپ کی قبر شریف بنی جو زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ بہت ہی حق گو، حق پسند، عبادت گزار صحابی ہیں اور آپ کی چند کرامتیں بھی منقول ہیں۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الهمزة، فصل فی الصحابة، ص ۵۸۵ واسد الغابة، انس بن مالک بن النضر، ج ۱، ص ۱۹۲۔۱۹۵ ملتقطاً)

سال میں دو مرتبہ پھل دینے والا باغ

ان کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ دنیا بھر میں کھجوروں کا باغ سال میں ایک ہی مرتبہ پھلتا ہے مگر آپ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب الکرامات، الحدیث: ۵۹۵۲، ج ۲، ص ۴۰۱)

شوقِ دیدارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ایمان کا باعث ہوتا تھا اس بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے نہایت مشتاق رہتے تھے۔ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو تشنگانِ دیدار میں جن لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ کو پہچان نہ سکے لیکن جب دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوپر اپنی چادر کا سایہ کیا، تو سب نے اس سایہ میں آفتاب نبوت کی دید سے اپنا ایمان تازہ کیا۔ (صحیح البخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینة، الحدیث: ۳۹۰۶، ج ۲، ص ۵۹۳)

حجۃ الوداع میں مشتاقان دیدار نے آفتاب نبوت کو ہالے کی طرح اپنے حلقے میں

لے لیا، بدو آکر شربت دیدار سے سیراب ہوتے تھے اور کہتے تھے: یہ مبارک چہرہ ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت کے زمانہ میں جب حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حالتِ نماز میں ملاحظہ فرما کر مسکرائے تو اس آخری دیدار سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ سوچا نماز ہی توڑ دیں اور اس جمال بے مثال کا آج جی بھر کر نظارہ کرلیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان وجهه ورقة مصحف ماراء ينا منظرا كان اعجب الينا من وجه النبي صلى الله عليه وسلم حين وضح لنا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ، الحدیث: ۶۸۱، ج۱، ص ۲۴۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح صاف تھا ہم نے کوئی منظر ایسا نہ دیکھا جو ہمیں رخ انور کے اس منظر سے زیادہ خوشگوار ہو جب چہرہ مبارک ہم پر نمودار ہوا۔

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آنکھیں صرف اس لئے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا۔ لیکن جب خدا عزوجل نے ان کو اس شرف سے محروم کردیا تو، وہ آنکھوں سے بھی بے نیاز ہوگئے۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے تو انھوں نے کہا کہ ان سے مقصود تو صرف رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار تھا۔ لیکن جب آپ کا وصال ہوگیا، تو اگر میرے عوض تبالہ کی ہرنیاں اندھی ہوجائیں اور میری بینائی لوٹ آئے تب بھی مجھے پسند نہیں۔

(الادب المفرد، باب العیادۃ من الرمد، الحدیث: ۵۴۳، ص ۱۵۳)

☆☆☆☆☆